جانور ہو کہ کرایہ لینے میں بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی ہونا چاہئے
کہ بیان مذکور رافع جہالت نہیں ... ثم ایضا بالاشارة کنقل ہذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ کہا کہ
اس طعام کو فلاں جگہ تک لیجا ... تو اس میں ہرچند منفعت مشار الیہ نہیں ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نقل مقصود ہے کذا فی الدرر والاجر
الاجر لا یلزم بالعقد فلا یجب تسلیمہ بل بتعجیله او شرطه فی الاجارة المنجزة اور معلوم کر کہ اجرت ضروری لازم نہیں عقد سے تو واجب نہیں
اس کی تسلیم یعنی اسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ منجزہ میں تعجیل کے شرط ہونے سے لازم تسلیم ہوتی ہے ہم اور جو
کہ مستاجر نے اول ضروری ادا کر دی تو اب اسکو نہیں پھیر سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہایة اما المضافة فلا تملک فیہا الاجرة بشرط التعجیل
اجماعا اور اجارہ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ میں اجرت مالک نہیں ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقودا فی کل الاحکام
فیفتی بروایة تملکہا بالشرط التعجیل للحاجة شرح وہبانیہ للشرنبلالی اور بعضوں نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام میں عقود متعددہ ٹھہرایا جاتا ہے تو اجرت
کے مالک ہونے کا فتوی دیا جاتا ہے شرط التعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیة للشرنبلالی ہم شارح سے یہاں مختصر مخل واقع ہوا اسلئے
مطلب ظاہر نہ ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا میں متعارف ہے صورت اسکی یہ ہے کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہیں مثلا تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے
ہیں اجارہ سے تا اتصال مدت باقی نہ رہے اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہیں اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہیں علما اسکے جواز اور عدم جواز
میں مختلف ہیں ... اس اجارہ کو عقود متفرقہ قرار دیتے ہیں اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہیں اسلئے کہ اگر عقود الگ کہیں تو سوا عقد اول
کے باقی عقود مضافہ ٹھہرینگے اور اجارہ مضافہ میں اجرت مالک نہیں ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط التعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہے صدر الاسلام ...
کہا ہے ... صحیح یہ ہے کہ وہ حق سائر احکام عقود متفرقہ ہے اور حق تملک اجرت تعجیل یا شرط التعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیا ہے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ اجارہ ہے
اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر عقلہ اجارہ دیا کل اتنی اجرت پر ... مذکور ہوچکا کہ ہمیں شرط التعجیل باطل ہے اور اجرت لازم ہوگی ... نے بیان کیا
ہے ... نے کہا کہ اس تحریر سے معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند مختصر اور فہم نہیں ہے اور اگر شارح یوں کہتا قیل تجعل عقدا واحدا فی حق ... تملکہا بشرط
التعجیل ای علی ہذا القول تو بہتر اور فہم ہوتا کذا فی الطحطاوی او بالاستیفاء للمنفعة یا اجرت لازم ہوتی ہے منفعت کے حاصل کر لینے سے او تمکنه منه الا فی ثلاث
مذکورة فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہے استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتوں میں باوجود قدرت لازم نہیں ہوتی جو اشباہ میں مذکور ہیں ... جب
موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اسباب سے خالی کر کے دے اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور جس وقت میں اگر
مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی تو اگر موجر کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اسکے اسباب سے فارغ نہیں یا فارغ
تسلیم کی مدت کے غیر میں یا مدت میں تسلیم کی لیکن اسکو غیر محل اجارہ میں جا کر رکھا یا اسکو محل اجارہ میں رکھا اور اسمیں کوئی عذر ہو مانع یا موجر کی طرف سے کوئی
عذر نہیں لیکن حاکم یا غاصب نے اسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتوں میں لازم نہیں کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صورتوں میں سے پہلی صورت
یہ ہے کہ قدرت علی الاستیفاء اجارہ فاسدہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اسپر سوار
نہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اسکو
پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہاں تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علیہ بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود تمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت
واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور مستاجر اسمیں ساکن نہیں ہوا واجب ہونا اجرت کا سبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہے وہذا اذا کانت

الاجارۃ صحیحة واما فی الفاسدۃ فلا تجب الاجرۃ الا بحقیقة الانتفاع کما بسطه فی العمادیة اور یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اُس وقت ہی
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ میں شرح بیان کیا ہے و
ظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف فتجب اجرته فی الفاسدۃ بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہے وقف کو تو وقف کی اجرت فاسد
اجارہ میں واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ثم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ میں اگر زراعت یا سکونت نہ ہو تو
اجرت لازم نہیں متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ نے سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہے حالانکہ متاخرین کا خلاف اس میں نظر نہیں آیا اور لعل الشیخ
خود صریح ہے کہ وقف کی اجرت اجارہ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہے عدم وجوب میں پھر جب وقف کا حکم معلوم
ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا ہمیں شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحاوی فانما ثابت ولی مال الیتیم ثم المعد للاستغلال والمستاجر فی بیع
الوفاء علی ما افتی به علماء الروم کذلک محل تردد فلیحرر یعنی میں کہتا ہوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہو اور بیع الوفا کے
اجارہ والی چیز جیسا فتوی اسکا علماء روم نے دیا ہے یہ بھی اسی طرح وقف کے مانند ہیں تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہئے ہم کچھ تردد کا مقام نہیں
چنانچہ ہم مذکور کر چکے ہیں واسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہو تو قدرت انتفاع اس میں کافی ہے اور اگر اجارہ فاسدہ ہو تو اسکے حکم میں کچھ تغیر نہیں اور بیع الوفا کی صورت
یہ ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ
صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اسکے ہاتھ میں باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا اور یہ حیل ہے لیکن
بعد انقضائے مدت اجارہ صحیح اجارہ نہیں کذا فی الطحاوی وبقوله لتسقط الاجرۃ بالغصب ای یکون ذلک باجرۃ نہیں لان حقیقة الغصب لا تجری فی العقار اور
مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اس واسطے
کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی ولا تنفسخ بالغصب وهو الاصح
فی الهدایة خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ فسخ نہیں ہوتا ہے برخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض المدۃ فبحسابه
اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعة او حمایة اشباہ
مگر جبکہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ ثم اگر با وجود امکان
اخراج مستاجر اسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اسکا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلک ای الغصب المؤجر وادعاه المستاجر ولا بینة لیحکم الحال کمسئلة الطاحونة اور اگر مؤجر یعنی اجارہ دینے والا غصب کا انکار کرے
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو ظاہر حال پر حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ہے یعنی اگر مستاجر گھر میں تنہا ہو ساتھ غاصب
کے حال میں تو مؤجر کا قول مقبول ہے اور اگر اسمیں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اجرت نہ ہوگی کذا فی البحر اور اگر پن چکی کے مستاجر اور مؤجر میں
اختلاف واقع ہو بعد انقضائے مدت اجارہ کے پانی کے جاری رہنے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو مؤجر کا
قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی البحر ولا یقبل قول الساکن لانه فرد ذخیرۃ اور گھر کے رہنے والے کا قول نہ قبول ہوگا اس واسطے
کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب میں ساکن اور اسکا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ
والقول والتحقیق قریب المؤجر لو کان اجرۃ لانه لم یملکه بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کیا اور آزاد
نہ ہوگا قرابت دار مؤجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ میں اس واسطے کہ مؤجر اسکا مالک نہیں ہو گیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اس کی یہ ہے

کہ زید کا غلام خالد جو محمود کا بھائی ہے خریدے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اسکی اجرت مقرر کی تو خالد بعد عقد کے آزاد ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی ملک نہیں ہوتی والا دمن تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع
اور نفع اٹھانے پر قدرت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہ ہو منفعت سے لینے سے فلو سلم العین الموجرة بعد مضی
بعض المدة فالاجرة فلیس لاحدہما الامتناع من التسلیم والتسلم فی الباقی المدة اذا لم یکن فی مدة الاجارة وقت یرغب فیہا لاجلہ
تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے
امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکسان ہو تب امتناع
دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی العین الموجرة وقت کذلک کبیوت مکة وقت الموسم والحوانیت زمن الموسم فانہ لا یرغب فیہا الا
الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ایسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے
کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منی کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں اسواسطے کہ بعد موسم حج اُنکی خواہش
نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اس وقت میں تسلیم نہ کرے جسکی خواہش ہوتی ہو تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے
نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی تا بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید
میں اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفة وجبت الاجرة والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی
سو مستاجر اُس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اُس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں
تو واجب نہیں کذا فی الاشباہ ھم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان ہے اور اسمیں رہ مگر اُسنے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا
میں اسمیں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مشقت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یون حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ
قفل توڑ ڈالا اور کیون نہ اسمیں داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن فتح ہذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیة لم تصح ھم
میں کہتا ہون اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی
الصیرفیہ ولو اختلفا تحکیم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور رہا لانا کنجی مستاجر کے پاس
ہے مستاجر کہتا ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال
سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو برہنا فبینة الموجر ذخیرہ اور اگر دونوں گواہ لاوین تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یعنی مشتری نے بحکم
مستاجر کی ساتھ بیع القفارین کا گھر خرید کیا اور کنجی اسکی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں
کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فہو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور
دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجر
طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابة کل مرحلة اذا اطلقہ ولم یبین تعیین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز
اور جانور کا کرایہ ہر منزل میں جبکہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا
شرط کے موافق وللخیاطة ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلم فلو ہلک قبل تسلیمہ سقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے او

پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اُس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی ایسی مزدوری کا مطالبہ پہلے نہین بلکہ کام
کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اس چیز کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کردیتا ہی ہم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اسکی بلا تعدی
جل گیا تو مزدوری ساقط ہوگئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی امین ہی کذا کل من لعمله اثر اور اسیطرح
ہر ایک اُس پیشہ ور کا حکم ہی جسکے عمل کا اثر موجود ہو مثلاً بڑھئی اور رنگریز اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان
اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا وما لا اثر له کحمال له الاجر لما فرغ وان لم یسلم بحسب
اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا جیسے حمال تو اُس کو مزدوری مانگنا بعد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو ہم تو بعد فراغت کے تلف
ہوجانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان عمله فی بیت المستاجر فله اجرة دھونے وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغت
اور تسلیم کے اگرچہ دھونے وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ہم مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم
نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ زیلعی مین ہی کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر
کے گھر مین ہی اور گھر اُس کے قبضے مین ہی تو اسمین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو اسوجہ سے اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف
ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب البحر نے اسپر تنبیہ نہ کی ہی لیکن تسلیم یہان نہین کی ہدایہ مین یون ہی کہ دھوبی
اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تاوقتیکہ عمل سے فراغ نہ ہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہ ہوگا
اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعۃ مین ہی کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض
ثوب کی دوخت کرے پھر اسکی چوری ہوجاوے تو بقدر دوخت اسکی اجرت ثابت ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی درر مین ہی کہ جو
ہدایہ وتجرید کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شرح جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جب بعض
دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اسکے حساب سے اجرت واجب ہی تو اگر کپڑا چوری ہوجاوے کچھ سینے کے بعد تو اُسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی
نعم لو سرق بعد ما خاط البعض او انهدم بعد ما بناه فله الاجر بحسابه علی المذهب بحر وابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہوجاوے بعد اسکے کہ درزی نے اسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار
گر پڑی بعد بنانیکے تو اسکا اجر ثابت ہوگا اسکے حساب کے موافق بنابر مذہب صحیح کے کذا فی البحر وابن کمال ہم یہ تفرقہ بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے
گھر مین ہی تو اجرت واجب ہی خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہی تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار
اُٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہی کہ مسئلہ بنا خود اصل مین منقول ہی کہ بعض عمل سے اجرت اسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے
اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر یقین کیا ہی غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا اور لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے شرح مصفی مین اسکو
پسند کیا ہی اگرچہ اسکی عبارت کنز مین مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوب خاطه الخیاط باجر ففتقه رجل قبل ان یقبضه رب الثوب فلا اجر له بل له تضمین
الفاتق کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اُدھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اُسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی
کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا یجبر علی الاعادة وان کان الخیاط هو الفاتق فعلیه الاعادة کانه لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی
اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اُدھیڑنے والا ہو تو اُسپر دوبارہ سینا واجب ہی گویا اُس نے نہ سیا تھا بخلاف
اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وقیل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطة الاصح لا اشباه لکن فی حاشیتها
معزیا للمضمرات المفتی به نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتہی ثم رأیت فی التاتارخانیة معزیا للکبری ان الفتوی علی الاول فتامل اور

کیا خیاط کے واسطے کپڑا جو سینے کو دیا ہے بدون دوختہ کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہیں
کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہاں اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا جواب لائق یہ ہے
کہ رواج پر حکم ہو نہ تحقیق عمر میں نے تاتارخانیہ میں قتادہ کے کہنے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتویٰ ہے تو تامل کرو صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کپڑا درزی
کو سینے کے واسطے دیا سو اُس نے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہے
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتویٰ ہے اور شارح کی ظاہر عبارت
سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے فتامل کذا فی الطحطاوی وللخباز طلب الاجر للخبز فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور لان تمامہ
بذلک ولو اخرج بعضہ فبحسابہ جوہرہ اور روٹی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد
اس واسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیوں کے نکالنے سے اُس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی
الجوہرہ فان احترق بعدہ ای بعد اخراجہ بغیر فعلہ فلہ الاجر لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ ولا غرم لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقہ ولا اجر وان
شاء ضمنہ الخبز واعطاہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ روٹی جل جاوے تو اُسکا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے
مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جلجانے سے طباخ پر تاوان نہیں بسبب اُسکی عدم قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ
تاوان دے اُس کے آٹے کے برابر اور اُس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اُس کو روٹی
پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبلہ لا اجر لہ وغرم اتفاقا لتقصیرہ درر وبحر اور اگر روٹی جل گئی تنور سے نکالنے سے پہلے تو اُس کی
مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اُسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر وان لم یکن الخبز فیہ ای
فی بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز اولا فاحترق او سرق فلا اجر لہ لعدم التسلیم حقیقۃ ولا ضمان لو سرق لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لہما
وہی مسئلۃ الاجیر المشترک جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نانبائی کے گھر میں ہو یا کہیں اور پھر جل جاوے یا چوری جاوے
تو اُس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اُسپر تاوان نہیں اگر چوری جاوے اسواسطے کہ اُس کے پاس
امانت ہے برخلاف صاحبین کہ اُنکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے
تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من یدہ قبل الاخراج فعلیہ الضمان
ثم المالک بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر وان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ لہلاکہ قبل التسلیم ولا یضمن الحطب والملح اور
اگر روٹی جل گئی یا اُسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور سے نکالنے سے پہلے تو نانبائی پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اُس سے پکی روٹی کا تاوان لے
تو اُسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہوجانے کے قبل تسلیم کے اور اُسپر لکڑی اور نمک کا تاوان
نہیں وللطباخ بعد الغرف الا اذا کان لاہل بیتہ جوہرہ والاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا جبکہ بحیثیت مستاجر کے گھر والوں کے واسطے ہو نہ اہل
دعوت کیواسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اس میں رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد
مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد ہم زیلعی نے کہا کہ اس محل میں نص نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسدہ ای الطعام الطباخ
او احرقہ او لم ینضجہ فہو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا

منہ
عادت معتبر ہے اور عرف کا لحاظ باشد ۱۲

اُسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بہما فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق شی
من السکان لعدم التعدی جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کیواسطے اور اس میں سے ایک چنگاری
گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اُسپر تاوان نہیں بسبب اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاے رہنے والوں کا بوجہ عدم تعدیہ
کے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص باجیر خاص نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے والضرب اللبن بعد الاقامۃ وقالا بعد تشریجہ
ای جعل بعضہ علی بعض بعد جفافہ یعنی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مستحق اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہوگا اور صاحبین نے کہا
کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے
وہذا اذا ضرب فی بیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجر حتی یعدہ منصوبا عندہ ومشرجا عندہما زیلعی اور یہ اُس وقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر
کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جبتک شمار نکرے کھڑی کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کے صاحبین کے نزدیک یہ کذا فی الزیلعی
و مستصفی میں تسلیم شرط کی ہے یعنی شمار اور تشریج اور تسلیم یہ بہتر ہے اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر فروع مسائل متفرقہ شارح کے
اللبن علی اللبان والتراب علی المستاجر وادخال الحمل المنزل علی الحمال لا الصعود علی الجدار او السطح او الغرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے
ذمہ ہے اور مٹی اینٹ بنانے والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اُٹھانیوالے پر مگر اُسکا ڈالنا اور چھت یا بالاخانہ پر اُسکا چڑھا لیجانا
پر مگر شرط کر لینے سے والاکاف والبردعۃ علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے اور
اسی طرح رسیاں اور گونیں مکاری پر ہیں والحبر علی الکاتب والخیوط والابرۃ علیہ یفیدہ الظہیریہ اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ ہے اور کاغذ
شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریہ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار یحبسہا لاجل الاجر و جس اجیر کے عمل اور
کام کا اثر موجود ہو چیز میں چنانچہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اُس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے ہم دھوبی سے
وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھوے نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب جیسے یہ ہے کہ مقصود علیہ وصف ہے جو محل میں ثابت ہے تو حق حبس بدلا لینے کے
واسطے ہوا چنانچہ بیع میں کذا فی الدرر وہل المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشاء والغراء او مجرد ما یعاین ویری فیہ قولان اصحہما الثانی فغاسل الثوب وکاسر
الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف وحالق راس العبد لہم حبس العین بلا اجر علی الاصح مجتبی اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی
چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اسمیں دو قول ہیں یعنے ایک قول یہ ہے کہ
چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونے والا
اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور پیوند دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو روک رکھنا چیز کا اجرت
لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبی ہم کہتے ہیں کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد دکھائی پڑنا حق حبس نہیں
تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی اور زمین نہسا یہ عن
قاضی خان مذکور ہے کہ سبب دھوبی کے عمل کا اثر ہو سو اسمیں جھگڑا اسکے اسمیں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی
مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اُسنے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وہذا اذا کان حالا اما اذا کان الاجر مؤجلا فلا یملک حبسہا کما لا
فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ لینے حق حبس اسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اُسکے حبس
کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم حکمی کے فیضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر فانہ اور اجیر پر تاوان

لازم ہوگا تعدی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی الخانیہ فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے
چیز روک رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو اسکی مزدوری نہیں اور نہ اسپر تاوان ہوگا اسواسطے عدم تعدی کے ومن لا اثر لعمله کالحمال علی ظہرہ او دابتہ
والملاح وغاسل الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ مجتبی فلیس له ان یحبس العین للاجرة اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز میں جیسے اپنی پیٹھ پر یا جانور
پر بوجھ لادنیوالا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا اجیر کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھوئے
اسکے ظاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اسکے فعل سے
ظاہر ہوگئی تو گویا اسنے سفیدی کو پیدا کیا تو تحسین ثوب حبس کا مالک ہوگا اظہر تو یہ ہے درر میں کہا کہ غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اسکے
عمل کا اثر نہیں فلو حبس ضمن ضمان الغصب یعنی فی بابہ پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب کا آگے ذکر ہوگا غصب کے
باب میں ہم یعنی اگر حبس میں وہ چیز تلف ہوجاوے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبہا بالخیار ان شاء ضمنہ
قیمتہا ای بدلہا شرعا محمولة وله الاجر وان شاء غیر محمولة ولا اجر جوہرة اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حمال سے اسکو محمول اعتبار کرکے اسکی قیمت
یعنی اسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرة واذا شرط عمله بنفسه
بان یقول له اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلاصة اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ
اس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نلے مگر دایہ کہ اسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور
بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصة ہم خانیہ میں ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام
کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی وان اطلق کان له ای للاجیر ان یستاجر غیرہ افاد بالاستیجار انه لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی وبہ
صرح فی الخلاصة اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کردیا اسکا کہ اگر
اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا در صورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اسکو صراحة بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانه لو شرط له الیوم او غدا
فلم یفعل وطالبہ مرارا ففرط حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الائمة بالضمان کذا فی الخلاصة اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج
یا کل کے دن کی شرط کی سو اسنے اسدن کام نکیا اور مستاجر نے اجرت چند بار مطالبہ کیا سو اسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہوگئی تو تاوان اجیر پر لازم
نہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصة وقوله علی ان تعمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلہ ان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یوں کہنا کہ
استیجار ہے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجرہ لیاتی بعیاله فمات بعضہم فجاء بمن
بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانه اوفی بعض المعقود علیه مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اسکے اہل وعیال کو لے آوے سو انمیں کوئی شخص مرگیا اور وہ باقی
لوگوں کو لے آیا تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی اسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد
ہوا تھا اور وہ سب کو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہوگا پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہوں تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہوں تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا
وقیدہ بقوله لو کانوا ای عیاله معلومین ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بکلہم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اسکے اہل وعیال معلوم ہوں یعنی
عاقدین انکو جانتے ہوں تب بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سب کے مقابلہ میں پڑے والا یکونوا معلومین فلکله ای فکل الاجر نقل ابن
الکمال ان کانت المؤنة تقل بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکله اور اگر عیال غیر معلوم ہوں تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانی
سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہوجاتی ہے عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہوجاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لا لایصال خط ای کتاب او زاد الی زید ان رده ای المکتوب او الزاد لموته ای زید او غیبته لاشیٔ له لانه نقض بعوده کالخیاط اذا خاط ثم
فتق یعنی اگر کسی نے ایک مزدور مقرر کیا ایک مرد کو خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اسکے واسطے
کچھ مزدوری نہیں واسطے کہ اسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اسکے پھیر لانے سے جس طرح درزی نے کپڑا سیا پھر اس کو
ادھیڑ ڈالا ثم مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا اس واسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی
چنانچہ شرح مجمع میں مصرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں حمل الیها اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الخانیۃ استاجره لیذهب الی موضع
کذا ویدعو فلانا بالاجرة فذهب الی الموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا ایک شخص کو کہ فلانی طرف جاوے اور فلانے شخص کو بلا لاوے تو نہیں دوسری
پر نہیں اجیر وہاں گیا اور اسنے اس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی هم تمام نہیں تبلیغ رسالت ذکر ہے نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو یکساں
قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع الخط الی ورثته فی صورة الموت او الی من یسلم الیه اذا حضر فی صورة غیبته وجب الاجر بالذهاب وهو نصف
الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعه المصنف ولکن تعقبه المحشون وعولوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القهستانی عن النهایة انه ان شرط المجیٔ بالجواب فیجب نصفه
والا فکله فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط وارثان زید کو در صورت موت زید کے یا اس شخص کو دیا جو زید کو پہونچا دے
جب کہ وہ آوے در صورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہے
صاحب درر کا ولیکن محشیون نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب
لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام مشروط بالجواب پر محمول
ہے اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے وان لم یجده ولم یوصله الیه لم یجب له شیٔ لانتقاض المعقود علیه وهو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو
نہ پایا اور خط اور توشہ اسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اسکی واجب نہوگی بسبب نہ ہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا ثم اعلم انما
او فرقہ اور اس میں اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک اس میں مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض الوقف
اجر با بغیر اجر المثل یلزم مستاجرها ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیه بعضهم تمام اجر المثل علی المفتی به کما فی البحر عن التلخیص وغیره متولی ارض وقف نے
زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر زمین وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں تلخیص
وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں وکذا الحکم فی وصی الاب کما فی مجمع الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ
مجمع الفتاوی میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر یفتی بالضمان فی
غصب عقار الوقف وغصب منافعه وکذا یفتی بکل ما هو انفع للوقف فیما اختلف فیه العلماء حتی نقضوا الاجارة عند الزیادة الفاحشة نظرا للوقف وصیانة
لحق الله تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہے ضامن ہونے کا اوپر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں
اور اسیطرح ہر ایک اس چیز کا فتوی ہے جو وقف کیواسطے نافع تر ہے جس میں عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہے فقہا نے زیادت فاحشہ کے نزدیک
بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی هم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسه اجر مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تعنت چنانچہ عنقریب
فرع میں مذکور ہوگا مات الاجیر وعلیه دیون حتی فسخ العقد بتعجیل البدل فالمستاجر احق بالعین فی یده ولو العقد فاسدا اشباه ای بالمستاجر من غرمائه حتی یستوفی
الاجرة المعجلة مرگیا ایکسا اجارہ کا دینے والا اور اسپر لوگون کے دین ہیں تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی
چیز کا اسکے اور قرضخواہوں سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ عقد فاسد اسکے تصرف میں ہو

کذا فی الاشباہ ہم یعنی جبکہ موجر مرگیا اور اُسپر غیر مستاجر کے دیون ہین پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر حق بائع ہے باقی قرضخواہون سے کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے
مستاجر اُسکے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا بعد اسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یسقط الدین بہلاکہ ای ہلاک المستاجر
لانہ لیس برہن من کل وجہ ہم یعنی یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہین جو ساقط دین ہوجاوے
الرہن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما یجی فی بابہ مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہوجانیکے اسواسطے کہ رہون کی ہلاکی مین مرتہن پر تاوان جو کمتر کا
مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن مین آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ہم قولہ بالاقل من قیمتہ ومن الدین ترکیب فاسد ہے اسواسطے کہ اس سے مفہوم ہوتا ہے
کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہووے تاوان ہو اور حالانکہ یہ مراد نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاوے سو دونون مین سے جو اقل ہووے تاوان آتا ہے ہو تو ترکیب
صواب یون ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو مصنف شارح مین بیانہ ہوگا تفصیلیہ کذا فی الطحطاوی فروع مسائل شتی شارح نے کہا الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر
تصح فی المدۃ وبعدہا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت مین اور بعد مدت کے ہم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ اور
منح الغفار کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک ولو یتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک مین ہے
اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہین چنانچہ اگر اجرت ارزان ہوجاوے تو معتبر نہین ہم یعنی بعد اجرت معین ہوچکنے کی اجرت کا نرخ گران ہوگیا یا ارزان تو غیر وقف مین اُسکا
اعتبار نہین مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجر الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتہا باجر المثل ولو ادعی رجل انہا بغبن
فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف مین ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اُسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دیدے بدون پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح
صحت اجارہ مذکورہ ہے بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ہم اشباہ مین لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل ہے تو عبارت صحیحہ
باجر المثل واقع ہے فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسخہا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسیطرح بموجب دعاے مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو
قاضی اجارہ کو فسخ کرڈالے ہم شارح کو یون کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار شخص
خبر کرے یعنی بعد دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل البصیرۃ اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے ولو قبل الزیادۃ وان شہدوا
وقت العقد انہا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہون نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہوا الا فان کانت اضرارا و تعنتا لم تقبل اور
اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نکرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہوگی ہم اضرار اور تذلیل کی زیادت
وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص چنانچہ بیان ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اُسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور
ضرر رسان ہے کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرہا ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اُسکو
قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کرڈالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اُسکا اجارہ دے اُس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ہم زیادت اجر مثل سے
مراد اُس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہوجاوے سب شخصون کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاوے لوگون کی رغبت کے سبب سے
کسی چیز کے اجارہ لینے مین تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا او ارضا فارغۃ عرضہا علی المستاجر فان
قبلہا فہو احق بہا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اُسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول
کرے تو وہی اُسکا زیادہ ترحقدار ہے اور اُسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول
کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل وادعی انہا اضرار فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونیکا انکار کرے اور دعوی کرے
کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اُسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلہا اجرہا المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی اُسکو

شخص کو اجارہ دے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو تابع انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم یصح اجارتہا لغیر صاحب الزرع لکن تضم الیہ الزیادۃ
میں وقت تھا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اسکا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادہ تو لائی جاسکتی ہے اگر زیادہ ہو جائے وقت سے
وان کان نبی او غرس فان کان استاجر مشاہرۃ فانہا تؤجر لغیرہ اذا فرغ الشہر لانعقادہا عند راس کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دیجائے جبکہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہواری کے
ہر مہینے کے سر سے پر ہم محیط میں ہے کہ غیر کو اسی صورت میں اجارہ دیا جائے جبکہ بعد رفع عمارات کے بسبب اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ
سے زیادتی نہ ہو تو اسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحطاوی و البناء یتملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر
مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی یتخلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہاں تک کہ اسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے بعد
اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم تؤجر لغیرہ وانما تضم علیہ الزیادۃ کالزیادۃ و بہا الزرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا
اجارہ نہ دیا جائے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت لائی جائے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے وانما افاد انہ اجر
المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد بہ فللمتولی فسخہا وعلیہ الفتوی اور جبکہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جائے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا
اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ مقرا للعصری اور جبتک متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں
فتاوی صغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ والبناء یتملکہ الناظر الخ انہ یتملکہ جبرا للوقف قہرا علی صاحبہ بہذا والارض تنقص بالقلع والا فبرضاہ کما فی عامۃ الشروح
منہا البحر والمنح فیعول علیہا لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاوی میں کہتا ہوں اور اسکا یہ قول والبناء یتملکہ الناظر الی آخرہ اسپر دلالت کرتا ہے
کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص
ہو جائے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہو نہیں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے از انجملہ بحر الرائق اور
منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جائے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوے کی نقول
شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منجملہ فتاوی مذکورہ فتاوی ابن مؤیدزادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ سے ان میں
منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہو جائیگا کذا فی الطحطاوی مختصرا و فی فتاوی مؤیدزادہ من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیہ ساکنہ بلا اذن
متولیہ ان لم یضر رفعہ رفعہ وان ضر فہو المضیع مالہ فلیتربص الی ان یتخلص مالہ من تحت البناء ثم یاخذہ اور مؤیدزادہ کے فتاوی میں ہے کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کہ
ایک دکان ہے وقف کی جسمیں اسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کریگا
ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنے والا ہے اپنے مال کا تو چاہیئے کہ یہاں تک انتظار کرے کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاصی ہو پھر اسکو لے ولا یکون بناؤہ
مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید لہ علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اسکا قبضہ اور تصرف
نہیں اس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اسکو منہدم نہیں کر سکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوہ للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا ومبنیا فیہ صح اور اگر اسپر اتفاق
کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کر دیں بعوض اس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور استوار عمارت کی قیمت میں سے
جسکی قیمت کم ہو اس سے اسکا ثمن زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الاجر دین رفع الامر الی القاضی لیفسخ العقد ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر
موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور
اسی پر فتوی ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرائے کہ اس چیز کو بیچکر دین ادا کرے دیکھو زیلعی

الاجر او بالعمل او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فیکون فاسدۃ فیوجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ بقدر ما یرضی به المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہو اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر میں لوگون کو تغابن ہوتا ہو نہ اسقدر جسمین تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو متولی اسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اسکے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی مافی فتاوی ہوندزادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان الاجرۃ اولا اجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا ینقض قال به اجاب بقیۃ الملۃ [illegible] اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے بقیۃ اہل زمانہ نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل ابطال اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اس سے متصل ہوگا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی +

## باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافا فیہا ای فی الاجارۃ

یہ باب ہے اس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا صحیح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارہ یہ باب ہے ان افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں **تصح اجارۃ حانوت ای دکان و دار بلا بیان ما یعمل فیہا** لصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اس فعل کے جو اسمیں کیا جاے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق میں کہا اسواسطے کہ عمل متعارف اسمیں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت نہیں **و بلا بیان من یسکنہا** فلہ ان یسکنہا غیرہ باجارۃ وغیرہا کما سیجی اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم غیر کا رکھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی **وله ان یعمل فیہا ای الحانوت والدار کل ما اراد** فیتد ویربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر و یطحن برحی الید وان ضر فیفتی قنیہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے [illegible] گاڑے اور اپنے جانور اسمیں باندھے اور لکڑیاں توڑے اور اسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بناوے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اسوقت جائز ہے جبکہ جانوروں کیواسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصطبل نہ بناوے اور چکی کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا وعبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید ان کان لا یضر وعلیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوی ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ بمطلق عقد سے مستحق نہیں ہاں مگر یہ کہ اسکی شرط ہو گئی ہو یا مالک اس فعل سے راضی ہو جاے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ بمطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی **غیر انہ لا یسکن بالبناء للفاعل او المفعول حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ** لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو ہر عمل گھر میں درست ہے سواے اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اسکی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہے ہم شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حدادا وغیرہ منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے **ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر** کما لو انکر اصل العقد اور اگر مستاجر اور موجر شرط ہونے میں مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اسی کا قول مقبول ہوگا وان اقام

باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافا فیہا ای فی الاجارۃ

البینۃ فالبینۃ بینۃ المستاجر لاثباتہا الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کذا فی
الخلاصۃ وفیہا استاجرہ للقصارۃ فالاسکافۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گاذری کے واسطے تو اسکو اسمیں آہنگری درست
ہے اگر گاذری اور آہنگری کا ضرر یکساں ہو ولو فعل بالبیت ما لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لا یجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے
جو اسکو درست نہیں ہے تو اسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اُس کام سے عمارت منہدم ہوجاوے تو اُسکا تاوان دے اور اس صورت میں کرایہ
نہیں ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل ما لا یختلف بالمستعمل یبطل
فیہ التقیید لانہ غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال
کرنیوالے کے اختلاف سے اُسمیں استعمال کرنیوالے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ یہ قید کرنا کچھ مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف
ما یختلف بہ کما سیجیء بخلاف اُس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہے استعمال کرنیوالے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم چنانچہ کپڑے کو سینا اور کپڑا پہننا
کہ اسمیں تفاوت ہوتا ہے یا دینا یا اختلاف ... میں سکونت کی تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو
اجارہ دیوے اکثر اجرت سے قدر کرایہ کے تو زیادتی خیرات کرے ہم یعنی اگر پانچ روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات
کرے اپنے صرف میں نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئا مگر دو صورتوں میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جبکہ گھر کو کرایہ دے
مخالف جنس پر یا گھر میں کچھ درستی کردی ہو ہم خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی
کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کرے یا گچ سے پھیرے گا ویسے ہی ... نے کہا ہے کہ اصلاح ہے دخل نہیں ولو آجرہا من المؤجر لا تصح وتنفسخ الاجارۃ
فی الاصح بحر معزیا للمجتبی وصحح خلافہ قنیہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک مکان کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق
میں مجتبیٰ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا
وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء کیلا تقع المنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب
صحیحۃ بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اسمیں بوئی جاویگی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں
اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم
مزروع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسد پلٹ کر صحیح ہوجاویگا اُس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار
نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع رفع ہوجاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان
زراعت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جبکہ جہالت دفع ہوگئی
زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی ولہ الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت
ہے ہم اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہیں اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے
واسطے اور بدون دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ اٹھانا نہیں ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع
جائز ہے اور اُسکا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی الحلوانی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف میں
ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجہا لسقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی مدۃ العقد
جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہ ہو پہنچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو

معقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اسقدر مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے آجر یا دہی مشغولۃ بزرع
غیرہ انکان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ و سلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت
سے مشغول ہے تو اگر زراعت اوسکی حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹے اور
زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدلکر جائز ہو جائیگا مالم یستحصد الزرع فتجوز و یؤمر بالحصاد و التسلیم یعنی نیز از یہ زراعت والی زمین کا اجارہ
جائز نہیں جبتک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرہا مضافا الی
المستقبل فتجوز مطلقا مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف نسبت کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر
واجبی ہو بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاوے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی العلادی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبرہ
علی قلعہ اور کہا اولا فتاوی قاری الہدایہ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے
تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایہ وفی الوہبانیہ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی و یؤمر بالتفریغ و ابتداء
المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اسکے خالی کردینے
کا اور ابتداء مدت اجارہ اُس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی و فی الاشباہ استاجر مشغولا و فارغا صح فی الفارغ فقط و مر فی المتفرقات اور اشباہ
میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آوے گا و تصح اجارۃ ارض للبناء
والغرس و سائر الانتفاعات کطبخ آجر و خزف و مقیلا و مراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے
اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں
کے رہنے کے واسطے بعض روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر ہم یہ اجارہ
زراعت کے واسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہما و سلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما
سو اگر اجارہ کی مدت گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھود دے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے ہم حموی
نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کیا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس
مقلوعا بان تقوم الارض بہما و بدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جب کہ موجر مستاجر کو کھدے ہوئے مکان یا درخت کی قیمت کا
تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر
تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار و تملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہو اسواسطے
کہ اسمیں مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا تملکہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہے قال فی البحر و ہذا الاستثناء
من لزوم القلع علی المستاجر فافاد انہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص یتملکہا جبرا علی المستاجر و الا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا
اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں
اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کرکے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو
اسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس
لہذا والارض لہذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی

موجر کی شارح نے کہا یعنی عطف ہے بنیرم پر وہذا الترک ان یاجر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یواجرا ہما ثالث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض
بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبی اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھود دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ
اجارہ ہے ورنہ اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہے تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہے اور دونوں شخص اجرت کو زمین
کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی مثلاً اگر زمین کی قیمت
دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن
القیم ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون
اجازت متولی کے اور بنا اکھاڑنا اس مکان کا کھود ڈالنا وقف کو ضرر کرتا ہے تو متولی پر اسکی قیمت واسطے مکان بنانیوالے کے واسطے زبردستی کیجاوے
الی آخر العبارۃ انتہی حاکم زبردستی قیمت دلادے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارض وقف وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر
استبقاؤہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین
اجارہ لی اور اسمیں درخت لگائے یا مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختوں کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہے جبکہ اس باقی
رکھنے میں وقف کو ضرر نہو اور جنکی زمین وقف ہے وہ نمانیں سوائے کھود دینے کے تو انکا اعتبار نہیں کذا فی القنیۃ ظاہر یہ ہے کہ مصنف اس پر دلالت
کرتا ہے کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین ملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہے
اور اسعاف اور عمادیہ میں قنیہ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نکرے تو اسکے کھود دینے پر بنانے والے پر زبردستی کیجاوے انتہی اور ذکر
کیا ہے کہ قنیہ کا مسئلہ قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اسپر عمل ہوگا جو مشہور کتابوں کے مخالف ہو یا اسکو خلاف مشائخ پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی
قال فی البحر وبہذا تعلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضا فی اوقاف الخصاف بحر الرائق میں کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صورت کا مسئلہ
معلوم ہوتا ہے اور وہ اوقاف خصاف میں بھی منقول ہے یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر جائز ہے اور
اسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اسکا مالک نہوگا وقف کیواسطے مگر اسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہم نے اوکا جو اول کتاب البیع
میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر فتقلع بعد مضی المدۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہے بسبب نہونے اسکی نہایت کے تو کھودا
جاے مدت گذر جانے کے بعد اور رطبہ مابین شجر اور گیاہ کے ہے فارسی میں اسکو سپست کہتے ہیں بیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال اگتا ہے لہذا وہ
درحکم شجر ہے نہ درحکم زرعت ثم المراد بالرطبۃ ما یبقی اصلہ فی الارض ابدا وانما یقطع ورقہ وزہرہ ویباع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے کہ جڑ اسکی زمین
میں ہمیشہ باقی رہے اور اسکے پتے یا پھول توڑے جاویں اور بیع ہوں اما اذا کان لہ نہایۃ معلومۃ کما فی الفجل والجزر والباذنجان ینبغی ان یکون کالزرع فیترک
باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جبکہ اسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق
یہ ہے کہ اسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اسکی نہایت تک چھوڑی جاوے اسیطرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز میں اور اسکو
تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مولی اور گاجر کی مثال درست نہیں اسواسطے کہ ایکبار اکھاڑنے
سے پھر باقی نہیں رہتی قلت بقی لو نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الشلبی فلیحفظ فقیر دل میں کہتا ہوں
یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو جیسا نرکل اور سینٹھا تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کما فی فتاوی ابن الشلبی
تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایۃ للجانبین لان لہ نہایۃ کام اور کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت مثل لیکر اسکے

پکنے تک دونوں جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیتی کی نہایت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی مدت اجارہ تمام ہوگئی اور کھیت ہنوز پختہ نہیں ہوا تو
پکنے تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہے تو وہ اجرت لازم ہے جو دونوں میں مقرر ہوئی تھی بخلاف موت احدہما قبل ادراکہ فانہ یترک
بالمسمی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان ابقاءہ علی ما کان اولی ما دامت المدۃ باقیۃ اما بعدہا فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا موجر کے کھیت
پکنے سے پہلے ہو اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہوگیا ایک شخص کی موت سے اسواسطے کہ اسکا
باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جبتک کہ مدت اجارہ باقی ہے اور بعد انقضاء مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی وبخلاف المستاجر المستعیر فیترک الی ادراکہ باجر
المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو اسپر فرض کیا جائے کھیت کے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک
نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر لوں اور حال یہ کہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجرت مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر یہ ہے کہ حکم
ہر عاریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فیجبر علی القلع مطلقا اور غاصب کو کھیت اکھاڑ
ڈالنے کا حکم ہوگا ہر طرح اگرچہ کھیت کچا ہو اسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظالم واجب الہدم ہے والاصب الاقتضاء ثم المراد بقولہم یترک الزرع باجر ای اجر المثل و بعقد بہا
حتی لا یجب الاجر الا بالعقد کما فی القنیۃ فلیحفظ پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نہ کیا جاوے اجرت لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم
سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب ہوگی بلکہ قضاء یا عقد تا قدیر سے چنانچہ قنیہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا
فی البحر وتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر
لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ در رمین کافی سے منقول ہے کہ اگر
بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہے ولا تصح اجارۃ الدابۃ لیجنبہا ای لاجل ان
یجعلہا جنیبۃ بین یدیہ ولا یرکبہا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اسکو خالی لے چلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اسکو کوتل کرلے چلے اپنے سامنے
اور اسپر سوار نہ ہو ولا تصح اجارتہا ایضا لاجل ان یربطہا علی باب دارہ لیراہا الناس فیقال لہ فرس اور جانور کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اسکو
باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلا صاحب خانہ کا ہے ولا لاجل ان یزین بیتہ او حانوتہ بالثوب لما قدمنا
ان ہذہ منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارات ثلثہ مذکورہ اسی لیے
جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں مذکور کرچکے کہ جانور کا کوتل لے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت
غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیاں اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں انکا فرش کرے اور انپر نہ بیٹھے اور نہ سوے
تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ واذا فسدت فلا اجر اور جبکہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا استاجر بیتا لیصلی
فیہ او طیبا لیشمہ او کتابا ولو شعرا لیقرأہ او مصحفا شرح وہبانیۃ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تا کہ اسمیں نماز پڑھے یا خوشبو دار چیز کرایہ لے سونگھنے
کے واسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا
نماز کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہیں اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت
انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جاوے تو اجارہ صحیح ہے اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجیے
تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یقید بالرکب واللبس ارکب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی آ
اور کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کہے موجر سے کہ سوار کروں گا یا

پہناوے گا جسکو وہ چاہیگا کذافی البحر اور یہ مسئلہ نہیں ہے کہ رکوب مطلق کیواسطے کرایہ لیا ہو اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح ذکر کریگا (وتعین اول راکب ولابس) اور متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونیوالا اور پہلا پہننے والا لزوم یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہو جائیگا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اسپر سوار ہونا جائز نہ ہوگا کذافی الدرر غرر اور عینی لکھا ہے (ولو لم یعین فسد کما فسدت مطلقا) اور اگر مستاجر نے بیان نہ کیا کہ کون اسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے اسلئے شارح کو یون کہنا صواب تھا (ولو استاجر للرکوب مطلقا) یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے کذافی الحلبی (وینقلب صحیحا برکوبہ) اور اجارہ فاسد مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جائیگا جانور پر سوار ہونیسے خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار کرے ازراہ استحسان اجرت معینہ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہو گئی تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم انتہا کی تعیین کو ابتدا کی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور جو سوار ہوتا وہ تاوان لازم نہ ہوگا جانور کے ہلاک ہونیسے اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں ہے بسبب عدم مخالفت کذافی الزیلعی (وان قید براکب ولابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم) اور اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والے کی قید لگائی ہو مستاجر نے اسکی مخالفت کی تو اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ جانور ہلاک ہو جاوے اور اسپر اجرت نہیں اگرچہ اسنے تسلیم کی ہو بوجہ مخالفت کے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی تعلیم میں متفاوت ہوتے ہیں اسواسطے کہ اکثر ہلکے اور چالاک ہیں تو انکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقفکاری کے اور بہت موٹے تازے ہیں لیکن ہوا سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کذا سواری سے واقف ہوتے ہیں (بخلاف حانوت قید بساکن فیہ حداد مثلا حیث یجب الاجر اذا سلم لانہ لا ضمان لانہ لا مخالفة وانہ ما لا یوہن البناء) کذافی البحر اور بخلاف اس دوکان کے جسمیں مستاجر نے مثلا لہار کو ٹھہرایا ہو اسواسطے کہ اسمیں اجرت واجب ہوگی جبکہ موجر کی طرف سے تسلیم دوکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اسنے دوکان تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہو گیا کہ حدادی گھر کو ضرر نہیں کرتی کذافی الغایة ہم طحطاوی نے کہا ہے کہ یہ گفتگو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کرڈالتی ہے (لانہ مع الضمان ممتنع) اسواسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہم پر تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذافی الحلبی (ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط) اور جانور کی سواری کے مانند ہے حکم میں جو چیز مختلف اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ شیخین کے نزدیک خیمہ کا حکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ کے گاڑنے کرنے میں اور مکان نصب کے تجویز کرنے میں اور اسکی میخین گاڑنے میں متفاوت ہوتے ہیں بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کرڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم میں نزاع یہ ہیں کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور رسیان موجر کی (وفیما لا یختلف فیہ بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لما مران التقیید غیر مفید) اور جن چیزوں میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف مستعمل کے تو اسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اسکے غیر کو اسمیں رکھے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں (وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لہ حمل مثلہ واخف لا اضر کالملح) اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار کا چنانچہ گیہوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اسکے مانند اور اس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ ضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا مگر گیہوں کا ایک پیمانہ ہے جسمیں بارہ صاع غلہ سماوے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس سیر ہے مانند کی مثال جیسے گیہوں کے برابر اور گیہوں اسکے وزن کے برابر لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہوں کے عوض جائز نہیں (والاصل ان من استحق منفعة مقدرة بالعقد فاستوفاہا او مثلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز) اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کو یا اسکی

برابر یا اُس سے کمتر کو حمل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حمل کرے تو جائز نہیں ومنہ حمل وزن بُرّ قطنا لا شعیرا الی الاصح او تغلیب جانو سکے
ہو لادنا روئی کا جو برابر گیہون کے وزن کے نہ لادنا جو کا قول اصح میں ہم یعنی اگر من بھر گیہون لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر روئی
جانور پر لادی تو جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہون سے زیادہ پھیلتی ہے اور زمین گری بھی زیادہ ہے تو اسکا ضرر زیادہ ہے اور گیہون
اور گیہون کی عوض اگر جو اسیقدر لادے اور جانور مرگیا تو تاوان نہیں بقول اصح ہے اسواسطے کہ جو اور گیہون وزن میں برابر ہون تو جو کا
ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیلانے کے یہی فتوی ہے صدر شہید کا الحاصل اگر ایسے محمول ہو کہ اسنے اور چیز لادی اور وزن دونو
کا برابر ہے لیکن محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر پسیمی سے تو در صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہون کے وزن کے برابر جو بھر یا لوہا لادنا
اور اگر محمول بہ نسبت زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پیٹھ سے تاوان نہیں چنانچہ گیہون کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے
تاوان لازم نہ آویگا جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر نہ پھیلا ہو چنانچہ روئی عوض گیہون کے کذا فی الخلاصہ الاوزجندی وفی البرجندی الدابۃ تضمن نصفہا
اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اُس شخص کو سوار کرلیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھ سکتا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے
اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی الخانیہ ولا اعتبار للثقل لان الادمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا اسواسطے کہ
آدمی غیر موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو عدد راکب کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سوار ہلکے واقف کار سے جانور کو
ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے وہذا ان کانت الدابۃ تطیق حمل الاثنین والا فالکل بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اس وقت ہے
جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے مستاجر پر ہر حال میں یعنی خواہ بذات خود تھم سکتا ہو یا نہو کما لو حملہ
الراکب علی عاتقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملہما لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھایا تو
مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونون کے بوجھ اٹھانیکی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونو کا بوجھ
ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا وان کان الردیف صغیرا لا یستمسک یضمن بقدر ثقلہ اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت
جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اسکی گرانباری کے یعنی جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر کے سوار کرنے سے اُتنا تاوان لازم ہوگا ولو حمل
شیئا آخر ولو من ملک صاحبہا کولد الناقۃ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کہ اٹھا لینے سے بقدر اسکے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول
جانور کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس المراد ان الحمل
یوزن بل ان یسال اہل الخبرۃ کم تزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تولا جاوے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل دانش سے پوچھا جاوے کہ کتنا
بوجھ زیادہ ہوگیا حمل صغیر یا حمل شئ آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا تو ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان
دیگا بموجب اس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہوگیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرۃ اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہو
یعنی در صورت ہلاک تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کردیا ولو مالبسہ الناس ضمن بقدر ما زاد مجتبی اور اگر اسقدر ہون جتنے لوگ پہنتے ہون تو بقدر
زیادتی کے ضمان دیگا کذا فی المجتبی واذا ہلکت بعد بلوغ المقصد وجب جمیع الاجر لرکوبہ بنفسہ مع التضمین ای لنصف القیمۃ لرکوب غیرہ اور پیچھے سوار
کر لینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہونچنے کے ہلاک ہووے تو ساری اجرت واجب ہے اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی
نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے کو سوار کرلیا ثم ان ضمن الراکب لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع لو مستاجرا من المستاجر والا لا پھر اگر سوار یعنی مستاجر
راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ لے سکے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے بھر لے اگر اسنے مستاجر کو کرایہ دیا ہو اور اگر ردیف بطریق اعارہ

سوار ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قید بکونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ
روایت میں جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع صورتوں
مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی ویکون ہذا ردفہ لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ بحر عن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف ردیف
کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مستاجر اسکو زین پر بٹھا لیگا اور آپ پیچھے بیٹھیگا تو غاصب ٹھہریگا تو اسپر اجرت لازم ہوگی یعنی فقط تاوان اسپر لازم ہوگا نہ
کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل بخالفہ فلیتامل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ وغیرہا ان الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج
وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف وجوب اجر مع التضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کیونکر یہ ہو
اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوسکتے ہم سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارداف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے
سوار ہو یا پیچھے دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا
ذکر بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا نہوا اور اجتماع تاوان
کا اجرت کے ساتھ وہاں ممتنع ہے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جاوے اور یہاں ایسا نہیں ہے واذا استاجرہا لیحمل علیہا مقدارا فحمل
علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا کہ اسپر مقدار معین لادے اور اسپر اس سے زیادہ لادا اور وہ ہلاک ہو گیا تو
تاوان دے بقدر زیادہ ہوجانے بوجھ کے ہم مثلا تین من لادنا مقرر ہوا تھا اسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا
اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اسکا حصہ ساقط ہو گیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا
تاوان لازم ہوا وہذا اذا حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر بحر اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ خود
مستاجر اسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی البحر وہ ہم خواہ اسکا
زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اسکو جواب دیا جاوے کہ تو نے کیوں نہ قبول لیا تو علامہ
مقدسی نے کہا اسمیں تامل ہے اسمیں اشارہ ہے تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور طحطاوی نے یہ
تتمہ الطحطاوی میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وان حملاہا معا وضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر بفعلہ وہدر فعل ربہا تبیین اور اگر مستاجر اور
مالک جانور نے بوجھ ساتھی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا
فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی العینی ولو کان الحمل فی جوالقین فحمل کل واحد منہما جوالقا او ردا کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہا معا فینبغی ان
لا ضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد غایۃ اور اگر مثلا گیہون بوجھ دو گونیں اور مستاجر اور مالک ہر واحد نے ایک ایک گون
تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی بصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد
اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک طرف ہے گونکے مانند مثلا ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ فلذا
ثم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف او رعایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ دو گون کو پہلے رکھے یا
پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت وما فی الخلاصۃ ہو الموجود
فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی فتنبہ
میں کہتا ہوں اور جو خلاصہ میں ہے وہ اس متن کے بعض نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی

کہ جس پر نہیں باندھا جاتا تو اُسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور لگام ہمارے نزدیک پالان زین کے مانند ہے تو تاوان لازم نہیں مگر جو صورت زیادت
وزن میں مخالفت میں ہو جیسے منقول ہے اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے کذا فی الظہیریہ ولو تسلم اور اسمیں اشکال ان الایکاف لا یضمن الا اذا زاد وزنا
فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُسپر باندھا جاتا ہے یا ایسے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہ ہوگا مگر جبکہ تول میں
زین پالان سے زیادہ ہو تو اُسکے حساب سے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ام اپنی اگر پالان ہو وہ گدھے کا اور زین ہو وہ گدھے کا تو نصف
قیمت کا تاوان لازم آویگا لما یضمن لو استاجرہ بغیر لجام فالجمہ بلجام الیکم مثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا و صورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے
پھر اُسکے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدل لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسطرح تاوان لازم
ہوگا اگر استاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ثم
ظاہر الروایۃ میں کہا تاوان کی تفصیل مناسب ہے یعنی کہ لگام کی مثل سے مستاجر جس میں عرف اور سکے فی زمانہ ظاہر الروایۃ الاالاٰلت وقیمت اداکیا اور
دو عوامل متحد ہیں لا یملک الناس ایسی کمال یا استاجر وہ راہ چلا جو دوسری تنگ ہو اس راہ سے کہ جسکو مالک نے مقرر کی تھی اور دونوں راہیں
متفاوت نہیں یعنی وہ ایسی ہی ہیں کہ لوگ اس راہ میں چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حولہ فی البحر واقتید بالبحر متعلقا الی آخر
اور لا یضطر الی فلم یفید بالبحر الا خاطر یا مال مستاجر کا اسباب لا دکر دریا میں چلا یعنی مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں ایسا حمل فی الحال تاوان لازم آویگا خواہ
لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں اسواسطے کہ دریا خشکی کی قید لگائی ہو تو تاوان لازم ہوگا اسمیں تامل ہو جائے گا سے وہ ان میں
المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حال یہ ہے کہ مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچایا دریا کی راہ سے تو اُس کی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے
یعنی تو گویا اس سے مخالفت متحقق نہوئی و ضمن بزرع رطبۃ وقد امرہ بالبر لان الرطبۃ اضر من البر بالارض سے مالک یا اس نے
گیہوں بونے کا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا اسمیں نا قص ہو جائیگی زمین کے واسطے کہ رطبہ زمین کو گیہوں سے زیادہ مضر ہے کیونکہ اس سے نقصان زمین
رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دور تک پھیلتی ہیں ولا اجر لانہ غاصب الارض اشتغل کا آتی ہے اور سبب مذکور میں اجرت نہیں ہے واسطے کہ رطبہ
بونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہوا اجرت نہیں کہ یہ مسائل متعلقہ میں اجرت ہے چنانچہ اسکے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل ضررا
لا یضمن و یجب الاجر مصنف نے تاوان میں مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب
ہوگی جو اقل مضرت کی صورت یہ ہے کہ رطبہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہوں بویا و ضمن بخیاطۃ قباء وامرہ بقمیص یعنی اور قبا کے
سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اُسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم فقہا کہتے ہیں کہ اگر کھلا ہوا ہو
قمیص وہ ہے جسکا آگا اور پیچھا دونوں سیا ہو ولہ ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمی کا ہوگی الاجارۃ فاسدۃ اور اسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہے
اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہو کذا افاد اطلاق سراویل وقد امر بالقباء فالحکم کذالک فی الاصح فتقیید
الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جبکہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہے اصح قول میں یعنی مستاجر
مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اُسکی مزدوری دے تو درر میں قبا کی قید لگانا اتفاقی ہے جو درر میں قمیص کا حکم و صورت قمیص اور قبا
کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ قبا اتفاقی ہے جو مخالفت کا یہی حکم ہے و ضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض و
ان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے

سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کپڑے لے اور رنگریز کو تاوان دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریز کیواسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی وہ اجرت نہ دیگا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمۃ ثوب ابیض کذا فی الخلاصہ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریز کے پیشے والوں کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دیگا کذا فی الخلاصہ فروع مسائل ملحقہ شارح سے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ وکمہ کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو وہ کم ہوا مقدار اصبع سے سو اگر بقدر انگلی یا اسکے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اسکو قطع کر ایک درہم کی مزدوری پر اور اسکو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کیواسطے کافی نہیں تو اسپر تاوان لازم ہوگا یعنی ہے اسواسطے کہ اسنے دھوکا دیا ولو قال انظر ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اسکو قطع کر اور اسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھکو کفایت نہیں کرتا تو اسپر تاوان لازم نہیں ہے اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرحل حتی فسد المال بسرقۃ او مطر ضمن لو السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اترا ایسے [illegible] میں اور وہاں سے کوچ نہ کیا یہانتک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش وہاں اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا یعنی ہے اسواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا وہاں کے چھوڑنے میں اور اگر غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ میں ہے کہ مددگاری چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اسکا مال بیچدے سو اسنے مزدوری مانگی تو انکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت اسنے مال بیچا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں وکذا لو ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور یہی حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کرانے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوبا اور عدم وجوبا اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اسکو کپڑا بننا سکھا دے اور مولی نے ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی نے اجرت طلب کی ایک دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام میں معتبر ہوگا یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر عرف مولی کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر وعن قاضی خان ثم فیہا استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وہو قولہما والیہ رجع الامام کما فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہوگا صحیح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقا اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ہم مطلقا یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کیواسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کیواسطے بہرصورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے [illegible] یہانتک کہ تاوان لازم آویگا مطلقا مکان معہود سے تجاوز سے وفیہ خوفوا المکاری فرجع واعاد الحمل للمحل الاول لا اجر لہ ینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگوں نے مکاری یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف بوجھ پھر لایا تو اسکی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اسپر زبردستی کیجاوے دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی [illegible] لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ ورد علی فلم یردہ وہلک [illegible] اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو

[illegible]

تا اسکو رنگے بقدر اجرت پھیر مالک بولا کہ اسکو سرخ رنگ، اور مجھکو پھیر دے سو اسنے نہ پھیرا یا پھیر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہیں وفیہ
سئل ظہیر الدین عمن استاجر رجلا لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر و امتنع بسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے اس شخص کے
حکم کا سوال ہوا جسنے ایک مزدور کو مزدور کیا تاکہ اسکا کام کرے زمین میں سو جبکہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اسکے سبب
کیا اسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی سو واسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فرضیت فحملہا و ہناک الشاکری
الاجر ع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصے کے موافق
کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں ہے اسلیے کہ مستاجر اسقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لوہن البناء
وجاء القاضی منعہ ہل یسقط الحصۃ مدۃ المنع قال لا الا ان یمنعہ عن الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اسکو پڑوسیوں نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہو جانے
مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جبتک ظاہر میں پیسنے سے منع نکیا
جائیگا ہم مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اسکو چکی پیسنے دین یا چکی گھمانے والے جانور کو کھول دین کذا فی الطحطاوی استاجر حماما فاستغرق مدۃ ہل
یجب کل الاجر قال لا تجب بقدر ما کان مشغولا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے
جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوہبانیۃ ویسقط فی وقت العمارۃ مثل ما لو انہدم بعض الدار فالہدم یقدر اور وہبانیہ میں
ہے اور ساقط ہوتا ہے اجر عمارت کے وقت میں مانند اس سقوط کے اگر گھر کا بعض مکان منہدم ہو جاوے تو انہدام تخمین کیا جاوے یعنی مقدار انہدام
تخمین کر کے بقدر اسکے اجرت ساقط کیجاوے اور یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے گرجانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وخالف فی قدر العمارۃ آمر لیقدم فیہا قولہ لا المعمر اور مخالفت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار
میں تو اسمیں مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں
مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے
کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی المؤجر بمجرد الامر الا فی تنور و بالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ میں کہتا ہون
اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو مجرد امر کرنے سے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ کے بنانے میں رجوع مجرد امر کے نہیں ہو
مرو ہے اشتراط رجوع سے طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں کوئی ہم
اصلح کو نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنادے مالک کے امر سے تو بقدر اسکا صرف ہوا امر سے پھیر لے اگرچہ رجوع صریحا شرط نہ کیا ہو
قاضیخان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ میں رجوع بمجرد اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی ما فی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا صریح ہے نہ مفاد ولو خربت
الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخہا المستاجر بحضرۃ الموجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی فسخ نہیں ہو جاتا
جب تک اسکو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے اگر بعضا مکان گھر کا منہدم ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیمار ہے کہ حیلہ سے قاضی کی
مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی اسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کر دے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ ولو انبت لاخیار لہ
اور جبکہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی سو واسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا فی سکنی عرصتہا لا تجب الاجر قالہ
ابن الشحنۃ قلت وفی نفیہ نظر ولعلہ اراد المسمی اما اجرۃ المثل او حصۃ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتامل وتحشی فی قسمہا ما لا فیدہ فتدبر اور خانہ منہدم کے بیچ
دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہے ابن شحنہ نے میں کہتا ہون کہ اسکی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت

فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد میں مبیع مملوک ہوجاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے
بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یوجرہا برخلاف اجارہ فاسدہ کے کہ اسمیں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا
تو اسکو جائز نہیں کہ اور شخص کو اجارہ میں دیدے ولو آجرہا وجب اجر المثل لا یکون غاصبا ذ للاول نقضہ الثانیۃ بحر عن الخلاصۃ اور اگر مستاجر نے اسکو اجارہ دیگا
تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک کو اجارہ ثانیہ کا توڑڈالنا جائز ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے
خلاصہ سے منقول ہے فی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جازت وقیل لا اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ہم
معلوم ہوا کہ اجارۂ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی
العقد اجارہ کو فاسد کرڈالتی ہیں وہ شرطیں جو مقتضاے عقد کے مخالف ہیں ہم چنانچہ بیان کرچکے کہ اجارہ میں شرط ہوئی کہ اگر چہ باقی منقطع ہوجاوے
تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع مما مر یفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ
او مدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمہا وعشر او خراج ومؤنۃ رد اشباہ جو چیز بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہوچکی وہی
چیز اجارہ کو فاسد کرڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے
گھر کی مرمت اور اسکے مصارف اور زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا شرط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ
یہ ہے کہ اعمال مذکورہ بجاے اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ
لابی السعود وتفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دارہ او نصیبہ من دار مشترکۃ من غیر شریکہ او من احد شریکیہ انفع الوسائل وعمادیہ فی الفصل الثلثین اور
شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو
اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع الوسائل اور عمادیہ کی تیسویں فصل سے ہم فصولین میں ہے کہ اگر ایک زمین مشترک
چند شخصوں میں ہے تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسد علی
الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر لواحد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری
اجارہ کا مفسد نہیں ہے بموجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی پھر بعض میں اجارہ فسخ کرڈالا یا دو شریکوں نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ
دی پھر ایک مرگیا یا اسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مرگیا ہم صورتیں اخیر تین میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ
کے حصہ میں اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کما لو قضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز میں اجارہ کر
پھر بعض میں فسخ کردینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ میں چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہوجانا ہم یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اسکی دو تدبیریں
ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کرڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو
وہ اسکے جائز ہونیکا حکم دے الا اذا آجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جبکہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے
دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر عن المغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا
یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر
فتوی ہے کذا فی الزیلعی اور بحرالرائق میں یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کرڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی میں ہے ایسا
شاذ ہے جسکا قائل معلوم نہیں تو وہ اعتماد کے لائق نہیں ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی فخر الدین میں ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور

اعتماد کیا ہی اور باب شیوع اور متون نے تو یہی مذہب امام کا ہر اقلت فی البزازیۃ و اجیب شیا عا یحتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز وتزول المانع ولو اطلقها الحاکم ثم سلم

یعنی میں کہتا ہوں اور یہ مانع یعنی ہی اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہو پھر اسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہی بسبب دور ہو جانے

مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین ولیس کما ذہ لو ابتنا مرلوی الواحدۃ الاتمہ

فصولین من الفصل الحادی والثلثین یعنی الوسطانہ او نبوی دیا جاوے اجارہ جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اسکی دوسرے شخص کی چنانچہ

فصولین مین ہی اکیسوین فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان مین یہ مسئلہ مذکور ہی ہم لینی اگر صاحب عمارت اسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اسکے غیر کو تو جائز ہی

اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہی کذا فی الطحاوی عن البحر وتفسد بجہالۃ المسمی کلا او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا

المستاجر لتصیر ونۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا

سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت مین سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت مین داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گی

اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرمت مین صرف ہوگا سو کپڑا اور جانور تمام اجر کے مجہول ہونیکی مثال ہی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درم

اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہی وتفسد بعدم التسمیۃ کلا او بعضہ کحمر خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجرت کے مطلق نام نہ لینے سے یا شراب یا سور کے نام

لینے سے اور عدم تسمیہ کی یہ صورت ہی کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھکو اجارہ دیا اور نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فاذا

فسدت بالاخیرین الجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسطانہ لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت سے

اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہو گی یعنی بیچ کی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہ ہو گی مسمی سے ہم شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی مین خلل ہی اسواسطے کہ

دونون صورتون مین تسمیہ نہین ہے اسواسطے کہ عدم تسمیہ مین امر ظاہر ہی اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہی کذا فی الطحاوی لا بالتمکین بل باستیفاء المنفعۃ

حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہ ہو گی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل

کرنے سے اجرت واجب ہو گی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہو گی کتنی ہی کیون نہ ہو بسبب نہ ہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیا جاوے ولا ینقص عن المسمی

اور اجرت مثل کم نہ ہو مسمی سے ہم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اسکے عدم مرجع الیہ اسکے مخالف ہی وان فسدت بالاولین بالشرط والشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد

اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد ہو یعنی شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو

اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہو گی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونون اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے ہم جہالت مسمی اور عدم تسمیہ

مین اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہین ہی بلکہ انکی قیمت عقد یا شبہ

عقد سے ٹھہرتی ہی پھر جبکہ منافع کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اسکے

اسقاط پر راضی ہو گئے اور جبکہ اجر مسمی مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسیطرح لائق

ہی اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدرر و ینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے

واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ

لیا اس شرط پر کہ مستاجر اسمین سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر اسمین سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہو گی جسقدر کہ ہو ہم یہ فساد

اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر

علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق مین اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہی یعنی مسئلہ مذکورہ مین اجرت مسمی مجہول ہی تو اجرت مثل واجب ہو گی تو در حقیقت

قاعدہ مذکورہ سے استثنا مذکور ہے اھ لکن ارجعہ قاضی خان فی تصحیح الجامع الی جہالۃ المسمی فافہم وعلی کل فلا استثناء فتنبہ لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت
مسمی کی طرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہیں ہے تو آگاہ رہ وہم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خان کا ایک ہی ہے تو استدراک
بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر پر کہنا بھی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خان میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت ینبغی استثناء الوقف لانہ لو اجب فیہ اجر
المثل بالغا ما بلغ فتأمل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جسقدر کہ اجرت مثل
ہو سو غور کر فان آجر دارہ تفریع علی جہالۃ المسمی بعبد مجہول فسکن مدۃ وطالبہ بدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ وتفسخ فی الباقی من المدۃ
سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اسکو نہ دیا تو مستاجر پر اسکی مدت کے واسطے اجرت مثل واجب ہوگی
جسقدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی لجہالتہا
دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل منہما نقضہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل
ہوا ایسی چیز میں جسکی نہایت معلوم نہیں چنانچہ ایام اور شہر تو اسکا کمتر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ
فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکنے عقد صحیح کے ولو سکن فی اولہ ہو اللیلۃ الاولی ویومہا عرفا وبہ یفتی
فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہیگا دکان یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اسکا دن ہے عرف
میں اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن میں
وہاں سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار
ہے ہر چند اول ماہ رویت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اسکے اعتبار میں حرج تھا لہذا چاند رات اور اسکا دن معتبر ہوا کذا فی الدرر وشرح الوقایہ ولیس للموجر اخراجہ حتی
ینقضی الا بعذر کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر
نہ ہو جاوے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کی
مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور
معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے ہم یعنی موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا
فی المنح واذا آجر سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم سویۃ اور جبکہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت
مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہوا گر نام لیا ہو یعنی یوں
مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اولہا اور اگر ابتدا مدت مذکور نہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے
فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر اعتبر الاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اسوقت جبکہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں
کا شمار چاندوں کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا وفتح ہا یعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی القہستانی والا
فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو مہینوں کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس دن کا وقالا یتم الاول بالایام
والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہونگے ہم یعنی اگر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ
ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذی الحجہ تیس دن کا ہوا

تو سال تمام ہوگا اور جو سال کی پہلی کی دسویں تاریخ اور اگر ذیحجہ اور بیس دن گذر چکا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھویں تاریخ کذا فی شرح الوقایہ استاجر عبدا باجر معلوم وبطعامہ لم یجز کہا گیا ہے بعض الاجر کا مجہول ہونا کسی نے غلام کو اجرت معین اور اسکی خوراک پر نوکر رکھا تو جائز نہیں ہے بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہیں کہ خوراک کسقدر اور کہ سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط میں ہے کہ جس اجارہ میں خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہے وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ میں چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہیں یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ میں تو غلام کھانا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی وجاز اجارۃ الحمام لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ وللتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگوں کے ہم اتفاقی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہروں میں لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں اگرچہ استعمال کیے پانی کی اور وہاں کے ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہیں ہوتا ہو آہے لہذا یہ نہیں کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما راٰہ المؤمنون حسنا فہو عند اللّٰہ حسن قلت والصحیح وقفہ علی ابن مسعود کما ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانیں تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے میں کہتا ہوں اور اہل حدیث کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان کیا ہے مقاصد حسنہ میں ہے کہ مسند احمد میں عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندوں کے دل دیکھے سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیواسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانیں وہ عند اللہ نیک ہے اور جسکو مسلمین بد جانیں وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ میں مذکور کیا ہے کذا فی الطحطاوی یہ حدیث حجیت اجماع کی دلیل ہے وجاز بناؤہ للرجال والنساء ہو الصحیح للحاجۃ بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردوں اور عورتوں کے نہانے کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتوں کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہے اسواسطے کہ عورتوں کے نہانے کے اسباب بہت ہیں وکراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے اس حمام پر جسمیں کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزیلعی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لہا دخول الحمام فی قول وقیل الا لمریضۃ او نفساء والمعتمد ان لا کراہۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراہۃ لتحقق العورۃ وقدمر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات میں ہے اور مکروہ ہے عورت کیواسطے حمام میں جانا ایک قول میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقاً کراہت نہیں میں کہتا ہوں اور ہمارے زمانے میں مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں ہے بے پردگی کے ثبوت سے اور اسکا ذکر کتاب النفقہ میں مذکور ہو چکا ہے والحجام لانہ صلے اللہ علیہ وسلم احتجم واعطا اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی سینگی لگانیوالے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنوں سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے والظئر بفتح فسکون المرضعۃ باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجرت معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی بیل کیواسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظا معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہے وکذا الطعام والکسوۃ ولہا الوسط وہذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اسکے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہے

بچہ کی خدمت۔ اور شفقت سے ہم فتاوی کبری میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور جائز ہے
وقت معین کرنا ۱۲
اور امام شافعی کے نزدیک بعوض کھانے اور پوشاک کے اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کی طرف سے جواب یہ ہے کہ سبب جہالت
نزاع کی موجب ہو تو صحت کی مانع نہیں ہے ولزوجہا ان یطأہا لا خلافا لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ انکے
نزدیک جائز نہیں لا فی بیت المستاجر الا باذنہ بلکہ فلا یدخلہ الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت نکرے اُس سے مستاجر کے گھر میں اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہے
تو اسمین داخل ہو نگا اسکے اذن سے وللزوج فسخ نکاح ظاہر ای معلوم بغیر الاقرار فسخہا مطلقا شانہ اجارہ تھا او لا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اُس
نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار کے دونوں کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اسکو عیب لگتا ہو یا اسکی
یا عیب نہ لگتا ہو اور غیر ظاہر یعنی جو علم باقرارہما لا یفسخہا لان قولہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اس طرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونوں کے
اقرار سے تو فسخ اجارہ نہ کر یگا اسواسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسخہا بحبلہا ومرضہا وفجورہا فجورا بینا
ونحو ذلک مما ہو من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اسکی بیماری اور اُسکی ظاہر ناکاری سے اور مانند اسکے
اور عذروں سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذروں کے ایک یہ ہے کہ لڑکا اُسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارق ہو یا لڑکا اُسکا دودھ نہ پیتا ہو اور کہا
جو امر صغیر کو مضر ہو تو اسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہے جیسا کہ زبان طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہ ہو اسکا منع جائز نہیں اور اسقدر اجارہ سے
ہو گا تمام زمانے اوقات کے مانند کذا فی البحر لا دی ولا بکفرہا لانہ لا یضر بالصبی وفسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اسکا صغیر کو ضرر نہیں
کرتا ولو مات الصبی او الظئر انتقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا مر گیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مر گیا تو اجارہ نہیں
ٹوٹتا ہے اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اُسکے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا شرط مال صبی اجارہ باطل ہو گا وعلیہا
غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودہنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدہن للعرف وہو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اسکے کپڑوں کا دھونا
اور اسکا کھانا درست کرنا اور اسکے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہاں ہے جہاں نص شرع نہیں شارح نے کہا میں بفتح دال
عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اسکی شرط نہوتی ہو اجارہ میں تو اسمین
رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اسپر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اس
قول کو صحیح تر کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہو جائے اور اسپر صغیر کا
کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الحلبی لا یلزمہا ثمن شیء من ذلک وما ذکرہ محمد من ان الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہیں
ان چیزوں کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی وہو ای ثمنہ واجرۃ عملہا علی
ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اسکے دودھ پلانے کی اجرت اسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہ
ہو اور اگر اسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اسکا ثمن صغیر کے مال میں ہو گا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فان ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام
ومضت المدۃ لا اجر لہا سو جبکہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اُسکی اجرت نہیں لان الصحیح ان
المعقود علیہ ہو الارضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ عنایہ اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش
نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایہ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمہا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا شرط ارضاعہا
علی الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو اپنی خادم لونڈی کو دیا تو اسنے اسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اس عورت کو

چاہکر رکھا اپنے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر بسبب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلانے
سے مستحق اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے اور یہی فتاوی صغری سے
منقول ہے کہ قول اول وجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جبکہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاوے گی اور دوسری
عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو آجرت نفسها لذلك لقوم آخرين ولم يعلم الاولون فارضعتهما وفرغت اثمت ولها الاجر كاملا على الفريقين
تشبيها بالاجير الخاص والمشترك وتمامه في الحاشية اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کیواسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے
مستاجروں کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اسنے دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اسکی پوری اجرت لازم
ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان حاشیہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی
نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ مشابہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایک عمل دونوں جگہ ممکن ہے [illegible] اور صحیح قول شرح
اسبیجابی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص
ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارة لعسب التيس وهو نزوه على الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کر
کے واسطے ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دیکر بکرے گھوڑے کو بکریوں گھوڑیوں پر چھوڑتے ہیں بچہ لینے کیواسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت
کو اور بچہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اسپر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ چلپی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق
عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي ولو اخذ بلا شرط يباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گناہوں
کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر روے اور اسکی خوبیاں بیان
کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنی لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسیطرح طبل قافلہ
درست ہے منتقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور نہیں تو اسکو خیرات
کر دے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانہ میں یہی
قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہیں جاتے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل
الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان ويجبر المستاجر على دفع ما قبل
فيجب المسمى بعقد واجر المثل اذا لم تذكر مدة شرح وهبانية من الشركة ويحبس به يفتى اور نہ اجارہ صحیح ہے طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم
قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس
مال کے دینے پر جو اسنے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جبکہ مدت اجارہ مذکور
نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاوے اسی قول کا فتوی ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ
جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش
بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اسوقت میں اسلام ضعیف ہو گیا امور
مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور
فقہ مفقود ہو جاویں لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا

جواز نوکری تعلیم قرآن و فقہ و امامت و اذان ۱۲

فی البحر وغیرہ تو زمان سابق میں اجارہ مذکورہ بالبیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ ضرورت واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر
کی نوکری بالاتفاق جائز ہے و یجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی ما یہدی للمعلم علی روس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اہداء الحلاوی اور تعلیم قرآن کے
نوکر رکھنے والے پہ شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کے بعض سورتوں کے شروع کرنے پر چنانچہ
سورہ تبارک اور فتح اور یس پر دینا سمی با شیرینی اس واسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے ہم حلاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب عرف
ہر ایک بعضے بلاد میں ہو دلو دفع غزلا لاخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل
لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو
بن دے اسکی نصف پر یعنی بنے نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اسکا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تا اسکے گیہون
پیس دے کچھ اسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول
اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم مقدم
ذکر کرچکے ہیں بیع الوفا کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتون میں قادر نہیں بلکہ عاجز ہے یعنی
بعض منسوج یا محمول یا طحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا اجیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا ہے یہین
بار ۱۲ ارد ۱۲
کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ مین بھر تل پیلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر
یا زمین دی تا دوسرا شخص اسمین درخت لگادے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر و مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا
ہوگا اور اسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اسکے عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس کا نکلوانا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و
بیش پر اور جوار یا جو کے کا مانڈنا یعنی بالیون سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہون کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اسکے اور اجارہ جائز نہیں ہیں کذا فی
الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہون پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز
آٹا ہے اسی گیہون کے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر اسمین اللہ تعالی روزی دے وہ دونون
مین نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال میں پانی اونٹ پر لادا اور بیچا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم
ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنے کے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونون میں نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنے والے کا ہے اور
جال کی اجرت مثل اسپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیان دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہون وہ دونون میں
نصفا نصف ہین تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہین اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اسنے اپنا چارہ دیا تو اسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف
ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گائین اور مرغیون کو اسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونون میں نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون
ہے دوسرے شہر میں سو اسنے مزدور سے کہا کہ اسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لادیگا تو تجکو دس درم دونگا اسی مال سے پھر وہ گیا اور
مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ یہ معنی قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ ہم جمیع مسائل مذکورہ
قفیز طحان میں داخل ہین والحیلۃ ان یفرز الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور مسائل مذکورہ کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اسکی اجرت پہلے سے جدا
کردے یعنی جلاہے کو سوت اور حمال کو طعام قبل النسج والحمل دے یا قفیز طحان کی صورت میں ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یون نہ کہے کہ اس گیہون
کا آٹا پھر اسکو ایک قفیز آٹا اسکے پیسے آٹے سے دے تو ہضم ہوا اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہون کی طرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا حصہ

مشار الیہ ہونا جائز ہے اسیطرح اسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جبکہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ ایسے گیہون کہ آٹے پیسنے سے اجرت مذکورہ سے
کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ نصف
غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کو اسواسطے اصلا اجرت نہین یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک اور صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا زید کا
من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لا کے محل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت مین لے سو اسنے پورا من لادا تو اسکی کچھہ مزدوری ثابت نہوگی
کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اس غلہ کو لادے جو اسمین اور اسکے غیر مین مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہین ہوتا اسواسطے کہ جو عمل اپنے
شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا والاشکال الزیلعی اجاب عنہ المصنف اور خود زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین
اشکال بیان کیا ہے مصنف نے اسکا جواب بحر یعنی اپنی شرح مین دیا ہے زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال ذکر کیے ہین اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور
حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے مملوک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر
ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہے کہ جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سے سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب
یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا
یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین ہے اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بسبب عقد اور
تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ ہے کہ اجرت کا مستحق نہین ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ
شریک ہوگیا مالک کا غلہ مین قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین تنافی نہ ہوئی بلکہ اول مؤدی ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہے کہ
یہ عقد فاسد ہے اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا کردینے اجرت کے
اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلا نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت
واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال انتہی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال صرحوا بان دلالۃ النص لا عموم لہا فلا تخصیص عنہا بالعرف کما زعمہ مشائخ بلخ
نے اپنی شرح مین کہا اور علما نے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص مین عموم نہین تو دلالۃ النص کسی چیز کی تخصیص نہ کی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زیلعی مین ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے حمل
طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا کیونکہ اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہین جانتا وہ اسکو قفیز طحان پر محمول کرتا ہے
حالانکہ قیاس متروک ہوجاتا ہے تعارف سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کے نص اسکو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص
ہوجاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہین جانتا ہے کہ استصناع مین قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اسکی تخصیص ہوگئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس
تخصیص کو جائز نہین رکھتے ہو اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہوسکتی بخلاف استصناع کے کہ اسکا رواج جمیع بلاد مین
ہوگیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوجاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوجاتا ہے انتہی اور عنایہ مین ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے
بعض ما فی معنی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب مین تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص
مین عموم ہی نہین کہ اسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی ولو استاجر خبازا لیخبز لہ کذا قفیزا من دقیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما
الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان یفرغ منہ الیوم جازت اجماعا یا نان پز سے اجارہ کیا کہ اسکو اسکے لیے مثلا ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکا دے ایک درہم کی مزدوری
پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر
اجارہ کرے کہ آج ہی اس سے فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام و صاحبین کیونکہ جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین

عمل میں علیم تاوان ہے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہو لیکن قوی قہستانی قول صدر الشریعۃ فتنبہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط
وغیرہ سے اقوال نقل کرکے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جو قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ اسکا
اور لائق ہے تو بشیر ہے کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ہذہ اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یتجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ
اور منیہ میں ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ اسباب کا مالک یا اسکا وکیل کشتی میں موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر
ضمان نہوگا جبکہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہ ہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کی طرف غیر مسلم ہے یعنی نقلا اجیر و ان نہیں پایا صاحب متاع یا وکیل اسکا بھی تاوان ہے
تو قصور رفقدانا اسکی طرف منسوب نہوگا وفیہا قال رب المتاع سر علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ میں ہے کہ اسباب کے
مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اسپر سوار ہوا پھر اسکو کرایہ کرنیوالے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی
اسواسطے کہ محل عمل اسی کی طرف مسلم نہیں قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للزیلعی ان الوالد [illegible] میں کہا ہے [illegible] اشباہ سے [illegible] مقدم ذکر کو
کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام میں کیا ہے معلوم نہیں ہوتی
ولا یضمن بہ بنی آدم ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ لا اذن
فیہ جو آدمی ناؤ میں ڈوب گئے انکا تاوان یعنی دیت لازم نہیں ہوتی ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی چھوٹا ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو
تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا خونبہا عقد سے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہاں جنایت
نہیں اسواسطے کہ اسکا اذن ہے اسمیں یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے میں وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ
ولا اجر او فی موضع الکسر واجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہے جہاں سے
مکان میں اور اسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چلگیا ہو تو نصف اجرت
اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان زحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اسصورت میں ہے کہ اگر مٹکا اسکے فعل اور کرتب سے
ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنی لوگوں نے اسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین ہم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا
تاوان واجب ہے اور اجرت اسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار مذکور نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یتجاوز الموضع المعتاد
اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا ہو یعنی جتنے موضع میں معتاد
سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہوگیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم
یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ شخص زخمی ہلاک
نہوگیا ہو ہم طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاے زخم ماذون کے ساتھ پھر اسکی
قیمت لیجائے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاے کیفیت مقدمہ
واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصفان اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اسپر لازم
ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً
نشتر لگایا تھا پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا اور غیر ماذون کا تاوان
لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبرئ المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان

پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کو کاٹ ڈالی اور حشفہ قطع ہو چکا ہو گیا تو جراح پر پوری دیت
خونبہا پورا واجب ہوا اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہو گیا تو اسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند جو عضو کامل ہے یعنی
عضو مقصود ہے جسکا ثانی نہیں نفس میں تو اسکا بدل مقدر بدل نفس ہو گا چنانچہ قطع لسان میں ہے رازی نے کہا یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو
اکثر واجب ہوا اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفھا لحصول تلف النفس بفعلین احدھما ماذون فیہ وھو قطع الجلدۃ و
الآخر غیر ماذون فیہ وھو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر ختنون مر گیا تو جراح پر نصف خونبہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں ایک
فعل تو وہ ہے جسمیں اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں اذن نہیں یعنی سپاری کا کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی
نصف دیت لازم ہو گی ولو شرط علی الحجام او نحوہ العمل علی وجہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن علی ما مر اور اگر حجام وغیرہ سے شرط کی
کا عمل مشروط ہوا جو ہلاکت کی طرف نہ پہونچا دے تو یہ شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ بات اسکے مقدور سے باہر ہے مگر جبکہ فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا
فی العمادیہ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی فقصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء
اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اسنے فصد معتاد کھولی پھر اسکے سبب
وہ مر گیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خونبہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری پر واجب ہو گی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے کیونکہ اسنے
کرانے قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے وسئل عن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس فصاد
کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اسکو چھوڑا بلا بندش زخم یہانتک کہ وہ مر گیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے
یعنی اسواسطے کہ بہانیوالی چیز سے اسکو قتل کیا والثانی وہو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد اور مزدوروں کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے
ہیں یعنی ایک شخص کا اجیر وہو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ [illegible]
کہا کہ اگر چند شہریوں نے اپنی مشترک مجموع بکریاں چرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریاں نہ چراوے تو وہ بھی
اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکل جاوے جو ایک [illegible]
کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جبکہ ایک شخص کا کپڑا سینے اور سینے کی مدت مذکور نہوا اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہو گیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت
مقرر کیساتھ اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ جوہرہ وان لم یعمل
کمن استوجر شہرا للخدمۃ او شہرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر ہونے سے کذا فی
الجوہرہ اگرچہ حاضر ہونے کے کام نکرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریاں چرانے کیواسطے معین درماہہ پر
ھم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سو رہیں عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو اخرہ للمدۃ بان استاجرہ للرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا شرط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر برخلاف اس صورت کے
کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہو گا مگر جبکہ مستاجر یہ شرط کرے
کہ اجیر کسی کی خدمت نہ کرے سوا اسکے اور کسی کی بکریاں نہ چراوے سوا اسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہر لگا اور تحقیق اسکی درر میں
ہے ھم اور درر میں یوں مذکور ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اسوقت اجیر خاص ہوتا ہے جبکہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور ہو اور بعید اسکا یہ ہے کہ جب مدت کا
اول کلام واقع ہوا تو منافع اسکے مستاجر کیواسطے اس مدت میں مخصوص ہو گئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہو گیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا

احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اُسکا بیان نوع مدت خاص میں منظور ہو
اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہوسکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا
جبتک اُسکے خلاف کی تخصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہر لیگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا کیلیے
مذکور ہوتی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام
کریگا تو اسکی اجرت سے بقدر اسکے عمل کے کم کرڈالا جائیگا کذا فی فتاوی النوازل فان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ
ما دام یرعی منہا شیئا لان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل بقاء الاجرۃ ولو ہلک کلہا وبہ صرح فی النہایۃ اور مدت اجارہ میں آدھی یا زیادہ بکریاں
ہلاک ہوگئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جبتک کہ بعض کو ان میں سے چراوے ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا
فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی ہے اگرچہ سب بکریاں ہلاک ہو جائیں اور یہی کی تصریح کی ہے نہایہ میں ہم کہتے ہیں جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا
تو عمل کو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول ہونا چاہیے کہ موافق ہو اور یہ قول جوہرہ کی تقیید ہلاک بعض پر مقام ہے ولا یضمن ما ہلک فی
یدہ او بعملہ کتخریق الثوب من دقہ الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان نہ دیگا اس چیز کا جو اسکے ہاتھ میں یا اسکے عمل سے تلف ہوگیا
جیسے پھٹنا کپڑے کا اسکے کوٹنے سے مگر جبکہ وہ قصداً بگاڑے تو تاوان دے مثل امانتدار کے [illegible] صورت میں تاوان ہے اسوقت ہے کہ جبکہ عمل میں تجاوز
ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اُسکی کھوپڑی پھوٹ جائے یا پاؤں ٹوٹ جائے تو تاوان دیگا اسواسطے کہ ضرب یا مارنے کی عقد میں داخل نہیں [illegible]
اور ضرب خفیف سے بھی ہوسکتا ہے ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی الظئر فی صبی ضاع فی یدہا او سرق ما علیہ من الحلی لکونہا اجیر وحد مصنف
نے اس قاعدہ پر تفریع کی ہے اپنے اس قول سے تو تاوان نہیں دائی پر اس لڑکے میں جو اسکے پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر
خاص ہے ہم اجیر خاص اسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق
وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافرخانہ کی محافظت کرنیوالے پر ہم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابوجعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور
صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن غیرہ میں ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح تردید الاجر بالتردید فی العمل کان خاطہ
فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیون کے
سیئے گا تو ایک درہم اجرت ہے اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیئے گا تو دو درہم اجرت ہیں ہم تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو قسمون کو ذکر کیا اور
ہر ایک کی اجرت علحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانہ فی الاول کذا بخط المصنف لحقا ولم ینبہ [illegible] اور زمان عمل کی تردید صحیح ہے اول میں اسیطرح
ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی شرح [illegible] نہیں کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی تو وہ اول کی شرح
میں ہم یعنی تو وہ وزمانہ فی الاول نسخ الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خاطہ الیوم
فبدرہم او غدا فبنصفہ ہمارے استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون
کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سی تو ایک درہم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درہم مزدوری ہے و مکان کان سکنت ہذا فبدرہم او ہذا فبدرہمین اور مکان
عمل میں تردید صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہیگا تو ایک درہم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر میں رہیگا تو دو درہم کرایہ ہے والعامل
کان سکنت عطارا فبدرہم او حدادا فبدرہمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنیوالے میں چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھیگا تو ایک درہم کرایہ
ہے یا لوہار کو رکھیگا تو دو درہم کرایہ ہے والمسافۃ کان ذہبت للکوفۃ فبدرہم او للبصرۃ فبدرہمین اور تردید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو

کوفہ تک گیا تو ایک درہم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درہم اجرت ہے و ان حمل کان حملہ شعیرا فبدرہم او برا فبدرہمین او ردہ بالاذہبین تردید صحیح ہے خیاط
اون کو یہ کہنا حال ہے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درہم اجرت ہے یا گیہون لادیگا تو دو درہم وکذا لو خیرہ بین ثلثة اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان اور
مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل میں اگر اسکو اختیار دے تین چیزون میں ولو بین اربعة لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزون مین اختیار دے تو تردید سے
تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین ویجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ای الیوم وفی الغد اجر المثل لا یزاد علی درہم ولو خاطہ بعد
غد لا یزاد علی نصف درہم وفیہ خلافہما اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اسکی اجرت واجب ہوگی سوا تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی درزی
مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی درزی مین وہ اجرت مثل جو درہم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو تیسرے دن سیگا تو اسکی اجرت مثل نصف
درہم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول دن کی درزی
مین ایک درہم اور دوسرے دن کی درزی مین نصف درہم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی مین ہین کو
ہین بنی المستاجر تنورا او دکانا عبارة الدرر او کانونا فی الدار المستاجرة فاحترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن
ربہا او لا لا ام لا لاجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہین خواہ اسنے صاحب خانہ
کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجاے دکان مذکور ہے ہم کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان
لیکن اگر دکان سے لہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقادہ نارا لا یوقد مثلہا فی التنور او الکانون
مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اسیطرح مستاجر زیادتی کرے اسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی
جاتی ہو تنور اور بھٹی مین تو البتہ تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا الراعی اذا ندمن قطیعہ شاة فخاف
علی الباقی الہلاک ان تبعہا لانہ انما ترک حفظہا بعذر فلا یضمن کدفع الودیعة حال الغرق مثلا گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہوگیا اگر مستاجر جانے یعنی غالب ظن
کہ اسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانے والا جسکی ریوڑ سے مثلا دنبہ نکل بھاگا سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اسکا پیچھا کریگا تو باقی
جانور تلف ہوجائینگے تو اسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنی ہر چند مودع پر حفاظت
ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین قالوا ان کان الراعی مشترکا ضمن اور حسامین
نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگون کی
بھیڑ بکریان ملا دی ہین اگر اسکو جدا کر دینا انکا ممکن ہو تو اسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کر دینے مین اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے
وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمة عمادیہ اور اگر اسکو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملانے کے دن تھی اس جانور کی قیمت
ہو اور مقدار قیمت مین چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیہ ولیس للراعی ان ینزی علی شیء منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن وان نزی بلا فعلہ فلا ضمان
جوہرہ اور چرانے والے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ
پر بلا فعل راعی کے تو اسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرة یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی ولا یسافر بعبد استاجرہ للخدمة مقیدة
اور مستاجر سفر مین نہ لیجاے اس غلام کو جسکو اسنے خدمت کے واسطے جاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے
الا بشرط لان الشرط املک [illegible] مگر سفر مین لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر
ملحوظ [illegible] مشروع ہے کیونکہ نہین آدمی کو چارہ نہین نفع ہو اسمین یا نقصان کذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر

مستاجر کا سفر مین جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہی اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہی ہم معلوم ہونیکی صورت یہ ہی کہ اجارہ سے پہلے یہ
وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ برخلاف اُس غلام کے جسکی
خدمت کرنیکی مولی نے وصیت کی ہو تو اُسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہی ہر طرح خواہ سفر مین لیجانیکی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو
اسواسطے کہ اُسکا خرچ موصی لہ پر ہی بخلاف غلام اجیر کہ اُسکا خرچ مولی پر ہی فلو سافر بہ مستاجرہ او سافر المستاجر بہ فہلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ
وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لے گیا پھر غلام مرگیا تو اُسکی قیمت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا
اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اُسپر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور امام
شافعی کے نزدیک اُسکے واسطے اجرت مثل ہی ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرۃ دفعہا الیہ لاجل عملہ لانہا بعد الفراغ صحیحۃ استحسانا اور تاجر
غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اُسنے اُسکو دی اُسکے عمل کی بابت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور
استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہین جنھون نے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہی کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب
عبد ما اکل الغاصب من اجرۃ الذی آجر العبد نفسہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب سے لی
اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر اس سبب سے نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہی مال محرز متقوم کے تلف
سے اور یہ مال محرز نہین ہی اسواسطے کہ غاصب نہ مولی ہی غلام کا اور نہ اُسکا نائب اور غلام اپنے اختیار مین نہین بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہی تو وہ
مال متقوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہی اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا
لو اجرہ الغاصب لان الاجر لہ لا للمالک چنانچہ غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ ایسی اجرت غاصب
کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم جیسی غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضہا
لو آجر نفسہ لا لو آجرہ المولی الا بوکالۃ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہی اگر اُسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہی غلام کا قبض کرنا اگر
مالک نے اُسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہی اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہی اور دوسری مین عاقد مولی ہی کذا فی العنایہ
فلو وجدہا مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہا لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اُسکو
لے سبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی ملک اُسمین ہنوز باقی ہی لہذا
اُسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ ولعکسہ خمسۃ دو مہینے کو
اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہی ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے مین فقط عمل کریگا تو چار
درم پاویگا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا الاجر والمستاجر فی اباق العبد ومرضہ وجری ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول
من یشہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اُسکی بیماری مین یا پن چکی کے پانی جاری ہونے مین تو حال
حکم اور پنچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنی قول اُسی کا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اُسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر
واختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جسطرح حال حکم ہوتا ہی اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین اور بائع اور
مشتری پھل کی بیع مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اُسکا قول ہی جسکے ہاتھ اور قبض مین پھل ہو والاصل ان القول لمن یشہد
لہ الظاہر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ اُس شخص کا قول مقبول ہی جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر

سمجھا یہ و یوما دعاوت اور خلاصہ یہ ہی کہ پن چکی کا پانی بند ہوگیا تو اُسکے حساب سے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آویگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود پانی مین اختلاف ہوا تو بنا بر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین ہم معنی مالک تو کہتا ہو کہ مین نے قمیص سلانا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مین نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع حفظا لہ فلہ الاجر والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک تو سبب اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کیا ہو تو اُسکی مزدوری ثابت ہوگی ورنہ نہین یعنے اگر مفت اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہین وقیل ای وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہذہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بہا ای بہذہ الصنعۃ کان القول قولہ بشہادۃ الظاہر والا فلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہی حکم تو اُسوقت ہے جبکہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کہاوین کذا فی الاختیار فروع مسائل متفرقہ تا رہے کے فعل الاجیر فی کل الصنائع یضاف لاستاذہ فما اتلفہ یضمنہ الاستاذ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اُس کے استاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف کریگا تو اُس کا تاوان استاد دیگا کذا فی الاختیار یعنی بالم تعمد یضمنہ ہو عماد یہ یعنے استاد اُسوقت تاوان دیگا جبتک مزدور کی طرف سے زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور درصورت قصور مزدور ہی تاوان دیگا کذا فی العمادیہ ہم استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا رنگساز یا جیز شترک ہے لہذا اُسپر تاوان ہے اور مزدور جیز خاص ہے اسکا اندر کا لہذا اُسپر تاوان نہین مگر درصورت قصور وسئے الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن المعد للاستغلال الغصب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علے المفتی بہ قنیۃ اور اشباہ مین ہے کہ سرائے کے اترنیوالے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو مکان کہ کرایہ کے واسطے بنا ہے اُسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی مین بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہون مجھپر کرایہ واجب نہین بوجہ عدم اجارہ تو اُسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہے مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا حکم ہے یتیم دعوی غصب سے اُسکی بھی اجرت ساقط نہین بقول مفتی بہ تو آگاہ رہیو وفیہا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرہا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ قلت وہو ما اعتمدہ فی الولوالجیۃ اور اشباہ مین ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کردیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول کو معتمد کہا ہے الولوالجیہ مین ہم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ اُسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہین ہوتا ہے یہی قول معتمد ہے انتہی اور یہ جو کہا کہ مابعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے یہ قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہوجانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اُس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شی حیث قال اصاب الزرع آفۃ فہلک او غرق ولم ینبت لزم الاجر لانہ قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضی خان مین

خلل انداز ہو یا موجر اُس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اسکا اختیار فسخ ساقط ہو گا بسبب زائل
ہو جانے سبب فسخ کے ہم عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اُس کے بال جھڑ جانے اور دیوار ایسی کی جو سکونت کو ضرر نہ دے
موجر جلد تیار کر دے وعمارة الدار المستاجرة وتطیینها واصلاح المیزاب وما کان من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور
اجارہ کے گھر کی مرمت اور اُسکو مٹی لیپنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیزیں قبیل تعمیر کے ہوں گھر کے مالک پر ہے اور ایسے ہی جو چیز سکونت میں
خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ ہے ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لیپنا ہے جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابوں میں چھت کی مٹی لیپنے کو کہا ہے
کذا فی الطحطاوی فان ابی صاحبها ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منها الا ان یکون استاجرها وهی کذلک وقد رآها
لرضاه بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر کو
اجارہ لیا ہو تو اب نکلنا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء والبالوعة والمخرج علی صاحب الدار
لکن لا یجبر علیه لانه لا یجبر علی اصلاح ملکه فان فعله المستاجر فهو متبرع وله ان یخرج ان ابی ربها خانیة ای الا اذا کان ... اور کنویں کے پانی
اور نجس پانی کے چہ بچے اور بدر رو کی اصلاح اور درستی گھر کے مالک کے ذمہ ہے لیکن اُس پر زبردستی نہیں ہو سکتی کہ مالک پر ملک کے درست
کرنے کو زبردستی نہیں کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور مستاجر کو اُس گھر سے نکلنا جائز ہے اگر اسکا مالک
امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیة یعنی مگر اُس صورت میں نکلنا درست نہیں جبکہ اُسنے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو
چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی الجوهرة وله ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ میں ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم
حاکم وله استاجر دارین سقطت او تعیبت احداهما فله ترکهما لو عقد علیهما صفقة واحدة اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اسکو
دونوں کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونوں پر ایک ہی بیکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہیں چھوڑ سکتا
قلت وفی حاشیة الاشباه معزیا للبنایة ان العذر ظاهرا ینفرد وان مشتبها لا ینفرد وهو الاصح میں کہتا ہوں اور حاشیہ اشباہ میں بنایہ سے
منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہیں کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر
عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ میں متفرد ہے یا قضا یا رضا کی حاجت ہے انہیں روایات مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر
ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان وبعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد
کما فی سکون ضرس استوجر لقلعه وموت عرس او اختلاعها استوجر طباخ لطبخ ولیمتها اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد
کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہیں چنانچہ اُس ڈاڑھ
کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور اُس دولہن کا مر جانا یا اُسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے
باورچی کو اجیر کیا ہے یعنی جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اکھاڑنے میں صریح مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے میں سراسر
مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قوله وبعذر عطف علی بخیار شرط یہ عطف ہے کنز میں مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز
ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے میں مگر بتحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہیں وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بالعیان او
البینة او الاقرار یرد الحال ولا مال له غیره ای غیر المستاجر لانه یحبس به فیتضرر الا اذا کانت الاجرة ... اشباه
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانست سے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ

اُسکا کچھ مال نہین ہے اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے نہ بیچی جائے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس
ہوگا تو اُسکو ضرر پہونچیگا مگر جبکہ پیشگی دی ہوئی اجرت اُس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی
الاشباہ ھم یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے بعقد اجرت موجر کو پیشگی دی ہو تو تقاضے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار
کریگا تو دین کے عذر سے اُسوقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے و بعذر افلاس مستاجر دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے
اُس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جسنے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس مین تجارت ممکن نہین و بعذر
افلاس خیاط یعمل بمالہ لا بابرۃ استاجر عبدا لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اُس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے
کام نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اُس خیاط کا کام چھوڑ دیا اُسکے افلاس
کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اُسکا افلاس فسخ اجارہ مین عذر نہین ہے و بعذر بدا لمکتری دابۃ من سفرہ
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ھم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اسکو سفر کرنا
بہتر معلوم نہ ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اُس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہو گیا یا سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ
کا کذا فی قاضیخان ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجر ان استویا صعوبۃ و سہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر
سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اُسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا
کذا فی شرح وہبانیہ والخانیہ بخلاف بدا المکاری فانہ لیس بعذر لامکانہ ارسال اجیرہ بخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر
نہین ہے اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے و فی الملتقی ولو مرض فعذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ
الاصل قلت وبالاول یفتی اور ملتقی مین ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون اور
پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوے ہے ثم قال ولو استاجر دکانا للعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل اخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی دوخت
کے عمل کے واسطے پھر اسنے دوخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ھم یہ قول تفصیل فتاوی کبرے کے مخالف ہے
فتاوے عالمگیری مین کبرے سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے واسطے دکان مین مستعد ہوا تو اُسکو نقض اجارہ درست نہین اور نہین تو
نقض جائز ہے انتہے اور اسی کو شارح بعد اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استاجر عقارا ثم اراد السفر انتہے اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو
اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہے ثانی الملتقی وفی القہستانی سفر مستاجر دار السکنی عذر دون سفر موجرھا اور قہستانی مین ہے سفر کرنا اس مستاجر کا
جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اُسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستاجر بحلفہ
بانہ عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یون قسم کھائے کہ اُسنے سفر کا ارادہ کیا ہے
وفی الولوالجیہ تحول عن صنعۃ الی غیرھا عذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاھا فیہ اور ولوالجیہ مین ہے کہ پھر جانا مستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے
پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہو گیا ہو جبکہ اُسکو اُس پیشہ کا کرنا دکان مین ممکن نہ ہو یعنی اگر ممکن ہوگا تو عذر نہین
وفی الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ مین ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہین
اور نہ بھیجنا غلام کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے و بخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبدا لیخیط لیعمل متعلق بترک فی الصرف لامکان جمعہما
برخلاف اُس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا دوخت کے واسطے پھر دوخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہین فسخ کا اسواسطے

کہ جمع بین العملین ممکن ہے یعنے دونون کام ہو سکتے ہین اسطرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی بھی
طحطاوی سے نقل کیا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک ہے یعنی ہر باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا (وبخلاف خیاطۃ استاجر
عبدا للخیاطۃ فترکہا لیعمل فی الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بیع ما آجرہ فانہ لیس بعذر بدون لحوق دین کامر ویوقف بیعہ الی انقضاء
مدتہا وہو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ تمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور برخلاف بیچڈالنے موجر کے اُس چیز کو جسکو اُس نے اجارہ دیا کہ
وہ بھی عذر فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور
یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر
فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ہو الصحیح ولو باع الراہن فللمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین خانیہ سے ہے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر
نے چاہا کہ اُسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اسکی بیع فسخ کرے ھ لیکن عمادیہ مین
فتاوی صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اسکو فسخ نہین کر سکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے
مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقد لنفسہ بدون فسخ کرنیکے اجارہ فسخ ہوجاتا
ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اسکو جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے
عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فیبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیوجرہا لو امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ
اجرۃ الایاب ان برہن علی دفعہا ویقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا
ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے
تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ
دے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو یا جانور کو قیمت سے بیچڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون
سے ثابت کرے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اس چیز کے ثمن سے لیا چاہتا ہے جو اسکے قبضہ
مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حانوتا او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا یفتی
اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اُسمین دو مہینے سکونت کی تو دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین
اسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہین ہے تو اجرت
لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے قلت فاذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن یلزمہ الاجر لسکناہ بعدہ مین کہتا ہون
اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت
شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اسپر اجرت لازم ہوگی اسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت الموجر ہل
یلزمہ اجر ذلک قیل نعم بلفظیہ علی الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اسکو اسکی اجرت لازم ہوگی
یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین
کے مانند ہے یعنے اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو
لازم نہین وینبغی ان لا یظہر الانفساخ ہنا الا فی حق الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ ہل یلزم الخ

او اجر المثل فظاہر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور لائق قواعد فقہ یہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہو جانا ظاہر نہ ہو جب کہ وارث موجر کا مکان
خالی کر دینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت
معینہ لازم ہو گی یا اجرت مثل لازم ہو گی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وفی المنیۃ مات احدہما والزرع
بقل یعنی انعقد بالمسمے حتی یدرک وابعد المدۃ باجر المثل اور منیہ میں ہے کہ احد العاقدین مر گیا اور کھیت ساگ ہے یعنی ہنوز کھیت خام ہے تو عقد اجارہ
باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضا ے مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وہو کبیر
ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی ای یجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای یجوز ہا بالتعاطی فتامله اور جامع الفصولین میں ہے اور اگر موجر کا وارث
بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اسپر راضی ہو تو جائز ہے انتہی ای الفصولین یعنی باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیا گیا یعنی
جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہو گی بوجہ تعاطی کے اسکو تامل کر وفی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من
سائر الغرماء لو العقد صحیحاً ولو فاسدا فاسوۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ تر حقدار ہیں عین کے باقی دین والوں
سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہوا اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر
موجر مر گیا اور اسپر دیون ہیں تو اوروں سے مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اور اسیطرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خریدی اور ہنوز قبضہ میں نہیں آئی کہ بائع
مر گیا اور اسپر دیون ہیں تو مشتری احق ہے یعنی اور مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر کچھ زیادہ باقی رہے گا تو اور ارباب دیون پاوینگے فان عقدہا
لغیرہ لا ینفسخ کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہ ہو گا چنانچہ اجارہ دینے کا
وکیل یعنے مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دے اور اسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہ ہو گا
اسواسطے کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء
الاعیان فیصیر مستاجراً لنفسہ ثم یصیر موجراً للموکل فہو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی
شرح المجمع والبزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مر جائے گا تو اجارہ باطل ہو گا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے
تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہے
ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند شرح مجمع
اور بزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر
من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وہو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کہتا ہوں یہ یعنی مسئلہ
کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف
منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابو طاہر نے یہ کہا ہے کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں اور یہی صحیح تر قول ہے
چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضاً لانا قدمنا
عندہم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد
نے اعتراض کیا ہے اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار
وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد

نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اُسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ
لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں
ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم ووصی واب وجد
وقاض ومتولی لوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے
متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ
باطل ہوگا اُسکی موت سے کذا فی الدرر مستحق علیہ سے مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ
لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ فتنفسخ علیہ لکما فی وقف الاشباہ
معزیا للوہبانیۃ قال واطلاق المتون بخلافہ قلت وباطلاق المتون افتی قاری الہدایۃ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ
متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اُسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا
اُسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیہ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا
اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے میں کہتا ہوں اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا ہی مصنف
نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجر الواقف
ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسی واسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ
فسخ نہیں ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد
ہوگیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین
وقف کردی ایک شخص معین پر پھر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتدا عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف
میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رایتہ فی عدۃ
نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر
وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہوجاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے
فتاوی مذکور کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہ ہم مخالفت فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ
مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو للغلۃ لہ بمفردہ فتنبہ اور اسی فتاوے میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے
اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف
یعنی وہبانیہ کا قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفی البعض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان
لا یبطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور بعض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مرجاوے تو استحسانا
اجارہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسنے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہیں نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ
میں ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہے
تو ان کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد بالنفس فقط

وتبقیت فی حصتہ الحی اور دو مستاجروں یا دو موجروں میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اُس کے
حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ میں

فروع مسئلہ ملحقہ بشارح کافی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ وہو بالمصر لم تصح تخلیتہا علی الاصح فینبغی للمتولی ان یذہب بالمستاجر الیہ
مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینہا او یرسل وکیلہ او رسولہ اجیا ما لمال او قف فایحفظ قلت لکن نقل محشیہا ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن بیوع فتاوی
قاری الہدایۃ اذا مضی مدۃ یتمکن من الذہاب الیہا والدخول فیہا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان
بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض و تصرف میں کر دینا باطل ہے تو اگر گانوں اجارہ لیا اور رہا لانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اسکا تخلیہ
صحیح نہیں بنا بر قول صحیح تر کے تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گانوں میں جاوے مستاجر کے ساتھ یعنی اُسکے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کر دے درمیان
مستاجر اور درمیان گانوں کے یعنی بلا مزاحمت اسکے تصرف میں کر دے یا بقول اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اس کے ساتھ بھیجے
مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاوی
قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاوے کہ جسمیں مستاجر گانوں کی طرف جانے اور اُس کے
داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ گانوں کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو قبضا مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہریگا انتہی
اور زواہر الجواہر میں ذخیرۃ الناظر میں ہے کہ اگر گانوں اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اُسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار
اُسکا باطل ہوتا وقتیکہ اتنی مدت نہ گذرے جسمیں وہاں جاوے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر
اپنے وکیل یا رسول بھیجیں کذا فی الطحطاوی مسائل شتی یہ چند مسائل متفرقات ہیں احرق حصائد ای نباتا اصول قصب محصودۃ فی ارض
مستاجرۃ او مستعارۃ جلائیں باقی جڑیں قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہیں ہم قصب یعنی بانس اور نرکل
بطریق مثال کے ہے اسکی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی کھونٹیوں کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی او مثلہ ارض
بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرقہ فی
مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علیہ ما علیہ الفتوی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو
قافلوں اور بھاری اسباب کے اُتارنے کے واسطے اور جانوروں کی چراگاہ اور کھلیانوں کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے میں کہتا ہوں
اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین میں تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اُسی
مکان میں بمجرد رکھنے آگ کے نہ اُس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اُڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
فاحترق شئی من ارض غیرہ لم یضمن لانہ تسبب لا مباشرۃ اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی کھونٹیاں جلائیں تو غیر شخص کی زمین
سے کوئی چیز جلگئی تو جلانے والے پر تاوان نہیں اسواسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہے احتراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے
نہ تسبب ان لم یضطرب الریاح فلو کانت مضطربۃ ضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرا عادم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوا
زور سے نہ چلتی ہوں اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اُسکی زمین میں ٹھہری
نہ رہیگی تو وہی شخص احتراق کا مباشر یعنی جلانے والا ٹھہرا وکذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ ای فی ذلک الموضع
لا یضمن علی کل حال اذا تلف بذلک الموضوع شئی سواء تلف بہ وہو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسی طرح ہر ایک موضع میں کہ

رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہاں تاوان نہیں ہر حال میں جب کہ اس رکھی چیز سے کوئی آدمی یا جانور ہلاک ہو جاوے خواہ چیز تلف ہو اس حال میں
کہ شے موضوع اپنے مکان میں ٹھہری ہو یا تلف ہوا اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع
حیث یضمن الواضع اذا تلفت بہ شئی وہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا فیزال کوضع جرۃ فی الطریق ثم اخری فیہ جرۃ فانکسرتا فانہ یضمن کل جرۃ
ان زال بفعل الریح وقیل لا یضمن الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جبکہ رکھنے والے کو
مکان میں رکھنے کا حق نہ ہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اُس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور وہ الا کہ شے موضوع
اپنے مکان میں ہو اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹلجانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھ دیا راہ میں پھر
دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہین رکھا پھر دونوں گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دیگا
اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے مثلاً ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلون میں
چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ میں کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بہ شئی ضمن لتعدیہ بالوضع ثم مصنف نے اسی
قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ میں سو اُسکے سبب سے کوئی چیز جلگئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے اگر رکھنے
سے ہم اسواسطے کہ راہ میں چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا الضمن فی کل موضع لیس فی حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک ایسی
موضع میں جہاں چلنے کا حق ثابت نہیں ہم حق مرور خانیہ میں مذکور نہیں اسمین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور کے حق کو صاحب
خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ذہبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخہا فعلہ وکذا لو دحرج
السیل الحجر وبہ یفتی خانیۃ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اڑا لیجاوے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے
کا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکا یا اور کوئی چیز تلف ہوگی
تو رکھنے والے پر تاوان نہیں اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق و
احرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان میں پھر اسپر ہتوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری
نکل گئی اور اُسنے کوئی چیز جلادی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اسپر ہتوڑا نہیں مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہیں
کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین ایسی
بکثرت سینچی کہ زمین اسکو نہ تحمل کر سکی سو پانی ابلکر اُسکے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے
کہ وہ مباشر ہے نہ مسبب اقعد خیاطا او صباغا فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع صباغ
صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع فہذا بوجاہتہ یتقبل وہذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے
کا کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط درزی
کے ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہے صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی
وجاہت اور رسوخ داری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہے کاستیجار جمل لیحمل علیہ محملا وراکبین الی
مکہ ولہ المحمل المعتاد ورؤیتہ احب وکذا اذا لم یر الوطاء والغطاء جیسے صحیح ہے کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تاکہ اسپر محمل لادا جاوے اور دو
سوار اسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے قطع نزاع کے واسطے اور اسیطرح جب

جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا دیکھا ہو ہم شامل ہیں مذکور ہے کہ دو اونٹ کہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسا اور دو شخص اوسپر
سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونا ایک ہو مکاری نے سوار ہونے والوں کو دیکھا اور انکا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر گئی ہیں
ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ کہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لادا دے گا
جسقدر لوگ لادلاتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اسکا رواج
جاری ہے انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہے سو معلوم ہے اور محمل تابع ہے اور اسکی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی
ہے اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ ولو تکاری ابلا الی مکۃ بلا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز ویحمل المعقود علیہ
علی الوسط المکاری والابل الہ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ تکل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور والوالجیہ
میں ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے کہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ بوجھ قرار دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لاد
کے آلات ہیں اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے
کہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹوں کے تو صحیح ہے واللہ اعلم وجہ جوازیہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف منصرف ہے استاجر حملا لیحمل مقدارا من الزاد فاکل
منہ رد عوضہ من زاد ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ میں سے کچھ کھایا تو اسکی عوض توشہ
یا مانند اسکے اور چیز پھر اسپر لادی جاسکتی ہے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی
لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہیں تو کرایہ اسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے
گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ ببینۃ
لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت میں کرایہ واجب نہ ہوگا جبکہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی
ملک گواہوں سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر بہا لکنہ ای بالملک ولکن لم یرض بالاجر
لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ اسنے عدم رضا کی
تصریح کر دی فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل فقال الآجر لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما
اور اشباہ میں ہے کہ چپ رہنا اجارہ میں رضا اور قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کراور
نہیں تو نکل جا پھر اجرت لینے والے نے کہا کہ میں اجرت سابقہ پر راضی نہیں بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی
جتنی اسنے معین کی تھی سکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان بہ صمم والا لا انتہی باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے
سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہے تو مان
تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہ ہو تو تصدیق نہ ہوگی بنابر عمل لفظا ہر جاز للمستاجر ان یوجر الموجر بعد قبضہ قیل وقبلہ من غیر موجرہ واما من
موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اسکے قبضہ کرنے کے اسکے مالک کے سوا
اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں
اگرچہ تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی
ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہے اور مستاجر اسکے قائم مقام ہے کذا فی الطحطاوی وفی تحلل الاولی

بالاجارة للمالک الصحیح لا وہبانیہ قلت وصحح قاضیخان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کہا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہوجاتا
ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا مین کہتا ہون اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات مین ہے
اور اسی قول پر فتوی ہے وقدمنا عن الجوہرة معزیا للجوہرة الاصح نعم واقرہ المصنف ثمہ ونقل ہہنا عن الخلاصة ما یفید انہ ان قبضہا بعدما استاجر بطلت
والا فلا لکن التوفیق ممکن فتامل اور بحر الرائق سے نسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہان اجارہ باطل ہوجاتا ہے مالک کو اجارہ دینے
سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہان اور اپنی شرح مین یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے
اجارہ کی چیز قبض کی بعد اسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہوگیا
اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کرے علم یعنی البطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض چیز پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض چیز پر محمول ہے بحریہ مین ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا
تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے وہل تسقط الاجرة مادام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیة اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز
موجر کے قبض مین ہے اسمین اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ مین شرح مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل
العین المؤجرة الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدة فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجع الوکیل بالاجر علی الامر لنیابتہ عنہ فی
القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اسپر قبضہ کیا اور
وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اسواسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق مین اور
وکیل اجر پھیرلے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے مین تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا ہے
وکیل موکل سے اجرت پھیرلے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر
وقبض الدار ومضت المدة ولم یطلب الامر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لصیرورة الامر قابضا بقبضہ مالم یظہر المنع اور اسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے
پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے
پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ پھیر لیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل
کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الامر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرة لا یرجع لانہ لما
حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابة فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے
تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کرسکے گا اسواسطے کہ جب اسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت
کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز
لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویزات اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے
نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اسقدر لکھنے پر لیتے
ہون اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابة الفتوی لان الواجب
علیہ الجواب باللسان دون الکتابة بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانة لماء الوجہ عن الابتذال بزازیة وتمامہ فی
قضاء الوہبانیة جیسا کہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوے کے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب
دینا واجب ہے نہ انگلیون سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی
ذخیرہ ۱۲

البزازیہ اور پورا بیان اسکا دہبانیہ کی کتاب القضا میں ہے (وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ کتابۃ شہادتہ جاز وکذا المفتی لو فی البلد غیرہ و
قیل مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ) اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تا کہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی
حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت
پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی
کے دستخط یا مہر والا بیان تو گفتگو قاضی میں ہے نہ شاہدین اور فرد ہوشش کچھ جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ
(وفیہا استاجرہ لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدرہا لکاغذ والخط والمکتوب) اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تا کہ وہ اسکے
واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی
تو معلوم ہو گیا اسقدر سطور کی اسمیں گنجایش ہے باعتبار غرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہر ان خط سے
مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ
مکتوب سے نسخ الفاظ میں صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ
لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی (المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی مالک العین) مستاجر مدعا علیہ
نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں ہے ہم مثلا ایک گھر زید نے کرایہ لیا
سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گرو ہے یا میں نے اسکو خرید کیا ہے تو اسکی جواب دہی مالک سے متعلق
ہے نہ زید سے (بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین) بخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ
عین کے مالک ہیں تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے (وفی اشتراط حضور الآجر مع المشتری قولان) اور کیا حاضر
ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ میں شرط ہے اسمیں دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں (تصح الاجارۃ وفسخہا
والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون
کل منہا مضافا الی الزمان المستقبل کاجرتک او فاسختک راس الشہر بالاجماع) اور صحیح ہے اجارہ اور اسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی
مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضمانتی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف
جبکہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجھکو اجارہ دیا یا تجھسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق ہم
ایصا کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت
کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی (لا یصح مضافا للاستقبال کل
ما کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال وابراء الدین وقد مر نظمہ
متفرقات البیوع) صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل ہونا ہر چیز کا جو فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اسکی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت
اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی
نے زید کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ پیر سے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل ہیں کل صلح کہ مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی ہے اسواسطے کہ
اسکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے (زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وان لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی

یہ یعنی اجرت مثل زیادہ ہوگئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اسکو ٹہیرا دے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور واجب ہے کہ
متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتوے ہے فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی
مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا لا العین فی ید المستاجر فلیحفظ موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو
حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہان تک کہ عوض کا مال پھیر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ
مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا او فارغا صح فی الفارغ فقط لا المشغول کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ
المشغول و یومر بالتفریغ والتسلیم ما لم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین
چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا
اور تسلیم کا جبکہ خالی کرنے مین ضرر نہو تو اسکو اسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز
لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہیں ہے بسبب عدم رواج کے
المستاجر فاسدا اذا آجر صحیحا جازت او بعد قبضہ فی الاصح منیہ و قیل لا و تقدم الکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ
صحیح دے تو اجارہ دو جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائز نہین اور سب
مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین فروع مسائل متفرقہ شارح کے علم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشروط الاجارۃ
فہی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقد مناہ فی الہبۃ دریافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے واسطے کہ اعتبار
معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الہبہ مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے اور معافی کے اس طرح کہ
بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحطاوی [illegible] استاجر قلما لیکتب بہ [illegible] المسمی
صح اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر وان کان
دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تاکہ اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جاکر پھر اسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی
اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر الا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اسپر سوار نہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر
جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلا اسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہم یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اسکا قصور ہے
اخطا الکاتب فی البعض ان اخطا فی کل ورقۃ فہو ان شاء اخذہ و اعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ و اخذ منہ القیمۃ کاتب چوک گیا بعض سطرون مین اگر خطا
ہر ورق مین ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اسکو لے اور اسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اسکو اسی پر چھوڑے اور کاغذ کی
سے قیمت کاغذ اور جز وغیرہ کی لے کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض اعطاہ بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعض ورقون مین ہو تو اسکو اجرت معینہ
دے اسکے حساب کے موافق ہم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون انکی اجرت تو ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اسکے موافق
اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصیرفی یا جر اذا ظہرت الزیافۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ [illegible] کی اجرت لی جب کہ
کھوٹا ہونا سب دراہم یا دنانیر مین ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اسکے حساب سے استرداد ہوگا
ولنی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثلہ ان مشی لاجلہ اگر مجکو فلانی چیز بتا دے تو اسکے واسطے اجرت ہے پھر اسکو بتائی تو بتانے والے کیواسطے
اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے ولنی علی کذا فلہ کذا فہو باطل ولا اجر لمن دلہ الا اذا عین الموضع [illegible] شخص

مجھکو فلانی چیز بتا دے تو اسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو یہ باطل ہے اور بتانے والے کیواسطے کچھ اجرت نہیں مگر جبکہ موضع دلالت معین کیا ہے
ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکورہ بلفظ ان شرطیہ صحیح ہے اور بلفظ من شرطیہ صحیح نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ طحطاوی نے
بزازیہ سے یون نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہو گئی سو اُسنے کہا کہ جو مجھکو دلالت کرے اُسپر تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو اُسکی دو صورتین
ہین اگر اُسنے یہ کلام بسبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من یعنی جو شخص کہ مجھکو بتا دے تو اجرت باطل ہے اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل
نہین ہے جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر یہ بسبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھکو
فلانی چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اُسنے دلالت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل
واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہے
نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ کی اگلی عبارت بزازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی استاجرہ لیحفر له فی الارض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ
کان له ربع الاجر الکل مین الاشباہ اجارہ لیا دہ در دہ حوض کہ کھودے اور اُسکا عمق بیان کر دیا مثلا [illegible] پانچ در پانچ
کھود ڈالا تو اُس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ مسائل اشباہ سے منقول ہین ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ وہ حوض دہ در دہ
یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوئے اور پچیس
چوتھائی ہے سو کی تو جو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوتی معلوم ہوا کہ اسمام مین [illegible] مثل طلاق ثلث کذا فی الطحطاوی وفیہا اجارۃ الطریق
للمرور [illegible] قلت وفی حاشیتہا [illegible] شرح [illegible] اور اشباہ مین ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر حد مرور بیان کیجاوے
مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اس صورت مین ہے کہ [illegible] طریق ایک شخص کی ملک
مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار [illegible] لان الاجر یتعین بالدلالۃ اور اختیار مین ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص مجھکو فلانی چیز بتا دے اسکا اتنا
اجر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ اجر متعین ہوجاتا ہے اسکے بتانے سے ہم اور اسیطرح سیر الکبیر میں ہے اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ مراد یہ ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور
اُسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اُسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت مسمی مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ
ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض [illegible] اور غایۃ البیان مین ہے کہ میرا گھر تیرے
واسطے اجارہ ہے ہبہ تو اجارہ غیر لازم صحیح ہے تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اُسکا فسخ کرنا جائز ہے اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی
طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضا اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے
سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان [illegible] عدم لزومہا بان علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ
کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہو اُسکے لزوم مین دو قول صحیح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے
وفی المجتبی لا تجوز اجارۃ البناء وعن محمد تجوز لو منتفعا بہ کجدار وسقف وبہ یفتی اور مجتبی مین ہے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہیں اور محمد سے
ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو جیسا کہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زمین کا
بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا
اور اُسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہے ہم مختارات النوازل مین ہے کہ بنا مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہیں اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک

ہی اور کتب عبارت ہی جمع سے اور اُسی سے ہی کتیبہ یعنی وہ لشکر جو مجتمع ہو لشکر کا اور اُسی سے ہی کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہی ابواب فصول کی اور اُسی سے
ہی کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہی حروف کی اور اُس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ اس مین ملانا ہی حریت ید کا حریت رقبہ کے
ساتھ یا اسواسطے کہ اس مین دو قسطین یا زیادہ جمع ہوتی ہین یا اسواسطے کہ غلام اور مولی دستاویز لکھدیتے ہین اور یہی وجہ تسمیہ لغوی ہی اور معنی شرعا
تحریر المملوک یدا ای من جہۃ الید حالا ورقبۃ مآلا یعنی عند اداء البدل حتی لو اداہ حالا اعتق حالا اور شرع مین کتابت عبارت ہی مملوک کے فی الحال آزاد
کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اُسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے
فی الحال بدل کتابت ادا کردے تو فورا آزاد ہوجاویگا یعنی جب مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا سو درم پر مثلا یعنی اگر سو درم کو ادا کرے
تو آزاد ہوجاوے تو بمجرد اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے
ہین ایسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اس مین مولی کے اذن کی حاجت نہین اور جب سو درم ادا کریگا تو اسکی ذات آزاد ہوجاویگی تو مکاتب عبد اور
حر دونون سے مشابہ ہی عبد سے تو اسواسطے مشابہ ہی کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہین تا ادا سے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہی کہ آزاد کی طرح تصرف
کرتا ہی اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہی ورکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او بما یؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہی بلفظ کتابت یا
جو لفظ کہ معنی ادا کرے کتابت ہو مثلا مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے
اور ہم معنی کتابت کی یہ مثال ہی کہ مولی کہے کہ مین نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کر یا یون کہے مجھکو ہزار درم ہر مہینے مین سو درم کرکے ادا کر اور تو
آزاد ہی ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور لفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہو گیا اور فرق معنوی یہ ہی کہ مکاتب
بمجرد عقد کے آزاد نہین ہوتا بخلاف معتق علی المال کے کہ وہ اسی وقت آزاد ہوجاتا ہی وشرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوما قدرہ وجنسہ وکون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہی
اس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رق کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت
فاسد ہی اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہی برابر ہی کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر ولا کونہ منجما او موجلا لصحتہا بالحال نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح
ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور موجل مین فرق یہ ہی کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک
مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہی کہ جسکی کئی مدتین ہون مثلا ہزار درم کی دس مدتین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انفکاک الحجر فی الحال
وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دور ہونا عدم تصرف کا ہے فی الحال اور ثابت ہونا
آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادا سے بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال
ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ ونحوہ لملکہ اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب مین ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال اگر
کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جبکہ اسپر مولی قبض کرے اور غلام کا عود ہونا مولی کے ملک کی طرف جبکہ وہ ادا سے بدل کتابت سے عاجز
ہو کاتب قنہ ولو قنا صغیرا یعقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تؤدیہ نجوما
اولہا کذا واخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد ذلک صح وصار مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام
کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اسکی
قسطین مقرر ہو گئی ہون یعنی مہینون پر یا مولی نے یون کہا کہ مین نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہی اور آخر
قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کردیگا تو تو آزاد ہی اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہی اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہی اور وہ غلام مکاتب

ہو جائے گا بسبب مطلق ہونے قول حق تعالیٰ کے اس قول سے کہ فکاتبوھم یعنی غلاموں کو مکاتب کرو ھم یعنی مرقا کی غلام صغیر اور کبیر اور بال نقد اور
سو جل ہو سب ھم سب کو شامل ہے والامر للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہے بنابر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا
مذہب ہے اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہیں والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلام ضرر نہ پہنچائے
آزاد ہونیکے بعد ھم یعنی یہ جو قرآن شریف میں وارد ہے کہ اگر تم غلاموں میں خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فان یضر
فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو ضرر پہنچاوے تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا
تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز ونصفہ الآخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیۃ
اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولیٰ اسکو منع کیا چاہے تو اسکو جائز نہیں تاکہ غلام کا
حق عتق باطل ہوجاوے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ میں ہے واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یؤدی کل البدل لحدیث ابی داؤد
المکاتب عبد ما بقی علیہ درہم اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکلگیا مولیٰ کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اسکی ملک سے یہانتک کہ
تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابی داؤد کہ مکاتب غلام ہے جبتک کہ اسپر ایک درہم باقی رہے ھم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر
عمل ہے علمائے امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ فغرم المولی العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے تفریع تصرف مولیٰ پر تفریع کی اپنے اس قول سے
اور تاوان دے مولیٰ عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولیٰ پر ھم عقر آزاد عورت میں مہر مثل ہے اور
لونڈی میں اسکی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیہا فانہ یغرم ارشہا او
مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اسکو قتل کرے تو اسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولیٰ قتل کرے تو دیت دے او
اتلف المولی مالہا لانہ بعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی ثم لا حد ولا قود علی المولی للشبہۃ یا مولیٰ مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد
کتابت کے سبب سے مولیٰ اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہوگیا ہاں یہ البتہ ہے کہ مولیٰ پر حد نہیں وطی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شبہ ملک کے
کذا فی العینی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولیٰ مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ تو
کا حق ہے سو اسکو اسکے اسقاط میں اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسدان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی
کتابت اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت
مذکورہ جائز ہے ھم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہے کہ فاسدہ میں مولیٰ کو اختیار ہے کہ اسکو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون
رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولیٰ کے
فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے اسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول
ہونے اسکی مقدار کے ھم یعنی قیمت کی مقدار مجہول ہے اسواسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت میں قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہیں او علی عین
معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہے غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ھم معین کی قید سے
نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقود متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی مائۃ دینار
لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے سو دینار پر تاکہ اسکا مولیٰ اسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب مجہول
ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثناء دنانیر سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور بعدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور

اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فهو ای عقد الکتابة فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتون
مذکورہ مین فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا الخنزیر لمالیتهما فی الجملة وسعی فی
قیمته بالغة ما بلغت یعنی قبل ان تترافعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب
مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور
اپنی قیمت مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا مرافعہ قاضی کے پاس ہو اہ وکذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل
ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل رفع یعنی قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی والحکم انه متی سمی مالا وفسدت
الکتابة لوجه من الوجوه لم ینقص من المسمی بل یزاد علیه اور معلوم کرو جبکہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو جاوے کسی وجہ سے وجوہ مفسدہ
تو مال مسمی سے نقصان نکیا جائیگا بلکہ اسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبه علی میتة ونحوها کالدم بطل العقد لعدم مالیتهما اصلا عند احد فلا یعتق بالاداء
الا اذا علقه بالشرط صریحا فیعتق بالشرط لا بالعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر یا مانند اسکے جیسے خون پر تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ
مردار اور خون اصلا مال نہین کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق
کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنی اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجکو دے تو تو مکاتب
ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان غیر موصوف ای بین جنسه فقط لا نوعه
وصفته ویؤدی الوسط او قیمته ویجبر علی قبولها اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور پر کہ فقط جنس بیان ہوئی نہ اسکی نوع اور صفت اور مکاتب
اس جنس کا متوسط حیوان یا اسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب عبدا
کافرا مثله علی خمر لمالیتها عندهم معلومة ای مقدرة لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن
او الظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جاے مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے وای من المولی
والعبد اسلم فله قیمة الخمر وعتق بقبضها لتعلیق عتقه باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمته کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب
کی قیمت دینی اسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے
غلام کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمة شهر له ای للمولی او لغیره اور کتابت صحیح ہے ایک مہینے
مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی وحفر بئر وبناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئین کھودنے
پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جاے کہ نزاع کو رفع کردے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت
کے ہم رکن ایجاب وقبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا ولا تفسد الکتابة بشرط فاسد لشبهها بالنکاح ابتداء لانها مبادلة بغیر مال وهو التصرف کتابت
فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال آزادی
غلام ہے ہم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجاے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت
باعتبار ابتدا عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی بضع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ
غیر مال سے ہے یعنی آزادون کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان
یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبهها بالبیع انتهاء لانه فی البدل نحو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر داخل ہو

ادا اسکے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما غیر الولاد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب
نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا جیسا بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک
داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہ او بالعکس لم یجز بیعہا لتبعیتہا الولدہا ولکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب
نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اُس فرزند کے ساتھ جو اُسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے
تابع ہو لیکن فرزند کی کتابت مین وہ داخل نہوگی ام ولد اسکے تابع ہو یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہین اسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے
درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ ام ولد کو اسکے ولد نے آزاد کردیا فلا العتق لبعضہ ولا ینفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان
یطأہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی اسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک نہین ہوا
تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی وطی کرے بملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسیطرح لونڈی
مکاتبہ کا نکاح فسخ نہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اسکے شوہر کو اسکی وطی بملک نکاح جائز ہو غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحر لم یثبت
من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہین ہوا یعنی
برخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا او مطلقا سے ظاہر یہ ہوا
ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الطحاوی ولو ملکہا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما
اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ فہو کما
علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اسکی لونڈی سے پھر اُسنے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی
تبعیت سے بعضون نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہین اسکا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہین چنانچہ اپنے
فرزند کی لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہین وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ
مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب کا کسب
ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح
کردیا اپنے غلام سے پھر دونون کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اسکی کمائی اور اسکی قیمت اگر اسکو کوئی
قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہے نہ اسکے شوہر کی اسواسطے کہ ماں کی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہ کہ مولود مین وہ صفات
شرعیہ جو ماں مین ثابت ہین چنانچہ تدبیر او استیلاد اور حریت اور رقیت سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحاوی مکاتب او ماذون نکح امۃ زعمت
انہا حرۃ باذن مولاہ فی نکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے
اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اُس لونڈی سے جسنے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر
نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد کے اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانیوالے کا فرزند ہے
امام محمد کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن انکے نزدیک قیمت دینا
مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصہ المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص
کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہوجاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور

زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہر ہم وجہ اشکال یہ ہر کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہر مولی کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولی پر لازم ہوتا ہر اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہر اور یہان نکاح باذن مولی مفروض ہر تو چاہیے کہ مولی پر فی الحال قیمت لازم ہو سے نہ مکاتب پر اسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہر اسکا جواب رازی نے یون دیا ہر کہ مولی نے تو نکاح کا اور اسکے متعلقات یعنی مہر و نفقہ کا اذن دیا ہر نہ قیمت کا سو مولی اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو اشتری المکاتب امۃ شراء فاسدا فوطیہا ثم ردہا للفساد وشراہا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابۃ لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے یا اسکو پھر بیع صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق مالک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اسکے آزاد ہونے سے پہلے دخل ہونے خرید فروخت کے اسکے عقد کتابت میں ہو اسواسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنیکا اذن ہر ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہر کہ کتابت موجب ہر خرید کی اور خرید موجب ہر سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہر عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہین اور وطی تجارت مین داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو وطیہا بنکاح بلا اذن اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی کو بسبب قربت کی بواسطہ اس نکاح کے جو اسنے بلا اذن مولی کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ داخل ہونے نکاح کے کتابت مین چنانچہ اول باب مین مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولی جائز نہین والماذون کالمکاتب فیہما ای الفصلین اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہر دونون فصلون مین یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح مین اور نکاح کی صورت مین ولو ولدت مکاتبۃ من سیدہا فلہا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا وتاخذ العقر منہ اوان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ وثبت النسب بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃ اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولی سے تو اسکو اختیار ہر اگر چاہے چلی جاسے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولی سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنی ادا سے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولی کی ام ولد ہو اور مولی کا نسب مکاتبہ سے بدون اسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولی کی ملک ہر باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہین ولو کاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صح وعتقت ام الولد مجانا بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہر اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادا بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیدہ فقیرا لم یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر کو اپنی قیمت کے دو ثلث مین یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت مین اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے بطرح کہ اسنے کچھ متروکہ نہین چھوڑا سوا سے اس مدبر کے ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبرا والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموتہ ای المولی معسرا لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہر پھر اگر وہ ادا بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے مین اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث مین اپنے مولی کی بسطرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولی نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوا سے اس مدبر کے فالکلام بات موسرا بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجانا لقیام ملکہ اور اگر مولی ایسا مالدار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولی اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبہ علی الف موجل فصالحہ علی نصفہ حالا صح استحسانا اور مولی نے مکاتب کیا غلام کو ہزار روپیہ والے پر پھر مکاتب نے صلح کرلی اسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے واضح ہو کہ نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی

نسبۃ محابات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درہم ولم تجز الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد
ثلثی القیمۃ حالا والباقی الی اجلہ اور درحقیقت القیام البدل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی
مدت مقرر کرکے پھر بیمار مرگیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایکہزار درم ہین اور مولی کے وارثون نے تاجیل کو جائز نرکھا اور مولی نے سوا سے
اُس مکاتب کے اور مال نہین چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نکر سکے تو پھر کر غلام بنایا جاسے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے
بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث مین نافذ ہوگی وان کاتب علی الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ
حالا وسقط الباقی اور درحقیقۃ الفا والوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فینفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کرکے اور
حالانکہ اسکی قیمت دو ہزار ہین اور حالانکہ وارثون نے کتابت مذکورہ جائز نرکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اُس
ساقط ہوگا یا اگر ادا نکرے تو پھر کر غلام بنایا جاسے باتفاق شیخین اور محمد کے سبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل مین تو محاباۃ مریض ثلث
مین جاری ہوگی حر قال للمولی عبد کاتب عبدک فلانا الغائب علی الف درہم الی ان ادیت الیک الفا فھو حر فکاتبہ المولی علی ہذا اتحد
قبل المولی ثم ادی الحر الفا عتق العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی یعتق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل مالیس فیہ ضرر ولا یرجع الحر
علی العبد لانہ تبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر مین تجکو ہزار درم ادا
کرون تو وہ غلام آزاد ہے سو مولی نے اس شرط پر اُسکو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا بموجب
مذکورہ کے اور اسیطرح اگر اُس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اُسنے ہزار درم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے
تصرف فضولی کے ہر ایک اس امر مین جو ضرر نہین اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے نہ معاوض ثم قولہ قبل المولی
شارح نے ضمیر کا مرجع مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین مین قبل الرجل واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے وان بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار
مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہونچے یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی
تو وہ مکاتب ہوجاویگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اُسپر لازم ہوجاسے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہین
بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا
فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلانے غلام کی
طرف سے سو مالک نے دونون غلامون کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر مین اصالۃ صحیح ہے اور غائب
غلام مین تبعا وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول للبدل من احدہما اور دونون مین سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا
کریگا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اُسکے حصہ کے مطالبہ نکر سکیگا اور مالک پر زبردستی
ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی دونون غلامون کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو جبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب
العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اُسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اُسنے عقد کتابت قبول
نہین کیا کہ اُس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو لا یتغیر کردہ اباہا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہین جیسے اُسکے رد
کرنے کتابت کا اعتبار نہین ثم قبول او عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہین کہ عقد کتابت بدون اسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوچکی تو بعد اسکے

قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حرره سقط عن الحاضر حصته اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اسکا
حصہ بدل کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ غائب عقد مین قصداً داخل ہے اگرچہ بمقصود بالخطاب نہین ہے بدل کتابت دونون پر تقسیم ہو گیا اگرچہ اس سے
مطالبہ بدل کا نہین ہے لو حررا لحاضر او مات ادی الغائب حصته حالا والا رد قنا اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مر گیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل
کتابت سے نقد ادا کرے اور نہین تو پھر غلام بنایا جاوے ولو ابرا لحاضر او وهبه له عتقا جميعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا
تمام بدل کتابت اسکو ہبہ کر دیا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے مفت میں اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے
کذا فی البحر والدرر ولو کاتب الامة عن نفسها وعن ابنين صغيرين لها وقبلت صح استحسانا الا مرا اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد
کیا اسکی ذات سے اور اسکے دو چھوٹے بیٹون سے اور لونڈی نے قبول کر لیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃً لونڈی کی طرف
سے اور نیابۃً اسکے بیٹون کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای من ذکرهم ادی لا یرجع علی الآخر لانه متبرع ويجبر علی القبول اور جو اشخاص مذکورین
مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے اور بدل پر ہر شخص کے ادا سے بدل کے قبول پر جبر ہوگا
احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی مین ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر
انکے حصہ کے اسکو فی الحال ادا کرین اور مولی مکاتبہ بدل کا انکی ماں سے کرے نہ انسے اور اگر مولی انکو آزاد کرے تو انکی ماں پر سے انکا حصہ ساقط ہوگا
اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا انکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر انکی ماں کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اسکے ساتھ انکی
اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی البحر والدرر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبده فادی الکتابة عتق نصفه و
فی بقية قيمته وقالا العبد كله مكاتب علی ذلك المال وبه ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اُسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف
غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اسی قدر مال کے
اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

## باب کتابة العبد المشترک

یہ باب ہے عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشريكين اذن احدهما لصاحبه ان يكاتب حظه بالف ويقبض بدل الكتابة فكاتب الشريك
المأذون له نفذ فی حظه فقط عند الامام لتجزی الكتابة عنده وليس لشريكه فسخه لاذنه غلام ہے دو شریکون کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک
کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اُسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط
اُسی کے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم رح کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے امام کے نزدیک مانند اعتاق کے اور اس کے شریک کو
فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اُسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہے کہ اسکے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور درصورت عدم اذن اسکو فسخ
مین اختیار ہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اسکا حق منقطع ہوجاوے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام
کو اسکا اذن ہے کہ مال کتابت کو حوالہ کرکے شریک کو دے تو اُسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادائے بدل وہ مکاتب کو منع
کرے تو بھی صحیح ہوگا اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصاً واذا قبض بعضه بعض الالف فعجز فالمقبوض كله للقابض لاذنه له
بالقبض فيكون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادائے بدل سے عاجز ہو گیا تو بالکل مال
مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اُسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم

تفویض کریگا تو فالبعض کا حصہ آزاد ہوجاویگا ہم کہتے ہیں اور در کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ جسقدر کو ترکہ بعض ہے کذا فی البحر عن الکافی امۃ بین
شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ ثم وطیہا الشریک الآخر فولدت فادعاہ والواطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ
ظاہرا فان عجزت ایک لونڈی شریک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اسکو مکاتبہ کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے
اسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی تو دوسرے قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی
کا دعوی کیا تو اسکا دعوی صحیح ہی اسواسطے کہ ظاہراً اسکی ملکیت ثابت قائم ہی برخلاف مذہب صاحبین اسلئے کہ انکے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد
ہوگئی بسبب تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہوگا اور اسپر تمام مہر لازم ہوگا لیکن
شبہ ملک کے سبب سے اسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذ فہی فی الحقیقۃ ام ولد للاول اذ زال المانع من
الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادائے بدل کتابت سے بعد اسکے یعنی دونوں کی وطی اور دونوں دعوت کے بعد تو یون ٹھہرایا جاویگا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی
اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی اسسبب سے کہ دور ہوجائے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک
اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہوا اور زائل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت
زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر فہذا وطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے اسپر یہ جواب ہی
اس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت ہی اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہی کہ مکاتبہ شریک اول کی
فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہی یہی وجہ ہی اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا اور شریک
اول اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور مراد قیمت مکاتبہ کی ہی اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی قیمت سے نصف ہوتی ہی کذا
فی البحر عن الفتح وضمن شریکہ عقرہا کاملا لوطیہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے حقیقت میں غیر کی
ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وہو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا اور وہ ولد اسکا بیٹا ہی اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ
مغرور کے ہوگیا اسواسطے کہ اسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اسکی ملک اسمین نہیں رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب
ہوتا ہی اس سے اور آزاد ہوتا ہی قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت تردہ للمولی اور دونوں
شریکوں میں سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہی یعنی قبل از عجز دینا صحیح ہی بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادائے بدل کتابت
سے تو عقر مولی کو پھیرے وان دبر الثانی ولم یطاہا الاول فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اس سے
وطی نہ کی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہی یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اسکا دعوی کیا
سو مکاتبہ عاجز ہوگئی ادائے بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہی شریک اول کی تو اسمین ملک باقی نہ رہی اور
حالانکہ ملک شرط ہی صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد للاول وہی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اسکی
نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اسی کی ام ولد ہی وان کاتباہا فحررہا احدہما موسرا فعجزت ضمن المعتق
لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اسکو آزاد کردیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد
کرنیوالا اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع الضامن بہ علیہا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع ہو علیہ لا عتقہا
اور تاوان دینے والا شریک اسکو مکاتبہ سے پھیر لے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنیوالے

شریک سے تو اسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح مسئلہ مدبرۃ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدہما ثم حررہ الآخر فلہما
او تکلفا عتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولی دو مردون کا ایک غلام ہی ایک نے اسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے
اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہی یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد
کرے یا دونون صورتون مین غلام سعی کرا دے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہوا اپنے شریک سے تاوان لے

## باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

یہ باب ہی مکاتب کی موت اور اسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہم لم یعجزہ
الحاکم الی ثلاثۃ ایام لا نہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب جو کہ عاجز ہوگیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اسکو ملیگا
چنانچہ اسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اسکو عاجز نہ ٹھہرا دے تین دن تک اسواسطے
کہ یہ مدت ہی کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہی ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہی اور مرتد کی مہلت ونیز مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینیکی
مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہرا دے وفسخہا بطلب مولاہ
او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کر دیے اسکے مولی کی خواہش سے یا اسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز
کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت
فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہی بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولی پر صورت فساد کتابت فسخ واجب ہی گناہ مٹانے کے واسطے وللمکاتب
الکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح کتابت جائزہ مین اور فاسدہ مین بھی اگرچہ
راضی نہو وعاد رقیقا اور اسکی غلامی پھر آوے گی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا ورقبۃ وما فی
یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اسکے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہی اگرچہ خیرات ہوا ور مولی غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات ولہ مال لم
بالبدل لم تنفسخ وتودی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مر جائے اور اسکا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہوگی اور بدل
کتابت اسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقاے کتابت اور ادا بدل کتابت سے فائدہ یہ ہی کہ ہنگام کتابت کے فرزند اسکے آزاد ہون اور اگر مال ادا
کتابت سے بچے تو وہ اسکے وارث ہون ویحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اسکی آزادی کا اسکے اجزاے حیات مین سے اخیر جزء مین ہم یہ مذہب ہی
کا اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اسکی کتابت
کے زمانے مین پیدا ہوئی نہ انکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول وفروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خریدا کیا وہ آزاد
ہونگے لا انکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اسکی کتابت مین
کذا فی الحلبی والباقی من مالہ میراث لورثتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے ادا بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اسکے وارثون کی میراث ہی ہم یعنی
قرابت والے جو مکاتب کے تو وہ اسکے مال کے وارث ہونگے اور انمین سے کوئی نہو تو مال باقی مولی کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم
فلا وترک ولدا ولد فی کتابتہ ولا وفاء بقیت کتابتہ ویسعی الابن فی کتابتہ ابیہ علی نجومہ اسقاطہ اور اگر مکاتب مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور اگر
اسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور ادائے کتابت کیواسطے کچھ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت مین
کوشش کرے بموجب اسکے اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ وعتقہ تبعا پھر جب اسکا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اسکے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا
اور والی حالہ رقیقا وسویا بیٹھا اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اُسنے اپنی کتابت کی حالت مین مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو
فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھر جاوے یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ
اُسکا باپ اور صاحبین نے دونون بیٹون کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت مین پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونون حکم مین برابر ہین یعنی بموجب اقساط کے
بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہونگے واما الابوان فیردان للرق کما ات وقالا الا ان ادیا حالا عتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے مان باپ کا تو یہ حال ہے کہ بعد
موت مکاتب کے مولی کی طرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون فی الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے ورنہ نہین تو آزاد نہونگے
ہم شرح مجمع اور شرح ملتقی مین مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہین ادا بدل کتابت مین بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا
چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہان سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ اور ہمارا
عن ابن حجر کا مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مر گیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادا سے بدل کتابت کے واسطے کافی ہو تو اُسکا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اسواسطے
کہ مکاتب آزاد ہو کر مر گیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے یعنی جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات مین مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اُسکے ساتھ
اُسی وقت اُسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونون آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی وکذا ان ترک ولدا ان کان ہو ای المکاتب
وابنہ الکبیر مکاتبین کتابۃ واحدۃ لصیرورتہما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور اسیطرح مکاتب کا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اُسکا
بالغ بیٹا مکاتب ہون ایک کتابت سے بسبب ہو جانے دونون کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا صحیح مگر ہے کے
مخالف ہے حیث قال لو کوتب ہو وابنہ صغیرا او کبیرا کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یون جواب ہو سکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ
بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت مین فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ ای معتقۃ وترک دینا یفی بہ فجنی الولد فقضی بہ بای بکل
عاقلۃ امہ ضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد لکن ذلک القضاء تعجیز الابیہ لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب کے
لوگون پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اُسکی مان کی برادری پر دیت کا حکم کیا
اس ضرورت سے کہ اُسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا عدم ادا سے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اُسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافاۃ یعنی
حکم مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ام حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے واسطے کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے خطا
مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہین یعنی مان کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو

رجوع نہین کر سکتی اسواسطے کہ جب اُنھون نے دیت دی تھی تو اُنکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے مولی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے
بعد ثابت ہوگا قید بالدین لان فی العین لایتاتی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا
متروکہ عین ہوگا تو مان کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوتا بسبب ممکن ہونے ادا سے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امہ
وبعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بالعجز قضاء بالعجز لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اُسکی مان کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اُنکی خصومت
کرنیکے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اُسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہم یعنی جبکہ بیٹا کہ جسکا مکاتب
کی موت کے بعد جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور مان کی قوم کے درمیان اُسکی میراث مین سو قاضی نے مان کی قوم کیواسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ فسخ
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی تھا اور عدم بقاء کتابت میں اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت ہونے کی بدون اسکے اگر کتابت باقی

ہوکر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی رہیگی تو میراث ماں کی قوم کیواسطے ہوگی اور
صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مرجاوے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مرا یا شہ آزاد ہوکر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب
ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور فصل مجتہد فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق
نافذ ہوجاتا ہے تو یہ قضا بتعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی نقلاً عن ابی السعود وان لم یکن مصرفاً للصدقۃ فادی الیہ من الصدقات فعجز فتبدل
الملک ای فحلہ حدیث بریرۃ ہی لک صدقۃ ولنا ہدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے
مولی کو حلال ہے اگرچہ وہ خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی یہ حدیث ہے کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے
ہدیہ ہے یعنی تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہے تو گویا وہ چیز ہوگئی اور اسکی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کیواسطے
صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اسوقت فرمایا جبکہ بریرۃ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اسوقت میں مکاتبہ تھیں کذا فی الزیلعی قاری ہدایہ نے کہا
کذا فی الطحطاوی کما فی وارث فقیر مات عن صدقۃ اخذہا وارثہ الغنی جیسا کہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مرگیا صدقہ چھوڑ کر اور
صدقہ کو اسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اسکے بعد اسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے
تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن السبیل اخذہا ثم وصل الی مالہ وہی فی یدہ ای الزکوۃ اور جیسا کہ اس مسافر میں جسنے زکوۃ کا مال لیا
پھر مسافر پہنچگیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اسکے قبضہ میں ہے تو وہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ جب اسنے لیا تھا وہ محتاج تھا کالفقیر استغنی وہی فی یدہ فانہا
تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اسکے پاس ہے تو زکوۃ اسکو حلال ہے ہم اسواسطے کہ غنی پر ابتداءً اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اسمیں
ذلت ہے تو اسکو لینا جائز نہیں بلاضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر جب اسنے محتاجی کی حالت میں لیا تو بعد اسکے نہیں مگر استدامت تو حلال ہوگا
کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت ہے اور پچھلے دو مسئلوں میں تبدل حال علت ہے بخلاف فقیر اباح لغنی او ہاشمی عین
زکوۃ اخذہا لا یحل لان الملک لم یتبدل بخلاف اس محتاج کے جسنے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں
اسواسطے کہ ملک متبدل نہیں ہوگئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہیں ہوجاتی تو مباح لہ اسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی
عبد وکاتبہ سیدہ جاہلا بجنایتہ او جنی مکاتب فلم یقض بہ حتی عجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا
اور اسکے مالک نے اسکو مکاتب کیا نادانستہ اسکی جنایت سے یا مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا کہ پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا
تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب
مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اسپر
حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو بیچا جاویگا اسمیں اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اسکی قیمت کی طرف منتقل ہوگیا قضا کے
سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الشلبی عن النہایۃ قیدہ بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب
کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہیں اسکے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اسپر جو کمتر ہے قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کمتر ہوگی دیت
سے تو قیمت کا دینا اسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ وان بعدہ فقیم اور اگر قبل از
قضائے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اسپر لازم
ہونگی ہم یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضائے قاضی تو ایک ہی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایک بار

جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت میں اگر وہ کمتر ہو دیت سے پھر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی
تو اسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علیٰ ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطاء لم تلزمہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی
جنایت خطا کا اقرار کیا تو اسپر قیمت لازم ہوگی اسکے کسب میں بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر
قاضی کا حکم اسپر نہ ہوا ہو یہاں تک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدر عن القاعدیۃ ہم یعنی درحق مولیٰ جنایت باطل ہے اور اسکا
مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر
وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولی مرگیا تو کتابت فسخ نہیں ہوجاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور جیسا کہ دین کی مدت
باطل نہیں ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولی کی موت کے
بعد اسکے وارثوں کو اسکی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اسکو مال دیا جاے اور اگر صغیر ہو تو اسکے وصی کو دیا جاے
کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بخلاف موت مطلوب کے بسبب بگڑ جانے اسکے ذمہ کے ہم یعنی اگر مدیون مرجاے تو مدت باطل ہوگی
اسواسطے کہ اسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ عین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ لا یصح تاجیلہ الا من الثلث
پہنچنے اذ کان اعتبار سابقہ کے بموجب اسوقت ہے جبکہ مولی نے اسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اسنے بیماری میں مکاتب کیا ہو تو اسکا مدت
ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ
ای کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق مجانا استحسانا وجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثوں نے یعنی تمام وارثوں نے مکاتب کو آزاد کردیا ایک ہی مجلس میں تو وہ مفت آزاد
ہوجائیگا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابرا قرار دیا جاویگا بطریق اقتضا کے ہم قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہ ہو وارثوں کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہیں ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہیں ہوتا
وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتاق ابرا قرار دیا جاویگا بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثوں کا حق ہے اور میراث اسمیں جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت کا معاف
کردینا ہوگیا بطریق اقتضا کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہوگیا انکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہوگیا کذا فی الطحطاوی فان حررہ بعضہم فی مجلس
والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا
تو اسکا عتق نافذ نہ ہوگا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اسکا مالک نہیں فلو عجز بعد موت المولی اعاد رقا اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادا بدل کتابت سے بعد موت
مولی کے تو اسکی غلامی پھر آویگی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہوجائیگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا یحل لہ ان یطأہا حتی
تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اسکو اسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اسکا مالک ہوا تو اسکو اسکا وطی کرنا حلال نہیں ہے یہاں تک
کہ وہ لونڈی سوائے اسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا جیسا کہ ثابت ہوچکا ہے اپنے مقام میں ہم یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو
دو طلاق دے پھر اسکو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تاوقتیکہ اسکے سوائے اور شوہر سے نکاح کرے اور مکاتب کے مانند ہیں مدبر اور ام ولد کا بیٹا اور غلام
ساعی ہم اسواسطے کہ عدد طلقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوجاتی ہے خواہ اسکا شوہر غلام ہو
خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کما مر عبدا کاتبا عبدا واحدا بعقد واحد فعجز المکاتب لا
یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبی دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونوں نے غلام کو مکاتب
بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونوں مالک نہ ہوں اسواسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں بخلاف وارثوں کے

اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراویگا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبی فیہ کاتب عبدیہ بکتابۃ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق اوالقاضی

والعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود فیما الآخر ثم عجز فلیس فلانہ ردو فی الرق اور یعنی ہین یہ کہ ایک مالک نے اپنے دو غلامون کو مکاتب

کیا ایکبار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولی نے اسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہین

تو یہ غلام کرلینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہو نیکے بعد پھر عبدیت کی طرف پھر گیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ

بھی عاجز ہوگیا ادا سے بدل کتابت کے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی مین جائز نہین ہم عالمگیریہ مین یہ واسطے یون منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب

آیا اور مولی نے اس سے ایک قسط یا دو قسط مین سعی کروائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اسکو غلامی کی طرف پھیرین تو جائز نہین کذا فی

الطحاوی فروع مسائل لحقہ شارح کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار

مین تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیون کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ

فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیہ اور محبوس نہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ما سوی

دین کتابت میں دو قول ہین حبس اور عدم حبس مین کذا فی السراجیہ یعنی سوائے دین کتابت جیسا کہ وہ دین کہ تھا یا وہ دین جو اسنے اپنے مولی سے لیا تھا

قبل از کتابت بسبکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اسپر تھن معین تھا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ شعر وفی ذمۃ من الحق یحبس سید اذا ما کاتبہ واحمد

فیہا التخییر مین کہتا ہون اور وہبانیہ کی کتاب العتاق مین یہ ہے اور غیر میں حق مین مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت مین

مختار ہے ہم اس بیت مین تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولی مسلط ہوا مکاتب کے اس مال پر جو بدل کتابت کی جنس سے ہے نہ مثلاً بدل کتابت درا ہم

اور مولی نے مکاتب کا گھوڑا یا کھان چھین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولی کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہ ہے لیکن یہ وہم ہے کہ اگر جنس

بدل کتابت سے مال ہو اور مولی اسکو لیکر بدل کتابت مین مجرا کرلے تو مکاتب سوالا ابطین کر سکتا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت مین

غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولی راضی نہو کذا فی شرح الوہبانیۃ شعر ولاء لاولاد زوجین حررا لمولی ابیہم ان الامام معتبر اولاد زوجین معتقین کی ولا

انکے باپ کے مولی کی ہے ماں کے موالی کو انمین دخل نہین ہم ہرچند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونون کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے ولا

مین نسب کے مانند لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے شعر توفی وما ادی فما المیت من اول بیع واخر یسعی وتحضر مکاتب مرگیا اور

بدل ادا نہین کیا تو مکاتب کی اس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا بیچڈال بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل تمام

کرے قسط بندی کے موافق ای فی ان لم یکن معہا ولد بیعت وان کان تسعیت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب

ساتھ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاسے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاسے مکاتب کی قسطون پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے

مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

## کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولا کے احکام مین ہم کتاب الولا کو مصنف نے کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنح ہوا

النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وہو القرب ولا لغت عرب مین یعنی نصرت اور محبت کے ہے مشتق ہے ولی بالفتح واو وسکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب

نزدیکی سے ہم اور قرب واسطے اصطلاح مین حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنی ارث قرب کے اور حاصل ہو جاتی ہے بالفصل ہیاکہ اسکی تعبیر پائی جاسے وشرعا عبارۃ

عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع مین ولا عبارت ہے باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء

كذا في الزيلعي ہم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے وہ لہذا معتق کی طرف سے اسکا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولا شرعی عبارت اُس قرابت سے رکھی ہے جو
قرابت نسبی کے بعد ہے یعنی قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اسکے نکاح کرنے اور اسپر نماز پڑھنے کی ولایت اُسکو حاصل ہوتی ہے انتہی اور یہ تعریف
بہتر ہے مصنف کی تعریف سے ہو اسواسطے کہ تناصر ولا کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آئندہ یہ قول بل قرابة حكمية راجع ہے كذا في الطحطاوي ومن آثاره الارث
والعقل وولاية الانكاح وبهذا علم ان الولاء ليس نفس الميراث بل قرابة حكمية تصلح سببا للارث اور ولا کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت
مولی کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ ولا نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولا قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہم یہ
تعریض ہے صدر الشریعہ کی طرف کہ انھوں نے ولا کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم غیر زائد وجود نہیں وسببه العتق
على ملكه لا الاعتاق لان بالاستيلاد وارث القريب يحصل العتق بلا اعتاق اور ولا کا سبب آزاد ہو جانا ہے مولی کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولا کا اسلیے کہ
استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت والے کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہوجاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہو جاتی ہے مولی کے
کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت والا بجبر میراث کے آزاد ہو جاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولا عتق على ملك المولى ہے نہ اعتاق
فقط واما حديث الولاء لمن اعتق فجرى على الغالب وہ حدیث کہ ولا اسکے واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری ہے غالب حال پر ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی
اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہو تو میراث بذریعہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے کو مخصوص نہ ہوتی شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہے من
عتق اى حصل له العتق باعتاق ولو بغيره وصية او لفرع له كالتدبير والاستيلاد او بملك قريب فولاءه لسيده جو شخص کہ آزاد ہو یعنی اسکو آزادی حاصل
ہوئی مالک کے آزاد کرنے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے جیسا کہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد
سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت وار کے مالک ہونے سے تو اُس آزاد ہو جانے والے کی ولا اسکے مالک کے واسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت
یہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اسکو آزاد کر دیا تو اسکی ولا موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا
فعل موصی کی طرف منتقل ہے كذا في الطحطاوي یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت
کے بعد آزاد ہوتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ صورت اسکی یہ ہے کہ مولی مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا تو اسکے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہوکر
آیا سو اسکے ام ولد اور مدبر مرگئی تو اب دونوں کی ولا مولی کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت
ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولا مولی کیواسطے ہو چکا ہے اسواسطے کہ ولا کا حق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اُسی سے تو صادر ہوا ہے پھر وہ ولا مولی کی
طرف سے اسکے عصبہ کو پہونچی ہے كذا في الدرر ولو امرأة او ذميا او ميتا حتى تنفذ وصاياه وتقضى ديونه منه ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو
مالک میت کی وصیتیں نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے ہم حق ولا مولی کا ہے اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ
افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذور اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو كذا في شرح الحموي ولو شرط عدمه لمخالفته للشرع فيبطل ولا حق مولی کا ہے اگرچہ
عدم ولا مولی مشروط ہوگیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امة زوجها قن اتيه
فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لا ينتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالى الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اسکا شوہر
غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کم مدت میں جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اسکا ولا منتقل نہ ہوگا
اسکی ماں کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کم مدت میں جنی تو بالیقین
معلوم ہوگیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اسکا حمل بھی آزاد ہوگیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تھا اور اعتاق واقع ہوا اسکے

تمام اجزا پر توجہ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اُسکا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہوگا وکذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر و
الآخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توأمین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی
ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہوا اسواسطے کہ دونون
لڑکے توام بالضرورۃ ہین جب پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونون توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونون کا علوق ساتھ
ہی ثابت ہوا تو دونون کو اعتاق شامل ہوگیا بالضرورۃ تو ولا عتق سے منتقل نہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاؤہ لمولی
الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت مین جنی تو اُسکی ولا بھی موالی ام کیواسطے
ہوا اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہے اُسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الاب قبل موت الولد لا بعدہ جر ولاءہ
الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہوگیا قبل از موت ولد نہ بعد موت کے اپنے ولد کی میراث اپنے مالکون کی طرف کھینچ لاویگا
بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت مین لڑکا پیدا ہو تو ماں کے مالکو کا اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے
ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ مین جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اُسکی غلامی کے نسبت نہوسکتی تھی پھر جب اُسکا باپ
آزاد ہوگیا تو اُسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کے مانند ہے اور نسب
باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی
مستحق ولا ہو چکے تھے اُسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً قیدنا اذا لم تکن معتدۃ بما فی تقییدہ ولادت کی نصف سال سے پہلے
ابتدا اعتاق اُسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت مین نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لا ینتقل الولاء الی الاب سو اگر
لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت مین آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت مین فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے
مالکون کی طرف نہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ اولم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لا یکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ والعربی فولدت منہ
فولاء ولدہا لمولاہا اُس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اُسکا ولی یا مولی نہو نکاح کیا اُسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو معتقہ
اُس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اُسکے مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب مین نہین ہوتی اُنکے انساب کے قوی ہونے سے
ہم عجمی کے مولاے موالات ہونے کی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا اُسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے ایک مرد سے
عقد موالات منعقد کی قولہ والعربی صوابہ ولو عجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولی کے واسطے
ثابت ہوئی تو عربی مولی کے واسطے بطریق اولی ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفاءۃ لا فی العجم وولاء الموالاۃ مولاے معتقہ کے
واسطے اسواسطے میراث ولا کی ثابت ہوئی کہ ولاے عتاقہ قوی چیز ہے یہان تک کہ اُسمین کفاءت یعنی ہمسری معتبر ہے نہ عجم اور ولاے موالات مین ہم یعنے
لوگ تفاخر کرتے ہین عتاقہ سے اور اُسکو کفاءت مین اعتبار کرتے ہین تو فصیح کا معتق کفو نہین ہے شریف کے معتقہ کا اور عجم کے حق مین نسب ضعیف ہے
اسواسطے کہ عجمیون نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے وانما الکفاءۃ فیہم معتبر نہین نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد
اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہین معتبر ہین حق نسب اور نہو باوجود نہین
اسواسطے کہ عرب مین باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد اور آزاد کرنے والا
مولی مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہون اور ترکہ باقی رہے اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر انکو دیا جاتا ہے

اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اسکو لیگا و مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہے
ذوی الارحام پر یعنی ناناں نانہالی و غیر رشتہ داروں پر ومؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا مؤخر ہے عتیق کے عصبات نسبی سے کیونکہ
کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبہ سببی پر فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی الذکور تحقیقہ
فی بابہ سو اگر مولی مرے پھر اسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اسکے مولی کی عصبات ذکور میں سے اس عصبہ کو ملیگی جو
مولی سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے اسکے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی لانہ لیس للنساء
من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتوں کے واسطے ولاء عتق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتیں خود آزاد
کریں تو انکی ولاء پاوینگی چنانچہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے جو درر وغیرہا میں مذکور ہے ہم لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او
کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ وسیجیئ الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی
وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اسکی اصل صحیح نہیں اور اسکا جواب کتاب الفرائض میں آویگا ہم جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کرام کے کلام
سے موکد ہے تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث نہ دیتے تھے مگر انکو جنکو انہوں نے مکاتب کیا
یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شئ لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پھر مصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مر گیا اور اسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے آزاد کرنے والے کی بیٹی کے تو اسکے واسطے غلام آزاد
کی کچھ میراث نہیں اسلئے کہ وہ حق مردوں کا ہے اور اسکا مال بیت المال میں رکھا جائیگا ہذا ظاہر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا
لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن او البنت رضاعا کذا فی الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہ قول
عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کر کے کہا کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی
بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسیطرح جو مال کہ فاضل
باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اسکو پھیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جاوے کذا
فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا واذا ملک الذمی عبدا او مسلما و اعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب
فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ وبہذا اتضح فساد القول بان الولاء ہو المیراث حق الایضاح اور جبکہ کافر ذمی غلام کا مالک
ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اسکو آزاد کرے تو اس غلام آزاد کی ولاء ذمی کے واسطے ہے اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل
ذمہ ولاء کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہوا اور وہ اسکو آزاد کرے تو ذمی
اسکی میراث نپاویگا اور نہ اسکی طرف سے دیت دیگا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولاء حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح سے
واضح ہو گیا کہ ولاء تو وہی میراث ہے ہم یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اسکی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ ولاء اور میراث متحد حقیقۃ
نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولاء کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہ ہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی
اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جاوے اور عتیق مسلم اسکے بعد مرے تو اسکو میراث اسکی ملیگی کذا فی الطحاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب
عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں
حربی غلام آزاد کیا تو مجرد اعتاق بلکہ تخلیہ کے وہ آزاد نہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کر دے پھر جب اسکو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبضہ و

تصرف میں رکھے تو وہ اسوقت میں آزاد ہو جاویگا اور اسکی ولا اسکو نہ ملیگی تو اگر حربی اور اسکا عتیق دونوں مسلمان ہوکر دار الاسلام میں آوینگے تو حربی
اسکا وارث نہوگا برخلاف مذہب ابو یوسف کے انکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی کے
غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسی کی ولا اسپر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکر سکے ولو دخل
مسلم فی دار الحرب فاشتری عبداً ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو اسنے وہان غلام خریدا کیا پھر اسکو زبانی
بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہو جاویگا امام ہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں
آزاد کرے تو اسکو اسکی ولا حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے ولا
اور شرنبلالی میں نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولا اور میراث متحد نہیں والله اعلم ولو کان العبد مسلما فاعتقہ مسلم او
حربی فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای للمعتق اور اگر غلام مسلمان ہو سو اسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام میں آزاد کرے تو اسکی ولا اسکو ملیگی یعنی اسکے
آزاد کرنیوالے کو فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولا میت وبرہن کل انہ اعتقہ لیقضیہ بالولاء والارث لہ اور شخصون نے میت کی ولا کا دعوی کیا
اور ہر شخص اسکے گواہ لایا کہ اسی نے اسکو آزاد کیا ہے تو دونوں مدعیون کے واسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی المستحق الولاء والا
ستغفرنہ وصایاہ ونقضیہ منہ دیونہ مولی آزاد کرنے والا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتین نافذ ہونگی اور اس کے
دیون اس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفارۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ لمعتق الا بر کفو لمعتق العطار ولو کان
الدباغ ہمسری زوجین لا عتاقت میں معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہم تو اگر سوداگر
کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اسکے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی الا م اذا کانت حرۃ الاصل
بمعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو یا یعنی کہ جسکی اصل میں لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اسکے فرزند پر ولا نہیں ہے اگرچہ اسکا
باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا مان کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ہم حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنون میں مستعمل ہے ایک
یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کے وقت سے یا اس شخص
سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں رقیت ہو اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل میں اصلا رقیت نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیا لا ولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ
اسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اسکے ولد پر ولا نہیں مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولا ہے نہ مان کی قوم کے واسطے ولو عجمیا لا ولاء علیہ لقوم الام
ویرث معتق الام وعصبتہ خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اسپر ولا نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنے والا اور اسکا عصبہ
برخلاف مذہب ابو یوسف ہم ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا میں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے
اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہیں عجمی باپ کی طرف سے اسواسطے کہ
عرب سوا عجم میں تناصر قبائل سے نہیں ہے ودر میں ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہوں یعنی مذکور تو ولد پر ولا نہیں اور اگر دونوں معتق ہوں یا انکی اصل میں معتق
ہو تو ولا باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حر اصلی یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہیں اور اگر باپ غیر عربی ہو تو
قوم مادر کے واسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

## فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام میں موالاۃ لغت میں بمعنی متابعت ہے اور شرع میں چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح میں تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے

فصل فی ولاء الموالاۃ

اگر مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہین یا ورنہ کوئی مددگار سو مجکو تو اپنی طرف ملالے اور اپنی قوم کی طرف تا مین تیری جماعت مین گنا
جاؤن تو تو میری مدد کیجیو اور میری دیت تو دیجیو اور اگر مین مرجاؤن تو تو میرے مال کا وارث ہو تو دونون شخصون مین عقد موالاۃ
منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہین ہے جمیع احوال مین بخلاف
ولاے موالاۃ کہ وہ نقل ہو سکتی ہے قبل ازادا دیت اور ولاے عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاے موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک
اسکا کچھ اعتبار نہین ہے الدلائل فی المطولات کذافی البرجندی اسلم رجل مکلف علی ید آخر و والاہ او والی غیرہ ای غیر الذی اسلم علی یدیہ علی ان
یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد یعنی اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اسکے سوا اور شخص کا تابع
ہوا اس شرط پر کہ تابع متبوع اسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور متبوع اسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح
نے کہا شرط موالاۃ کی یہی ہونا ہے کہ مسلمان ہونا بنا بر بیان گذشتہ اور آگے کہ بیان ہوگا حکم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہین عاقل بالغ
ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر مین اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح
نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہین کذافی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور
دیت اسفل کی اعلی پر ہے اور میراث اسفل کی اعلی کے واسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونون جانب
سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلی میراث اسکی لے اور اگر اعلی مرے تو اسفل اسکی میراث لے ہم تو ارثہ من الجانبین اسیطرح اکثر کتابون مین بلا
خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیا سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی
اسواسطے کہ تابع متبوع نہین ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذافی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ
منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا
عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک
کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہریگا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہین ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے واخر ارثہ عن ارث ذی
الرحم لضعفہ اور مولاے موالاۃ کی ارث ناتہالی رشتہ دار سے موخر ہے اسکے ضعف کے سبب سے ہم اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو اسکے غیر پر وہ
لازم نہ ہوگی اور ناتہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اسکے ابطال کے مالک نہین ولہ النقل عنہ بمحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ وعن ولدہ فان
عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی سے اسکے سامنے اسکے غیر کی طرف جائز ہے اگر عاقد اعلی نے اسکی طرف
سے یا اسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے تو ولاے موالاۃ منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ دیت دینے
نے اسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت اسکے دینے سے ولا یوالی معتق احدا للزوم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب
لازم ہونے ولاے عتاقت کے امرأۃ والت ثم ولدت مجہول النسب یتبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا جنی کہ
باپ معلوم نہین (یعنی) جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور مین وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشاتہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر لہ اب اور
اسیطرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اسکے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا اسواسطے کہ عقد مین موالاۃ
کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق مین جسکا باپ معلوم نہین وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا مجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ اما نسبۃ غیرہ الیہ
فغیر مانع عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف

مجہولیت نسب بھی مانع نہیں کذافی القنایہ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین تحیر واسطے یہ منقول ہی کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذافی الطحطاوی
والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہی کہ مولاے اسفل عربی نہو والثالث ان لایکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع
احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہی کہ اُسکے واسطے ولاء عتاقت نہوا ورنہ ولاء موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور دیا تاکہ وہ شخص اُسکی
طرف سے دیت دے چکا ہو والرابع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہی کہ اُسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو ہم تو
اگر اسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہو شرح طحطاوی مین ہی کہ لقیط آزاد ہی اور جنایت اُسکی بیت المال پر ہی اور اسکی
میراث بھی بیت المال کیلئے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہی پھر جب وہ جوان ہو تو اسکو اختیار ہو جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اسکی طرف سے دیت ادی
گئی ہو بیت المال سے تو اسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہیں کذافی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہی کہ دیت
اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی الذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسط فی البدائع اور
اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہیں تو جائز ہی موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے
اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی بدائع مین ھم یعنی جسطرح وصیت صحیح ہی مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے یہی
ہی موالاۃ بھی صحیح ہی لیکن دونون مین فرق یہ ہی کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہی موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور مولاۃ کا مولی
وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذافی الحلبی وفی الوہبانیۃ شعر ویعتق عبد عن ابیہ ولاؤہ لہ والابوہ بالمشیۃ یوجرا اور وہبانیہ مین ہی اور غلام
آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہی اور اُسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہی یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ
المیت فالولاء لہ والاجر للاب انشاء اللہ تعالی من غیران ینتقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث
غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کیواسطے ہی اگر اللہ تعالی چاہے بلا نقصان ثواب فرزند ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو
ملیگا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا
مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہی خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مومن
یکون الاجر لہم من غیران ینتقص من اجر الابن مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایماندار کے واسطے کرنے سے والدین
اور مومنین کو ثواب ہوتا ہی بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہوجا کذافی المضمرات ھم علامہ عبد البر نے کہا کہ بنا سے مسئلہ اسپر ہی کہ زندون کے
اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہی اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور ایکی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین
دیری کی ہی جسکا نام کواکب نیرات ہی خلاصۃ تالیفات مذکورہ یہ ہی کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہی کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہی یعنی صدقات اور دعوات کا کذافی
الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

# کتاب الاکراہ

باب الاکراہ

یہ کتاب ہی اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ھم ہو لغۃ حمل الانسان علی شیء یکرہہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہی انسان کو برانگیختہ کرنے سے
اُس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اسکو برا لگتا ہی خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرعا فعل یوجد من المکرہ فیحدث
فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہین جو
طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اُس سے چاہے اُسکو ناچاری کرنا پڑے ھم فعل اول شامل ہی فعل حقیقی اور حکمی کو اور مام

ہو اسواسطے کہ شہرات توعمگین ہو جاتے ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ
ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ بالفتح
کا قبل از اکراہ اس فعل سے جسکے واسطے اسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا جیسا کہ اپنا
مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے جیسا کہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نکرتا جیسا کہ شراب خواری اور زناکاری ثم ان المال
کمبیع یعنی اکراہ غیر ملجی ہو اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی ہو فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید بسلطان لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر
والعین بزازیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید بسلطان کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہین مگر آلات تناسل اور
آنکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البزازیہ ہم پہلے سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہے اسکی کچھ حد معین نہین اور تصرفات مذکورہ تین کی اکراہ
غیر ملجی سے ہوتی ہین او ضرب بسلطان تو اکراہ ملجی مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین سلطان کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی او حبس
او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قیدہ او ضرب غیر شدید الا لذی جاہ و در ریا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید طویل سے بخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ
یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہین ہے مگر عزت دار کے حق مین البتہ اکراہ ہے کذا فی الدرر قید سے مراد بیڑیان پاؤن مین ڈالنا ہے نہ حبس جیسا کہ مشہور ہے
عوام مین حتی باع او شتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہان تک
کہ اسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کرڈالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے
مراد وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین جیسا کہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابراء مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما او
حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے
مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اسکے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ
زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ جیسا کہ بچہ اور پھل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا و تضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان
لازم ہوگا مشتری پر اسکی تعدی کرنے سے و یجیء انہ یستردہ وان تداولتہ الایدی اور آگے آویگا کہ بیع پھیر لیا جاوے گا اگرچہ دست بدست چند بار اسکی
بیع ہوگئی ہو او بمعنی لان الاکراہ الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ہذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء یا مکرہ بالفتح چاہے
تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے ہو اسواسطے کہ اکراہ ملجی رضامندی کو نیست اور نابود کر دیتے ہین اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط
ہے اور اسیطرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اسکا حق ہوگیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے مین ثم ان تلک العقود نافذۃ
عندنا جیسے دریافت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہین ہم حنفیوں کے نزدیک ہم مراد یہ ہے کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہین مگر قابل نفاذ مفید
ملک ہین مالک کے ثابت رکھنے سے نافذ سے لازم مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا مین مختار ہے اور قہستانی کا یہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہین منافی فساد
عقود نہین اور صاحب الایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہین یہ مطلب ہے کہ مفید ملک ہین امضا سے مالک کے اور اگر یون تاویل نہ کیجیے تو یہ
کیونکر ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہو جاوین اور ابھی مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہو جاتے ہین بیع فاسد کے مانند
اور فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے ہان یہ البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی الطحطاوی مختصرا
فتصرف و حینئذ فملکہ المشتری ان قبض فیصح اعتاقہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہم نے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اسپر قبضہ کرے
تو مشتری کو غلام مبیع کا آزاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف ہے جسکا نقض ممکن نہین ہم جیسا کہ تدبیر اور استیلاد

طلاق کذا فی الفتاوی و لزمہ قیمتہ وقت الاعتاق و لو مصرا زاہدی لاتلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اسکی جو اعتاق کے وقت ہو گی لازم ہو گی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین افادہ یعنی لزم لما مران عقود المکرہ نافذۃ عندنا و المعلق علی الرضی و الاجازۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جبر اکراہ ہو اگر ثمن اسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہو گی یعنی لازم ہو اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود ہمارے نزدیک نافذ ہیں اور اسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال نے ایضاح میں اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے ہم بعد قبض اور تسلیم بیع لزوم ہو گی یعنی فاسد منقلب بصحیح ہو کر لازم ہو جاوے گی اسطرح کہ اب اسکو فسخ کا اختیار باقی رہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے نہ کور کیا اسکی تاویل بھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں مگر اسکو اختیار ہے کہ فسخ کر ڈالے لینے کا عدم رضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر الفاظ سے مراد افادہ ملک ہے نہ یہ کہ عقود صحیح ہیں اسواسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اسکے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کر دینا پلٹ کر بیع کو صحیح کر دیتا ہے اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک صریح ہے کہ منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہے اور منار اور اسکی شرح میں مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے بوجہ عدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت و الضابطۃ ان ما لا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلا یبطلہ میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عقد صحیح نہیں ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اسکا باطل کر دینا جائز ہے و ما یصح لا یبطلہ یعنی الحاصل کما سیجی اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک حامل یعنی اکراہ کرنیوالے سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہو گی و ردہ و لم یضمن ان ہلک الثمن لانہ امانۃ ورد ان بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اسکے پاس باقی ہے کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہے کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اسنے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہ ہو گا لکنہ یخالف البیع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں تجوز بالاجازۃ القولیۃ و الفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے بر خلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہیں ہوتی و الثانی انہ ینقض تصرف المشتری منہ و ان تداولتہ الایدی اور دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اسکی بیع ہو گئی ہو بر خلاف اور بیوع فاسدہ کے ہو اسواسطے کہ ان بیوع فاسدہ میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ میں حق العبد کی جہت سے فساد ہے اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد حاجتمند ہے اور حق تعالیٰ غنی کذا فی الطحطاوی و الثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ انمیں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے و الرابع الثمن و المثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری فلا ضمان بلا تعد بخلافہما فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہے مکرہ بالفتح کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہیں بر خلاف ان دونوں ثمن اور مثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتے کذا فی البزازیہ ہم ثمن اور مبیع اسوقت امانت ہے جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ و ان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ ہے اگرچہ اسنے قتل یا حبس کی دعید اور تہدید نہ کی ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سور کا گوشت کھا

اور نہیں تو میں تجھکو قتل کرونگا تو اسکو کھانا جائز ہے بلکہ فرض ہے جبکہ اسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤنگا تو مقتول ہونگا پھر اگر اسنے نہ کھایا
اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ میں اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اسپر خدا کے یہاں ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت
کی اباحت سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہے کہ ماخوذ نہوگا اور اگر اسپر یہ ہوگا کہ عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اسکو ظن غالب ہوا
کہ بادشاہ اسکو نہ کھانے سے قتل نہ کریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کیا ہے تو اسکو کھانا درست نہیں اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ
اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجھکو قتل کرونگا تو اسکو اپنا قتل
کرنا جائز نہیں انتہی مختصرا اور طاقی اور اسکی شرح میں ہے اور اکراہ تہدید قتل ہوا اسپر کہ پہاڑ پر سے گرے یا آگ میں گرے یا دریا میں یا اور ہلاکت خیز
تو اسکو اختیار ہے امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ صبر لازم ہے کذا فی الطحطاوی اور بحنسا دا مر غیر لا الا ان
یعلم (للما مور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی وبہ یفتی اور بادشاہ
کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہیں ہے بلکہ مامور دلالت حال سے سمجھتا ہو کہ اگر اسکا کہنا نہ کریگا تو وہ اسکو قتل کریگا یا اسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اسکو
اسطرح ماریگا جس سے اسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہے وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق
منہ الاکراہ اور بزازیہ میں ہے کہ شوہر بادشاہ ہے اپنی زوجہ کا تو اس سے اکراہ ثابت ہے ہم تہدید بضرب اسی صورت میں اکراہ ہے جبکہ وہ قادر ہو اسکے کرنے
پر اور یہ دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے امام سے کذا فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام
باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اسنے انکار کیا یہاں تک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ ہم
اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس یہ ہے اسپر کچھ نہیں اور استحسان میں قاتل پر کفارہ ہے نہ اسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونوں محرم ہوں تو دونوں پر کفارہ
ہے کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری
پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ میں تو مشتری اسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے اسلیے کہ مشتری نے مبیع کو عقد فاسد سے قبض کیا ہے تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہے اگرچہ بائع ثمن اسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہے کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیر لے
اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا اور مبیع اسکے پاس تلف ہوجاے بدون تعدی کے تو تاوان اسپر نہیں کیونکہ وہ اس صورت میں اسکے پاس امانت
ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی بائع کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے
تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ پھر اگر بائع نے تاوان لیا اکراہ کرنے والے سے تو وہ مشتری
سے قیمت اسکی پھیر لے یعنی تاوان اسلیے کہ وہ ادا سے ضمان سے اسکا مالک ہوگیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ
لو ضمن المشتری الثانی مثلا لصیرورتہ ملکہ بعد لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہوجائے گی
ہر خریداری کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خرید کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان
دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اسکے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلی کی ہم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن میں بیان کردیا
پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوجاے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے
دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلا اور مالک مشتری ثانی یا
ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریاں جائز ہوجاویںگی

الطحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی میں مفروض ہے اور پہلا مسئلہ مشتری دوانین
مفروض ہے فیرجع المشتری الثانی بالثمن علی بائعہ تو بائع ثانی واپس دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے بخلاف ما اذا اجاز المالک
احد البیاعات فانہ یجیز الجمیع ویاخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ بخلاف سابق یہ صورت ہے جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ میں
سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تھی مالک کی سو اسکی اجازت سے مانع دفع ہوگیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم
او لحم خنزیر او شرب خمر باکراہ غیر ملجئ کالحبس او ضرب او قید لم یحل الا لضرورۃ فی اکراہ غیر ملجئ پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کا
گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بواسطہ اکراہ ملجی کے جیسا قید یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہیں
اکراہ غیر ملجی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت حلال ہو جاتے ہیں چنانچہ مخمصہ میں بوجہ جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہ ہوا تو ضرورت ثابت
نہ ہوئی کذا فی الفتح انہم الا بمجرد الشرب لاشتہار بان یہ البتہ ہے کہ اگر اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیے تو اسپر حد ماری جاویگی شبہ اباحت کے سبب سے وان اکرہ
بملجئ بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید مثلاً کے کذا
صح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہوگی
مسائل اکراہ کی تین قسم ہیں ایک قسم یہ جسمیں اقدام عزیمت ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اسکا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کریگا یہانتک کہ قتل ہوگا
تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم میں عزیمت امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر اور دشنام
نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر اور استخفاف دین کا سبب ہے تیسری قسم میں امتناع عزیمت ہے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ
قتل نفس معصوم محترم ہے یا اسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد بہ مغایظۃ الکفار فلا باس پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں
صبر کیا یہانتک کہ وہ قتل ہوگیا تو گنہگار رہیگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور جلانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہم وجہ بیان ہو چکی
کہ تناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو نہ کھانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل
کالجہل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسیطرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے جانتا نہ ہو تو گنہگار نہ ہوگا بسبب مخفی ہونے
اباحت کے تو معذور ہوگا ناواقفی سے جیسے احکام شرعیہ کی ناواقفی ابتداء اسلام میں یا دار الحرب میں عذر ہے ہم اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور
اسمیں اختلاف بھی علماء اور صحابہ کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہے تو معذور ٹھہرا کذا فی الزیلعی ابتدائے اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز
احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المحیط کما قدمنا فی الحج جیسے شدت گرسنگی میں محرمات
مذکورہ کے نہ کھانے اور مر جانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ مصنف نے اسکو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجمع و
قدوری بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام
کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اسکو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جسکا اسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے
درانحالیکہ اسکا دل مطمئن ہو ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہو بلا تغیر عقیدہ ہم توریہ عبارت ہے اظہار غیر مراد و پنہان مقصود سے ثم ان وری لا یکفر دیانۃ
اصلاً وقضاء لا دیانۃ پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہ ہوگا اور اسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جاویگا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ توریہ کی صورت
یہ کہ کفر باللہ میں خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فی الحموی اور چنانچہ اسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اسنے کہا کہ دشنام کے

وقت میں نے صرف نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قہستانی اسواسطے کافر ہوا کہ کلمہ کفر اسکی زبان پر گذرا اور
دیانۃً اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اُسنے ارادہ نہیں کیا وان خطر ببالہ التوریۃ ولم یور کفر وبانت امراتہ دیانۃ وقضاء نوازل وجلالیہ اور اگر اُسکے دل میں
توریہ منظور رہا اور اُسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اُسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل والجلالیہ ہم اسواسطے کہ جب
دل میں توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکرہ
کہے کہ میرے دل میں توریہ منظور نہوا ولیکن میں نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اُسکی عورت جدا نہوگی استحسانًا میں ہوا اسواسطے کہ
جب اُسکے دل میں سوائے اسکے کچھ خطرہ نہ ہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت میں اظہار کفر کی رخصت ہے اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اس
حالت میں لازم ہے جبکہ اُسکے دل میں توریہ منظور رہے جاوے کذا فی الطحطاوی ویوجر لو صبر لترکہ الاجراء المحرم اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے
اجرا محرم کے کہ عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما اسمیں مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیے گئے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو سید الشہدا فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوقہ تعالی کافساد صوم وصلاۃ وقتل صید حرام وکلما ثبتت فرضیتہ بالکتاب اختیار اور اکراہ
علی الکفر کے مانند ہیں رخصت اور صبر میں باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم وصلوۃ کا فاسد کردینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام میں شکار کرنا اور جس
چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار م زیلعی میں ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک
اُسکے کرنے میں رخصت ہے اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلاۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہیں تو اسمیں اصلا اباحت
متصور نہیں اور سوائے کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہیں تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا
اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی ولم یرخص الاجراء بغیرہا بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجی ابن کمال او التکلم بکلمۃ الکفر لا یحل ابدا او
اجرا کلمہ کفر رخص نہیں بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہیں ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی سے اسواسطے
کی تا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع میں منحصر نہیں بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم میں ہے چنانچہ آنکھ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور
عدم حلت اجرا کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجرا محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص لہ اتلاف مال مسلم او ذمی
اختیار بقتل او قطع ویوجر لو صبر تو صبر میں ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے میں تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور
اسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کرے گا کذا صحح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفتح کالآلۃ اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان
لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے ہم افعال دو قسم ہیں ایک فعل وہ ہے جسمیں مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکھتا کہ اس فعل میں مکرہ کا
آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہاں اکراہ کرنیوالے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اُسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں
وہ آلہ نہیں ہوسکتا تو وہاں فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہیں کھا سکتا اور نہ
دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑکے
مال پر گرادے اور مال تلف ہوجاوے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتلہ او سبہ او قطع عضوہ وما لا یستباح بحال اختیار اور رخصت نہیں اکراہ سے مسلمان
کے قتل کی یا اُسکے گالی دینے یا اُسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اس فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار م لیکن قہستانی میں مضمرات سے
منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا دبا کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی میں گرا کے
ڈبوتا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکرہ بالکسر لو مکلفا علیہ ما فی المبسوط خلافا لما فی النہایۃ فقط لان القاتل کالآلۃ او قتل

عمد مین فقد اکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل و بالغ ہو کذا فی المبسوط بخلاف اُس قول کے جو نہایہ مین ہے فقد اکرہ بالکسر پر اسواسطے
قصاص ہے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند ہے ہم منح الغفار مین ہے کہ عنایہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ
انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضاے اسکی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانیکو اسواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اُس فعل مین جسمین وہ آلہ ہو سکتا ہے یعنی اتلاف مین
نہ گناہ مین اور یہ اسواسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو بمقتضاے اپنی طبیعت کے عمل کرے جیسے تلوار کہ قطع کرنا اسکی طبیعت ہے جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع مین اور جیسے آگ کہ اسکی طبیعت
جلا دینا ہے اور جیسے پانی کہ اسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے اتلاف کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہان یعنے اکراہ ملجی مین آمر پر
قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی واوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونون پر قصاص واجب کیا ہے ونفاہ ابو یوسف عنہما
للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونون سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب امام اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ
فعل اُسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحساً و حکماً یعنے در حق گناہ تو اُسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضیاعہا اور اگر زنا
پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہین ہے اسواسطے کہ اسمین جان کا قتل کرنا ہے بسبب ضایع ہو جانے سے ہم اسواسطے کہ ولد الزنا حکماً ہالک ہے اسواسطے
کہ اسکا کوئی پالنے والا نہین تو زنا کسی صورت سے مباح نہین مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحساناً لیکن مامور پر حد نہین اور وجہ استحسان کے بل یغرم المہر
ولو طائعۃ لانہما لا یسقطان جمیعا شرح وہبانیۃ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط نہین ہو جاتے
کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہین ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہین ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ
الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب مین رخصت ہے اسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب ولد کا
اُسکے زنا سے منقطع نہین ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر لا بغیرہ لکنہ یسقط
الحد فی زناہا لا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ نہین رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کے
زنا مین حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا مین اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اُسکے واسطے شبہ نہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیلہم ان حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فتختص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکون قبحہا عقلیا
ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے
مانند ہے بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت مین تو لواطت مرخص ہوا اکراہ ملجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت مین فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے
زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہین اور اس وجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسی واسطے اغلام بہشت مین نہ ہوگا بر مذہب صحیح یہ
کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم منقف کی کتاب الاکراہ مین ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہے تو اسکی رخصت نہین اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس روایت مین
اغلام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجودیکہ ہلاک ولد کا موذی نہین اور نہ مفسد فراش ہے اور ظاہر اطلاق سقوط فاعل اور مفعول دونون کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی صح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول
سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خریدنا کذا ذکرہ ابن کمال ہم لیکن جوہرہ کی یہ روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ
آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد وبنصف المسمی ان لم یطأ
اور جسپر اکراہ ہوا وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی قیمت پھیر لے اور نصف مہر مسمی پھیر لے اکراہ کرنے والے سے اگر اُسنے مطلقہ کی وطی نہ کی ہو ہم یعنی عتق
غلام مین قیمت لے لیگا مالک سے اور نصف مہر مسمی پھیر لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمی نہو تو وہ لے جو اسپر متعہ لازم ہو کذا فی الدرر ونذرہ ویمینہ وظہارہ

ورجعته وايلاؤه وفيئه فيه اي في الايلاء بقول وفعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر کرنا اور قسم اسکی اور ظہار اور رجعت اسکی اور ایلاء اسکا اور رجوع
کرنا اسکا ایلا میں قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر الملتقی اور زیلعی اور درر میں فقط قول مذکور ہے نہ فعل واسلامه ولو ذميا كما هو اطلاق كثير من المشائخ
وما في الخانية من التفصيل فقياس والاستحسان صحته مطلقا فليحفظ اور صحیح ہے اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہے
اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ میں تفصیل ہے کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہے مطلقا خواہ حربی
ہو یا ذمی اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں عمل استحسان پر ہوتا ہے نہ قیاس پر سوا چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ انہیں میں سے نہیں ہے تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا
كذا في الطحطاوي بلا قتل لو رجع للشبهة كما مر في باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہے بدون اسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے تو قتل نہیں بسبب شبہہ
چنانچہ باب المرتدین گذر گیا ہم شبہہ ہے کہ شاید اسنے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوكيله بالطلاق والعتاق
وما في الاشباه من خلافه فقياس والاستحسان وقوعه اور صحیح ہے وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ میں اسکے مخالف مذکور ہے سو
قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہے وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے ہم اشباہ میں ہے کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور اعتاق واقع نہیں ہوتا وجہ
قیاس یہ ہے کہ وکالت باطل ہو جاتی ہے ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اسکے وجہ استحسان یہ ہے کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہیں بلکہ اس کے
فساد کا موجب ہے تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شرط فاسدہ کا اثر وکالت میں نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوي والاصل عندنا ان كل ما يصح مع
الهزل يصح مع الاكراه لان ما يصح مع الهزل لا يحتمل الفسخ وكل ما لا يحتمل الفسخ لا يؤثر فيه الاكراه وعدها ابو الليث في خزانة الفقه ثمانية عشر وعدها في باب الطلاق
نظما عشرين اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت میں یہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہے اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہے
اسمیں فسخ کا احتمال نہیں اور جسمیں فسخ کا احتمال نہیں اسمیں اکراہ اثر نہیں کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہیں انکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ
میں اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق میں ہمنے انکو نظم میں بیس گنا ہے ہم غیر محتمل الفسخ میں اکراہ اثر نہیں کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہیں ہوتا اسواسطے کہ
اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہے اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہے عدم لزوم عقد میں اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہے فسخ عقد پر تو اکراہ اسکو قدرت
دیتا ہے فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد میں کہ فسخ کا احتمال نہیں اسمیں اکراہ عمل نہیں کرتا کذا فی المنح لا يصح مع الاكراه ابراء مديونه او ابراؤه كفيله بنفس
او مال لان الابراء لا يصح مع الهزل صحیح نہیں اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مال ضامن
اسواسطے کہ ابرا صحیح نہیں ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وكذا لو اكره الشفيع على ان يسكت عن طلب الشفعة فسكت لا تبطل
شفعته اور اسیطرح اگر شفیع پر اسکا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اسکا باطل نہوگا ولا ردته بلسانه وقلبه مطمئن بالايمان
فلا تبين زوجته لانه لا يكفر به والقول له استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافه فلعله قياس فتأمله اور نہ اسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ
اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہے تو اسکی زوجہ چھوٹ نجاوے گی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہیں ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی میں
اسکا قول معتبر ہے استحسان کی دلیل سے میں کہتا ہوں اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہے نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان
سو اسکو تامل کرو ہم نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ درصورت توریہ زوجہ قضاء چھوٹ جاوے گی نہ دیانۃ اور اگر توریہ کا قصد نہ کیا باوجود
اسکے دل میں مخطور ہونے کے تو دونوں طرح سے چھوٹ جاویگی اكره القاضي رجلا ليقر بسرقة او قتل رجل بعمد او ليقر بقطع يد رجل بعمد فاقر بذلك فقطعت
يده او قتل على ما ذكر ان كان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضي وان متهما بالسرقة معروفا بها او بالقتل لا اقتص من القاضي استحسانا
للشبهة خانية قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اسنے

اسکا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے سبب سے اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے
قصاص لیا جانے اور اگر مقر پر اسکے ساتھ متہم ہوا وہ چوری اور خونریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل
سے اسسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیہ ہم شبہ یہ ہے کہ شاید اسنے کیا ہو جسکا اسنے اقرار کیا ہے قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک
فہو اکراہ ان کان شربا بالاکل کالخمر والا فلا قنیہ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس شراب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ
بیچ ڈال تو وہ اکراہ ہے اگر شراب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہ ہو جیسا کہ شراب اور اگر شراب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا
اور اسیطرح کا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا ہم درصورت اکراہ جو اسنے بیان کیا تو اسمین وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے
صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباعہ صح لعدم تعینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اسکے مال بیچنے کی تعیین نہین کی
سو اسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع باختیار فسخ اسکے عدم تعیین کے سبب سے ہم یعنی بادشاہ نے مال
طلب کیا اور یہ نہین کہا کہ فلانی چیز بیچکر دے تو وہ بیع میں طائع اور راضی ٹھہرا اسواسطے کہ ادا سے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے کذا
فی العالمگیریہ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان
سے دون میرے پاس تو مال نہین پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچکر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اسکی بیع مین کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج
بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہانتک کہ اسنے اپنا مہر معاف کر دیا
تو ہبت ناصحیح نہین اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونون کو شامل ہے لیکن قاضی کے فتاوے مین ضرب متلف
کی قید ہے اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہے وان ہددہا بالطلاق او تزوج علیہا او تسری فلیس باکراہ خانیہ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی
یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہین کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ
افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہین ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبتہ
بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادہ الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا
استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومتہ تحفۃ الاقران فی بحث الہبۃ
اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اسکے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اسکو اپنا مہر بخشدے سو اسنے کچھ مہر بخشدیا تو
ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتاء حادثہ کا جواب وہ استفتا
یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہدون
کو اپنے اس اقرار پر گواہ کر دے کہ اسنے اپنی مان کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہے سو اسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اس عورت
کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہے ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی
بحث مین ہم ظاہر مرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہے اور خصوصیت مرض مین منع عن الخروج شرعا جائز ہے اور ہبہ کل مہر یا
بعض مہر کے ہے اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کے مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی
المکرہ باخذ المال لا یضمن ان اخذہ ذوانوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال چھین
ای المکرہ
لینے کا تو اسپر تاوان نہین جو اسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال لیکر پھیر دیگا اسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہین کی تو تاوان

اُسپر لازم ہوگا مالک یعنی پھیر دینے کی نیت سے اُسنے مال لیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اُسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہے نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای
المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ ولا ضمان مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنی مالک کہتا ہو اُسنے پھیر دینے
کی نیت سے نہیں لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اور اُسپر تاوان لازم نہ ہوگا کذا
فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا ذکرہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ مادام حاضرا عند المکرہ والا لم یحل لزوال القدرۃ والالجاء
بالبعد منہ وبہذا یفتی انہ لاعذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ خلاصہ اور مجتبی مین ہے کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اُسکو
لینا اور دینا اُسوقت تک جائز ہے جبتک اُسکے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہیں بسبب زائل
ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اُسکے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگاروں کو کچھ عذر نہیں
ناحق مال چھین لینے مین حاکم یا اُسکے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مبسوط مین ہے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے
غیر کا مال چھین لینا جائز ہے نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اُسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجھکو یاد دیگا ہان اگر امیر کا فرستادہ
مکرہ کے ساتھ ہو اسطرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اُسکو پکڑ لاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ
شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لارجوع وان شبعان یرجع بالقیمۃ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام
کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہیں اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی پھیرے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے
کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اہل الحرب لنبی اسروہ ان قلت لست
بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکنا نبیک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لانتفاء الکذب علی
الانبیاء کفار حربیون نے اُس نبی سے کہا جسکو انھون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہیں ہون تو ہم تجکو چھوڑ دینگے اور اگر نکہے گا تو ہم تجکو قتل
کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہیں اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہ نبی نہیں ہے تو ہم تیرے نبی کو چھوڑ دین اور
اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہے تو ہم اسکو قتل کرینگے تو اُسکو یہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیا کا بیان
واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی
لرجل ان دفعت جاریتک لازنی بہا دفعت لک الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ مین اُس سے بدکاری
کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دونگا لونڈی دینا حلال نہیں ہم اسواسطے کہ یہ اکراہ نہیں اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے تو
خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اکرہ بعتق عبدہ مکرہ بالعتق فی الاصح اگر کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول مین
وہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعا معتبر ہے یا نہیں ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان معتبر ہے ہم ینابیع مین ہے کہ
سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اُسنے دیا تو وصی پر تاوان نہیں اور حبس اور قید کی تہدید مین
ضمان ہے اور اگر وصی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑ دیگا اور مال متروک اُسکو کافی
کریگا تو تسلیم جائز نہیں اور اگر دیگا تو تاوان مثل اُسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے مین اُسپر
تاوان نہیں اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت مین وصی پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال فسر وان
یقل السعدیون الی مرافع + بتبری فالاکراہ معنی مصور + اور وہبانیہ مین کہا ہے اور اگر بدیون نے کہا اور اُن سے کہ مین تیرا عیب ظاہر کرنے والا ہون حاکم سے

ورنہ تجھکو اپنے دین سے بری کردے تو یہ قول یعنی اکراہ متصور ہوگا اور شرنبلالی مین ہے کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہ
اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ اُدھار نہین ہے اور اگر تو قبول نہ کریگا تو مین حاکم سے ظاہر کردونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہے یعنی اور حاکم اُس مال
کی تلاش مین ہو سو اُسنے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونیکا اقرار کیا شمس الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ وہی اکراہ ہے اور اسکو جائز
ہے کہ اُسپر اپنے دین کا دعوی کرے یہ جواب اُس صورت مین ہے جبکہ حاکم چغلخور کی چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی شم صح فی الاستحسان
اسلام مکرہ ؞ ولا قتل ان ارتد بعده یعنی اور استحسان مین صحیح ہے اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہوجاوے تو قتل نہین ہوگا اور اُسپر
جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہ مسئلہ مشروحاً بیان ہوچکا مبسوط مین ہے کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ مین تیرے باپ یا بیٹے یا کسی اور
قرابت دار محرم کو قتل کرونگا یا تیرے باپ کو حبس کرونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کردے سو اُسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہ بیع جائز ہے اور
استحسان مین باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطے کہ یہ اکراہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

## کتاب الحجر

یہ کتاب ہے حجر کے احکام مین ہم مصنف نے کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہے مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اسواسطے
کہ اکراہ سلب اختیار اُس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کاملہ کا ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت شفقت اور قوت
ہے مجبورین پر اور کبھی غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفیہ کے حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام پر رعایت حق مولے ہے
لغةً المنع مطلقاً حجر لغت مین بمعنی منع ہے مطلقاً یعنی باز رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور وہ طلب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ
حاء مہملہ و سکون جیم مذکور ہے وشرعاً منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعه لا یمکن رده فلا یتصور الحجر عنه اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا
اور روکنا ہے تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اُس کے واقع ہوجانے کے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور
نہین ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اسلیے کہ مجبور کا عقد موقوف ہے طحطاوی
کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جسمین ضرر ہو اور جس تصرف
قولی مین سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور اسلام تو اُسمین صغیر بالغ کے مانند ہے قلت یشکل علیه الرقیق لمنع نفاذ فعله فی الحال بل بعد العتق کما صرح به
فی البدائع اللهم الا ان یقال الاصل فیه ذلک لکنه اخر لعتقه لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے اشکال
واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ اُسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا
بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہے بارخدایا مگر یون جواب دیا جاسکے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو
یہی ہے کہ غلام اپنے افعال مین فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ مین تاخیر واقع ہوئی اُس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کرلے
ہم مانع حق مولی ہے یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اسمین سمجھا جاسکے اور اسمین حق مولی کا ابطال ہے طحطاوی نے کہا اشکال اُسوقت مین
واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل مین کاہے ماخوذ نہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل وسببه صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوه وحکمه کممیز
کما سیجیء فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہے قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا طفل تمیزدار
کے مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہے یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صغیر ناقص العقل و مجنون عدیم العقل ہے کہ
اپنے نفع و ضرر کو نہین پہچانتے لہذا شرع مین اُنکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہرچند عاقل ہے لیکن چونکہ جو اُسکے پاس ہے وہ مولے

ولا حجر علی حر مکلف بسفہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل ولو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیہ عندہما وہو تمامہ فی
فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہین کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد یہان اسراف مال اور اسکا ضائع کرنا
ہو خلاف مقتضاے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگرچہ خیر مین صرف مال کرے چنانچہ بناے مساجد اور اسکے مانند امور دین مین مال صرف کرے تو اسکا
تصرف منع کیا جاویگا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہی تمام سفہ لغت مین عبارت ہی حماقت اور خفت عقل سے اور شرع مین
سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہی مخالف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح مین
داخل نہین حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہی اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلا سے دیندار غرض شمار نہین کرتے
چنانچہ مغنیون اور لاعبین کو مال دینا اور لڑنے والے کبوترون کو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت مین بلا ضرورت نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہی کہ اول
رشید تھا پھر سفیہ ہوگیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاویگا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی وفسق ودین وغفلۃ
اور حر مکلف محجور التصرف نہوگا گنہگاری اور اوسپر دین اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک اور دین سے وہ دین مراد ہی جو اوس کے اموال
سے زیادہ ہو اور غفلت سے مراد یہ نہین کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ کرنا نہ جانتا ہو اور تجارت مین نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی
الطحطاوی بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا او لتسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جاوے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک
جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے ارتداد سکھانا کہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاوے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاوے حموی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ سکھاتا ہے اور حرام کے حلال کہدیتا ہے اور حلال کے حرام بتا دیتا ہے جیسے بیہودہ اور بیباک ہو جاوے قاضیخان مین ہی کہ مفتی ماجن
وہ ہی جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرات کرتا ہو وطبیب جاہل اور منع کیا جاوے علاج کرنے سے
طبیب جاہل ہم طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دوا سے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا امرض پر شدت کرے تو اسکا ضرر دور
نہ کرسکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضیخان مین ہی کہ طبیب جاہل وہ ہی جو لوگون کو مضر اور مہلک دوا پلا دے اور وہ اسکو شفا اور دوا جانتا ہو ومکار
مفلس اور منع کیا جاوے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور اسکے
ساتھ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہی امام اعظم سے اور تینون سے تین اور ملحق ہین محتکر یعنی جو قحط مین غلہ نہ
بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اسکو نہ بیچے تو قاضی اسکو بیچڈالے
چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہی اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی محجور التصرف ہین ابن ضیا نے شرح مجمع مین کہا کہ یہ جو
امام سے مروی ہی کہ آنکے نزدیک حجر نہین مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہی یعنی عدم نفوذ تصرف
اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور وہ فتوی ٹھیک دیوے تو جائز ہی اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اسکی نافذ ہی تو معلوم ہوا کہ حجر
حقیقی مراد نہین بلکہ منع حس سے ظاہری مراد ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگون کے دین مین فساد ڈالتا
ہی اور طبیب جاہل آنکے ابدان فاسد کرتا ہی اور مکاری مفلس انکے اموال تباہ کرتا ہی اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ لیا اور حالانکہ اسکے پاس نہ اونٹ
ہی نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اسکے پاس مال ہی جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور
وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کرڈالتا ہی پھر جب سفر کا وقت آتا ہی تو وہ چھپ رہتا ہی اور لوگون کے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ
کو پہونچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہی اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ہوا انہ از باب حجر فوتنا تقصر لازم نہ ہوا کذا فی الطحطاوی وعندہما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ بہ ای بقولہما یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک
حجر کیا جاتا آزاد بالغ پر بسبب سفاہت و غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے تاکہ اس کے مال کے بچانے کے واسطے وعلی قولہما المفتی بہ فیکون فی حکم
الصغیر اور یہ جب قول مفتی بہ صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام میں صغیر نابالغ کے مانند ہیں الخ یعنی اس بیٹا بالغ کے عقود و محل الخ میں قاضی کو نفیا ہوگا
چاہیے جاری رکھے چاہے فسخ کردے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات یحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ جھگڑا ان صاحبین کا امام کے ساتھ انہی تصرفات
میں ہے جنمیں فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کر دیتی ہے جو کہ امام یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص
تصرفات مذکورہ ہے چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ کہ واما لا یحتملہ ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال الا فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد
وتدبیر ووجوب زکوٰۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب
من الثلث فہو ای فی ہذہ کبالغ اور ان تصرفات میں کہ جو فسخ کے متحمل نہیں اور انکو ہزل باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے
مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے واجب ہونے
اور اسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے میں اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے میں اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام
اور میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال ہے کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر مجبور ہے یعنی جسطرح بالغ غیر مجبور کے تصرفات
صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے اور صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہیں وفی کفارۃ کالمعتبار اور سفیہ کفارہ میں غلام کے
مانند ہے کذا فی الاشباہ خزانۃ اکمل میں ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کا مال صرف نہونے دے بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی
والحاصل ان کل ما یؤدی فی الہزل والجد ینفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی نہایہ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہزل اور جد برابر ہو وہ مجبور
کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہیں وہ تصرف مجبور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا
وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاوے یہاں تک کہ وہ ۲۵
برس کو پہونچے ہم در میں ہے کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برس کا ہو جا
جاتا ہے خزانۃ اکمل میں ہے کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اسکا مال اسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اسکو کچھ مال سوداگری کے واسطے دیکر آزما دیکھے پس اگر اسکو صلاح
پاوے تو اسکا مال اسکو دے اور اگر مفسد بیباک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہونچے تو مال اسکو دے خواہ وہ صالح ہو یا نہو کذا فی البدائع وصح تصرفہ
قبلہ ای قبل القدر المذکور من المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکے یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ
کا تصرف کریگا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا مجبور نہیں بلکہ تادیب کے واسطے تھا وبعد
یسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ بعد طلبہ ضمن ذیل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہاں تک کہ اگر اسکا ولی
اسکو مال نہ دے اسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہو جانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہیں چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے
معلوم ہوتا ہے ایسا کہا ہے ہمارے استاد نے ولم یکن شیخنا قال الا بدفعہ حتی یؤنس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال نہ دیا جائیگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار
بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائیگا یہاں تک کہ اسکی ہوشیاری معلوم نہ ہو اور اسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ بہر قوت ہی ہو جا
والرشد المذکور فی قولہ تعالی فان آنستم منہم رشدا ہو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قالہ ابن عباس اور وہ رشد جو مذکور ہے حق تعالی کے اس قول میں کہ اگر تم
یتیموں کا رشد معلوم کرو تو انکے مال انکو دو تو مراد اس سے یہ ہے کہ یہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے صلاح فی المال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور اسراف نہ کرے اور بخیل نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد صلاح
فی المال اور صلاح فی الدین ہے دونون مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو
تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور مماطلت یعنی ٹال ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون کو
محبوس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراهم دینه من دراهمه یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اسکے دین کے روپے کو مدیون کے روپے
سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسیطرح اگر دین اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره بدراهم دینه وبالعکس استحسانا
لاتحادهما فی الثمنیة اور قاضی مدیون کی اشرفیان بیچ ڈالے اور درہم کے روپیون کے واسطے اور روپیہ بیچے اشرفیون کے ادا کرنے کے واسطے استحسان کی وجہ
سے اسواسطے کہ ثمن ہونے مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما ببیعهما للدین یفتی اختیار
وصحح فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے بخلاف مذہب صاحبین کے
اور فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادائے دین کے واسطے بیچ ڈالے چنانچہ شرح مختار مین ہے اور تصحیح
کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچ ڈالے ہر وہ چیز کہ مدیون کو فی الحال حاجت نہین ہے ادا
دیون کے واسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بھی بیچی جاسکے تو نمدا اور اونی قالین موسم گرمی مین بیچا جاسکے
اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگشتی بیچی جاسکے مٹی کی انگشتی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال لزمه بعد الدیون مالم یکن ثابتا
ببینة او علم قاض فیزاحم الغرماء بکمال اسناده لکنه لا یحجر فی الاصل کا مراد اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اسکا ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان
دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال گواہون سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہو اور اگر ثابت ہو تو مقر له اور صاحب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی
انکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اس مال کے جسکو مدیون نے تلف کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا اصح قول یہ ہے کہ قاضی کو
اپنی فراست پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلس ومعه عرض شراه وقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة للغرماء فی
ثمنه ایک شخص مفلس ہو گیا اور اسکے پاس وہ متاع ہے جو اسنے خرید کی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اسکے بائع کے اذن سے اور نہ دیا ... اسکا ثمن وہ ادا نہ کیا تو
اسکا بائع اور دین والون کے برابر ہے متاع کے ثمن مین ہم یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہوکر بائع اور باقی ارباب دیون
کو اسکا ثمن حصہ رسد دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دی جائیگی اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینه مفلس مدیون
کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ جو اپنی متاع بعینه مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اسکا حقدار ہے تو
اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینه اسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین رہی
اور نہ اسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہریگی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکلگئی اور بیع اور قبض سے اسکا ضمان لازم ہوگیا کذا فی الطحطاوی
تنویر فان فلس قبل قبضه او بعده ولکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہو گیا قبل قبض
مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اسکا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا
کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز ما صنع المحجور کذا فی الخانیة وهو ساقط من الدرر صح اطلاقه قاضی نے
ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اسکو روک دیا پھر اسکا مقدمہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا اسنے اسکو کھول دیا یا مطلق العنان کر دیا
اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیہ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی ساقط اور رہ گئی ہے درر اور منح الغفار

وما صنع المحجور فی ماله من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی او بعده وکان ما شراه الان حجر الاول مجتهد فیه فیتوقف علی امضاء قاض اخر او رده فتصرف محجور نے کیا اپنے مال مین بیع یا شراء سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اسکے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل خلاف مجتہدین ہے پس موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل تحفہ شارح کے بیع الحجر علی الغائب لکن لا یحجر مالم یعلم خانیہ یعنی حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ محجور نہ ہوگا جبتک اسکو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کر دیا ہے کذا فی الخانیہ ہم اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اسکے تصرفات نافذ ہیں اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت مین تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسکے تصرفات نافذ ہونگے اور محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر لینے کے کذا فی الخانیہ ویرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہونے ہی حجر نہین اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ قاضی اسکو اٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعی الرشد وادعی خصمه بقاء علی السفه وبرهنا ینبغی تقدیم بینة بقاء السفه اشباه اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اسکے مخاصم نے اسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاے سفاہت کے گواہون کو مقدم رکھنا لائق ہے کذا فی الاشباہ ہم طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہو گیا قاضی نے اسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خرید اپھر محجور اور مشتری مین اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجھ سے اسکو خرید کیا تھا تیری صلاح کی حالت مین اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت مین تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی کے صحت کے گواہ مقبول ہین انتہی اور ذخیرہ ناظر مین ہے کہ بقاے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین وفی الوہبانیة معتبر من یدعی اقراره قبل حجر فمن یدعیه وقته فهو احجر اور وہبانیہ مین ہے اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر قبول ہے ہم شارح وہبانیہ نے مطلب یون بیان کیا ہے کہ اگر محجور نے کہا صالح ہو جانے کے بعد کہ مین نے جو ہلاک دراہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر مین کیا تھا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اسکا اقرار اپنی صلاح کی حالت مین کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو درحقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہوا کذا فی الطحطاوی شعر ولو باع والقاضی اجازه وقال لا لا تودی نما اداه من بعد تحجر اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اسکا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادا سے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہوگا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اسکا ثمن دوبارہ اسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور ادا سے ثمن سے مشتری کو منع نہین کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے مین بلوغ لغت مین بمعنی وصول ہے اور اصطلاح مین عبارت ہے انتہاے حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اسکی ایک نہایت تھی تو اسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اس کے بیان مین ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ مین اصل انزال ہی ہے ہم اصل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی اگر انزال نہ ہو تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال اسکے علامات سے ہوا والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانه قلما یعلم منها اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ مین انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے ہم موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ مین معتبر نہین اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہین بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد فیهما شیء فحتی یتم لکل منهما

خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین ہونہ کوئین سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم ہوگا یہانتک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہے بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے ہم در صورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہے اور امام سے بھی ایکی روایت ہے وجہ فتوی عادت غالبہ ہے اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہو جاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اُس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین ہوئی کذافی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا وادنی مدتہ اثنا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار مین ہے ہم شرح مجمع مین ہے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ پانچ یا اس کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھ اور سات اور آٹھ سال مین اور کافی مین بعضون سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذافی الطحطاوی فان راہقا ای بان بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما الظاہر

کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرہا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والالا یقبل قولہ شرح وہبانیہ پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہون یعنی اس ادنی مدت کو پہونچ گئے ہون اور دونون کہین کہ ہم بالغ ہو گئے ہین تو اُنکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال اُنکی تکذیب نکرے گا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اُسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اُسکا قول مقبول نہوگا کذافی شرح الوہبانیہ ہم یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہون تو اُنکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال اُنکا اُنکے قول پر دلالت نہین کرتا وہما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا ینقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اسوقت مین یعنی اقرار بلوغ کے وقت مین بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اسکی حالت کے تو اُسکی قسمت اور بیع منقوض نہوگی ہم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ ایک لڑکا خرید و فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین بالغ ہون پھر اگر بعد اسکے کہے کہ مین بالغ نہین تو جبکہ اُسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اُسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اُسکا صحیح نہین اور جمیع باتون مین ہے کہ وہ دونون کے احکام بالغون کے مانند ہین باقی تصرفات مین کذافی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ یقبل قول المراہقین قد بلغنا مع تفسیر کل ماذا بلغ بلا یمین اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اسپر لازم ہے وفی الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل اثنتی عشرۃ سنۃ لا یصح الا بالبینۃ وبعدہ تصح انتہی اور خزانہ مین ہے کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہم انتہی کلامہ ہم معاینہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

## کتاب الماذون

یہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام مین ہم ماذون وہ غلام ہے جسکو مالک اُسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے لایا کہ اذن سبقت حجر کو مقتضی ہے الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت مین عبارت ہے اعلام یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس مین ہے اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع مین اذن عبارت ہے منع تصرف کے دور کر دینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا سے مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک

سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور عتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے وہ اسقاط الحق اور
شرع مین اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق ہو اسواسطے کہ اس صورت مین اذن فقط غلام کو شامل
ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونون کو شامل ہے المسقط ہو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولی ہوگا اگر
ماذون غلام ہو اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہو عند زفر والشافعی ہو توکیل وانابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے توکیل کرنے اور نائب کرنے
سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے آگے مین کہ تخصیص اذن کی اُنکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اسکے خلاف نہین کرسکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح
نہین ہے ثم یتصرف العبد لنفسہ باہلیتہ فلا یتوقف بوقت ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا پس
تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسیوقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص
ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے
پھر جبکہ مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعہدۃ علی سیدہ لفکہ الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع
اسکے مولے پر نہ ہوگی بسبب دور کردینے مولی کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خرید کریگا تو اسکے ثمن کا مطالبہ
مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے یتصرف لنفسہ پر فلو اذن لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شہرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات لا تتوقت
پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینہ کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہان تک کہ مولے اسکو منع کرے اسواسطے کہ
اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہین کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر ولم یتخصص بنوع فاذا اذن فی نوع عم اذنہ فی الانواع کلہا لانہ
فک الحجر لا توکیل اور اذن، اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم مین اذن دیا تو اسکا اذن عام اور شامل ہوجاویگا تجارت
کی سب قسمون کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہوسکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو خشکی کی تجارت کا بھی
اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے بھی واقف ہو کذا فی القہستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ وبالشخصی
استخدام پھر انکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ
حد فاصل تجارت اور استخدام مین یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد
واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہین تو وہ تجارت کا اذن نہین بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت مین یعنی اگر مولی نے کہا کہ کپڑے کی خرید فروخت
کر تو وہ ماذون تجارت مین ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام مین مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارۃ نہین ہوا اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر
کہا کہ لوگون کے یہان فلانے کام مین مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر تو عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا
اذن بھی اذن عام ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگون پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرنے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہرجایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اگر
ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہین ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویثبت الاذن دلالۃ فعبد رآہ سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملکہ
مولاہ لم یحجر حتی یاذن بالنطق بزازیہ ودرر عن الخانیۃ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حال سے تو جس غلام کو اسکے مولی نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولی
اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جبتک کہ زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر مین ہے خانیہ سے ہم اذن
جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اُس تصرف مین جسمین سکوت واقع ہوا لکن ذکر قاضی زادہ انہ یعنی مراد نہین کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات مین بھی اذن
ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن الذی علیہا الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی

ورجحه فی الشرنبلالیة بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی قالہ المصنف لیکن مال اجنبی اور مال مولی کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور
صاحب ملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اس طرح پر کہ جو روایت کہ متون و شروح میں
ہے وہ مقدم اور اولی ہے اس روایت سے جو فتاوی کی کتابوں میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ موقع ہے اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام
ماذون ہو جاتا ہے اس فعل سے کہ اسپر سکوت واقع ہوا اور یہ تبادر ہے اور یہ کہ متنا ہے اسواسطے کہ تبادر یہ ہے اور مفہوم نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہ مقتضی ہے
فعل اول ہے کہ فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ میں اور آئندہ کے لیے ہیں اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام ماذون
ہوگا ما بعد میں نہ اس فعل مسکوت عنہ میں کذا فی الطحطاوی والمشتری بالالف ماذون سکوت السید غلام کو اسکے اجنبی کو بیع
کرتے اور دیکھا اسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارة ہوگا لا نظاہر شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا
ہے قولہ راہ الا اذا کان المولی قاضیا اشباہ سکوت مولی کا اذن ہے مگر جبکہ مولی قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک
الشئ او شرائه فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانه یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وهو باطل ولیکن غلام ماذون نہ ہوگا اس چیز مسکوت عنہ
کی بیع یا اسکی خرید میں تو مولی پر اس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہونے سے پہلے اور یہ لازم باطل ہے
قلت لکن قید القهستانی مسئلة المصنف بالبیع دون الشراء من مال مولاه ای فیصح فیه وعلیه فیحتاج الی الفرق واللہ الموفق میں کہتا ہوں لیکن عدم اذن یا عدم
نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اس خرید کے ساتھ جو مولی کے مال سے ہو یعنی تو اسمیں ہی خرید صحیح ہوگی اور یہ جب بات قید
ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق دے فرق بیان کرنے کی ہم کہتے ہیں کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا
مولے کے درہم یا دینار سے اور اسکو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہو گیا انتہی تو غلام اسی عقد میں ماذون ہو گیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید میں مبیع داخل
ہو جاتی ہے مولے کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کہ اسمیں زائل ہو جاتی ہے مولی کی ملک سے تو اس بیع میں سکوت اذن نہ ہوا لیکن اسمیں خلل یہ ہے کہ
بیع اور شرا دونوں میں ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولی میں ذکر کیا ہے کہ شرا اسمیں نافذ ہو بیع سے اور شیری الدین
نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدے تو نافذ ہے اور اگر باطل کردے تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی وثبت ماصرحنا فلو اذن
مطلقا بلا قید صح کل تجارة منه اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہے صریح تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ہم
اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ میں نے تجھ کو اذن دیا سوداگری میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سوداگری میں اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور
نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قید فعند نا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن میں قید عام لگا دے تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام
ثابت ہوگا بر خلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لهما ثم عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے
ساتھ ہو بر خلاف مذہب صاحبین کہ انکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہیں ہے ولو کل بها ویرهن ویرتهن ویعیر الثوب والدابة لانه
من عادة التجار اور خرید و فروخت میں غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت
دے اسواسطے کہ یہ سوداگروں کی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبده اور مال پر صلح کرے اس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر
ویبیع من مولاه بمثل القیمة واما باقل منها فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتی کی بیع تو جائز نہیں ہے اور بیع کرنا کم
قیمت سے بطریق اولی جائز ہے ویبیع مولاه منه بمثل القیمة او اقل اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتی سے وللمولی حبس المبیع لقبض
ثمنه من العبد اور مولے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا اسکے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے وبطل الثمن لو سلم المبیع شارح مفرد للعبد لو سلم المبیع

قبل قبضه لانه لا يجب له على عبده دين فخرج مجانا حتى لو كان الثمن عرضا لم يبطل البيع بالعقد وهذا كله لو الماذون مديونا والا لم يجز بيعهما بيع نہایہ اور ثمن باطل
ہوگا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور مولی کا دین اسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولی کے
ہاتھ سے مفت نکلگئی تو اگر ثمن متاع ہو یعنی اور روز کی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہوجانے متاع کے عقد کے سے اور یہ سب مذکور یعنی ماذون کی بیع
مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو مولی اور اسکے غلام مین بیع جائز نہین کذا فی النہایہ جب غلام
ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونون مین جائز ہوگی اور صورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مال ہے لہذا خرید و فروخت
اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولى منه باكثر حط الزائد او فسخ العقد اى يامر السيد بان يفعل احدهما لحق الغرماء اور اگر مولی نے کوئی چیز ماذون کے
ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کرڈالے یا اس بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جاوے کہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے
سبب سے فيما كان من التجارة سوی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون
مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہو اس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اسمین فسخ بیع نہین تو اسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشهادة عليه اى
على العبد الماذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ہم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک ودیعت کی گواہی یا اس کے
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم يحضر مولاه گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اسکا مولی اسوقت حاضر نہو
لو محجورا لا تقبل يعني لا تقبل على مولاه بل عليه فيواخذ به بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنی اسکے مولی پر مقبول نہین بلکہ غلام محجور پر
مقبول ہوگی سو اسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضرا معا فان الدعوى باستهلاك مال وغصبه قضي على المولى وان باستهلاك وديعة
او بضاعة على المحجور قضي على العبد وقيل على المولى اور اگر مولی اور غلام محجور دونون حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اسکے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی
مولی سے مطالبہ ہوگا کہ اسکو بیچے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کرڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہ ہوگا یعنی عتق
کے بعد اس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شهدوا على اقرار العبد بحق لم يقض على المولى مطلقا وتمامه في العمادية اور اگر گواہی
دین غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اسکے مولی پر حکم نہ ہوگا مطلقا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان
اسکا عمادیہ مین ہے ویاخذ الارض اجارة ومساقاة ومزارعة ويشتري بذرا ويزرعه اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت
کے اور وہ بیج خرید کرے جسکو بووے ولو اجر ويزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت کے
كذا في الطحطاوى ويشارك عنانا لا مفاوضة اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ وليتاجر ويواجر ولو نفسه اور ماذون اجارہ دے اگرچہ
اپنی ذات کا اجارہ ہو ہم ہرچند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہوچکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمین امام شافعی کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک
غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ويقر بوديعة وغصب ودين اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو عليه دين
لغير زوج وولد ووالد وسيده فان اقراره لهم بالدين باطل عنده خلافا لهما در اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور شخص کا
دین ہو تو اقرار صحیح اسکا ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین
کے كذا في الدرر یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو اسکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہو ولو بعين صح ان لم يكن مديونا
وهبانية اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو كذا في الوهبانية ويهدي
طعاما يسيرا بالا [illegible] سرفا وضيافة [illegible] اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اسطرح پر کہ وہ

اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلاً تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسپر ابن شحنہ نے
ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق بماکول قلیل کو اُسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی المحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ
نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا باس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر اور
ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایکدن کا کھانا دیا گیا سو اُسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کیواسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اُس
صورت کے کہ اگر اسکو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا باس للمرأۃ ان تتصدق من بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف
ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اپنے مولے یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے جیسے ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی ہم یعنی
بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا عادتاً نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی ناراضی مالک کی
مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں ولہ ضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اسکو کھانا کھلاتا ہو وتتخذ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر
مالہ اور کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درہم ضیافت میں خرچ
کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درہم ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المجتبی ولہ حط من الثمن بعیب قدر ما یحط
التجار اور ماذون کم کر ڈالے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے بقدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ بیان ہو وتوجل بھی
اور ماذون جس چیز کو بیچے اسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی ہم قاموس میں ہے کہ حط عبارت ہے ڈالنے سے بالعوض اور بلا احسان سے
اور محاباۃ عبارت ہے تصرف اور حط قصاص اور سیلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اسکے ثمن سے کم کر کے ساتھ
تعجیل ثمن اور تاجیل سو اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو بھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے
مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمیں ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری ولو اذن المولی اور
سریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنا دے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو اسواسطے کہ حرم بنانا مالک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ
وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے ولا یکاتبہ الا اذا اجازہ المولی
ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولی اسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہ ہو اور بدل
کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخر ما مر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ
کہ مولی اسکو جائز رکھے تا آخر شرط مذکور یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہ ہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا
بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل
مطلقاً بنفس او مال اور ضامنی نہ کرے مطلقاً نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اُس قصاص
سے جو اسپر واجب ہوا ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے
اُس قصاص سے جو اسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا کالاولی کبیع وشراء واجارۃ واستیجار
والثانی کغرم ودیعۃ وغصب وامانۃ جحدہا عبارۃ الدرر وغیرہا جحدہا بلا ضمیر فتنبہ وعقر وجب بوطی مشتریۃ بعد الاستحقاق کل ذلک متعلق
برقبتہ کدین الاستہلاک ونحو مہر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے جو حکمی تجارت
کے ہو اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی حکمی تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اُس غصب اور امانت کا تاوان جسکا

ماذون انکار کریگا اور وہ موجود ہے جب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی وطی سے پہر ایک دین مذکور متعلق ہے اذون کی گردن سے دین استہلاک
اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جا دیگا اس میں یعنی اسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یون ہے او بغرم و دیعۃ وغصب
وامانۃ وغیرہا جحدہا بعد ذکر سوا کا ہ رہنا مصنف کی عبارت میں ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکا رفقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت
میں ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولہم استسعاءہ ایضا زیلعی اور دین والون کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے
کذا فی الزیلعی یعنی اس سے کسب کروانا اور اسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون
لہا ذلک ایضا بحر میں لنفقۃ اور ثبوت استسعاء سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک
کیواسطے تو اسکو بھی یہ جائز ہے کذا فی البحر میں باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم
فیہ دیون مذکورہ میں ماذون بیچا جا دیگا اسکے مالک کے سامنے یا اس کے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف کسب
ماذون کہ اسمین حضور مولی کی حاجت نہین ہے واسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب میں اور اسکی ذات کی بیع میں اسکا مولی صاحب معاملہ ہے
ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن منقسم ہوگا دین والون میں حصہ رسد وتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق
ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد وتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق
اس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اسکا مولی حاضر نہ ہو وہذا قید لکسب الاتہاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب
اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع میں اداے دین کیواسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب
معاملہ ہے اپنی کمائی میں ثم انما یبدأ بالکسب عند عدمہ یستوفی من رقبتہ پہر دریافت کرنا چاہیے کہ اداے دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے
کے وقت اسکی گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنی ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب
المحجور شیئا واودعہ عند آخر وہلک فی یدہ المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب شارح میں کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولی کا
حق ہے تو مولی کو اسکا لینا مطلقا جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیرالدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی
چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف ہو جاے تو مولی کو اس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے
کہ غاصب مودع کے مانند ہے سو اسکو تامل کر لا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو ماذون کے مولی نے اس سے
لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولا یباع ثانیا اور ماذون
سے اس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی ادا کرنے
کے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اسکو جانکر خرید نہ کریگا تو بیع اسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا و
لمولاہ اخذ غلۃ مثلہ بوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذہا بعد لحوقہ
استحسانا لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فیفسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اسکے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اس سے
زیادہ ہو تو وہ دین والون کا حق ہے یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درم مثلا لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونے کے
بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جاے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دیگا تو کمائی کرنیکا دروازہ ہی بند
ہو جاویگا تو دین والون کا نقصان ہوگا وحجر بحجرہ ان علم بہ اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاویگا

مولی کے حجر کرنے اور روکنے سے بے خبر ہے تو ماذون کو اور اسکے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہوا اگر مولی کا ماذون مشہور ہو بازار والون مین
ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اُس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون محجور ہو سکے بدون اسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے
وہ دین اسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد وحدہ کفی فی حجرہ علمہ بہ فقط ولا یشترط علم
اکثر اہل سوقہ لانتفاء الضرر اور جبکہ اذن مولی کو کوئی نہ جانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اسکے محجور کرنے مین فقط اسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اسکے ساتھ
اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہین بسبب نہ ہونے ضرر کے وفی البزازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار محجورا علم اہل سوقہ ببیعہ ام لا لصحۃ
البیع وان علیہ دین لا لامکان القیمۃ المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اسپر کسیکا دین نہ ہو تو وہ محجور ہوگیا خواہ اہل
بازار کو اسکے بیچ جانیکا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اسکی بیع کے اور اگر اسپر دین ہو تو محجور نہ ہوگا جبتک کہ اسکا مشتری اپنے قبضہ مین نہ لاوے
بسبب فاسد ہونے بیع کے ہم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وہل للغرماء فسخہ ان دیونہم حالۃ نعم الا اذا کان بالثمن وفاء او ابراءوا او ادی المولی
المولی دینہ فی الجملۃ اور کیا قرضخواہون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ اگر اسکے دیون بلا مدت کے فی الحال ہون تو ان کو فسخ کا
اختیار ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادا دیون ممکن ہو یا دین قرضخواہون نے اسکو معاف کردیا ہو یا مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پورا
اسکا بیوع مین ہے وبموت سیدہ وجنونہ مطبقا [illegible] الماذون [illegible] بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد [illegible] ہوتا ہے اور ماذون محجور ہوجاتا
ہے اپنے مالک کی موت سے اور اسکے جنون مطبق ہونے سے اور اسکے دار الحرب مین لحاق سے مرتد ہوکر اور مطبق ماذون کے جنون سے اور اسکے
لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہوکر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ
سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی وبحجرہ حکما باباقہ وان لم یعلم احد بحجرہ ولو عاد [illegible] افاق من جنونہ لم یعد
الاذن فی الصحیح زیلعی وقہستانی اور ماذون محجور ہوجاتا ہے حکما اسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہوجانے ماذون کے اور اگر وہ پھر
آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش مین ہو جاوے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نہ کریگا صحیح قول مین کذا فی الزاہدی والقہستانی وباستیلادہا ای بان ولدت منہ فادعاہ
کان حجرا دلالۃ مالم یصرح بخلافہ اور جاریہ ماذونہ محجورہ ہوجاتی ہے استیلاد سے اس طرح پر کہ جنی مولی سے پھر اسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد حجر ہوگا
حکما باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اسکے خلاف کی تصریح نہ کرے ہم استیلاد سے اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور
مالک اسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کردے
اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تحجر بالتدبیر ماذونہ محجور نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ
مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہما قیمتہما فقط للغرماء ان علیہا دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد
اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والون کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہووے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو
اسکا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ مبتدا بعد حجرہ ان ما معہ امانۃ او غصب او دین علیہ لاخر صحیح خبر محجور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار
کرنا کہ جو اسکے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اسکی خبر ہے فیقضیہ منہ وقالا لا
یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اسکا اقرار غیر صحیح ہے [illegible] ان احاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما معہ ماذون
کا دین محیط ہو گیا اسکے مال اور اسکی ذات کو تو اسکا مالک اسکے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اسوقت مالک
ہوتا ہے اسکا خلیفہ ہوکر جب اسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اسمین خلیفہ نہ ہوگا اور

وہ مال اُسکی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبہ بتحریر مولاہ وقالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ موسرا او لو معسرا فلہم ان یضمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی المولی ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اُسکے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے اُسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اُسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولی مقدور دار ہو اور اگر تنگدست ہو تو ماذون کے دین والون کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولی سے پھیر لے کذا اصح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق ولو ملکہ یعتق اور اگر ماذون نے مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اُسکا محرم آزاد ہو جاتا بمجرد خرید کے ہم یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو اہلک المولی ما فی یدہ من الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن خلافا لہما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولی تلف کرڈالے اُسکو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولی پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولی اُسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا بخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا بالاتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولی کو آزاد کردینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت میں اگرچہ دین محیط ہو ہم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے بخلاف تو فضلا ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرماء الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والون کو کمتر اُسکے دین اور قیمت سے ہم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اسواسطے کہ اُنکا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ اُنکا دین متعلق ہے اُسکی ذات سے اور ذات کو اُسکی تلف کردیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاءوا اتبعوا العبد بکل دیونہم وباتباع احدہما لا یبرأ الآخر فہما کالکفیل مع المکفول عنہ اور اگر دین والے چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کیواسطے اور مولی اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولے اور اُسکا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ہم یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا وطولب بما بقی من دینہم اذا لم تف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو اُنکا دین باقی رہ گیا اُسکا مطالبہ ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اُس کے ذمہ پر مطالبہ اُسوقت ہوگا جبکہ اُسکی قیمت ادائے دین کیواسطے کفایت نہ کریگی وصح تدبیرہ ولا تتخیر الغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہوگا اور دین والون کو اختیار ہوگا تضمین مولی اور استسعاء ماذون میں اُسکے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا اُسکا پھیرنا درست نہیں کذا فی شرح التکملہ ہم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کرسکتے اُسکے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرادیں تو اُسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی الطحطاوی وفی الہدایۃ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتہما لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو اُنکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والون کا حق اُنکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین میں بیع نہیں ہوسکتے ہم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور اُنپر لوگون کا دین لازم ہو پھر اُنکو مولی آزاد کردے تو مولی پر تاوان قیمت لازم نہ ہوگا ولو اعتقہ المولی باذن الغرماء فلہم تضمین مولاہ زیلعی اور اگر ماذون کو مولی نے دین والون کے اذن سے آزاد کردیا تو اُنکو اُسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون وغیبہ المشتری قیدبہ لان الغرماء اذا

قدرہ اعلی العبد کان لہم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اسکے مالک نے دین سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اسکو غائب
کرڈالا تو دین والے بیچنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کرڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے
جب غلام پر قادر ہون تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا وبخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء
رجع البائع بالقیمۃ علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے
یا رضا سے یا پھیرا جاوے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اسکی قیمت پھیر لے دین والون سے اور دین والون کا حق
غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع کے کہ ہم یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہو گیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان رد بعد القبض لا بقضاء
فلا سبیل لہم علی العبد ولا المولی علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والون
کے واسطے کوئی راہ نہین غلام پر بزرد بیع کی نہ استرداد کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والون کو قیمت دی تھی اسکا استرداد
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان قبض
من وہم شئی رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والون کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اسکو پھیر لین اسکی ازادی کے
بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا مشتریہ عطف علی البائع ای اختاروا ضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لین مشتریہ کے
مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا مشتریہ بائع پر عطف ہے ہم طحطاوی نے
کہا یون کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھین اور اسکا ثمن لین نہ قیمت
غلام کی ہم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے
اور جس سے تاوان لینا اختیار کرین گے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائیگا وان باعہ سیدہ معلما بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا کما یجیء لتحقق المخاصمۃ وغیبۃ البائع والمشتری لا
الغرماء اور اگر ماذون کو اسکے مالک نے بیچا اسکا دین جتنا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ انکا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی قید اسواسطے
لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہوا ور غیبت مشتری کا اسقاط ہو ہم قولہ مقرا بہ تفسیر ما قبل کی صلاحیت نہین رکھتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تھا واقر
المشتری بہ تا احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والون کو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن
دلیل الرضی بالبیع تو بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والون کو اسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ انکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان
فیہ محاباۃ فقبض الثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ہم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والون کو رد بیع جائز
ہے اگرچہ ثمن قبض کر چکے ہون اسواسطے کہ وہ کہین گے کہ ہمنے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن تائے
دین کو کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی
زاد ابن نجیم اختیاراً فی البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان البیع
حالا و کان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یہ یعنی دین والون کو رد بیع کا اختیار اسوقت
ہے جبکہ انکا دین بلا مدت ہو اور بیع انکی خواہش سے نہ ہوا ور ثمن غلام کا انکے ادا سے دین کیواسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال
مانع کے سبب سے یعنی اگر دین مؤجل ہو یا بیع انکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین مین کافی ہو تو انکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع

اُنکا حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لہم لو منکرا لبینتہم الا اذا کان الثانی ولو مقرا
خصم کا ملور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اسپر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونیکا
منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لاخصومۃ اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اُسکا الٹا ہو یعنی مشتری غائب ہوا اور
بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو
جائز رکھنا اور اُسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فہو ماذون وضمنہ لزمہ کل شئی من التجارۃ
ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اُسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اُسوقت میں اسکو ہر چیز تجارت
کی لازم ہوگی ہم یہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہ خبر ہے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے وکذا الحکم لو اشتری العبد وباع ساکتا عن
اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا لضرورۃ التعامل فہ امر المسلم محمول علی الصلاح تحمل علیہ ضرورۃ شرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلۃ بالمسلم ابن کمال اور اسیطرح کا
حکم ہے اگر غلام نے خرید وفروخت کی اپنے ماذون اور مجحور ہونے سے ساکت ہوکر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل
کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اسکی خرید وفروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ
کا مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید وفروخت بلا بیان اذن اور حجر کے اُسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام
کافر ہو تو ماذون ہونا اُسکا ثابت نہ ہوگا ولکن لایباع لدینہ اذا لم یف کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن ای اثبتہ الغریم بالبینۃ لیکن غلام مذکور
اپنے دین میں بیچا نجاویگا جبکہ اُسکا کسب وادائے دین کیواسطے کافی نہ ہوگا مگر جبکہ اُسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت
کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتہاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو
سمجھتا بوجھتا ہے اُسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والاعتاق
والصدقۃ والقرض لا وان اذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس
تصرف کا صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا ہو ہم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین
نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازہ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہے چنانچہ
بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جاوے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ہم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجائے حتی لو
بلغ کے و لو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہما الولی فہما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ
کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید وفروخت میں عبد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں ہم منجملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا
ایک قسم کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور مخصوص زمان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اُنکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کریگا تو یہ سکوت بجائے اذن ہوگا غیر
ذلک من احکام الماذون وشرط لصحۃ الاذن ان یعقلا البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان یقصد الربح ویعرف الغبن
الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے بائع سے اور خرید ملک کا
کی کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید وفروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا
ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے ودلیلہ ابوہ ثم وصی وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ اور صغیر

یا معتوہ کا ولی اُسکا باپ ہی پھر اُسکا وصی اُسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہی عادیہ سے ثم بعدہم جدہ ابو الاب الصحیح وان علا
ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینون کے بعد جد صحیح اُسکا ولی ہی اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا
پردادا پھر اُسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہی پھر والی یعنی حاکم ولی ہی بطریق اولی ہم قہستانی اور
زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہی اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی جو حاکم کہ قاضی نہین اُسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم
القاضی او وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اُسکا وصی ولی ہی قاضی اور اُسکا وصی جو کوئی انمین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا
اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور قاضی اور اُسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین
دون الام او وصیہا ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر نہ مان یا اُسکا وصی یعنی مان صغیر کی یا اُسکا وصی صغیر کا ولی نہین یہ تفصیل ولایت کی مال
مین ہی بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ام اور مان کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عمہ اور خالہ صغیر کی ولی نہین کذا
فی الطحطاوی رای القاضی الصبی او المعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یبیع ویشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ
یا دونون کے غلامون یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا مسئلہ سابق ذکر
ہو چکا والقاضی لہ ان یاذن للیتیم والمعتوہ اذ لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی فامتنع الولی من الاذن عند طلب
ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہی کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام
کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہی جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو
قاضی سے کذا فی الزیلعی ہم یہ ترکیب مصنف کی مختل ہی بہتر یون تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذ کان ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر صغیر یا معتوہ کا
باپ یا اُسکا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سو اُسنے اذن دیا اور اُسکے باپ نے نہ مانا تو
قاضی کا اذن جائز ہی اگرچہ قاضی کی ولایت متاخر ہی باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر
کا باپ زندہ ہی اور اذن کو مکروہ جانتا ہی تو جائز ہی چنانچہ مغنی مین ہی انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب بحر اسکے قول سے معلوم ہوتا ہی اور
وہبانیہ کی اول بیت سے نکلتا ہی کذا فی الطحطاوی قلت وفی البزازیۃ عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا
ینحجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم الا حجر قاضی اخر فقط مین کہتا ہون اور بزازیہ مین خزانہ سے منقول ہی اگر صغیر کا باپ یا اُسکا وصی اذن سے انکار کرے
تو قاضی کا اذن اُسکے واسطے صحیح ہی شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اُسکے بعد صغیر اصلا مجور نہ ہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہی اور حکم دفع
نہین ہوتا مگر دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو اقر انسان بما معہما من کسب او ارث صح علی الراجح
کماذون ورنہ اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کے واسطے اُس مال کا جو دونون کے پاس ہی کمائی سے یا میراث سے تو اقرار انکا صحیح ہی بموجب
ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہی وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہی
تو یہ اقرار صحیح ہی اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہی کہ کسب مین اقرار صحیح ہی میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ ما اذا قال
بایعوا عبدی فانی اذنت لہ فبایعوا وہو لا یعلم بہ لکن صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون ماذون نہین ہوتا اذن کے دریافت ہونے
سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جبکہ مولی نے کہا کہ خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اُسکو اذن دیا سو لوگون نے اُس سے خرید و فروخت کی
اور حالانکہ غلام اُس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاویگا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید

کروہم اذن غلام میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں قبل علم با اذن ہوجاتا ہے اور دوسری روایت میں ماذون نہیں ہوتا اور اسطرح صغیر میں
دونوں روایتیں مذکور ہیں چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی لا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینة اذن صحیح نہیں
غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اس غلام کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہیں ہیں اور اگر مالک کے پاس گواہ
ہوں غصب کی گواہی دیں تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بهما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہیں ہوجاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہوجانے سے
بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیة شعر ولو اذن القاضی للطفل وقد ابی + ابوہ صح الاذن منه فحجرا + اور وہبانیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ
اسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر ودیعة + وتحلیفه لیقتی بحیث ینکر اور ابو یوسف نے تاوان
لازم کیا ہے صغیر پر ہستہلاک ودیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہے یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے
نزدیک اسپر ضمان ہے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں ہے اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہیں ہے اور اگر ماذون ہو قبض ودیعت یا تجارت میں
یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اسپر اسکا تاوان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اسکی تحلیف میں اختلاف ہے کتاب الاقرار
میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیة لعبد البر شعر ولو رہن المحجور او باع او شری + واجازہ المولی فما یتغیر + لتوقف تصرف المحجور علی الاجازة اور اگر محجور نے
رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولی نے اسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر نہیں بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر
عاقل فلو لم یجز بل اذن له فی التجارة فاجازہا العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن له فاعتقه فاجازہا لم تصح اجازته سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا
اذن دیا ہو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اسکو اذن تجارت کا نہ دیا ہو اسکو آزاد کر دیا ہو اسنے عقود مذکورہ کو
جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح نہیں قال وکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا او چھا ہے قلت ولا یخفی ان ما ہو تبرع
ابتداء ضمان فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتدا میں احسان بلا بدل ہے وہ مضر ہے تو امر مضر ولی صغیر کے اذن سے
صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضر محض ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہ اعتراض
اسپر ہے جو وہبانیہ میں مذکور نہیں اور نہ اس سے مفہوم ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم +

## کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب کے احکام میں ہو لغة اخذ الشئ مالا او غیرہ کالحر علی وجه التغلب غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطور
زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہ ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالة ید محقة واحکامه یجئ بلا اخذہ قبل ان یحوله اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت
ہے قبضہ محق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اس ودیعت کا جسکو اسنے مالک سے لیا تھا
ہم قبضہ مودع بالفتح کا بعینہ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہوگیا حکما باثبات ید مبطلة غصب
عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حقدار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا یہ حقیقت ہے غصب کی ہم بعضوں کے نزدیک غصب
عبارت ہے فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے واسطے اگر ایک آدمی کے ہاتھ میں موتی ہو اور دوسرا آدمی اسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا میں گر پڑے تو تاوان لازم
ہے حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک
غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اسمیں فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھیر دینے کا موجب ہے تو اسمیں اثبات قبض بھی شرط ہے واعتبر الشافعی
اثبات الید فقط والثمرة فی الزوائد فثمرة بستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافا له درر اور امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور

ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین توبانع مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہین بخلاف امام شافعی کے کذا فی الدر یعنی اگر پھل غاصب تلف کر ڈالے تو
اُسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین بسبب عدم ازالہ کے اور اُنکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع تاوان ہے
کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتہ وحر ازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین اسواسطے کہ وہ مال نہین متقوم ای مباح شرعا
قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہوتا مسلمان کی شراب مین اسواسطے کہ شراب مسلمان کے حق مین
مباح الاستعمال نہین محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہے کافر حربی کے مال مین اسواسطے کہ اسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا یتحقق
بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف محمد کے کہ مذہب وقف مین شیخین کا
قول صحیح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن اذ لا احترز بہ عن الودیعۃ وعلوان الموقوف مضمون بالاتلاف مع انہ لیس مملوک
فالاصح ہو فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن کما فعل ابن کمال لکان اولی ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے
یہ قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریت مین ہر چند ازالہ ید اور قبضہ ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا
غصب داخل نہین اور یہ معلوم کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجودیکہ وہ اصلا کسی کا مملوک نہین تصحیح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر
مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبضہ ہو بدون اذن اُس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے خواہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا
یعنی اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہوجاتا لا بخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ
قید لگائی تا سرقہ نکل جائے غصب سے اور یہین ابن کمال کا کچھ کلام ہے حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اُسکے داخل ہونے کا غصب
مین منافی نہین ۔ و سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہے اور حالانکہ
کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جسکو یہ نکتہ معلوم نہ ہوا اُسنے لا علی سبیل الخفیہ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکل جائے فاستخدام
العبد وتحمیل الدابۃ غصب لا ازالتہ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے بسبب دور کرنے قبضہ مالک کے
اپنی اور اثبات قبضہ ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور
مشترک جانور پر سوار ہونا بدون شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لا جلوسہ علی
بساط لعدم ازالتہا فلا یضمن مالم یہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اُسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبضہ مالک کے تو جالس پر تاوان لازم نہ ہوگا جبتک کہ
فرش تلف نہ ہوجائے اسکے فعل کے سبب سے ہم اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اُسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل
دار انسان واخذ متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یحولہ ولم یجحد لم یضمن مالم یہلک بفعلہ او یخرجہ من الدار خانیہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر مین
داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہوگیا تو اُسپر تاوان ہے اور اگر اُسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اُسکے لینے کا انکار نکیا تو تاوان نہین جبتک وہ چیز ہلاک
نہ ہوجائے اُسکے فعل کے سبب سے یا اُسکو گھر سے نکال لیجائے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین مگر ہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن
علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اُس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے ہم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے
ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالون کو آپس مین ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہے کہ تمھارے
خون اور تمھارے مال تم پر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ جو
شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اُسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین ذہنیت کی قید اسلیے لگائی کہ نادانی

گناہ نہیں ہے چنانچہ دوسرے شخص کا مال غلطی سے کھا لیا اپنا مال جانکر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی قولہ
العین قائمۃ و بغیرہ بالکلیۃ بفعلہ او غیرہ او آفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اسکا تاوان دینا اگر
وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اسکے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی ہم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اسکے گھر میں
آیا اور اسکے پاس تلف ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہوگیا کذا فی الطحطاوی و بغیر من علم الاخیر ان فلا اثم لانہ خطاء
وہو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم باوجود اسکے حق میں پھیر لے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور
حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر بین تضمین الغاصب و غاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف
المغصوب بان غصبہ و قیمتہ اکثر و کان الثانی املأ من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب
ہوگیا وہ مختار ہے دو چیزوں میں غصب کرنیوالے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے
تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہوا اس طرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو
اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیۃ
ہم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے پھیر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور
چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے
شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کرلی اور اب اسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار
ہے اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے
کذا فی الطحطاوی فی غصبہا عجلا فاستہلکہ یضمن قیمۃ العجل و نقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اسکو ہلاک
کیا اور اسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اسکی ماں کے نقصان کا ہم اسواسطے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا
موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اسکی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب و فی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ و لم یومر بعمارتہ الا
فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اسکے ناقص ہوجانے کا تاوان دے اور اسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنانے
کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ہم قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے
تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا و فی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت و ادعی انہ کان
باذنہا و انکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا
قول مقبول ہوگا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مرگئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اسکے اذن سے تھا اور وارث اسکا منکر ہو تو
زوج کا قول مقبول ہوگا و یجب رد عین المغصوب ما لم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر
فاحش نہ ہوگیا ہو کذا فی المجتبی ہم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اسکا نام اور اسکا عمدہ فائدہ زائل ہوجاوے تو مغصوب منہ کی ملک
اس سے زائل ہوجاتی ہے اور غاصب اسکا مالک ہوجاتا ہے اور تاوان اسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادا عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور
اگر مغصوب ناقص ہوگیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہوگیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز
ہے کذا فی الطحطاوی مغصوب کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن

پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اسکے غصب کرنیکے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے اگر دیا ولو
بغیر علم المالک فی البزازیۃ غصب دراہم انسان من کیسہ ثم ردہا فیہ بلا علمہ بری وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ
خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہوجاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے
کسی آدمی کے درہم اسکی تھیلی سے غصب کیے پھر انکو اسمیں رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہوگیا اور اسیطرح اگر مغصوب نے سپرد کردیا
مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسیطرح اگر مغصوب طعام ہوا اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اسکو
کھا دے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزیلعی ویجب رد مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب
کا اگر وہ ہلاک ہوجاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت
ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف رح یوم الغصب وعند محمد رح یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہوجاوے
اسطرح پر کہ وہ پایا جاوے اس بازار میں جسمیں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اسکی قیمت خصومت کے دن
کی یعنی جسوقت حاکم کا حکم ہوا اسوقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع
کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی ثم خزانہ میں امام کے قول کو راجح کہا ہے اور تحفہ میں [illegible] اور ابو یوسف
کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الخلاصۃ ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت والی چیزوں میں غصب
کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے ثم بحر اخر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اسکی قیمت واپس لایا اگر مالک نے
کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں تجکو معاف کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اسکی
گود میں رکھدے یا اسکے دونوں ہاتھوں میں تو وہ بری الذمہ ہوجاویگا اور اگر اسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور عین غصب کے سامنے
رکھدینے سے بری الذمہ ہوجاویگا کذا فی الخلاصۃ والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کدہن بحبس قیمی فتجب قیمتہ یوم غصبہ
اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے ملگئی ہو جیسے گیہوں مخلوط جو کے ساتھ اور تلوں کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ
مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اسکے غصب میں اسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ثم فتاوی رشید الدین میں ہے کہ وہ وزنی چیزیں جب
ملجاویں اسطرح کہ جدا نہ ہوسکیں وہ مثلی نہیں رہتی ہیں قیمت والی ہوجاتی ہیں کذا فی الخلاصۃ وکذا کل موزون یختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر [illegible] ذکرہ فی الجواہر
اور اسیطرح قیمت والا ہوجاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ [illegible] کذا فی جواہر الفتاوی
زاد المصنف ورب وخل لان کلا منہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہما ولا یثبت دینا فی الذمۃ مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی
عصارہ ثمرات کا اور خل یعنی سرکہ کی قیمت والی چیز ہے واسطے کہ ہر ایک انمیں سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اسمیں صحیح نہیں اور وہ دین ہوکر
ذمہ پر ثابت نہیں ہوتا ہے یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا اسمیں جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی ہے قلت وفی الذخیرۃ [illegible] قیمی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم
میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے اور غیر قیمتی ہے تاوان میں اور مثلی ہے سوا اسکے تاوان کے چنانچہ سلم میں وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی میں ہے
کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھوننے سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ الفحم واللحم ولو نیا والآجر قیمی اور اشباہ میں ہے کہ کوئلہ اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے [illegible] وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیما یجلب [illegible] وغیرہ وکذا الصابون [illegible] الورق الابیض
والعصفر والصرم والجلد والابریسم [illegible] وکذا الحنطۃ وکل کیلی وموزون یتصرف علی الہلاک مضمون بقیمتہ فی ذلک الوقت کسفینۃ موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح

انیہا من کیلی و موزون تضمین قیمتہا ساعتئذ کما فی المجتبی اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ میں یہاں اور حلب اور سمیریہ کے ذکر کیے ہیں فصولین وغیرہ
کی طرف منسوب کر کے وارد ہے اور اسیطرح صابون اور بانس اور ورق یعنی درخت کی پتیاں اور سوہان اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور نیا ایک تیل اور
اسی طرح مٹی پھر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے کے وقت اسکی قیمت ہو
چنانچہ کر انبار کشتی جسے ڈوبنے لگے اور اسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اسمین تھی گرادی تو اس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاویگا کذا فی المجتبی
ھم ورق سے یہاں کاغذ مراد نہیں ہے اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ و فی البحر غصب مار فی حنطۃ فافسدھا و زاد فی کیلہا ضمن قیمتہا قبل صب الماء لا
مثلہا لانہ لم ینقلہا فلو نقلہا لمکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان
کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فلیحفظ اور بحر میں ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہوں میں سو اسکو بگاڑ
دیا اور اسکے کیل میں زیادت ہوگئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اس کی قیمت تھی یہ اس صورت میں ہے جبکہ
اسنے گیہوں کو نہ اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھا لیگیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اسنے اسکو غصب کیا اور حالانکہ
وہ اسوقت مثلی تھا برخلاف اس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اسی مکان میں جہاں گیہوں تھے بغیر نقل کے انتہی ما فی البحر فقیہ اور حاصل کلام اور خلاصہ مقام
درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل اور مانند بازاروں میں بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہ ہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور
تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ حبسہ بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص
علی الراجح حبس حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لتظہر ای لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ البدل من مثل وقیمۃ پھر اگر غاصب نے مغصوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو وہ
محبوس کیا جاوے یہاں تک کہ حاکم کو معلوم ہوجاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کر دیتا پھر حاکم اسپر عوض دینے کا
حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاے ہلاکت وجوب رد عین سے مرتبط
ہے اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص ہے یعنی جبکہ رد عین متعذر ہوا اسوقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف احتیاج ہوگی
ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک
عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہوجانیکا اسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا
یعنی اسکے تلف ہوجانے کا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس
ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہیں کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک ویجیٔ
اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ مقدم ہیں اور اسکا بیان آگے آوے گا
ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونوں نے ذات مغصوب میں اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہے کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہے کہ یہ نہیں ہے تو غاصب
ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا و ہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد
وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول جیسا کہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا
اور اسکے ہاتھ میں آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہیں شیخین کے نزدیک برخلاف
محمد کے کہ انکے نزدیک غیر منقول کے غصب میں بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف میں علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے و ذکر
ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان ان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی میں ذکر

کہا ہے کہ جو وقف غیر منقول ہو اور جو موقوفہ گھر ہون کے غصب مین لزوم تاوان کا فتوی ہے اور منافع وقف کے غصب مین لزوم ضمان کا فتوی ہے ذکرہ الطحطاوی یعنی
کہا کہ لفظ موقوفہ ہمارا یا اور وہ دونون کی طرف راجع ہے وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف
والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد مین ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اسمین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت مثل
لازم ہوگی تاکہ وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفی اجارۃ القنیۃ انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری ان تحقیق
فی ارض فانہ فی الاستحقاق الاجرۃ انتہی فلیحفظ اور قنیہ کی کتاب الاجارہ مین ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہین ہوتا غیر منقول مین فقط تاوان دینے
کے حکم مین اور لزوم تاوان کے سوا اور مین تو شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہین جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے مین یعنی مغصوب غیر منقول کا
پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے اسیطرح استحقاق اجرت مین بھی غصب ثابت ہوتی ہے اگر غاصب عقار مین سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگر
وقف اور مال صغیر ہو انتہی انتہی فلیحفظ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاسروشنی وعماد الدین فی فصولہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع
والتسلیم قول ضعیف ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہے دونون نے یہ قول اپنی فصول
مین کہا ہے وکذا بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسیطرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے
پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی البحر وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا
گواہی سے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد صورت اسکی یہ ہے کہ دو شاہدون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے
سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدون پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہے
نہ ضمان غصب وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعدتہا ثلثۃ اور اشباہ مین ہے کہ غیر منقول مین تاوان نہین مگر چند مسائل مین تاوان ہے اور انہین تین
مسئلون کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب
ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کاشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے گا بالاتفاق ثم نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہے قول صواب اور مفتی بہ یہ ہے کہ اسمین
خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہی نقصان
ہے فیعطی بالزاد البذر وصححہ فی المجتبی پھر مغصوب منہ غاصب کو اسقدر دے جسقدر بیج نے اسکی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی مین ثم یہ مسئلہ
ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے یا عبارت سے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی صورت یہ ہے کہ کھیت کی قیمت کیجاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق
تخم مراد نہین بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جسقدر دونون مین تفاوت ہوا اسقدر مالک غاصب کو دے اور
اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے
بلا اعتبار قلع وفی الصیرفیۃ ہو المختار اور صیرفیہ مین ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت لقلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اسکا اکھاڑ ڈالنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی مین ہے ثم مجتبی مین ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین مین زراعت کی او کھیت جما تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اسکے اکھاڑ ڈالنے کا امر
کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے
بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قطع الاشجار یعنی کہ مغصوب منقول مین بالاتفاق اسقدر تاوان لازم
ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار مین ضمان لازم ہے ثم منقول مغصوب کے نقصان مین مطلقا ضمان لازم ہے خواہ غاصب
کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین مین مصرح ہے تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل لم یضمن البناء ضمن

ہو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبداً او اجر فنقص في
مدة الاجارة بالاستعمال وہذا ساقط من نسخ الشرح لہذا لکھا گیا تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ میں دیا پھر
غلام میں کچھ نقصان عارض ہوگیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے بسبب
داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں ہے اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے
مغائر ہے وان استغلہ فنقصہ الاستغلال او اجرہ استعارہ فنقص ضمن النقصان وتصدق بالباقي من الغلة والاجرة خلافا لابي يوسف كذا في الملتقى اور اگر مغصوب
کرایہ میں دیا سو اسکو نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عاریت کی چیز اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو
باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لكن نقل المصنف عن
البزازية ان الغني يتصدق بكل الغلة في الصحيح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب اگر توانگر ہے تو غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ
کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان
غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی كما لو تصرف في المغصوب والوديعة بان باعه وربح فيه اذا كان ذلك متعينا بالاشارة چنانچہ
اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچا اسلیے اور اسمیں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ
کرنے سے متعین ہو وہم متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو درم اور دینار او بالشراء بدراهم الوديعة او الغصب و
نقدها یا متعین ہو خریدنے سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انھیں دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تر یوں کہنا تھا اذا کان
متعینا او غیر متعین ونقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا اسکے ثمن مغصوب کے دراہم
کرے یعنی یتصدق بربح حصل فيهما اذا كانا متعينين بالاشارة یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب یا ودیعت کے تصرف میں جبکہ وہ دونوں
اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہوجاتے ہوں وان کانا مما لا يتعين فعلى اربعة اوجه فان اشار اليها ونقدها فكذلك يتصدق اور اگر مغصوب اور
ودیعت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ دراہم تو چار صورتوں پر ہیں سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انھیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی
متعین کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار اليها ونقد غيرها او اشار الى غيرها ونقدها او اطلق ولم يشر ونقدها لا يتصدق في الصور الثلث عند
الكرخي قيل وبه يفتى والمختار انه لا يحل مطلقا كذا في الملتقى ولو بعد الضمان ہو الصحيح كما في فتاوى النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور انکے سوا
اور دراہم ادا کیے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیے یا مطلق دراہم ذکر کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیے تو
ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے واختار بعضهم الفتوى على قول الكرخي في زماننا لكثرة الحرام وهذا كله على
قولهما وعند ابي يوسف رح لا يتصدق بشيء منه كما لو اختلف الجنس ذكره الزيلعي فليحفظ اور بعضے فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے
میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو
تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح کہ تاوان میں دراہم
دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اسپر واجب نہیں اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الزيلعي مختصرا فان غصب وغير المغصوب فزال اسمه واعظم منافعه اي اكثر مقاصده پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اسکا نام اور

اعظم منافع یعنی اسکے اکثر مقاصد زائل ہو گئے ہم زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کر کے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان
نقصان میں مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اسکو حلال بکری بولتے ہیں احترازعن درہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ
لکن بقی اعظم منافعہ فلذا لا ینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما ظنہ ملا خسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع
کی قید ان درہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درہم کا نام زائل ہو گیا لیکن اسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرایش اور
اسی واسطے مالک کا حق درہم سے کبھی منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر ملا خسرو وغیرہ
نے گمان کیا ہے ہم اعظم منافع کی مثال مثلا گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ مسلم گیہون جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ اسکا بونا اور ہریسہ پکانا وہ پیسنے
سے فوت ہو گئے کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط برہ ببرہ او یمکن بحرج کبرہ بشعیرہ ملکہ بلا حل انتفاع قبل
ادا ضمانہ ای رضی مالکہ باداءہ او ابرائہ یعنی یا بدل لگیا مغصوب غاصب کی ملک سے اسطرح پر کہ اسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ ایک کے گیہون کا ملجانا
غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا ملجانا جو سے تو ان تینون صورتون میں غاصب تاوان اسکا دیگا اور اسکا مالک
ہو جاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اسکے تاوان کے اور ادا ضمان سے رضا سے مالک مراد ہے خواہ رضا ادا ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کر دینے سے ہو
یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو ہم تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادا ضمان قیمت
جائز نہیں ہو والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا ینبغی حلہ علی روایۃ وحرام علی المعتمد حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور
اختلاط سے مغصوب بلا رضا مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے کہ طعام اگر غصب کیا سو اسکو چبایا یہان تک کہ وہ مستہلک ہو گیا تو اسکو حلال ہونا چاہئے بموجب
روایت قیاسی کے اور حرام نگلنا بنا بر استحسان معتمد کے تاکہ مادہ فساد منقطع ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضا مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ
کھلتا ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح نے
کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہے وطبخہا وشیہا وطحن بر او زرعہ وجعل حدید سیفا وصفر انیۃ
چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اسکا پکانا اور بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اسکا کھیت میں بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہ مثالین
ہیں تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء علی ساجۃ بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند قیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ فیملکہ البانی بالقیمۃ او رہانیہ
عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ ہے ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانیوالا اسکی قیمت دیکر شارح نے
کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون ہم یہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھ ممکن ہے وکذا لو
غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او ابتلعت دجاجۃ لولوۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار وسقط
دینارہ فی محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی ہذہ القاعدۃ من الاشباہ
اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پھر اسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ میں ڈالدیا یا بوتا ودیعت رکھا سو وہ موضع
کی کوٹھری میں جوان اونٹ ہو گیا اور اسکا نکالنا ممکن نہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات میں گر پڑی اور اسکا نکالنا متصور نہین
مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط ملکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر
قیمت والے کو ضمان دیکر اسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر کمتر ضرر سے اٹھایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد
یزال بالاخف میں یہ سب کچھ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لولوۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الادمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی

النسق لاخراج الولد قلت وقدمنا فی الجنائز عن الفتح انہ ینبغی ایضا فلا خلاف وفی تنویر البصائر انہ الاصح فلیحفظ مترجم صاحب اشباہ نے کہا اور اگر
انسان موتی نگل گیا پھر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا جاویگا موتی نکالنے کے واسطے اسلیے کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سے عظیم تر ہے اور قیمت اُس
موتی کی اُس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیوں نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کر کے
شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور ہم باب الجنائز میں فتح القدیر سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ موتی کیواسطے بھی پیٹ چیرا جائیگا تو اب شافعیہ و حنفیہ میں کچھ
خلاف باقی نہ رہا اور تنویر البصائر میں ہے کہ موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لیکن لو کانت قیمۃ الساجۃ والبناء سواء فان
اصطلحا علی شی جاز وان تنازعا بیع البناء علیہما فیقسم الثمن بینہما علی قدر مالہما شرنبلالیہ عن البزازیۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر
ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلیں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم المتخاصمین بیع ہو اور اسکا ثمن دونوں
شخصوں پر بانٹا جاوے بقدر انکی مالیت کے کذا فی شرنبلالیہ عن البزازیہ یعنی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجۃ ہل لہ ذلک ان حکم علیہ بالقیمۃ
لا یحل وقبلہ قولان لتضییع المال بلا فائدۃ وتمامہ فی المجتبی باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑ دی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست
ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جائز ہے اور
دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضرب الحجرین درہما ودینارا او انا لم یملکہ وہو
لمالکہ مجانا خلافا لہما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنالیے یا برتن بنایا تو غاصب اسکا مالک نہ ہوگا اور وہ اُسکے مالک کی مملوکہ
ہے بلا عوض خلاف صاحبین کے ہمارے امام کے نزدیک مالک ہوا اسواسطے مفت مالک ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی میں متقوم
نہیں فان ذبح شاۃ غیرہ ونحوہا مما یوکل طرحہا المالک علیہ واخذ قیمتہا او اخذہا وضمنہ نقصانہا پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کے
مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اُسکی قیمت اُس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اسکے
نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں
امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم لو قطع یدہا او قطع طرف دابۃ غیر ماکولۃ کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر سدید ہنا قلت قولہ غیر سدید بثبوت الخیار فی غیر
الماکولۃ ایضا لکن اذا اختار ربہا اخذہا لا یضمنہ شیئا وعلیہ الفتوی کما نقلہ المصنف عن العمادیۃ فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیہ الارش اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی مالک
مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر
یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں اسواسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور رقیق میں ہے نہ غیر ماکول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض
کا قول غیر سدید ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اسکا لینا اختیار کرے
تو اُس سے کچھ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام
کے کہ اسمیں تاوان ہے ہم عیون میں ہے کہ امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدھا یا خچر ہلاک کرڈالے اسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے اگر مالک چاہے غاصب سے
ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کردے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو
ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان
نقصان اور اُسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اُسکے دینے اور اُسکی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتوی
تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے امساک اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلا شک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں

غیر ضامن ہے کذا فی الطحاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وهو ما فوت بعض العین وبعض نفعه لا کله فلو کله ضمن کلها یا غاصب نے کپڑا پھاڑا یعنی خرق واحش
خرق فاحش وہ ہے جو فوت کردے کچھ کپڑے اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ
خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑدے اور اسکی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے
وفی خرق یسیر نقصه ولم یفوت شیأ من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینه لیس غیره لقیام العین من کل وجه ما لم یحدث فیه صنعة او یکون ربویا کما
سیجیء فی الربا اور جس پھاڑنے میں اسکا نقصان ہوا اور خرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کردیا تو مالک نقصان کا تاوان لے لیوے کپڑا لینے کے ساتھ
اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں اس سبب سے قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اسمیں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ایسا ہو جس میں
بیاج جاری ہوسکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ثم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلا کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک کا
منقطع ہوگیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیزوں میں جاری ہے سواے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ بیان سبب فاحش ہو یا یسیر مالک
کی تخییر ثابت کرتی ہے اسکا عین میں بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین میں تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے
بیاج ثابت ہوتا ہے ومنه یعلم جواب حادثة وهی غصبت حیاصة فضة مموهة بالذهب فزال تمویهها فانه یخیر مالکها بین تضمینها مموهة او اخذها بلا شیء لانه یلزم الربا کما
اور اس سے یعنی او یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع تھا سو اس کا
ملمع غاصب کے پاس زائل ہوگیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے تاوان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تاوان
مستلزم ربا ہے اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحاوی ولو کان مکان الغصب شراء بوزنها فضة فلا رد لتعیبها ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنم
نقل من صرح به قاله شیخنا اور اگر بجاے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہوگیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب
عیب دار کردینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہوگیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے
تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ کمتر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیره
بغیر اذنه امر بالقلع والرد ولو قیمة الساحة اکثر کما مر اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑ
کا اور زمین پھیردینے کا امر کیا جاے اگرچہ قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا وللمالک ان یضمن له قیمة بناء او شجر
امر بقلعه ای مستحق القلع فیقوم بدونهما ومع احدهما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض به ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہوجاتی ہے
تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون
عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دیے
ولو زرعها یعتبر العرف فان تقاسموا الغلة انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیه اجر المثل واما فی الوقف فتجب الحصة او الاجرة بکل حال فصولین اور
اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار
ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین
کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین هم ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضا
الغاصب زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغه لا غیره لا لاوان بل حقیقة الزیادة والنقصان وسویقا فلته بسمن فالمالک
مخیر ان شاء ضمنه قیمة ثوبه ابیض ومثل السویق غیر فی المبسوط بالقیمة لتغیره بالقلی فلم یبق مثلیا وسماه هنا مثلا لقیام القیمة مقامه کذا فی الاختیار وقدمنا ولذا

جوڑنا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہو گیا اور تعمیر پر ٹوٹے ہوئے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیہ رکب دار غیرہ
لاطفاء حریق وقع فی البلد فانہدم شیٔ ہل یضمن لا لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جوہرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اُس آگ بجھانے کو
جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہو گئی اُسکے چڑھنے سے تو اُسپر کچھ ضمان نہیں ہے اس واسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو
اُسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوہرہ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اسکی اجازت سے
مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیہا اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو
اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر گیا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اسکو خبر
کرونگا تو وہ اسکو خود دبا رکھیگا حفر قبرا فدفن فیہا آخر میتا فہو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا
فکذلک ولا یکرہ لو الارض متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی پھر اسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا
تو وہ تین صورتوں سے ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہے تو اسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اسکو قبر کھودنے
کی قیمت یعنی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہے تو اسی طرح اسکی اجرت ثابت ہے اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کشادہ ہے اس واسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں
جانتا کہ کس زمین میں مریگا صم ولو الجیہ میں ہے کہ ایک مردے نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اسمیں دفن کر دیا اگر مکان تنگ نہ
ہو تو اول شخص مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کریگا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے ینتا بیع الفتاویٰ میں اسواسطے
کہ جسنے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مریگا کذا فی العمادی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل مذکورۃ فی
الاشباہ جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں
منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مریض کیواسطے باحتیاج خرید کرنا بغیر اسکے اذن کے جائز ہے اور اسیطرح والد کو فرزند کے واسطے اس کے
مال سے خرید درست ہے لیکن اور چیز سوائے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اسواسطے کہ احتیاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے دوسرا مسئلہ
یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اسکے اذن کے صرف کرنا اس مکان میں درست ہے جہاں رائے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور اسپر ضمان لازم
نہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مر گیا تو باقی رفیقوں نے اسکا اسباب بیچا اور اسکی تجہیز و تکفین اسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اس کے
وارثوں کو دیا تو انپر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ شعر وغاصب شیٔ کیف یضمن غیرہ + ولیس لہ فعل بہ غیر گدہی
ایک شخص نے غصب کی سو اسکا بچہ اسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو غاصب پر اسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان میں یوں کہا
ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اسکا ایسا فعل نہیں جس سے وہ متغیر ہو جاوے ہم عالمگیری میں ہے کہ غیر کی گدہی بلا اجازت ہانک
لے گیا اور بھیڑیا اسکا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اسنے مالک کو گدہی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدہی کے ساتھ ہانک لیگیا ہو تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر
بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اسکے ہانکنے کے تو اسپر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدہی کے ساتھ
بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطے وہ اسپر متعدی ٹھہرا شعر وغاصب نہر لم یکن منہ شربہ + وہل ثم نہر طاہر لا مطہر + اور نہر کے غاصب کو اسمیں سے پینا درست ہے یا نہیں
اور کیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہیں ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر کے اسکے مکان کو ہٹایا ہو تو اسمیں سے پانی پینا اور وضو
کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور وضو درست ہے اور دوسرے سوال کا
جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی من شرح الوہبانیۃ فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی تتمیم تتمۃ کا غصبہ وضمن قیمتہ ملکہ الخ

عندنا ملکه مستندا الى وقت الغصب فتسلم له الاکساب لا الاولاد یعنی غاصب نے جو غصب کیا اسکو غاصب کرڈالا اور اسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا
تو ہمارے نزدیک وہ اسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیان حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب کذا فی المنتقی والقول له
بیمینه لو اختلفا فی قیمته ان لم یبرهن المالک علی الزیادة اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف
کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برهن او برهنا فللمالک ولا تقبل بینة الغاصب لقیامها علی نفی الزیادة هو الصحیح زیلعی
پھر اگر مالک گواہ لایا یا دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی
زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہین یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر لو قال الغاصب او المودع المتعدی لا اعرف قیمته
لکن علمت انها اقل مما یقوله فالقول للغاصب بیمینه ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح مین بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع
متعدی نے کہے کہ مین مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہین جانتا لیکن یہ جانتا ہون کہ قیمت اسکی اس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح مودع
کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاویگا ثم البحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارة تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ
اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف مین مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادة فان نکل لزمته
اگر غاصب قیمت مجهوله بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اسکو لازم ہوگی وان حلف المالک ایضا
علی الزیادة اخذها اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظهر المغصوب فللغاصب اخذه ودفع القیمة او
رده واخذ القیمة وهی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر
دینا اور اس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظهر المغصوب وهی ای قیمته
اکثر مما ضمن او مثله او دونه علی الاصح عنایة فالاولی ترک قوله وهی اکثر وقد ضمن بقوله اخذه المالک ورد عوضه او مضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور
حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اسکے یا کمتر ہے اس سے بقول اصح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دے چکا ہے اسکے
قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا صاحب عنایہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکسان ہے حکم مین تو مصنف کو بہتر تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب
ولو قیمته اقل للزومه باقراره ذکره الواقی نعم متی ملکه بالضمان فله خیار عیب وزاد فی المجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ مین کچھ اختیار نہین اگرچہ قیمت مغصوب
کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکره الواقی مجتبی الدرر ہان جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اسکو خیار العیب
اور خیار الرویت ثابت ہے کذا فی المجتبی هم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرویة اسکو لازم ہوا چاہیے ولو ضمن بقول المالک
او ببرهانه او نکول الغاصب فهو له ولا خیار للمالک لرضاه حیث ادعی هذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اسکے گواہ لانے یا غاصب
کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اسمین اختیار باقی نہ رہیگا اسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ
مالک نے فقط اسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنه المالک نفذ بیعه اگر غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا پھر مالک نے اسکا تاوان لیا
تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاویگی وان حرره ای الغاصب لا المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایة ثم ضمنه لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع
لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پھر مالک نے اس سے اسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی
ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہین شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح مین نافذ ہے

کذا فی العنایہ او زوائد المغصوب مطلقا متصلۃ کسمن وحسن او منفصلۃ کدر وثمر امانۃ لا تضمن الا بالتعدی او المنع بعد طلب المالک لانہا امانۃ اور
مغصوب کی زوائد مطلقا خواہ زوائد متصلہ ہون جیسا کہ فربہی اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہون جیسا کہ دودھ اور پھل امانت ہین غاصب کے
پاس انکا تاوان نہین مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت
ہین ہم بیان دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یون کہتا کہ زوائد مین اسواسطے تاوان نہین کہ انمین غصب متحقق نہین تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی
و بطلب المنفصلۃ لا المتصلۃ لا یضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہین و ما نقصت الجاریۃ بالولادۃ مضمون و یجبر بولدہا بقیمتہ او بغرتہ ان فی بہ و
الا فیسقط بحسابہ اور جاریہ مغصوبہ نے جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جاویگا اور لونڈی کا جبر نقصان اسکے
ولد کی قیمت یا اسکے غرہ سے کیا جاویگا اگر اسکے ساتھ برابر ہوا اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اسکے حساب کے موافق ضمان سے ساقط
کیا جاویگا ہم یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ساٹھ درم قیمت رہ گئی تو اگر اسکے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہو تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اسکا
ولد مالک کو پھیر دیا جا غاصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہو تو ۴۰ سے بمقدار ساقط کرکے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا
قیمت سے جبر نقصان اسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو ورنہ غرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ
پیٹ سے گر پڑا تو اسپر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جبر نقصان کیا جاویگا ولو ماتت بالولادۃ فانہ کفی ہو الصحیح اختیار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی
اور اسکے ولد کی قیمت اسکی قیمت کے ساتھ برابر ہو تو بھی کفایت ہے ہی الاصح کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہین زنی بامۃ مغصوبۃ ثم ردہا
فردہا حاملا فماتت بالولادۃ ضمن قیمتہا یوم علقت زنا کیا اس جاریہ سے جسکو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مرگئی
تو غاصب پر اسکی اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اسکی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی ہم چونکہ رد فاسد تھا لہذا اسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اسنے غصب کی تھی
تو اسمین تلف ہوجانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اسنے پھیر دی تو سبب تلف اسمین موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرۃ لانہا لا تضمن بالغصب
لیبقی ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کر کے حاملہ اسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر
ضمان نہین ہوا اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہین ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے و ردہا محمومۃ فماتت لا یضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور
حالانکہ اسکو تپ تھی سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہین اسواسطے کہ تپ مین غاصب کا کچھ دخل نہین وکذا لو زنت عندہ فردہا فجلدت فماتت بہ ملتقی اور اسیطرح
غاصب پر ضمان موت نہین اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو
وہ اسکے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی ہم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو فی یدہ فتولد ثبت النسب والولد حر [illegible]
اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر وبخلاف منافع الغصب استوفاہا او عطلہا
فانہا لا تضمن عندنا اور برخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا انکو معطل چھوڑا ہو انکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہین ہے ولو جدت فی
بعض المتون و منافع الغصب غیر مضمونۃ الخ لکن لا یلائمہ ما یاتی من عطف خمر المسلم الخ مع انہ اخصر فتدبر اور متن کے بعض نسخے مین یون عبارت ہے و منافع الغصب غیر
مضمونۃ الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے آویگی یعنی عطف کرنا خمر مسلم کا مناسب نہین باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اسکو غور کر الا فی ثلث
فیجب اجر المثل علی اختیار المتاخرین ان یکون المغصوب وقفا للسکنی او للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہین مگر تین صورتون مین تو اجرت مثل واجب ہوگی
بعد جب اختیار کرنے فقہاء متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کیواسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو او
مال یتیم الا فی مسئلۃ سکنت امہ مع زوجہا فی دارہ بلا اجر لیس لہا ذلک ولا اجر علیہا کذا فی الاشباہ [illegible] یا مال یتیم کے منافع مغصوب ہین تو اجرت مثل

واجب ہی مگر اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو زوجین کو یہ جائز نہیں اور انپر کرایہ بھی نہیں ہی چنانچہ
اشباہ میں قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہی قلت وتستثنی ایضا سکنی شریک الیتیم ذو ید نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لاشی علیہ کذا الاجنبی بلا عقد ولو دار
الیتیم کالوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت دار یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہی اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہی
کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسیطرح اس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضون نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہی وجوب
اجرت میں مطلقا انتہی قول المصنف ثم مفتی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہی کہ دار یتیم وقف کے مانند ہی تو درحقیقت کچھ استثنا نہیں قلت ویمکن حمل کلا الفرعین
علی قول المتقدمین فعندہم لا اجرۃ واما علی قول المتاخرین انہا کالوقف فتجب الاجرۃ علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأۃ واجبۃ علیہ وہو غاصب لدار الیتیم فتلزمہ الاجرۃ
وبہ افتی ابن نجیم میں کہتا ہوں اور استثنا کے دونوں مسئلوں کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہی اور متاخرین کے نزدیک قول معتمد یہ ہی کہ یتیم کا گھر
وقف کے مانند ہی تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اسکی ماں کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہی اور زوج گویا کہ گھر یتیم کا غاصب
ہی تو اسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہی ابن نجیم صاحب اشباہ نے ثم اور اگر یتیم کی ماں اسکے گھر میں رہے درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہ ہو تو اس پر
اجرت نہیں کذا فی الطحطاوی عن السید وفی الصغیر فیہ نظر اذ التفصیل لو الیتیم یقدر علی المنع فلا اجرۃ والا فعلیہا غیر ظاہر اور صغیر میں ہی جو یہ تفصیل مذکور ہی کہ اگر یتیم منع
پر قادر ہی اور اسنے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زوجین پر اجرت واجب ہی غیر ظاہر ہی ثم قول مذکورہ کی ظاہرا غیر ظاہر ہونے کی یہ وجہ
ہی کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور عدم منع لائق اعتبار کے نہیں ہی ولہذا فہو علیہ لا علیہا کما افادہ فی تنویر البصائر اور یہ جواب اسکے یعنی موجب قول معتمد کے تو اجرت
زوج پر واجب ہی نہ یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تنویر البصائر میں مذکور ہی یعنی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہی تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانیۃ
ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض وان الحاضر انما یسکن فیہا اذا کان لا یضرہا فللغائب ان یسکن قدر شرکتہ قالوا وعلیہ الفتوی پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلہ کے موجب ہی اور شریک حاضر جبکہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو
جائز ہی کہ اسمیں بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علمانے کہا اور اسی پر فتوی ہی ثم عمادیہ میں مذکور ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے
تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہی پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین پر زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضا مندی مالک کی ایسی
صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہی اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ للاستغلال ان
بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قیل او اجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اس مغصوب کے منافع کی اجرت مثل واجب ہی جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اسکے مالک نے اسکو
تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح پر کہ اسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضون نے کہا یا اسکو اجارہ دیا ہو (کرایہ لینا) تین برس علی الاتصال وفی
الاشباہ لیصیر لہ معدۃ لہ باجارتہا بل ببنائہا او شرائہا لہ ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ میں ہی کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہیں ٹھہر جاتا اس کے
اجارہ دینے سے بلکہ اسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینیکیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت مشتری استغلال کیواسطے ہوسکتا ہی وشرط علم المستعمل بکونہ
معدا حتی یجب الاجر اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہی کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہی تب اجرت مثل واجب ہوگی والا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہ شرط ہی کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ثم اور اگر مشہور ہوگا غصب میں تو اسپر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اور دونوں
مسئلوں کی وجہ یہ ہی کہ اسنے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ منکر والآخر مدع میں کہتا
ہوں اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہی اور رہنے والا کہتا ہو
کہ مجھکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اسکی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی اور دوسرا مدعی ہی اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہی نہ مدعی کا قال شیخنا وتبعہ

رب الدار بنيه لا يبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اُسکے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے
ولو بنی لنفسه ثم اراد ان يعده قال قال بلسانه وخبر الناس جاز ذكره المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اُسکو کرایہ کے واسطے مہیا
کرے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگون کو اسکی خبر کردے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فيها فان سكن
بتاويل ملك كبيت سكنه احد الشركاء فی الملك ولو بيتيم كما مر عن القنية فتنبه مگر اس گھر مین ضمان نہین جو کرایہ کیواسطے تیار ہوا جبکہ اسمین کسی شخص نے سکونت
کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جسمین شرکا مالک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ قنیہ سے بسبب مذکور ہوچکا ہے قنیہ سے
تو خبردار رہنا ہم شارح نے خبردار کردیا اس بات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے و وجوب الاجرة فی الوقف
اذا سكنه احدهما بالغلبة بلا اذن لزم الاجر لكن وقف کے مکان مین جبکہ ایک شریک اسمین سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او فيما
كبيت الرهن اذا سكنه المرتهن ثم بان للغير معد للاجارة فلا شیء علیه یا سکونت کی عقد کی تاویل ہے چنانچہ رہن کے گھر مین مرتہن یا چھوڑ لیا ہو اگر وہ گھر غیر کا
ظاہر ہوا حالانکہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہو تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہین یعنی لو اجر الغاصب اما فی المستاجر فالمسمى لا اجر المثل ولا يلزم الغاصب الاجر بل يرد ما قبضه
للمالك اشباه وقنیہ باقی رہی یہ بات کہ غاصب مواضع ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت مسمی ہوا
ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیردے کذا فی الاشباہ والقنیہ وفی الشرنبلالية وينظر ما لو عطل المنفعة هل
يضمن الاجرة كما لو سكن اور شرنبلالیہ مین ہے اور اسمین نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑدے کیا اجرت کا ضامن ہوگا
چنانچہ سکونت کے حال مین ہے وبخلاف خمر المسلم وخنزيره بان اسلم وهما فی يده اذا اتلفهما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے
اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اُسکی ملک مین باقی رہے جبکہ دونون مسلمان یا ذمی تلف کرڈالے تو ضمان نہین یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق
مین شراب اور سور مال متقوم نہین وضمن المتلف المسلم قيمتها لان الخمر فی حقنا قیمی حكما لو كانا لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنیوالا دونون کی قیمت
کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی مملوک ہوں قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانون کے حق مین قیمت والی چیز ہوا باعتبار حکم شرع کے ہم
ضمان ہوا اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیون کے حق مین شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اُسکی تملیک اور تملک سے ممنوع
ہے لہذا اُسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی ولمتلف غیر الامام او مامورہ بری ذلك عقوبة فلا يضمن ولا الزق خلافا فالحجر مجتبی ضمان اسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا
بادشاہ یا اُسکا مامور نہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہو تو اب ضمان نہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنے کا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبی ام یعنی اگر بادشاہ
یا اُسکا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کرڈالے باعتبار تعزیر کے تو اُسپر ضمان نہین منع اظہار مین ہے کہ ذمی نے دار الاسلام مین شراب اور خنزیر کی بیع
علانیہ کی تو اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہاوے یا خنزیر کو قتل کرے تو اُسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جانکر تو اُسپر تاوان نہین شک
نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتة ودم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے مین اصلا تاوان نہین خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے
نزدیک یہ چیزین مال نہین بخلاف مالو اشتراها ای الخمر منه ای الذمی وشربها فلا ضمان ولا ثمن لانه فعله بتسليط بائعه بخلاف غصبها مجتبی برخلاف اس
مسئلہ کے اگر شراب ذمی سے خریدی اور پی تو نہ اُسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہ فعل اُسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب
کرنے کے کہ اُسمین تسلیط مالک نہین لہذا اُسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفیہا تلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدهما لا شیء علیه الا فی رواية علیه قيمة الخمر اور مجتبی مین ہے کہ ذمی
دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہین مگر ایک روایت مین اُسپر تاوان مذکور ہے غصب
خمر مسلم فخللها بلا قيمة له لخلها او جلد ميتة فدبغه به بلا قيمة كتراب وشمس اخذهما المالك یعنی شراب مسلمان کی

غصب کی پھر اسکو سرکہ بنایا اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تھوڑے سے گیہوں یا تھوڑا نمک ڈالکر کہ جسکی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ مین
رکھکر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اسکی دباغت کی اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لیگا
لکن لو اتلفہما ضمن لا لو تلفا ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہوں تو اسپر ضمان نہیں ومنعہ
شرح الوہبانیہ لضمن قیمتہ مدبوغا واقرہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضامن ہے اور اسی قول پر ملتقی مین اعتبار کیا ہے ہم یہ ضمان
صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو خللہا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ ولا شیء علیہ لمالکہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی
چیز سے چنانچہ زیادہ نمک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اسکا مالک ہوجاویگا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین کے ولو دبغ بذی
قیمۃ کقرظ وعفص اخذہ المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اسکو
لے اور جسقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے وللغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے
لینے تک درست ہے ولو اتلفہ لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا چنانچہ اس صورت مین ضمان نہین اگر وہ خود بخود تلف
ہوجاوے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہین مردار کے تلف کرڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ لان
ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اُس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اُس شخص کا ہو جو اسکو مباح کہتا ہو یعنی شافعی مذہب کا
کذا فی الملتقی ہو اسواسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے حجت حنفیہ یہ ہے کہ اسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ولا تاکلوا مما لم
یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو
اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اسکی قیمت کا یعنی گھڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہین اسکی قیمت
کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا جمع معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح
قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ کہ دف توڑنے مین اُس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف مین روئی رکھتے ہین اور بربط کے توڑنے مین
اُس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین ثرید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر ومنصف سیجیء بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان
مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ مین سکر اور منصف کا بیان آویگا سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہوجاوے اور منصف
وہ ہے جو آدھا جلجاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایہ وصح بیعہا کما صح وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف
اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان نہیں اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا
فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی النظم الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیون کا طبل خلاصہ
کی کتاب النظم مین یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریون کا طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی مین مباح ہے تو اسکے توڑنے مین بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ
ونحو الکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور
اسکے مانند کی چنانچہ ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اسطرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت کے
ہون ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد
وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہین برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے
مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ام و مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت

ہوئے آمر اور آمر مولی کی صورت یہ ہے کہ مولی نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اُسکا مولا آمر پر ہوگا اور جو غیر مامور کی یہ صورت ہے کہ جیسی مجبور سے
کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اُسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں [illegible] جامع الفصولین
میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار میں تو ضمان اُسکا آمر پر نہ ہوگا حافر پر اور اگر یوں نہ کہے کہ میرے واسطے
کھود تو ضمان آمر پر نہ ہوگا یعنی حافر پر ہوگا کذا فی الطحطاوی استعمل عبد الغیر لنفسه بان ارسله فی حاجته وان لم یعلم انه عبد او قال ذلک العبد الذی استعملنی
غیری فتضمن قیمته ان هلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اعلاج کر کے اسکو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اُس غلام
کہا جسکو اسنے اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اُسکی قیمت کا تاوان دیگا اگر غلام ہلاک ہوجاوے کذا فی العمادیہ یعنی ہوا اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہر جاتا ہے
رجل الی آخر وقال انی حر فاستعملنی فی عمل فاستعمله فهلک ثم ظهر انه عبد ضمنه علم او لم یعلم [illegible] فی عمل لنفسه اور عمادیہ میں ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ
میں آزاد ہوں سو مجھسے کوئی کام لے سو اُسنے اُس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اُسکا تاوان دیوے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ
اسوقت ہے جبکہ اسنے اُس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعمله لغیره ای فی عمل غیره لا ضمان علیه لانه لا یصیر غاصبا کقوله اصعد ارق هذه الشجرة وانثر للمشمش
فتاکله انت سقط الضمین الآمر ولو قال لتاکله انت وانا ضمن قیمته لانه استعمله کله فی نفعه اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو آمر پر ضمان نہیں
ہوا سواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہوجاتا چنانچہ اسکے یوں کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زرد آلو جھاڑ تاکہ تو کھاوے سو غلام گر کے مر گیا تو آمر
پر ضمان نہ ہوگا اور اگر یوں کہا تاکہ تو کھاوے اور میں تو اُسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اسنے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا ہم طحطاوی نے کہا تعلیل ہم
میں گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع میں مشتمل نہیں غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی فقصده فصدا معتادا فتغیره بالاخره فمات منه ذلک ضمن
قیمة العبد عاقلة الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اُسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اُس
فصد کے زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا ہم ہوا اسواسطے ضمان واجب ہوا
کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیته علی عاقلة الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے
صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اُسکے مرجانے میں تو اُسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا غصب عبدا ومعه مال المولی صار
غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابه تبعا لضمان عینه بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اُسکے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے
کہا کہ غلام کے کپڑوں کا غاصب تاوان دیگا باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اُس کے
کپڑوں کا وفی الوهبانیة شعر ونسی الحرفات یضمن نقصها + ونسی القرآن وشاخ یذکر + اور وہبانیہ میں ہے اور اگر غلام مغصوب پیشوں کو بھول گیا تو اُنکے نقصان
کا غاصب تاوان دے اور اگر قرآن بھولجاوے یا غلام جوان بوڑھا ہوگیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ میں علت شاملہ فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے
مالیت زیادہ ہوتی ہے شعر ولو علم الدلال قیمة سلعة + تقوم للسلطان انقص یخسر + اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کمتر قیمت اسکی بیان کرے
تو اُسپر تاوان لازم آویگا شعر ومتلف احدی فردتین لسلیم + البقیة والمجموع منه یکفر + اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی [illegible]
اور کل کی ضمان کو وہ حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ چیزیں ہیں جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہووے بدون دونوں کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے
اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد اُسمیں سے غصب کرے تو وہ دوسری فرد بھی اُسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اُس سے لے قلت وعن ابی یوسف
لا یضمن الا النقصان التی انها وفی البزازیة هو المختار واقره الشرنبلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ غاصب تاوان نہ لیا جاوے مگر ایک ہی
موزے کا جسکو اسنے تلف کردیا اور بزازیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے وذکر المنید ان السلطان لیس بقید وانه ینبغی القول بضمین

القاضی ایضا سیاتی استبدال الوقف ومال الیتیم قاضیخان واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ
کی بیت میں قبض قیمت دلال میں سلطان قید نہیں ہے وہ رہی یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصا استبدال وقف اور مال یتیم میں تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے واللہ اعلم ہم یعنی احوال تباہی اور ویرانی اوقاف کی قیمت امیرون اور بادشاہون اور حاکمون کے واسطے قیمت کرنے والے مقرر کرتے ہین
اور اسمین غبن فاحش ہوتا ہے اور قاضی انکا حال جانتا ہے خصوصا استبدالات میں تو اسوقت میں لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجیے کذا
فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصرا خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مرگیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا
یہ ہے کہ اگر تجارت کا دین ہے تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اسپر دین تھا
اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھولکر مرگیا تو ماخوذ نہ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اسکا باپ مرگیا
تو فرزند سے آخرت میں مواخذہ ہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا۔ اگر
مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت میں ہوگا اور جھگڑا ذمی کا قیامت میں سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ اور
غیر کفر کے عذاب سے اسپر تخفیف ہوا کریگی بسبب اسکی حق تلفیون کے تو اس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور چوپایون کی خصومت آدمی پر
نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب میں بیمار ہو تو اسکی عیادت نہ کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب
کی اور اسمین مسجد بنائی اور دکانین اور حمام تو اس مسجد میں نماز کا تو چندان مضائقہ نہین لیکن حمام میں نہ نہانا چاہیے اور دونون کا کرایہ نہ لینا چاہیے مگر خرید
کرنے کیواسطے دکانون میں جانا جائز ہے ہشام نے کہا میں مکروہ جانتا ہوں نماز اس مسجد میں یہانتک کہ اسکے مالک راضی ہوجاوین اور ان دکانون کو
خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگر ان دکانون میں رہتے ہین مغصوب جانکر انکی گواہی قبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وتمت انشاء اللہ الکریم

## کتاب الشفعہ

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل میں مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہوتا ہے غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی
غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ میں مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو ذکر کیا ہے الشفعۃ لغت میں بمعنی ضم کے یعنی
ملانا زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہے شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہے گنہگارون کے واسطے اسلیے کہ حضرت کی
شفاعت سے نہ بخشے فائزین کے ساتھ ملین گے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنی ملک کے ساتھ ملاتا ہے لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا وشرعا تملیک البقعۃ جبرا علی المشتری
بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا فبقیمتہ اور شرع میں شفعہ عبارت ہے تملیک البقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے میں پڑا اور یہ
تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اسکی قیمت کے ہم مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہوگیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور
میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ میں شفعہ نہین اور اگر ہبہ
بعوض ہو تو اسمین شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز
خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت نفس بقعہ میں ہو خواہ حقوق میں چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ آدمی اجنبی شخص
کی ہمسایگی سے تکلیف نہ پاوے وشرطہا ان یکون المحل عقارا اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہو ہم در المنتقی میں ہے کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہے تو عقار
میں کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اسکی راہ سفل میں نہ ہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اسواسطے کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ
اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع میں حق القرار بین العقار عن الکل کذا فی الطحطاوی سفلا کان او علوا شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو

یا اوپر کا مکان هم شفعه بالاخانه کی مثال یه هی که دو شخص شریک هین سفل اور علو مین سو ایک شریک نے بالاخانه کا اپنا حصه بیچ دیا تو دوسرا
شریک اوسکا شفیع هوگا تبعیت عقار سے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقه فی السفل لانه التحق بالعقار بما له من حق القرار اور شفعه ثابت هی اگرچه
بالاخانه کی راه نیچے والے مکان مین نهو اسواسطے که بالاخانه ملحق بعقار هی اسواسطے که اوسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت هی کذا فی الدرر ثم اگر منزل بالا اور
منزل زیرین کی ایک هی راه هی تو استحقاق شفعه بسبب طریق کے هی اسوجه سے که وه شخص شریک هی فی الحقوق هی اور اگر اوسکی دوسری راه هی تو استحقاق شفعه
بسبب همسائگی کے هی اور اگر منزل زیرین کی بیع هوئی اور منزل بالا منهدم هو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعه نهین اور بقیاس قول محمد شفعه هی اور اگر منزل
زیرین ایک شخص کی هی اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونون کے پاس گهر بکتا هی تو آئین دونون کا شفعه هی کذا فی الطحطاوی و ما جزم به ابن الکمال
فی اول باب ما هی ذیرین ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فرده شیخنا الرملی فی آخر بعد عماقیل البزازیه و غیرها فلیحفظ اور رد هوا ابن کمال نے اس باب کے
اول مین جیسا اندر شفعه هی اوسکا یقین کرلیا هی که جب بیچی جاوے عمارت حق قرار کے ساتهه تو عمارت ملحق بعقار هی تو اوسمین شفعه ثابت هی سو اس کلام کو
همارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا هی اور فتوی دیا هی عدم شفعه کا بزازیه وغیرها کا تابع هو کر تو اوسکو یاد رکهنا چاهیے ثم عمارت مع حق القرار کی مثال
یه هی که زمین وقف مین عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکوره کی بیع هو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے
نزدیک اسمین شفعه ثابت هی لیکن در المنتقی اور بزازیه اور سراجیه اور خیریه اور قنیه مین عدم شفعه مصرح هی سراجیه مین یون هی که ایک مرد کا گهر هی وقف کی زمین
مین تو اوسکے واسطے شفعه نهین اور اگر وه شخص اپنی عمارت بیچے تو اوسکے واسطے بهی شفعه نهین کذا فی الطحطاوی مختصرا ورکنها اخذ الشفیع من احد المتعاقدین
عند وجود سببها و شرطها اور شفعه کا رکن لینا هی شفیع کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعه کے هم یعنی جب که اتصال ملک شفیع هو اور عقد معاوضه
اور مبیع عقار هو وحکمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنتین اور حکم شفعه جائز هونا هی طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچه جواز طلب دو
سال کے بعد هو هم سالها سال کے بعد طلب شفعه اسوقت جائز هوگی جبکه شفیع غائب هو اور اوسکو بیع کا حال معلوم نه هو وصفتها ان الاخذ بها بمنزلة
شراء مبتدا فتثبت بها ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رویة و عیب اور شفعه کی صفت یه هی که لینا شفعه کا لینا ابتداء خرید کے مانند هی تو شفعه سے وه ثابت
هوتا هی جو خریداری سے ثابت هوتا چنانچه پهیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے تجب له لا علیه شفعه واجب هی یعنی ثابت هی شفیع کی منفعت کیواسطے
نه اوسپر مضرت هونے کو هم شارح نے اس قول سے اشاره کر دیا که یهان وجوب یعنی ثبوت کے هی نه وجوب مصطلح فقها جسکے ترک سے گناه لازم آوے تو اگر شفیع
شفعه طلب نه کرے تو اوسپر کچهه گناه نهین بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیه حق المالک کما یاتی شفعه واجب هی بعد بیع کے اگرچه ایسی بیع فاسد هو جسمین مالک
کا حق منقطع هو گیا چنانچه آگے آویگا هم بیع فاسد مین حق مالک منقطع هوتا هی مشتری کے وقف کرنے اور رهن رکهنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری
یا شفعه واجب هوتا هی بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار هو یا بائع اور مشتری دونون کا تو شفعه نهین وتستقر بالاشهاد فی مجلسه ای
طلب المواثبة اور شفعه مستقر اور ثابت هو جاتا هی گواه کرنے سے اوسکی مجلس مین یعنی طلب مواثبة کی مجلس مین فلا تبطل بعده تو شفعه باطل نه هوگا بعد گواه
کر لینے کے یعنی بعد اشهاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعه باطل نهوگا بعد جب ظاهر ناسب مفتی به کے ویملک بالاخذ
بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حرره ملا خسرو اور عقار مبیع مملوک هو جاتا هی لینے سے باهم کی رضامندی
سے یا مملوک هوتا هی قاضی کے حکم سے شارح نے کها قضاء قاضی اخذ پر عطف هی بسبب ثابت هونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پهلے چنانچه
درر مین ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا هی هم شارح نے بیان عطف سے شبه دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجهیگا تو مطلب یه هوگا که ملک شفعه لینے
سے هوتی هی خواه لینا تراضی سے هو خواه قاضی کے حکم سے حالانکه یه مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو هی وبقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعه واجب

ہوتا ہی بقدر رؤس شفعا کے نہ بقدر املاک شفیعون کے برخلاف مذہب شافعی کے ہم عدد رؤس شفعا اور مقدار ملک کی صورت یہ ہی کہ ایک گھر تین شخصون مین
شریک ہی ایک کا حصہ اسمین نصف ہی اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونون شریکون نے
شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونون مین اخماس
کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونون شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین
کذا فی الدر یعنی جتنے شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخلیط متعلق تجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہی واسطے
خلیط کے یعنی جو شریک ہوا ہو ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سے متعلق ہی ہم کہتے ہین مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا ثم لہ
یعنی الخلیط فی حق المبیع وہو الذی قاسم وبقیت لہ شرکۃ فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین ابتدا اسکے کہ شریک نفس مبیع کا ہو یا ہو گو شفیع کو
کے واسطے مبیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہی جو حق مبیع مین شریک ہوا اور حق مبیع کا شریک وہ ہی جو مشترک چیز بانٹ
لی اور اسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقولہ کشرب نہر صغیر لا تجری
فیہ السفن وطریق لا ینفذ پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی جیسے پانی کی باری اس نہر صغیر کی جسمین کشتیان
نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذ فلو عاما لا تشفعۃ بہما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذ ہو تو
ان دونون شریکون کیلئے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیانہ شرب نہر مشترک بین قوم تسقی اراضیہم منہ بیعت ارض منہا فلکل اہل الشرب الشفعۃ ولو نہرا عاما فلا شفعۃ الا
للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہی کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہی چند لوگون مین کہ انکی اراضی اس سے سینچی جاتی ہین ان اراضی مین سے
ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والون کو واسطے شفعہ ثابت ہی یعنی سب لوگون کا حق ہی اسکی خرید مین اور اگر نہر عام ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور
باقی مسئلہ بحال سابق ہو تو سب پانی لینے والون کا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہی ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نکیا
اسکے ظاہر ہونیکے سبب سے ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہی اگرچہ ہمسایہ
ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو بابہ فی سکۃ اخری وظہر دارہ لظہرہا فلو بابہ فی تلک السکۃ فہو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہی جسکا دروازہ دوسرے
کوچہ مین ہو اور اسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہو تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہو تو وہ خلیط ہی حق مبیع مین
جار ملاصق نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہی کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک
ہی دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہی ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جبکہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک
احق ہی شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہین کوچہ کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی
تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہی کذا فی الدر طحطاوی نے کہا کہ ترتیب مذکور کی وجہ انہی
مین مذکور ہی الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ حقدار ہی خلیط سے اور خلیط احق ہی شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع
ہی اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہی اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہی محبوبی نے ترتیب اسکی یون ذکر کی ہی کہ اول شریک فی البیت ہی پھر شریک فی الدار
پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہی کہ اسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونون کے
مین راہ نہین چلتے بسبب تنگی مر کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہین ہی والواضع جذوعہ علی حائط و
شریک فی خشبۃ علیہا جار اور رکھنے والا دہنیون کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہی وہ ہمسایہ ہی نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہدایۃ

کرتے ہیں تو یا در کھنا چاہیے لیکن اُنکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں اور شارح نے کتاب الحظر میں
اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے
اہل مکہ کیواسطے کہ گھر ون کو حاجیون کیواسطے خالی کردین بدلیل قول حق تعالی سواء العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور
امام نے اجارہ جائز کیا ہے ایام حج کے سوا تو اس میں تو امام سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ
ہے اور غیر ایام میں اجارہ صحیح ہے فیہا فیصح الطلب من وکیل المشتری ان سلم الیہ هو کذا ان سلم لا والطالب ہو المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب
کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر بیع اُسنے اپنے موکل کو تسلیم نہ کردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہے تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے
باطل ہے یہی قول مختار ہے ہم مصنف اور شارح کا کلام اسکا متمم ہے کہ وکیل مشتری جسکو بیع ہوئی تو اُسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل
ہو جاتا ہے اور واضح رہے یہ بات کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہو جاتی تو اس میں بطلان شفعہ نہ کور نہیں اور
اسیطرح نہ بیلی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ ذکرہ فی النوازل ولا بجوارہ شرح مجمع و
خانیۃ خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ وحمل لا ساقطۃ قال المصنف اور شفعہ نہیں ہے وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے
کذا فی شرح المجمع والخانیۃ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہے خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں ہو اسلئے شفعہ
نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اُسکو وقف کیلئے والا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
وقولہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو فقط ولا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی روایت کا
نقل کی وکذا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یون ہو گی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی قال وحمل شیخنا الرملی الاول علی
الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اور بیع فقی القبض حق الشفعۃ مبنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہون اور ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنی عدم
شفعہ بجوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکا ہو تو واقف اور متولی کو استحقاق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں
اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو سو قبض میں
ہو کر حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ ہم یعنی اگر شرط کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو جاوے تو اُسکے جوار کے وقف کے متولی کو اُسکا خریدنا بحق شفعہ
درست ہے کذا فی الطحطاوی فمفادہ ان مالا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ ملوک نہ
ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اس میں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ ملوک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اس میں شفعہ ہے ہم ملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص
نے وقف کیا وہ قرار دون پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے
اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجوارہ وکان البعض المبیع ملکا وبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع ملوک ہو اور بعض وقف اور ملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

## باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنیکے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اُسکا بیان اور اُسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا ویطلبہا الشفیع فی مجلس
علمہ من مشتر او رسول او عدل او عدد بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونیکی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اُسکے فرستادہ سے یا کسی
اور ایک ثقہ شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان لم یعدل ہو المجلس کا لمخیرۃ ہو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی

مجلس علم بیع میں طلب لازم ہو اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر ستون فتوی شامل ہیں بزازیہ
روایت ہو اہم انتہا وری کہا صاحب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہوا تو خلاف کی کیا وجہ ہے اور
اسی روایت پر تفریع ہو نوادر الاسلام کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی اسواسطے کہ طلب پر اسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب
بعد علم بیع فوراً … اور … ہے اور اگر شفیع کو … کہ … اول یا وسط خط میں لکھا تھا سو اسنے تمام خط پڑھا تو
شفعہ باطل ہو گیا … یا کہ علم مشتری یا ثمن ہو گیا ہو اسواسطے کہ سکوت اسوقت رضا ہوتا ہے جبکہ مشتری یا ثمن معلوم ہو اور نہ ہو
… بلفظ … طلبہا … لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے چنانچہ
یوں کہنا کہ میں نے شفعہ طلب کیا اور مانند اسکے چنانچہ یوں کہنا کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں اسکو طلب کرتا ہوں یہ بھی طلب المواثبۃ ہے
المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی المبادرت کہتے ہیں اسم سو ثبت مفاعلت ہے وثوب بمعنی جست سے اور وہ استعارہ
ہے … سے ہو اسواسطے کہ ہوا … کو ذکر … قطع کرتا ہے والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لنفی الجحود اور طلب مواثبت
میں گواہ کرنا لازم نہیں بلکہ … انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہے ہم گواہ کرنا اسوقت میں لازم نہیں جبکہ مجلس علم میں گواہ نہ ہوں و
الا گواہ کرنا … ہے کذا فی المنح … یہ ہے کہ اگر اسوقت گواہ ہوں تو انکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کر لے اور اگر کوئی وہاں نہ ہو تو اپنی زبان
سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہوتا اسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب … کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم
کھلاوے ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالک او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اسکے
قبضہ میں ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہو اسواسطے کہ وہ مالک ہے اسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار
وانا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا الان فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد وسمی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلان نے یہ گھر خریدا
اور میں اسکا شفیع ہوں اور تحقیق میں مجلس علم میں شفعہ طلب کر چکا ہوں اور اب میں اسکو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اسپر اور یہ طلب اشہاد ہے اور اسکو
طلب تقریر بھی کہتے ہیں … اور اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہیں اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہیں وہذا الطلب لابد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب
او رسول ولم یشہد بطلت شفعتہ … اور طلب ثانی ضروری ہے تو اگر شفیع قادر ہوا اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اسکا
باطل ہو گا وان لم یمکن منعہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہو گا … خیرہ سے ہے کہ اگر شفیع راہ مکہ میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ
کرے اور طلب اشہاد … عاجز ہو … تو … وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو
تو اسکا شفعہ قائم ہے … اور … طلب کرے … اور اگر … قدرت کچھ نہ کرے گا تو شفعہ باطل ہو گا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہؤلاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور
اگر شفیع نے طلب اول … میں کسی کے پاس ان تینوں میں سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کر لیا تو اسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہے اور
وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہو گی ثم بعد ہذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا لی … فقال السبب کما فی الملتقی لیشمل الشرکۃ
فی نفس المبیع پھر ان دونوں طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خریدی ہے اور میں اسکا شفیع ہوں بسبب فلانے گھر
کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلانے سبب سے بسبب شرکت یا جوار کے جس طرح ملتقی میں ہے تو شرکت نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا
ہم مصنف کی تعبیر میں حق مبیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر میں دونوں شامل ہیں فمن اسلم الدار الی … فیقبضہا المشتری وطلب …
لانہ وقت علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم بھیجے اسکو کہ گھر حاضر کرے شارح نے کہا یہ اس صورت میں ہے جبکہ گھر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب …

فقط اشتری پر موقوف نہیں ہے ہو یہی طلب تملیک و خصومۃ اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخیرہ مطلقا بعذر او
بغیرہ شہرا او اکثر لا تبطل الشفعۃ حتی یسقطہا بلسانہ بہ یفتی وہو ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر
قلنا دفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ
باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کردے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے
یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہوجایگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے
ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل سے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے کہ قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا اسی سال تک مذکور ہوچکا کہ جو ظاہر
مذہب پر فتوی ہے اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الحاوی واذا طلب الشفیع سال القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لما
یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا کہ جسکی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ
کا دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل دعوی کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ میں
ہے اور اسکی حدیں کیا ہیں یہ اسواسطے کہ شفعہ حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیے یہ اسواسطے کہ دعوی مجہول کا صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری
گھر کا قابض ہے یا نہیں یہ اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اسکے حدود سے
سوال کرے یہ اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اوروں کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب
صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تونے کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے طول زمان اور
اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے
پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اسکے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کردے اور کسی شرط کو اسنے فوت نہ کیا
تو دعوی اسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الحاوی فان
اقر بہا ای بالملکیۃ بالشفیع او نکل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اسکا اقرار کرے یعنی اس
گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال
کرے کہ آیا تو نے اسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد ذکر کرتا اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونیکے بعد
ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ خلیط او علی السبب فی شفعۃ جوار لخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ
بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے
چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہوچکا یا شفیع گواہ لاوے اسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کردے ہم امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ
جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کھائے کہ واللہ
میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا ہذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکرہ فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یہ یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد
اس وقت ہے جبکہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہوا اسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن
کمال و ان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کردے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نہ کردیا ہو یہ اسواسطے کہ حاضر
ثمن قبل قضا واجب نہیں واذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کردے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم

ہوگا اور مشتری کو گھر کا روک رکھنا ثمن لینے کیواسطے درست ہے فان قیل للشفیع ای بعد القضاء ادا فاخر لم یبطل عند محمد لعدم الرد کذا ذکرہ الزیلعی
والثمن فاخرہ لم یبطل شفعتہ پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اُسنے تاخیر کی ادائے ثمن مین تو اُسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل
از حکم تو شفعہ باطل ہوگا آخر سے محمد کے نزدیک اُسکے موکد نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی وخصم الشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم
الاول مطلقا والثانی بعدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اُسکے
مالک ہونیکے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سُنے جاوینگے
بائع پر جبتک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے ویفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع
فسخ کیجاوے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہین بسبب زائل ہوجانے اُسکی ملک اور قبض
کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری
لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ
ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اُسکی ملک اور قبض دونون زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا
وللشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری
نے برأت عیب کی شرط کر لی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہین اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی
مدت بھی نہین اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو وفی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للجبر اور اشباہ مین ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام مین فریب کے
تاوان کے سوا جبر کے سبب سے صورت اُسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی
سو مالک مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اُسنے ویساہی کیا تو شفیع ثمن پھیرلیگا مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہوگا
تو بائع سے وہ نقصان پھیرلیگا اسواسطے کہ بائع نے اُسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہین ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے
زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر والتحالف
اور اگر شفیع اور مشتری ثمن مین اختلاف کرین اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے
کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونون قسم نہ کھاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہان ہوتا ہے جبکہ انکار دونون جانب سے ہو اور دعوی بھی
طرفین سے ہو اور یہان مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہین کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری
دونون گواہ لاوین اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہین مشتری کے ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہین اسواسطے
کہ مشتری کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک مین ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا
مشتری نے ثمن کا اور اُسکے بائع نے اُس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اُسکے قبض کرنیکے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا
ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو موجب اُسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ تحالفا وان اگر
دونون نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونون پر قسم کھانا
لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونون
نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاوے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض لا الکل

بعد القبض اشباہ اور کہیں لحقہ الا ان البائع کا بعض ثمن لینا ظاہر ہوتا ہے حق شفیع میں پس شفیع کم لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع میں ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ
بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق میں ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہریگا وحط الکل والزیادۃ لا یأخذہ
بکل الثمن اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفیع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفیع اسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف
یأخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ
فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لہ جاریۃ اوہبتا قنیۃ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اسکو ہزار سے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا
پھر بائع نے اسمیں سے سو کم کر دیے تو اب شفیع کو اسواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نو سو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع
نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ہم یہ دونوں مسئلے
حط ثمن کے جزئیات سے ہیں وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یأخذ بمثلہ اور خریدنے میں مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکما ہو
جیسے کہ شراب مسلم کے حق میں کذا ذکرہ ابن کمال ہم یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ قیمتی ہے حکما مسلم کے حق میں اور اسکا مقتضی یہ
کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہو گیا نہ ابن کمال
کی عبارت سے وفی الشراء بقیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خریدنے میں قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن وفی
بیع عقار بعقار یأخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع میں بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض
تو ہر شفیع دونوں عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا اور اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء
بثمن مؤجل یأخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال ثم اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے میں شفیع نے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع
شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اسکو لے ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن مؤجل مشتری پر ہے وہ معجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے
اسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل نہ ہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال ذہب حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت
الشفعۃ خلافا لابی یوسف رح اور اگر شفیع ثمن مؤجل سنکر چپ رہا اس سبب سے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے
کے وقت تو شفعہ باطل ہو گیا بر خلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا ویأخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لابد ان
یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی
ہو یہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کر کے ویأخذ
بقیمتہما لو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملکہا وتملیکہا اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے
شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ہم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اسکے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمتی
کی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اسکے مثل ہونے سے اسکی قیمت لینا اسکی
ذات کے لینے کے مانند نہیں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لا یحرم تملیکہا بخلاف المرور علی العاشر ہم
معلوم کہ خنزیر کی قیمت یہاں یعنی شفعہ لینے میں گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اسکی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف وارد ہونے
ذمی کے عاشر پر ہم یعنی قیمت خنزیر یہاں گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے
تو وہ اس سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اسکی ذات کا لینا جائز نہیں تو

اسی طرح اُسکے قائم مقام کا لینا درست نہین اور یہان قیمت سوا ے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہین ہوسکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر
والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلف فیہا فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہی
اُس ذمی کی طرف جو مسلمان ہوگیا یا اُس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت مین مختلف
ہون تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایہ و یاخذ الشفیع بالثمن و قیمۃ البناء والغرس مستحقی القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ لے ثمن سے
اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب مین مذکور ہوچکا قلت واما اذا بناہا بالوان کثیرۃ او طلاہا بجص کثیر خیر الشفیع بین
ترکہا واخذہا واعطاء ما زاد الصبغ فیہا لتعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین
یا بہت گچکاری کی ہو اسمین تو شفیع مختار ہے اُس گھر کے چھوڑ دینے مین یا اُسکے لینے مین اور اسقدر کے دینے مین جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی
سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض رنگ کے اور حالانکہ اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اُسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی الحاوی
الزاہدی او بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعہما ای الشفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دیکر لے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہون یا یہ کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اُکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع ان یاخذ بالقیمۃ
البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جسکے اُکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اُسکا لینا کھودی عمارت اور اُکھڑے درخت کی قیمت سے
کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذہ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما للغیر فیہ حق اقوی ولذا القدم علیہ فینقضہ اور
ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن و عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اُسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہین دے سکتا ہے
کہا ہے امام شافعی و مالک نے ہم اُسکے جواب مین کہتے ہین کہ مشتری نے اُسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے ولہذا وہ مقدم ہوگیا اُسکے لینے مین
مشتری پر تو اُسکو نقض عمارت اور درخت مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والہبۃ زیلعی
وزاہدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہان تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی یعنی اگر مشتری نے
خریدنے کے بعد اسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم مین ہے
کہ نقض مسجد در نقش ہوتی جائز نہین اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر اور زراعت تو نہ اُکھاڑی جاوے گی
اسواسطے کہ اُسکی نہایت معلوم ہے اور اُسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خریدنے کے بعد زراعت کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری
پر اُسکی اجرت لازم ہوگی ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف
المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیر لے اگر اُسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور
درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اُسکو کسی نے فریب نہین دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد
والاصل ان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل
ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اُسکے وصف کے جیسے عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہین بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یبق شئی من نقض و خشب اور یہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اُسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا
درختون کی لکڑیون سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ عن الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد
وعلی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اُسکو لیا بسبب اُسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی

نہ رہا تو بقدر اسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاوے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی
الزیلعی قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ہلاک بلا فعلہ لم یسقط شئ من الثمن لعدم حبسہ اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شئ من الثمن ح بالاخذ بالشفعۃ
تحولت الصفقۃ الی الشفیع فصار کہلاک ما دخل تبعا قبل القبض ح لا یسقط بمقابلتہ شئ من الثمن قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اس طرح پر کہ
وہ تلف ہو جاوے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے ہو اسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہے
اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعا داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک
ہوگئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہ کہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من
الثمن حصتہ لان الفائت بعض الاصل یعنی بخلاف اس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہوگئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اسکے حصہ کے ثمن
ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی و یاخذ بحصتہ العرصۃ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف و
فی الاول الآفۃ سماویۃ وتقسم الثمن علی قیمۃ الارض و البناء یوم العقد بخلاف ما مر لانہ صار مقصودا بالحبس اور شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے
عمارت گھر کی ڈھائی ہو اسواسطے کہ اسنے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی تھی اور ثمن تقسیم ہوگا زمین
اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اسکے منہدم ہوجانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا حصہ میں ہو اسطے ساقط
ہوگا کہ منقوض مال متقوم ہے جس مشتری کے سبب ونقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند
ہے حکم میں یعنی بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر المنقوض لہ ای للمشتری فلیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بانفصالہ اور نقض بکسر اول یعنی
ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اسکا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اسکا تابع نہ رہا ویاخذ ثمرا استحسانا للاتصال لان اتباع ارضا ونخلا و ثمرا او اثمر
بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لے اسکے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خریدے یا کہ پھل لگے خریدے کے بعد
مشتری کے قبضہ میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا
اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او ہلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراہا بالثمر سقطت حصتہ من الثمن
فی الاول ای شراہا بثمرہا و بکل الثمن فی الثانی بحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اسکو مشتری نے اسکے پھلوں کے ساتھ
خرید کیا تھا ساقط ہوگا اسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جب باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے
قبضہ میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ
الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اسکو اسکا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف
قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کے
وقت ہے بالاتفاق وفی ہبۃ بعوض مشروط ولا شیوع فیہا وقت التقابض اور اس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہے اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض
البدلین کے وقت طلب شفعہ ہے یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریہ وفی بیع فضولی او بخیار بائع وقت
البیع عند الثانی ووقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہے وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت
بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبی من
لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ بل تقلد وغیرہا ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بہا والا فلا لا یحکم بہ بزازیہ جو شخص شفعہ

جوار کا معتقد نہو چنانچہ شافعی مذہب مثلاً اور وہ شفعہ طلب کرے اس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو حاکم اُس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے کہ ہاں میں اسکا اعتقاد رکھتا ہوں تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی التتمۃ البزازیۃ یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہ حلوانی کا قول احسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اسکا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اُسکے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی [illegible] شرح مسائل [illegible] اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یراہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ میں تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہیں تو شفیع معذور ہے [illegible] تاخیر طلب سے باطل شفعہ نہ ہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فامتنع لجلالۃ سبب [illegible] کذا یاتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نمانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود بر خلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آتا ہے یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کریگا تو معذور نہ ہوگا کذا فی شرح الحموی شری ارضا بمائۃ [illegible] ثم اخذہا الشفیع بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان الثمن یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب الذی باعہ ایک شخص نے زمین خریدی سو درہم کو پھر اُسکی مٹی اٹھائی اور سو درہم کو بیچی پھر اس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اسکو ۵۰ درہم لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درہم بانٹا جائے زمین کی اُس قیمت پر جو خریدنے کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اُس مٹی کی قیمت پر جسکو اسنے بیچ لیا اور وہ دونوں قیمتیں برابر ہیں ہم طحطاوی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہیں مگر جبکہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں ولکیفما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری ارفع ما کبست فیہا فہو لک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین [illegible] سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شفیع اسکو پچاس ہی درہم سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اسمیں تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن و یاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت ینبغی انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی میں ہے کہ گھر خریدا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہیں کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب انتہی ما فی الحاوی میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کہ اسمیں شفعہ نہیں جسمیں بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہاں جبکہ فسخ ساقط ہوجائے مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اسکے کوئی اور صورت سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض الکل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط میں ہے کہ ہبہ بشرط عوض میں موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبوض ہو یعنی دونوں عوضوں پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جائے تو اگر گھر ہبہ کیا ہزار درہم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہے یہانتک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

## باب ما تثبت ہی فیہ اولا تثبت

یہ باب ہے اُسکا جسمیں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لا تثبت قصدًا الا فی عقار ملک بعوض ہو مال خرج المہر شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصدًا مگر اُس عقار میں جو مملوک ہوئی ہے اُس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہوگیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا ہم قصدًا کی قید اسواسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسیطرح اشباہ میں ہے خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح نہر میں یا اراضی کے ساتھ وان لم یکن تقسیم خلافا للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت پذیر نہ ہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ میں ہے

باب ما تثبت ہی فیہ اولا تثبت

کہ آسیا سے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ ہم یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہیں
دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون الیس بعقار فیکون بالجملۃ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بالفتح اول و سکون
ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہ ہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر ہم صحاح میں ہے عرض بالسکون عبارت ہے متاع سے اور جو چیز سوائے
عرض ہے دینار اور درہم کے سوا وہ قیمتیں ہیں جو طعام و بناء و فلک خلافا لمالک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک کے و بناء و نخل اذا بیعا قصدا
ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال لمخالفتہ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان میں جبکہ انکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے
اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال نے سمجھا ہے بسبب اسکے مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہے
ولا فی ارث وصدقۃ وہبۃ لا بعوض مشروط اور شفعہ ثابت نہیں میراث میں اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط میں ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے
سبب سے ہوا تو اسمیں شفعہ نہیں کذا فی الدرر ودار قسمت او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مہرا وان قوبل ببعضہا ای الدار مال لان
معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی قسمت ہو گئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا
گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مالی واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی اسمیں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونیکی صورت یہ ہے کہ زوج نے
زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر باین شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم گھر پر سے لوٹا دے ہم نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر یا گھر کے مہر کو بالنصب لاتا تاکہ
اجرۃ پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہے اسواسطے
کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہے اسکا جو زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر واوجبا ای صاحبان فی حصۃ المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہے حصہ مال میں
یعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہے او دار بیعت بخیار البائع و لم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلبت
عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل عند البیع وصحح یا اس گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو
شفعہ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے
او بیعت الدار بیعا فاسدا و لم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا ثبتت الشفعۃ کما مر یا اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز
اسکا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اسمیں کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اسی طرح ہبہ سے
اور مہر میں دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او ردت بخیار رؤیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما
زعم المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہوا خیار رویت یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہے
برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے درر کا تابع ہو کر ہم مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق
ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکے مخالف ہے کذا فی المحیط وہی بعد ما سلمت ای ذا بیع وسلمت الشفعۃ ثم رد المبیع بخیار رؤیۃ او شرط کیف
ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب
خیار الرویۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں اسواسطے کہ یہ فسخ ہے بیع نہیں ہے ہم یہ علت ہے مسائل ثلثہ
کی یعنی شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالۃ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیب بلا قضاء و الاقالۃ
بمنزلۃ بیع مبتدأ برخلاف رد مبیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کو اسمیں شفعہ ثابت ہے اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا
بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہے شرع سے اور اسی طرح اقالہ بیع جداگانہ ہے ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضاء پھیر لینا چونکہ واجب نہیں اور باوجود اسکے

بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اُسنے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع ہو ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہی بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر و تثبت الشفعۃ
للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی مبیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہی غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہوا ہی
مولی کی مبیع مین ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین کیا ہم یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اسکا شفعہ اُسکے غلام تاجر مدیون کے
واسطے ثابت ہی اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہی وہ مولی کا مملوک نہین ہی اور یہی علت ہی مولی کے شفعہ لینے کی غلام کی مبیع مین و تثبت
لسیدہ فی مبیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہی غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گھر مین موجب
کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہی اور انمین سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہی و تثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او اشتری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہی اس
شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اُسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے
موکل کیواسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہی صورت اسکی یہ ہی کہ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہی اور اُس گھر کا ایک شخص جار
ملاصق ہی پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اسکو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہی خواہ اُسنے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسیطرح موکل کیواسطے
شفعہ ثابت ہی جبکہ وکیل نے اُسی کیواسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہی کذا فی الدرر یہ توضیح ہی شارح کے قول آئندہ کی فائدتہ انہ لو کان
المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہ ہی کہ اگر مشتری
یا خریدکا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی تو دونون کیواسطے شفعہ ثابت ہی اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین
باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہی ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای دکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان
الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا فیہا شفعہ نہین اُسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوگئی اُسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اُسنے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان درک
کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو ثمن کا ضمان اُسپر ہی اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہی کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہی شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے مین
اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سے اسمین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہی لہذا شفعہ باطل ہوگیا

## باب ما یبطلہا

یہ باب ہی اُسکا جو شفعہ کو باطل کر دیتا ہی یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجیح شفعہ کو باطل کرتا ہی طلب مواثبہ
کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہی کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اُس مجلس مین جسمین اُسکو بیع کی خبر پہونچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی
مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہی اور یہی قول راجح ہی طلب علی الفور ہی او ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی یدلا الاشہاد عند طلب المواثبۃ
لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر باطل شفعہ ہی باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے
کہ وہ غیر لازم ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہو چکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور مین اسکا شفیع ہون اور مین قبل اس کے
طلب مواثبہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد ہو اسپر اور قدرت کی صورت یہ ہی کہ کسی نے شفیع کا منھہ بند نہ کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو و بتسلیمہا
تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہی اُسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اُسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم
مبطل نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہی اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہو سکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد
لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہی ولو تسلیمہا من اب او وصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہی اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا
وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد کے اسمین جسکی بیع اُسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی ہم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو تسلیم

صحیح ہے امام کے نزدیک اور باپ یعنی بعد بلوغ کے صغیر اسکو طلب نہیں کرسکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ در صورت مساوات
یا قلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی سے باطل شفعہ نہیں الوکیل بطلبہا اذا سلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیمہ الشفعۃ صح لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی فی الاصح
لانہ یصیر خصماً بالخصومۃ طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر تسلیم یا اقرار قاضی کے پاس ہوا اور قاضی
کے حضور میں نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے و سکوت الاب کتسلیمہ اور ساکت رہنا اسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہی ہے مثلاً باپ
یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کے واسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے و یبطلہا صلحہ منہا علی عوض ای غیر المشفوع
لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل اسکے جو قول آئندہ ہم بیع ہو دو سطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار
وعلیہ رد ما اخذہ لانہ رشوۃ اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے وہم چونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہذا اسکا عوض لینا صحیح نہیں و
یبطلہا بیع شفعتہ بمال ولا یلزم المال و شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی ہوا اسواسطے کہ وہ رشوت ہے و کذا الکفالۃ
بخلاف القود اور اسیطرح کفالت باطل ہو جاتی ہے و بیع سے بخلاف قصاص کے کہ ہم کفالت سے یہاں مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے بعوض ضامن سے کہا
کہ میں تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہوں تو مال بری ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اسکا عوض لینا درست ہے اور اسیطرح ملک نکاح
اور اعتاق اور رق کا اعتیاض درست ہے اسواسطے کہ ان اشیا میں ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار بنصف الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بعوض لینا ۱۲
بعوض نصف ثمن کے تو صحیح ہے ولو صالح علی اخذ بیت بعینہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بعوض
اسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا اما نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول
نہیں ہے اسواسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن سے مسمی ہے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور
باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے و یبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافاً للشافعی و لو مات بعد القضاء لا یبطل و شفعہ کو
باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا بخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مرگیا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو
شفعہ باطل نہ ہوگا اور وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجانے کے بعد تو اسمیں کیونکر میراث جاری ہو کذا
فی الدرر لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے و یبطلہا بیع ما یشفع بہ
قبل القضاء بالشفعۃ مطلقاً علم بہا ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح سے باطل ہے
شفعہ کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہ ہو و کذا لو جعلہ الشفیع مسجداً او مقبرۃ او وقفاً مسجلاً درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اس مقام
جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل
ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو ورنہ شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا یبطل لبقاء
اور جسکے سبب شفعہ حاصل ہوتا ہے اسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے
اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوئی و یبطلہا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل کرتا ہے
خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہو طلب سے اور اعراض سے باطل شفعہ ہے فلمن دونہ اخذہ منہ
بالعقد الاول و الثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ میں یا اسکی برابر ہے تو اسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول سے
یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہو گیا تو شفیع ما دون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہو جاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء بحیث
مشترا ۱۲

لا شفعۃ لمن رد بہ بخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے ہوا اسواسطے کہ وہاں شفیع بائع ہا دون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا جیسا کہ سابق مذکور ہو چکا
کہ اگر شریک خرید کرے تو جار ملاصق کیواسطے شفعہ نہیں ہو کیونکہ ابطلہا ان استاجرہا او ساومہا بیعا او اجارۃ تاتی اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہو اگر شفیع نے مشتری
سے گھر کرایہ لیا یا اسکی خرید یا اجارہ کی بابت چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد طلب کے کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہو تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ
ان یولیہ عقد الشراء یا شفیع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے یہ تولیت ہو اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کر بطریق وکالت کے طلب
کرنا تسلیم کی دلیل ہو اور تسلیم بیع باطل شفعہ ہے لیکن بطلادی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہو اور یہ مراد نہیں کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے ہو اسواسطے
کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک عند البیع فلا یبطل فی الکل لان الاعراض یعنی یا شفیع ثمن
کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا مصنف درر کا مسئلہ زائد از حاجت ہو بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہو چکا یعنی باب سابق میں کو سب تینون
صورتون میں شفعہ باطل ہوتا ہو اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر او شعیر او بعددی متقارب
قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ... مثلی [illegible] اور اگر
کہ شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اسنے بیع تسلیم کردی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو یا عددی متقارب
سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکا اُن دیناروں یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہو تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونون مین
متاع میں اور گیہون جو میں یہ ہو کہ یہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیزیں اور وہ یعنی گیہون اور جو اور عددی متقارب مثلی ہی تو گاہے مثلی چیز کا شفیع پر آسان ہوسکتی
ہو اگرچہ زیادہ ہو سو مسئلہ اولی میں شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم بھی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے ہو جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا
کہ رغبت مختلف ہوتی ہو اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں خلاف دینار اور درم سے ہو اسواسطے شفعہ ثابت
نہ ہوا کہ دونون جنس واحد ہیں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت واجب ہو اور وہ درہم یا دینار ہیں تو آسانی اسمیں ظاہر نہیں کذا فی الجلادی ولو علم ان
المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہو تو شفیع اسواسطے شفعہ ثابت
ہو اسواسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سو بعضے کی ہمسائگی قبول ہوتی ہو اور بعضے کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق میں تسلیم کرنیکا
مستلزم نہیں ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہو دوسرے آدمی کے ساتھ تو اسکو
دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں ہم چلپی نے کہا اگر مصنف بجاے ولو علم کے ولو ظہر کہتا تو
مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم ظہر شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی
الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی البعض بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید
کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہو سب گھر میں اور اسکے بالعکس میں اسیطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید
کرنا تو اسکے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزا میں تسلیم کرنا ہو برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ثم شرع
فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال اب مصنف نے حیلون کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان
شروع کیا سو یون کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلا ایک گز نہیں بیچا حد شفیع کی جانب میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے کہ
شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر ایک گز کہ گھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع نہ کی تو اب شفیع اسمین شفعہ کا دعوی
نہیں کرسکتا بشرطیکہ طول سے شفیع کے تمام گھر کو ملاصق ہوا اور یہ حیلہ ہو شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول بان [illegible] اور یہ قول کہ ذراعا کا

نصب سہو ہے سہو ہم ہے تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یوں کہا ہے کہ وقایہ میں جو یہ عبارت ولا فیما بیع الا ذراعاً منصب ہے سہو کاتب
کی سہو سے ہے شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب ہے مستثنی کا نصب واجب ہے وکذا لاشفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری ثم شریہ
اور اسیطرح شفعہ نہیں اگر اسقدر یعنی بقدر ایک گز طول میں بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اُسنے اسپر قبضہ بھی کر لیا ہم عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ
جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہو گیا اور موہوب میں شفعہ نہیں کذا فی الحاوی سے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہا بثمن ثم ابتاع
بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً دسواں حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا
تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک
مقدم ہے جار پر سہم اول میں اسواسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی حاصل ہے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفیع لینے سے پہلے او
مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقدوں کے بعد وحیلتہ کلہا ان یشتری الذرع بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے ساقط کا حیلہ
ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولی میں یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ میں تمام ثمن سے سوا ایک درہم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درہم سے خرید کرے مثلاً
ہزار درہم پر خرید کرنا منظور ہے تو اس گھر کا ہزارواں حصہ ۹۹۹ درہم سے خریدا اور باقی گھر کو ایک درہم سے خرید کرے اب شفیع کا شفعہ ہزارویں حصہ میں ثابت ہوگا
۹۹۹ درم کی ثمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہو جاتا ہے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اراد بہ ابطال شفعتی
اور جائز نہیں شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہیں کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول کان
تلجئۃ بزازیہ مصنفا للوہبانیہ اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ کہ بیع اول تلجیہ نہ تھی کذا ذکرہ مؤید زادہ عن الجنس تلجیہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری
بیع ظاہر کریں دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہے کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک
ثابت رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الحاوی وان ابتاعہا بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیہ اور اگر بیع خرید کیا
ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو ہیں خواہش نہ ہوگی ہم مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درم ہے اسکو ہزار درم کے ثمن سے
خرید کیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تھان کی عوض اسواسطے کہ ہزار
درم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے وہذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر بالبائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہ
حیلہ شریک اور جار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولی بیع دراہم الثمن بدینار
لیبطل الصرف اذا استحق تو بہتر یہ ہے کہ دراہم ثمن کا ایک دینار سے بیع کرے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جائے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ہم ثمن کے دراہم مثلاً سو تھے
مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی اسواسطے کہ اب ظاہر ہو گیا کہ مشتری
کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الحاوی وحیلۃ اخری احسن واسہل ہی المشار الیہا فی الاستصناع ذکرہا بقولہ وکذا لو
اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشار الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر قلت ونحوہ
فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہروں میں اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسیطرح شفعہ
ساقط ہو جاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعیین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور اُنکے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ
کر دیا گیا اور اُنکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور اسی کے
مانند مضمرات میں ہے ہم جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہو گئی اور فلوس تلف ہو جانیکے بعد جہاں مقدار

بمقابل ما اخذ الکل او ترکہ لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض و بعدہ سمی
لکل بعض ثمنا او سمی لکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا لاتحاد الثمن جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کے
شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد
نہوگا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سبکو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمیں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری
کے تو عقد متفرق نہوا اسمیں کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اسکے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملاً ذکر کیا ہو
اسواسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا ۔ اعلم انہ لو طلب الحصۃ فرد علی الشفعۃ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی
حصوں میں وہ شفعہ پر قادر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہو گیا کذا فی ورد المنتقی ولو اشتری دارین او قریتین او مصرین صفقۃ اخذہما الشفیع معا او
ترکہما لا احدہما ولو احدہما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع وباقانی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خریدے یا دو شہروں میں ایک عقد میں ایک ایجاب اور قبول
سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع انکو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑ دے اور نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور
اسکا ذکر آگے آوے گا ہم اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو اور دوسرے کا نہو اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا مگر اسی
گھر کا جو اسکے پاس ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا
درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ہذا ای العدد والاتحاد العاقد
لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب احدہم اور اس عدد اور اتحاد عقد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد
کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا اپنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ہم یہ اس صورت میں ہے کہ ہر
وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحاوی اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم
المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح آدھا گھر غیر مقسوم خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا
تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اسکو حاصل ہو قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں پڑا ہو بموجب اصح قول کے ہم غیر اصح قدوری کا قول ہے
کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اسکی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض
اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون
قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع نقضہ کما ذکرہ وبقولہ بخلاف ما اذا باع احد
الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وہبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کرلی بائع کے
شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ
بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جسنے بیع نہیں کی قسمت کرلی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ہم
یہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ عقد اس شخص سے واقع ہوا ہے جسنے
قسمت کرلی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہو لہذا شفیع اسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا وہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد القسمۃ
بالقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع الثالث نقض القسمۃ ضرورۃ صیرورۃ النصف ثلثا شرح وہبانیۃ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر
تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کرلینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوا اسکے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی

ہوجاتا کی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ثم یشبہ ہو نقض قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہین مثلاً اُنمین سے دو نے وہ گھر
خرید کر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں
مشترین مین ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہ باقی نہین رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی مالکیۃ الدار التی یسکن فیہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول
للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی مالکیت مین جسمین وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے
کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے ولہ ای للجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اُسکی دانست پر جائز ہے ابو یوسف
کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ثم یعنی مشتری یون قسم کھائے کہ واللہ مجھکو معلوم نہین کہ شفیع کا ملک ہے اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے
فعل پر یقین قطعی نہین ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم یعنی کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اُس سے علم پر قسم لیجاویگی یعنی اسواسطے
کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر المشتری طلب الاشہاد وعند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ یحیط بہ علما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری
نے ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی
الزاہدی ثم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی
ہو اور گواہ ہون جو اسکو ثابت نہ کرسکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونون گواہ لاوین تو شفیع کے گواہ اولٰی اور
مقدم ہین اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہین فروع مسائل ملحقۃ شارح باع ما فی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ والا بطلت
الاجارۃ تو دان بیچا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ مین ہے اور حالانکہ مستاجر اسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اُسکی جائز رکھی تو اسکو لیگا بطریق شفعہ کے
یعنی ورا اجارہ باطل ہوجاویگا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کردے ثم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل
ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہین مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیۃ شری لطفلہ الاب شفیع لہ الشفعۃ والوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع بانہ
قنیہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے مین کہتا ہون لیکن شرح مجمع مین اسکے خلاف ہے
سو غور اور بہنا ہم شرح مجمع مین یون ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہین لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا
مال خرید کرنا جائز نہین اپنی ذات کیواسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لازق فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض
مبیع سے تو اسکا شفعہ فقط اسی قدر مین ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمین تفریق صفقہ ہوتی ہو ثم صورت اسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک
ہی گھر کے پاس ہے عبارۃ ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علحدہ ہو اور دونون دیوارون مین راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونون کے اتصال کے سبب سے کذا فی
الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کردیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور
دیانۃً مبطل نہین اگر شفیع شفعہ کو نجانتا ہو ثم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کردے ہر خصومت سے جو تیری خصومت
کہ ہماری جانب ہے سو اُسنے ابراء عام کردیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہین ہے کہ اُنکی جانب اُسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اُسکا شفعہ
باطل ہوگا لیکن فیما بینہ وبین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا زاہدی ہو الظاہر مین ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر برأت
من المجہول سے برأت ثابت ہوجاتی ہے قضاءً بھی اور دیانۃً بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی مین ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا
صبغ المشتری البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاہ ما زاد الصبغ او ترک جبکہ مشتری نے عمارت مین رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اُسکو اُتنا دے جسقدر
اُسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لا یراہ فہو معذور شفیع جار نے طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ

بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کیجاے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کیجاے قسم عروض من جنس واحد الا الجنسان لا یقسم بعضہا فی بعض لو قوعہا معاوضۃ لا
تمیزا فیعتمد التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجاے ان عروض و اسباب کی جنکی جنس متحد ہو قسمت کیجا وین دو جنسین اسطرح کہ بعض جنس بعض میں شریک کر
دیجاے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کر نہ تمیز ہو کر تو اختلاف جنس پر تراضی شرکا پر اعتماد کیا جاے نہ قاضی کے جبر کرنے پر یعنی اگر متاع اور اسباب
ایک جنس ہو جیسا کہ مکیل یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی سونا تو اسمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا
اور کچھ دوسرے شریک کو اسواسطے کہ مقصود دونون میں برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوگی لہذا قاضی کو اسمین جبر کا اختیار ہوگا اور دو جنسین کی قسمت میں ادخال بعض
کا بعض میں اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیجے اور دوسرے کو دیکر یا ان مثلا اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونون جنسون
مین خلط اور اتحاد نہیں تو ہوا ان میں قسمت تمیز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار
ہے جہان قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی و لا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الآدمی اور فقط لونڈی غلام کی قسمت کیا جاے فقط لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمیون کا
تفاوت بہت ہوتا ہے ہر آدمی میں تفاوت ہوتا ہے معانی باطنیہ کے سبب جیسا کہ ذہن اور ہوشیاری کے اعتبار سے بخلاف اور حیوانات کہ انمین تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کی صورت
مین فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت ہوگی تو اس وقت علاوہ کی بھی اسکے ساتھ ملکر قسمت ہوجاویگی باتفاق امام
اور صاحبین کے و قالا القسیم لو کور افقط وانا ثا فقط کما تقسیم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر لونڈی فقط غلام ہو یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت ہوگی
جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے و لا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیے جاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب
ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس کے ہون تو بھی قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہیں ہو سکتی و لا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی
قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاے حمام اور کنوان اور چکی اور کتابین اور ہر جو چیز کی قسمت میں ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی بنا پر شارہ کیا بطور عطف عام کے علت
عدم قسمت پر اشارہ کر دیا کہ ہر جو چیز کی قسمت میں ضرر ہو تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کیواسطے ہے جب ہر شخص کا عدم انتفاع مقصود
لاتی ہو تو معنی قسمت متحقق نہوے الا برضاہم لما مر مگر شریکون کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گزشتہ ہم یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر
شرکا راضی ہون قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انہیں کا ہے ولو اراد احدہما البیع وابی الآخر لم یجبر علی بیع نصیبہ فیطالب الاکثر اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا
شریک نہیں مانتا ہے تو اسکے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاویگا بخلاف ماسبق و الامام مالک ثم وفی الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ و لا القسم بالاوراق و
لو برضاہم اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ کتابین قسمت نہونگی وارثون میں لیکن ہر وارث انسے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے نہوگی
اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہون و کذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات
مین تمام ہو جیسا کہ فتاوی عالمگیری مثلا اسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلا اور کوئی کتاب الحج
اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجا
اور ہر شریک بعض کتب لے قیمت سے تو اگر بتراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہیں و فی الاشباہ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا تشاجرا فیہا ثم
احدہما الا اکری ولا انتفع وقال الآخر یرید ذلک امر القاضی بالمہایاۃ ثم یقال للممتنع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ
مین ہے ایسا اگر دار یا دکان مشترک ہو دو شریکون میں جسکی قسمت ممکن نہیں ہو دونون نے اسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ میں اسکو کرایہ دونگا اور نہ اس سے
نفع لونگا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ میں اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس
شریک سے کہا جاوے جو انتفاع کا ارادہ نہیں کرتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھے ہم یعنی اپنی باری میں اسکو انتفاع اور

عدم انتفاع کا اختیار ہوا اور دوسرے شریک کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے و دور مشترکۃ او دار و ضیعۃ او دار و حانوت قسم
کل وحدہ یا منفردہ مطلقا ولو متلاصقۃ اور اقسام ان میں مختلف ہیں پس اگر چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہو یا ایک گھر اور دکان مشترک ہو تو ہر ایک کی قسمت
علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہ باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھروں میں
اسطرح قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی
کے نزدیک ہونیکے تو انکی قسمت برابری کے ساتھ نہیں ہو سکتی ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا نہیں ہو سکتا بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی
قسمت خلاف جنس ہے جائز نہیں کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت کیے جائیں مطلقا اور منازل اگر متصل ہوں ایک گھر میں تو قسمت کیے جائیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت نہ کیے جائیں اسواسطے
کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے اور منازل [illegible] ہوتی ہے اور قبا [illegible] کذا فی الدرر [illegible] کما فی مصر واحد اور دو شریک [illegible] کی قسمت جمع
نہ ہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا نہ ہوں [illegible] یہ حکم اطلاق [illegible] شارح کا قول [illegible] نقل کیا [illegible] وقالا ان کان الکل
فی مصر واحد فالرأی فیہ للقاضی [illegible] اور صاحبین نے کہا کہ [illegible] اگر ایک ہی شہر میں ہوں تو [illegible] قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیا
مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے [illegible] اور ایک شہر میں ہوں تو جائز ہے کہ قاضی اسکو [illegible] دو شہروں
ویصور القاسم بالقسمۃ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی [illegible] اور قاسم نقشہ [illegible] کاغذ پر اسکی قسمت کا [illegible] تاکہ وہ نقشہ قاضی کے [illegible]
کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل و تسویہ کرے [illegible] قسمت کی یہ صورت ہے کہ [illegible] کرے [illegible]
تو اسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسداس کرے کذا فی [illegible] ویذرعہ [illegible] اور گز سے اسکو پیمائش کرے [illegible] اسکی ساحت کی مقدار گز سے معلوم ہو
یقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے [illegible] تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ عمارت کی قسمت [illegible] ہوتی ہے [illegible] زمین کی قسمت پیمائش سے ہوگی اور عمارت ایک شریک
کے حصہ میں واقع ہو تو حصہ عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اسکے راہ اور پانی کے
اور کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال
حاصل ہوں ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وهلم جرا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول و ثانی اور ثالث کے ساتھ وعلی هذا القیاس [illegible]
[illegible] بقدر حاجت کے [illegible] ترتیب [illegible] جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسماءهم ویقرع
تطییبا للنفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھ کر
گول بنا دے جو مہرہ میں ہے کہ قرعہ [illegible] اور جب یہی غرض اس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسی کی جانب [illegible] معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو
جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السهم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السهم الثانی الی ان ینتهی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اسکے لیے پہلا حصہ ہوگا اور جسکا نام کہ
دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہے یہاں تک کہ اخیر تک پہنچ جاوے ہم شرح وقایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو [illegible] خط [illegible] تمام
خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزوں سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے متصل کو ثانی [illegible] اور
اور اسکے متصل کو ثالث وعلی هذا القیاس جسکا نام قرعہ میں اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا انکہ اسکا حصہ پورا ہو جاوے پھر جسکا نام دوسری
بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص مساوی ہوں خواہ متفاوت انتهی ملخصا [illegible] ہے کہ اگر عقار مشترک تین شریکوں میں ہو کہ ان میں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا
ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلا تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرا دے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی وعلی هذا القیاس [illegible] تک اور
اور شریکوں کا نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول کا سہم لے اور اسکے پاس [illegible]

سہم ملیگا اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اور دیے و الثالث الدر سہم الاتدخل فی القسمۃ بلا تراض الا برضاہم فلو کان ارض و بناء او منقول
قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ رد للفضل دراہم للضرورۃ وفوض فی الاختیار اور دیہ جان رکھو کہ نقد
درم زمین اور گھر کی قسمت مین داخل نہین ہوتے ہین مگر شریکون کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کر کے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک
اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دیجاے عمارت کے مقابلہ مین پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونون حصون مین ممکن نہ ہو تو بقدر زیادت درم پھیر دیے
جائینگے ضرورت کے سبب سے اور اختیار مین اس قول کو پسند کیا ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کو جماعت کا سو انہون نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب مین زیادہ عمارت ہو
ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض مین لے تو عوض مین ہی دیجائیگی اور جتنا عمارت سے درم زیادہ ہے پھیرے جاوینگے مگر جبکہ
زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درم دلانا سو اسواسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگون کی گر زمین ہو نہ درمون مین تو اسکی قسمت جائز
نہ ہوگی جو مشترک نہین کذا فی الدرر قسم ولاحدہم مسیل او طریق فی ملک الآخر والحال انہ لم یشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمۃ اجماعا ولو
مشترک گھر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا پرنالہ اور راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملک مین ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت مین شرط نہین ہوا تو پرنالہ
اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف پھیری جاے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت فسخ کیجاے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کیجاے اس طرح کہ ہر شریک کا پرنالہ
اور راہ جدا ہو اور اگر اشتراک راہ اور پرنالون کا قسمت مین شرط ہوگیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا فقال بعضہم ابقینا مشترکا کما کان ان امکن
اقرار کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکون نے اختلاف کیا سو بعضون نے کہا کہ ہمنے اسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص
کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے ہم زیلعی مین یون ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق مین اختلاف ہوا اس طرح کہ بعضون نے
کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اسمین حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ مین راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ کے
سوا اور راہ قسمت کر دے تکمیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر ایک حصہ جدا ہو جاے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحطاوی
منقسما اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار وما فی الارض فبقدر ممر الثور زیلعی شریکون نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار مین تو راہ کا عرض
گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جاے اور زمین مین تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جائیگا در صورت اختلاف کذا فی الزیلعی ہم یعنی جب گھر کی قسمت ہوگئی شریکون مین
اور ہر حصہ کی راہ کے عرض مین اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیجائیگی سو اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی
طرف پھیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح مین فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکون مین مشترک ہے اور اس گھر مین
تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکون نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہین لیکن اس شخص کے واسطے اتنی
چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحطاوی
بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل احد منہم جناحا فی نصیبہ ان کان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من الہواء مشترک والبناء علی الہواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ
طریق کے اختلاف مین عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی
اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکون مین سے چھجہ کو نکالے اپنے حصہ مین اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر مین سو اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی
دروازے کی مشترک ہے اور ہواے مشترک پر بنانا جائز نہین مگر شریکون کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ یعنی گھر کی راہ مشترک مین جسکا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے
دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پڑتا ہے اور وہ چھجہ کا یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان مین راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب
اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اس سے نیچے مین بنانا درست نہین ہے و شرطوا ان یکون الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان امکنہ کان کما لو

فی الدار قسما و بیوت وزکاۃ لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمۃ التبن بالاکرار لانہ لیس بوزنی لا العنب بالسرخجیۃ
علی الصحیح بل بالقبان او المیزان لانہ وزنی اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں استفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ انکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسواسطے
ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوا ان مالوں کے جنمیں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بھس کا بانٹنا سیدوں سے یعنی جھالی جھبیں وغیرہ کے
اٹھانیکے واسطے رسیوں سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہیں جسمیں بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہیں انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قپان
یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے ہم فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ التبن بالکیال فی کرفی النوازل انہ یجوز لان التفاوت لانہ لیس بوزنی انتہی ترجمہ
اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ بیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ پیمانہ ہی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے چارپائی عراقی سے
قاموس میں بیان کیا ترجمہ قسطلاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو سے بزرگ سے تو یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم
سفل لہ ای لواحد علو مشترک کان او سفل مجرد مشترک والعلو لاخر وعلو مجرد مشترک والسفل لاخر قوم کل واحد من ذلک علی حدۃ وقسم بالقیمۃ عند محمد بہ یفتی نیچے اوپر کا
مکان دونوں مشترک او فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا او فقط اوپر کا مکان مشترک اور اسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہو تو ان کا مکان
مشترک کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قیمت سے قسمت کیجاوے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور امام اعظم کے نزدیک قسمت گز سے
ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز مقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان کے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہے کہ نیچے کا مکان
اسکی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اسمیں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ ذلک تو وہ دونوں مکان اسطرح دو جنس
کے ہوگئے تو تعدیل اور برابری شریکوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہوسکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمۃ استیفاء نصیبہ وشہد القاسمان بالاستیفاء تحمۃ قبل
وان قسما باجر فی الاصح ابن ملک بعض شریکوں نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور دو قسمت کرنے والوں نے پورا پانے سے اسکے حق کی گواہی دی تو
گواہی انکی مقبول ہوگی اگرچہ انھوں نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ
وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہیں ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء ولم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق
الا ببرہان او اقرار خصمہ او نکولہ فلو قال لا الحجۃ لعمت ولا تناقض لانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ میں سے کچھ از روئے
غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں پڑ گیا ہے اور حال انکہ اسنے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے
اقرار سے یا اسکے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الا ببرہان کے الا بحجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہوجاتا اور اقرار استیفاء اور ادعاء غلط سے تناقض
دعوی میں کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے استیفاء کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اسکی غلطی ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار پر بعد
ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی بعضہ وانکر شریکہ ذلک حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر میرے
شریک نے اسمیں سے کچھ لے لیا اور شریک اسکا منکر ہے تو اس سے قسم لیجاوے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا
ولم یسلمہ الی وکذبہ شریکہ تحالفا وفسخ القسمۃ کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجھکو پہونچا ہے اس میرے حصے سے یہاں سے
یہاں تک اور شریک نے تمام حصہ مجھکو تسلیم نہیں کیا اور شریک اسکا اسکی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کرڈالی جاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں
طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب کلا طائفۃ فادعی احدہما بیتا فی ید الآخر من نصیبہ وانکر الآخر فعلیہ البینۃ
لانہ مدع اور اگر دو شریکوں نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف میں آگئی میرے
حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماہا فالعبرۃ لبینۃ المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض

شہادتہما و فسخت وکذا لو شہدا علی الحدود اور اگر دونوں شریکوں نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبضہ پر گواہی لا
... ہو تو دونوں شریک باقسم کھاویں اور قسمت فسخ کروالی جاوے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر دونوں حدود میں اختلاف کریں ان استحق بعض معین من نصیب
لا تفسخ القسمۃ اتفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین میں استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے
بقول صحیح ہم اسلیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اسمیں غیر کا حق نہیں کذا فی الطحطاوی وفی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا وبعض شائع من بعض
استحقاق میں سب حصوں کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہیں
وفی استحقاق بعض شائع من نصیب احدہما لا تفسخ عند ابی حنیفۃ خلافا للثانی بل یخیر المستحق منہ ... ان شاء نقض القسمۃ دفعا للضرر التبعیض
اور بعض شائع کے استحقاق میں ایک شریک کے حصہ سے قسمت ... سے فسخ نہ ہوگی بخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ ... اپنے شریک کے حصہ ...
اگر چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ حصص باہمی منتفع ہوجائے قلت قد یقال ہہنا احتمال آخر وہو ان یستحق البعض من نصیب کل واحد فان کان شائعا فسخت وان کان
معینا فان تساویا فظاہر والا فالعبرۃ للزائد کما مر فلذا لم یفرد بالذکر میں کہتا ہوں یہاں ایک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ
میں تو اگر بعض شائع غیر میں ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونوں حصوں میں برابر ہو تو ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار
ہے چنانچہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہیں کیا اور اگر کوئی شی کی یہ صورت ہو کہ ایک شریک کے حصہ میں چار گز کا استحقاق ہو اور دوسرے کے حصہ میں
چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیرے ظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابراء الغرماء ذمم الورثۃ او بقی منہا ای من الترکۃ
ما یفی بہ لزوال المانع ترکہ مقسومہ میں دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجاویگی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردیں یا ارباب دیون وارثوں
کو بری الذمہ کردیں یا ترکہ سے اتنا باقی رکھا ہو جو ادا دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی مانع کے دور ہوجانیکے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا
یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت میں ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت
کرنیوالوں کی تجویز میں داخل نہیں ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عادل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہاں
پایا نہیں گیا ولو وقعت بالتراضی بطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی
اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح میں اسواسطے کہ جواز قسمت میں برابری حصوں کی شرط ہے اور وہ پائی نہیں گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوگا
برخلاف تصحیح خلاصہ کے میں کہتا ہوں تو اگر مصنف کنز کے مانند بجاے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کنز میں یوں ہے ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش
قسمت میں ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجاویگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونوں کو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی و
تسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر به لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ درمختار
فی الکفایۃ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانیکا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعوی غلط اور غبن
فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ دوسرے پر دعوی کرے یعنی یوں کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کر لیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان فتاوی
میں ہے ادعی المقتسمان الترکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والوں میں سے ایک شخص
دین کا دعوی کیا متروکہ میں تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کرلینے اور دعوی دین میں تناقض نہیں بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہو
قسمت کی صورت متروکہ سے ... دین معنی سے متعلق ہے یعنی متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور
متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کرلینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور

بطلانت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اُس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر
جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جبتک کہ دونون نقض پر راضی نہ ہونگے تو نقض جائز نہ ہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر
توڑ دی تو اب اُسکا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ کھوڑنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریۃ ولو اتفقا
علی ان نفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوے اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اُس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا
برخلاف لباس کے کہ اُسمیں تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار میں دونون نے ذکر نہ کی ہو تو نہ قیاسا جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاسا جائز نہیں اور
استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر
میں تو وہ مشترک ہے دونون میں نہ دو گھر کی حاصلات میں ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو
زیادت میں دونون شریک ہونگے اور اگر دو گھرون میں ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد میں شرکت نہ ہوگی کذا فی الخانیۃ مختصرا تجوز فی عبید او دار فی السکنی والخدمۃ وکذا فی مختلف المنفعۃ

ملتقی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت میں جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے
اور اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ میں نوبت مقرر کرنا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے ہم شارح کی شرح ملتقی میں ہے کہ جب باری متحد المنفعۃ
میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور حمام اور گھر ولو تہایا فی غلۃ عبد او فی غلۃ عبدین او تہایا فی غلۃ
بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرۃ شجرۃ او فی لبن شاۃ لا یصح فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کرلی ایک غلام کی اجرت میں یا دو
غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کے کرایہ میں یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے دودھ
میں تو ان آٹھون مسئلون میں باری معین کرنا درست نہیں ہم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ باری نہیں ہوسکتی مگر دو زمانے میں تو احتمال ہے حاصلات کی کمی
بیشی کا بخلاف خدمت کہ اُسمیں سامحہ مروج ہے اور دو غلامونکی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت
نہیں اسلئے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچر میں اختلاف ہے وعلی ہذا القیاس
مسائل اتفاق
سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچر دن میں اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری
کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلۃ الثمار ونحوہا ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلہا بعد مضی نوبتہ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیبہ اذ قرض المشاع جائز اور
پھل اور اُسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلون کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانیکے بعد دوسرے
شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروع مسائل لکھنا شارح کے الغرامات ان کانت

لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملاک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی ہذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست
کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اسکی قسمت لوگون پر بقدر ملکیت کے ہے اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگون کے
شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار میں داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانون سے ڈانڈ لے تو اُسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعۃ
فالغرم بعدد الرؤس لانہا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اُسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیون کے شمار پر ہے
اسواسطے کہ یہ جانونکی حفاظت کیواسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اُسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور مالک غائب پر کچھ مال لازم نہ ہوگا
جسکا مال کشتی میں ہے اور اُسنے گرانیکی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر
رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونیکا خوف ہو تو دونون طرح پر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ ان احتمل القسمۃ لا یجبر

قسم والا فلا ثم اجبره ليرجع بما انفق لو بامر القاضي والا فبقيمة البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک اُسکی عمارت بنانے سے انکار
کرتا ہے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالا جاوے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اُسکی تعمیر کرے پھر اُسکو کرایہ پر
چلاوے تاکہ جو اُسنے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو وله
التصرف فی ملكه وان تضرر جاره فی ظاهر الرواية اكل فی الاشباه اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ اُس تصرف میں اُسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو
ظاہر الروایۃ میں یہ سب مسائل مذکور ہیں اشباہ میں ہم صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہیں تو جائز ہے اور اسی پر
فتوی منقول ہے شرح وہبانیہ میں اور اسی قول کو ترجیح کہا ہے نسفی نے اور عمادیہ میں ہے کہ اسی قول کو پہلے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن
الزواہر وفی المجتبی وبه یفتی وفی البحر عنه الفتوی علی انه قال المصنف فقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاهر الرواية اور مجتبی میں ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو
اور بحر میں ہے کہ فتوی منع تصرف پر ہے یعنی در صورت ضرر ہمسایہ مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی میں اختلاف ہوا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہے کہ
ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے یعنی جواز اصح ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو قلت وفی متفرقات القضاء میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ ذکر ہو چکا متفرقات قضاء میں وفی الوہبانیة و
شرحها ولو نزع الانسان ان رضا بداره فلیس بجار منعه لم یضر اد اور وہبانیہ اور اُسکی شرح میں ہے اور اگر آدمی کچھ بیچ میں اوپر سے اپنے گھر میں لاوے تو اُسکے پڑوسی کو اُسکے
منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اُسکو ضرر پہنچتا ہو ہم یہ وہی مسئلہ ہے جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو وحیطان لاهل الحی فاسفل ولا
حمل فيه قبل لیس بتغییر + اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک ہیں سوا ایک شریک نے اُسپر دھنیاں رکھیں اور دوسرا نہ کہ قبل اُسکے اُسپر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اُسکا دوسرا
شریک تغییر کردیگا ہم یعنی ایک مشترک دیوار ہے اُسپر دھنیاں نہیں ہیں سو اگر ایک شریک نے اُسپر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اُسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک بھی دھنیوں
پر اور دھنیاں رکھے یا اُسپر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیة ولا شریکہ ان
یعلی حیطه + قیل الثقلی جائز تغییر + اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کرے ہم عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا
لائق یوں ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہے ہم وممنوع قسم عند منع مشارک امن الرجم
قاضی ملو بتغییر + اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے جیسے حمام تو شریک کی منع تعمیر سے قاضی اُسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اُسکی تعمیر کرے ہم مثلا ایک مشترک حمام منہدم ہو
جاتا ہے اور ایک شریک اُسکی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلا دے اور جو کرایہ حاصل ہو اُس سے اُسکی مرمت کرے لیکن یہ قول
غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہے ہم وینفق فی المختار راض باذنه + ویمنع نفعا من ابی قبل تغییر + اور قول مختار میں جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اسکی مرمت
میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اُسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے
مرمت کی ہے جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لیگا تب تک دوسرا شریک اُسکا کرایہ نہیں لے سکتا ہے ہم وخذ منفقا بالاذن حاکم + وخذ قیمة ان لا اذن الحاکم
اور لے مرمت کے خرچ کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہے اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہے اور یہی قول صحیح اور محقق ہے ہم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتیں
وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ محققہ مترجم ایک شخص مر گیا اُسنے
تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں سرکہ سے بھری ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے
چاہا کہ بدون ٹھلیاں توڑنے کے برابر بانٹ لیں تو اُسکا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجاویں اور دوسرے فرزند کو
بھی اسیطرح دیجاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدھ بھری تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دیجاویں تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا
فی شامی فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم غفر اللہ لہم

## کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق قراح بولتے ہیں مناسبت ظاہر ہے مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمت سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اسمیں قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے بھی اور مفاعلہ من الزرع مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بعوض بعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج پیداوار زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں یعنی زمین اور بیج اور محنت اور بیل ولا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کے مانند ہے اور امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے لہ در یہ ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہاں کے لوگوں کو دیئے بطریق معاملہ کے اور اسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور اسی صورت میں خبر واحد اور قیاس ترک ہوجاتا ہے وشروطہا ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشتکاری کیواسطے تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واہلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحاوی وذکر المدۃ ای مدۃ متعارفۃ فتفسد بما لا یتمکن فیہا منہا وبما لا یعیش الیہا احدہما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال یا دو سال تو عقد فاسد ہوگا اس کمتر مدت سے جسمیں زراعت نہیں ہوسکتی اور اس مدت طویل سے کہ دونوں میں سے ایک عاقد غالبا جیتا نہیں وقیل فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع واحد وعلیہ الفتوی مجتبی بزازیہ واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر رب البذر اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہے اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونوں کے احکام بھی مختلف ہیں اسواسطے کہ جسکا بیج نہیں ہے اسکے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تخم پر بدون تخم ریزی کے عقد لازم نہیں وقیل یحکم العرف اور بعضون نے کہا بیج میں فیصلہ کا حکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہاں ہے جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اور اگر وہاں ہو جہاں مالک زمین کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار ہے یہ شرط ہے عرف رائج ہو اور اگر عرف مشترک ہے تو عقد صحیح نہیں وذکر جنسہ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہوں یا جو یا باجرا یا جوار ہے بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزاہدی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض وشرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اسکے معلوم ہونیکے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین معین ہونے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے وذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ مراد اس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے اسواسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اسکا معین ہونا ضرور ہے کذا فی الزاہدی ولو بین حظ رب البذر وسکت عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے اور اگر عاقدین نے اسکا حصہ بیان کردیا جسکا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ وشرط التخلیۃ بین الارض ولو مع البذر والعامل اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کردینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین تجھکو تسلیم کی کذا فی الطحاوی وبشرط الشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اسمیں دونوں کی شرکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ثم فرع علی الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدہما قفیزان مسماۃ

پھر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک
شخص کیلئے اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہو او ماتخرج من موضع معین یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصفا نصف
او رفع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنی جسقدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف
وتنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کرلینا شرط ہو ثم تنصیف الباقی چاروں مسئلوں کے
متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان چاروں میں مزارعت اسواسطے باطل ہوئی کہ غالبا یہ ممکن ہے کہ قطع
شرکت ہوسکتی ہے اسواسطے کہ شاید اتناہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الحلبی والطحطاوی بخلاف شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث او ربع او
رفع العشر للارض او للاحدھما لانہ شائع فلا یؤدی الی قطع الشرکۃ بخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جائے خواہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں
زمین کا نکال لیا جائے یا دسواں حصہ احد العاقدین کے لئے تو مزارعت باطل نہیں اسواسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر شائع ہیں یعنی غیر معین ہیں تو قطع شرکت کی نوبت نہیں پہونچتی
او شرط التبن لاحدھما والحب للآخر اذ یحتمل ان تصیبہ آفۃ فلا ینعقد الا التبن یا بھوسا شرط ہو یا ایک کے واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنی اس شرط سے مزارعت
باطل ہوگی بسبب قطع ہوجانے شرکت کے اسمیں جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسا
کی تنصیف شرط ہو مگر تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن والحب لاحدھما لقطع
الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہوجانے شرکت کے مقصود میں
وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ھو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفا نصف ہو اور
بھوسہ فقط صاحب تخم کا ہو جیسا کہ یہی مقتضائے عقد ہے یا بھوسہ کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے ہے کہ اصل عقد ہوا کہ مقصود تو دانہ ہی
اور بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینھما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للدرر وغیرہ
لکن عدم صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینھما وقیل لرب البذر اور اس وقت میں یعنی جب بھوسے کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہ
ہے کہ بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو
مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اسنے کہا ہے اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی شرح الوھبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا
یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں اور شرح وھبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ جو چوتھائی کا مزارع ہے وہ بھوسہ کا مستحق نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسے کا
مستحق ہوتا ہے ھم مقتضاء مذہب یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر انکے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عاقدین کی شرط اور عرف
دونوں کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرطا اور عرفا کے سبب
اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اسپر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھ بھوسا نہیں عرف یا شرط
کے سبب کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فھذہ ثلثۃ
جائز اور اسیطرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہوا اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل
زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید او البقر
والبذر لہ والآخران للآخر او البقر او البذر لہ والباقی للآخر فھی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدھما واحد والثلثۃ من الآخر فھی اربعۃ واذا کان من
احدھما اثنان واثنان من الآخر فھی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اسکا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی

ہوں یا بیل پانچ زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے ستاون ہیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین و بیج اور بیل اور عمل
ہیں تو اگر احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی
دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں ومتی دخل ثالث فالثنتہ فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص دو یا دو چند مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی ہم اور اگر چار شخص شریک
ہوں مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کذا فی الحقائق
عن البہانیہ وشرحہا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شئی للعامل ان لم یخرج شئی
فی الصحیحۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگرچہ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ہم اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں بخلاف مزارعت
فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابیٰ علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر ورا اور زبردستی کیا جائے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر
جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر نہ ہوگا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈال لینے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء
ملکہا اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزایش اور بڑھوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا وللآخر
اجر مثل عملہ اوارضہ ولا یزاد علی الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہو تو
عامل کو اسکے عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہو تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کی جاویگی شرط پر پہونچے
جہاں تک پہونچے محمد کے نزدیک وان لم یخرج شئی فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل
رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہو وے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اس پر
واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل

فی الارض فلا شئی لہ لکرابہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ولیسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغررہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے
باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہو تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور
دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتویٰ دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت
کے سبب سے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی
المزارع دیانۃ اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃً واجب
یہ ہے کہ مزارع کو راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جوتائی کی اجرت اسکو دینا چاہیے ہم ودین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہ ہو
ادا کرنے کی ثمن ارض کے سوا فلو انبتت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاوے
تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلے العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ
ہونے تک اجرت واجب ہوگی بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ہم یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی
تہائی اسپر واجب ہے اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل او وارثہ لبقاء
العقد استحسانا کما سیجی بخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی
اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحساناً چنانچہ آگے آویگا ہم لکھا داری نے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اسکا ذکر

انکے اور بیچ وقع رجل ارضا الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ وبقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون
الخارج بینہما نصفین ولیس للعامل علیہ ربہا الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد ایک مرد نے اپنی زمین
دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں
اسی طرح نصفا نصف ہو سو مزارع اور اسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے
ولذا لو کان البذر ثلثاہ من احدہما وثلثہ من الآخر والربع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراطہ الاعارۃ فی المزارعۃ حاوی اور اسیطرح
اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہوا اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہوا اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا بقدر انکے بیج کے تو وہ بھی
فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی الحاوی یعنی اسواسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی
الطحطاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا ای قبل انتہاء مدۃ المزارعۃ علیہما بقدر حصصہما اور معلوم کرو کہ کھیت کا خرچ مطلقا اسی قدر رہیگا مدت مزارعت کے دونوں
پر ہے بقدر انکے حصوں کے ہم مطلقا یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اسکے کذا فی المجتبی واما قبلہ فیہا فکل عمل قبل انتہاء الزرع
کنفقۃ بذر ومئونۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناہی بقی مالا مشترکا بینہما فتجب علیہما مئونتہ کحصاد ودیاس کذا حررہ المصنف وقال علیہ یحمل صدر الشریعۃ
لیکن خرچ حفاظت اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہو جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہو وہ عامل پر ہے
اگرچہ اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہونچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اسکا واجب ہوگا جیسا
کھیت کے کاٹنے اور دائیں چلانے کی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی قبل بعض مدت پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعۃ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے ہو وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول قبل انقضائے مدت مزارعت پر ہے بقاء
عقد اور استحقاق عمل عامل پر مقصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرطاہ علی العامل فسد کما لو شرطاہ علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے
بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیہ جمیعا علی العامل او وارثہ لبقاء مدۃ العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء
الزرع کما مر خلاف سابق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مرگیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اسمیں تمام عمل عامل پر ہے یا اسکے وارث پر
بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہے تا انتہائے زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبی نے کہا قولہ بخلاف متعلق ہے قولہ
ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص ولو مات قبل البذر بطلت ولا شئ لکراب کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج مجتبی اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد
باطل ہو گیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسیطرح جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو مضطر
کرے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط
کرلینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی
ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی ثم الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ
فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقولہ مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول آئندہ
فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلۃ فی یدہ بلا صنعہ فلا تصح بہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہو گیا اسکے پاس بدون اسکے کرتب کے تو غلہ کی ضمانت صحیح نہیں

ضمن وإن قال بحیث إن استہلکہا ضمنت المزارعۃ والکفالۃ إن کان علی وجہ الشرط والا فسدت المزارعۃ کذا فی الحاوی ۔ اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے
حصہ کا اگر مزارع اسکو تلف کر ڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو
مزارعت فاسد ہو جاویگی کذا فی الحاوی ۔ م کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف و مثلہ
فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فان حصۃ الدہقان فی ید العامل امانۃ اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے
ہاتھ میں امانت ہے ۔ واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا السبب لم یضمن المزارع فی المزارعۃ الفاسدۃ ویضمن فی الصحیحۃ لوجوب
العمل علیہ فیہا کما مر وہی فی یدہ امانۃ فیضمن بالتقصیر ۔ اور جبکہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہانتک کہ کھیت خشک ہو گیا اس سبب سے تو مزارع تاوان
نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں اس سبب سے کہ عمل کرنا مزارع پر صحیحہ میں ہے نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور غلہ اسکے پاس امانت ہے تو تاوان
دیگا بسبب تقصیر کے ۔ فی المضمرات اکار ترک السقی عمداً حتی یبس ضمن وقت ما ترک السقی قیمتہ نابتاً فی الارض وإن لم یکن للزرع قیمۃ قومت الارض مزروعۃ وغیر مزروعۃ فیضمن فضل
ما بینہما سراجیہ ۔ یہ بھی ہے کہ اگر ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہانتک کہ کھیت خشک ہو گیا تو سینچائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جمی کھیت کی قیمت ہو اسکا تاوان دے اور اگر
کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضامن ہوگا ۔ م یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہے اور
غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضامن ہوگا ۔ فروع مسائل ملحقہ شارح کے ۔ اخر الاکار السقی إن تاخیراً معتاداً لا یضمن والا ضمن ۔ مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ایسی
تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہو جاوے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے ۔ شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان یؤخر
تاخیراً معتاداً ۔ مزارع پر کھیت کاٹنا مشروط ہوا اس نے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہو گیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہو تو
تاوان نہیں ۔ ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب ضمن وإن لم یرد الجراد حتی اکل کلہ إن امکن ردہ ضمن والا لا بزازیہ ۔ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہانتک
چھوڑی کہ اسکو چوپایہ جانور کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اس نے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور
اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیہ ۔ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصۃ الارض فإن کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث ونحوہ وجب
ذلک ۔ ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اسکے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اسکا گاؤں میں عرف جاری
ہو نصف یا ثلث او مانند اسکے تو وہی واجب ہوگا ۔ حرث بین رجلین ابی احدہما ان یسقیہ اجبر فلو فسد قبل رفعہ للحاکم لا ضمان علیہ وإن رفع الی القاضی وامرہ
بذلک فامتنع ضمن جواہر الفتاوی ۔ ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اسکے سینچنے سے انکار کیا تو اسپر زبردستی کیجاوے سینچنے میں اور اگر کھیت
بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اسپر تاوان نہیں اور اگر اس نے قاضی سے نالش کی اور اس نے اسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اس نے نہ مانا تو اسپر تاوان لازم ہوگا
کذا فی جواہر الفتاوی ۔ م ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا ہے ۔ شرط البذر
علی المزارع ثم زرعہا رب الارض إن علی وجہ الاعانۃ فمزارعۃ والا فنقض ۔ اگر بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے
اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑنا ہے ۔ دفع الارض المستاجرۃ مزارعۃ الی الآجر مزارعۃ جاز إن البذر من المستاجر ومعاملۃ لم یجز ۔ مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک
زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاۃ کے دی تو جائز نہیں ۔ استاجر ارضاً ثم استاجر صاحبہا لیعمل فیہا
جاز الکل من منح المصنف ۔ مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر نے مالک زمین سے اجارہ لی تاکہ اسمیں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی
شرح منح الغفار سے منقول ہیں ۔ م عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوائے مساقاۃ کے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں
قلت وفیہ اشکال باب جنایۃ البہیمۃ مسئلۃ الذی احمر بستانی فی ضیعۃ امر البستان فغفل حتی دخل الماء وتلفت الکروم والحیطان قال یضمن الکروم لا الحیطان لو فیہ حصرم

فمن الحصرم لا العنب لانہا تہ حصار حفظہا علیہا قلت تخصیص العنب فی عرفنا انتہی میں کہتا ہوں اور منح الغفار میں جنایۃ البہیمۃ کے آخر باب میں فصل صد سے
منقول ہے کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کردیا کام باغ کا اور غافل ہوگیا یہاں تک کہ پانی باغ میں داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیواریں تلف ہوگئیں ضامن ہوگا
نہ کہا کیا تاوان درختوں کا نہ دیواروں کا اور اگر درختوں میں خام انگور ہو تو اسکا بھی تاوان دیگا نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پہونچ گیا تو اسکی
نگہبانی مساقی اور مالک دونوں پر واجب ہوگئی میں کہتا ہوں اور ہمارے عرف میں پختہ انگور کا بھی تاوان دیگا انتہی ثانی المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فہو متبرع
اگر شریک نے خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے یعنی اسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہیں کرسکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا
بلا اذن شریک موجب رجوع نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مزارع غائب ہوا انقضاے مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور جو صرف کیا غائب سے
پھیر خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہوجاوے اور اسیطرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچھ مال نہیں تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی
ہوگئی اور مالک زمین غائب ہوگیا اور کھیت سبز رنگ اس اور خام ہے تو قاضی مزارع کو خرچ کرنے کا حکم دیوے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اسمیں اور غائب میں مشترک
ہے اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہریگا کذا فی الخلاصۃ وفی ثمرات العامل فقال وارثہ انا اکل الی ان یستحصد فلہ ذلک ان ابی رب الارض قلت مزارع مرگیا
اسکے وارث نے کہا کہ میں عمل کرونگا کھیت کاٹنے تک تو وہ اسکو درست ہے اگرچہ صاحب زمین نہ مانے کذا فی الملتقی وفی الوہبانیۃ ولو اخذ ارض الیتیم وصیہ مزارعۃ ان کان
ہو بیذر اور یتیم کا وصی یتیم کی زمین لے بطریق مزارعت کے اگر یتیم بیج ڈالنے والا ہو اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہیں اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وقال بذر الارض منی مزارع فالقول لمدعی الخصم منکرہ اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا کھیت
کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہو واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

## کتاب المساقاة

یہ کتاب ہے مساقاۃ کے احکام میں لاتخفی مناسبتہا پوشیدہ نہیں مناسبت مساقاۃ کی مزارعت سے ہم ہے اسواسطے کہ دونوں عقد شرعی ہیں تحصیل منفعت کیواسطے فرق اتنا ہے
کہ مزارعت میں کھیت کی خبرگیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقاۃ میں باغ اور درختوں کی اصلاح ہے سینچائی وغیرہ سے ہی المساقاۃ بلغۃ اہل المدینۃ مساقاۃ اہل مدینہ کی زبان
میں معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقاۃ کو معاملہ کہتے ہیں ہی لغۃ وشرعا معاقدۃ دفع الشجر والکروم ولو المراد بالشجر ما یعم غیر المثمر کالحور والصفصاف لمن
من یصلحہ بجزء معلوم من ثمرہ تو مساقاۃ باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اس شخص کو جو درخت کی
اصلاح کرے کچھ اسکے معین پھلوں پر اور کہا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو جیسا کہ جوز اور صفصاف کا درخت میں نے اسکو
نہیں دیکھا کتب فقہ میں ہم یعنی مساقاۃ کے معنی لغوی اور شرعی میں کچھ فرق نہیں اور یہی قول نہایہ میں ہے اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درر مغائرت پر دلالت
کرتا ہے زیلعی کے اور اسیطرح صاحب درر نے کہا مساقاۃ مفاعلت ہے سقی سے چلپی نے کہا تعریف مساقاۃ میں ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یوں جواب
دیا جاوے کہ ذکر اسکا بنا بر عادت حال کے ہے وہی کالمزارعۃ حکما وخلافا اور مساقاۃ مزارعت کے مانند ہے ازراہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاۃ صحیح
نہیں برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاۃ یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وکذا شروطہا التی تمکن ہنا فخرج بیان البذر ونحوہ اور اسیطرح مساقاۃ مزارعت کے
مانند ہے ان شروطوں میں جو یہاں ممکن ہیں امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا جیسا کہ اسکی جنس و مقدار کا بیان کرنا نکلجاوے ہم شروط تکنہ مساقاۃ جیسا
اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کردینا عامل اور درختوں میں اور شرکت پھل میں جو پیدا ہوا الا فی اربعۃ اشیاء فلا تشترط ہنا اذا امتنع
احدہما یجبر علیہ اذ لا ضرر بخلاف المزارعۃ کما مر مگر چار چیزوں میں سو وہ یہاں شرط نہیں ہوتی ایک یہ کہ جب کہ احد العاقدین انکار کرے تو اسپر مساقاۃ
میں جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہیں برخلاف مزارعت جیسا کہ مذکور ہوچکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت میں انکار کرے تو اسپر جبر نہیں ہو سکتا اذا انقضت المدۃ

میں شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی یہ طبہ تو موجود تھا اسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد منہا جمیع البقول و
اصول الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب میں رطاب سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقاۃ صحیح
ہے بیگن کی جڑوں میں اور کھجور میں اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور میں لو فیہ ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل فان
مدرکۃ فقد تمت لاتصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہے اگر درخت مذکورہ میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو
پہونچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کے مانند عدم حاجت کے سبب سے ودفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس وتکون الارض والشجر بینہما لاتصح لاشتراط الشرکۃ
فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان ففسد زمین سفید یعنی خالی حصار زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اسمیں درخت لگاوے اور زمین اور درخت دونوں میں
نصفا نصف ہو تو مساقاۃ صحیح نہیں بسبب مشروط ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز الطحان کے مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر
والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ میں پھل اور درخت تمام زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے
شخص یعنی عامل کیواسطے اسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف الارض
ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشئ قلیل لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا حیلہ یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے بیچ
دے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کرکے درخت تیار کردے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر
الشریعۃ ہم تو اس تدبیر سے جتنا زمین میں نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ٹھہر گیا اور تین سال کی مدت
وہ مدت ہے جسمیں درخت پھلنے کے لائق ہو جاویں فہ بیت الیہ نواۃ رجل فی الفتاوی کرم آخر فنبت منہا شجرۃ فھی لصاحب الکرم اذ لاقیمۃ للنواۃ ایک مرد کی
گٹھلی کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اسکو ڈالا سو اس سے درخت جما تو وہ درخت باغ والے کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں ہے کذا الخوخ
خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لاتنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسی طرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسلئے
کہ شفتالو نہیں جمتا مگر اسکے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احد
العاقدین وبمضی مدتہا والثمر نیۃ ای قید للموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہو جاتی ہے عاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جانے
سے اور حالانکہ پھل کچا ہو شارح نے کہا یعنی خامی ثمر موت اور انقضاے مدت دونوں کی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ علیہ ان شاؤا حتی یدرک الثمر
ولو کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اسکے وارث اسپر قائم رہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی
زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر انپر جبر نہ ہوگا ھم اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے
ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قیمت کرلے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلوں کی خبرگیری کرادے انکی پختگی
تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصے جو پھلوں میں ہیں مجرا کرے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر
اور اگر دینے والا یعنی مالک زمین مر جاوے تو قائم رہے عامل جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل
کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکے ضرر دفع کرنیکے واسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور
مالک زمین کے وارثوں کو خیارات ثلثہ متقدمہ ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل ھم اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مر گئے تو
عامل کے وارثوں کا اختیار ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا وان لم یمت احدھما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر عاقدین سے
کوئی نہ مرا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے و تقسیم بالقدر

کالمزارعۃ کما فی الاجارۃ اور مساقاۃ تو فسخ ہوجاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند جیسا کہ اجارات میں فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنہ کون العامل عاجزا عن العمل و
کونہ سارقا یخاف علی ثمرہ وسعفہ منہ وفیما للتقسیر اور منجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو اسکے پھل اور شاخون پر فسخ
جائز ہوا نہ صرف کیونکہ اسواسطے فروع مسائل لحقہ شارح کے ماقبل الادراک کسقی وتلقیح وحفظ فعلی العامل وما بعدہ کجذاذ وحفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا ملتقی

والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وما بعدہ کحصاد فعلیہما لما بعد القسمۃ فیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہے جیسا کہ سینچنا اور تلقیح ملانا اور نگہبانی سو وہ عمل
ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہو جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونون پر لازم ہے اور اگر عمل بعد پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاوے تو مساقاۃ فاسد ہوگی بالاتفاق
کذا فی الملتقی اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو جیسا کہ قطع کرنا وہ دونون پر ہے جیسا کہ قسمت کے بعد دونون پر ہے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع کرم معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع لقسمۃ وان زاد العامل جاز الی ہبۃ حط مالک نے
انگور کی بیل ایسے نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے
اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کردیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ
درخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاۃ کے تو جائز نہیں اور اسکے واسطے اجرت بھی نہین ہے اسواسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا ہم یعنی عمل اصالۃ
اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور تبعا غیر کے واسطے وفی الوہبانیۃ ہ والمساقی ان یساقی غیرہ فان اذن المولی لہ لیس ینکر اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں ہے کہ
اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اسکو تو معیوب نہین ہم یعنی اگر مالک یون کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاۃ کرنا درست ہے
جیسا کہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجائے اذن مطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا ہ وای شاۃ دون ذبح یحلہا ومن ہو الساقی والمزارع
یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیون میں سے یہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین ہم پہلے سوال کا جواب
یہ ہے کہ وہ بکری مراد ہے جو جنگل میں وحشی ہو گئی کسیطرح اسکے مالک کو نہین ملتی ہے کہ اسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کردینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھ پاؤن میں لگے
خواہ پیٹ یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت میں بمعنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کاشتکار تخم بوتا ہے تو اسکو
خاک میں چھپاتا ہے تو یہان کافر لغوی مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاوی میں کہا کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا کلوا مما فی الارض
حلالا طیبا میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقاۃ کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں
ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اسکی زراعت طیب نہ ہوگی اور اسیطرح اگر بیج بوئیگا
یا درخت لگاویگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کریگا کہ پسینا مزدور کا خشک ہو گیا یا ادائے ثمن میں مدت معین کے ہو جانے کے
بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اسکی کھیتی طیب نہ رہیگی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کر کے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعت نماز
پڑھے اور یہ دعا کرے اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا الحب فسلمہ لی وبارک لی فیہ پھر درود پڑھے تو حق سبحانہ تعالی اس کھیت کو آفات سے بچاویگا اور اسمین برکت کریگا اور
جب کھیت پختہ ہو تو مستحب مؤکد ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور نہین تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے
یا ربی القیت بذرا قلیلا واعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی مختصرا

واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

## کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبوحہ کے احکام مین ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات وہم فی المآل مناسبت کتاب الذبائح

کی کتاب المزارعۃ سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار میں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ میں مناسبت مذکور کرتا ہو واسطے کہ ذبائح مساقاۃ کے بعد مذکور ہی نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت میں یوں کہنا حق ہے کہ مساقاۃ اور ذبائح ہر ایک میں جو ش انسانی مذکور ہے مساقاۃ میں پھل اور ذبائح میں گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم یا ذبح کا الذبح بالکسر او با بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس جانور کا نام ہے جو ذبح کیا جاتے جیسے ذبح بالکسر جیوان ذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان لمن شانہ الذبح بحرج ایک واکل جیلان بلا ذکاۃ وذہل المتردیۃ والنطیحۃ وکل ما لم یدرک ذکاۃ شرعیا اختیار یا کان او اضطرار یا جو جانور کہ شرعا لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جاتے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیاقت ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور درست میں داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا ہو حلبی نے کہا کہ شارح نے جو متن کی عبارت میں تصرف کیا سو تصرف خاسد ہے کہ متن قید زنا تعریف میں انتہی لہٰذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا و ذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کونچا اور خون کا بہانا ہے بدن میں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو دم کو چنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید بار نحر کرنے کا مقام ہے سینہ میں واقع ہے زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے اتقانی نے کہا کہ لبہ سینہ ہے اور لحیان دو جبڑے ہیں اور مصباح میں ہے لبہ موضع ہے نحر کرنا فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وہو مجری النفس اور ذبح کے عروق میں سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صحیح جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہیں ہم ہدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال باشا نے کہا کہ ذبح جائز نہیں فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضوں نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علماء نے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری ہیں سے ایک کا قطع سب کے نزدیک ضروری ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم میں سے جانب سر کچھ باقی نہ رہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ ماکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید میں واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر اور زیلعی اور اسکے ساتھیوں کا قول ہے بالجملہ جو بیان ہوا ہے کہ تحقیق اسپر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہے وہ رگ ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطباء نے تصریح کی ہے کہ انصاف فم میں دو منفذ ہیں ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اسکو قصبہ ریہ کہتے ہیں اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اسکو مری بولتے ہیں اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اسکے پیچھے ہے پشت کی طرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہیں جنمیں خون بھرا رہتا ہے جنکو شہرگ بولتے ہیں ہم دونوں رگیں حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہیں یہ چاروں عروق ذبح کیواسطے اسلئے متعین ہوئیں کہ دونوں شہرگ کا قطع خون نکلنے کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکلے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ میں سے تین رگوں کے کٹ جانے سے کوئی کیوں نہ ہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہم تین رگوں کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وہل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ میں سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمیں خلاف ہے ہم شلبی نے حاشیہ میں کہا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے کوئی تین رگیں جبکہ قطع ہو جاویں تو ذبیحہ حلال ہے اور امام ابو یوسف سے تین روایتیں ہیں ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگوں کا قطع کرنا شرط ہے

تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہو اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں ہر رگ کا اکثر کٹ جانا ضرور ہے یعنی اگر ہر رگ کا دو حصہ قطع
ہو جائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحاوی وحل الذبح بکل ما فری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعۃ تغلیبا وانہر الدم ای اسالہ ولو بنار او
بلیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ہی حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ
سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا دھار دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے
مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں حلبی کے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جائے
موضع ذبح پر یعنی حلقوم اور دونوں شہرگ کو قطع کر دے تو اسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے انتہی اور اسکے خط سے حاشیہ پر یون لکھا ہے کہ یہ روایت
اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحاوی الا سنا وظفرا قائمین مگر جبکہ دانت اور جبکہ ناخن سے ذبح
کرنا حلال نہیں جو لوکانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور
انگلی سے تو ہم حنفیوں کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمین ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے
مکروہ ہے ہم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت
اور ناخن سے ذبح کرتے ہیں اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی وارد ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی
مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہے وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کرلینا چھری کا ذبح
کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اسکا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے ہم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز
پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کرلے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاہا ان بقیت حیۃ حتی
تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اسقدر زندہ
نرہے تو اسکا کھانا حلال نہیں بدون ذبح کے مرجانے سے ہم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمین بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون
بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہونچ جائے شارح نے کہا نخع بفتح نون وسکون خاء معجمہ
پہونچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور بفتح اور بضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی
ہڈیوں میں دنبالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈا
ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن
من الاضطراب وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے
یعنے سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں یعنے برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون
عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ کے یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحاوی
وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان
کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم
ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں کرتا مطلقا خواہ ذبح محرم ہو یا حلال ہم پس اگر محرم ہو اور غیر
شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی لیکن

جبکہ اُس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا جاوے تو ذبیحہ حلال نہیں ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ سو اسواسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور
اصل اُسمین یہ آیت قرآنی ہے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کریں
اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اُسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہیں چنانچہ مچھلی کذا فی الدر رفتاوی عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اسوقت کھایا جاوے کہ ذبح کے
وقت مسلم وہان موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اُس سے فقط اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہے کہ اُسنے خدا کا نام
لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اُس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اُسنے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علماء نے کہا ہے کہ ذبیحہ کھاوے مگر
جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہی فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امرأة او
صبیا یعقل التسمیة والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنیوالا دیوانہ یا عورت یا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے
کو جانتا سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو ہم یعنی مترجم اتنا جانتا ہون کہ ذبیحہ اسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اُسپر خدا کا نام لیا جاوے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور
ذبح کرنا جانتے ہون اور اُسپر قادر ہون تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہین کذا فی الدر مختار میں ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہون کہ تسمیہ اور ضبط تسمیہ نکرین تو اُنکا ذبیحہ
حلال نہین طحاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب ہو اور اقلف اور اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے
اگرچہ اُسکا ختنہ نہوا ہو یا وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اُسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہوا
یعنی جو ذابح کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول گیا بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنح لا اکل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہین
ذبیحہ غیر کتابی کا مثلاً بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری ہم جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح
الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ میں ہے ملتقطا سے اور ظاہر محل اسکا وہ ہے جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت
پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اُسکا ذبیحہ حلال ہوا اُسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجبری لو ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت اشباہ لانہ صار کمرتد قنیہ اور
نہیں ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر اُسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار
کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تو وہ مرتد کے مانند ہو گیا کذا فی القنیہ ہم مصنف نے منح الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ جبری کا اگر اُسکا باپ
سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہے میں کہتا ہون اور ظاہر صاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی
سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اُسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کے مانند ہین اور اگر اُنکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ
مرتدین کے ہین انتہی ما فی القنیہ میں کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد
ہین اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہین چنانچہ بیہقی جاحشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین اُنکے گمان میں چنانچہ علم کلام
میں مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہی ما فی المنح اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں ہے اور ظاہر مصنف یعنی صاحب اشباہ نے
جبریہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہین کیا اور جبریہ اہل ہوے اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ اُنکا یہ ہے کہ بندون میں استطاعت اور قدرت افعال
کی اصلا نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور ہین انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علماء سلف اور خلف میں اسکا اختلاف ہے اور اُسمین شک نہین کہ جسکا
مذہب اور بدعت مودی الی الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت
کی ہو تو اُسکے تکفیر میں اختلاف ہے بعضے علماء تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے اُنکو
جماعت مسلمین سے نہین نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سو اُنھون نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہین اُنپر احکام اسلام کے جاری ہین اور

مسلمان ہے میراث پاویگے اسی جواب منشی پاتے ہین کہا ہان اکثر اہل مذہب اُنکو کافر کہتے ہین لیکن یہ کلام فقہا مجتہدین کا نہین اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین اور
مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہوا انتہی مافی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جو مومن نبی ہین وہ ایمان کے احکام سے علت وجہ ہو تو اُسکا باپ نصرانی ہویا
جبری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنے کے اُسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی او مجوسی تنصر لانہ
یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذلک عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا تحل ذبیحتہ بخلاف اُس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہوگیا کہ اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اُسنے انتقال کیا یعنی اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت
تو اگر یہودی مجوسی ہوجاوے تو اُسکا ذبیحہ حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے
مانند ہے یعنی اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنی مشرک سے اُسکی برائی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمدا خلافا للشافعی اور حلال نہین ذبیحہ اُسکا جو نام خدا قصداً
ترک کرے ذبح کے وقت بخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اُسکو جسپر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور امام
شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہوگیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے
فان ترکہا ناسیا حل خلافا لمالک پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے بخلاف امام مالک کے یعنی اُن کے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ حلت
نہین ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کردیا چنانچہ اگر ناسی کو قائم مقام امساک کے کردیا
صوم مین اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع
لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم ورد اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اُسکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملا دے بدون
عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یون کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہے یون
کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنی تو جدا
کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان ہم حموی مین نوازل سے
منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری مین نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینون صورتون مین ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضون نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام
ہونا اُس وقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے
کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ
مصنف نے اُسکو قول آئندہ مین بیان کیا ہے ہم شلبی نے حاشیہ زیلعی مین کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخون مین یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے
اسواسطے کہ یہان عدم عطف مین کلام ہے تو یون کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہین مطلقاً بدون عطف کے اور موید اس کلام کا
وہ ہے جسکو فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان اور اگر ذابح نے خدا
کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یون کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یون کہنا بسم اللہ وفلان یعنے
خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونون صورتون مین حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام
موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اُسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنے اور
حالانکہ قرآن مجید مین اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہین رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہین جنمین مجکو ذکر کرنا نچاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت

اور دوسرے سے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صورۃ ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لا باس بہ لعدم القران
حاصل یہ ہے اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے
اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ ان غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں ہے نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں
بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی
مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ کرلیا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری
روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی والشرط فی التسمیۃ
ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیرہ فلا یحل بقولہ اللہم اغفر لی لانہ دعاء وسؤال بخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ مریدا بہ التسمیۃ فانہ یحل اور تسمیہ یعنی
نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے خلط سے تو ذبیحہ حلال نہیں ہوتا یوں کہنے سے اللہم اغفر لی یعنی الہی مجھکو بخش اسواسطے کہ یہ تو دعا
اور سوال ہے تو خالص نہ رہا بخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس فقال الحمد للہ
الحمد للہ لا یحل فی الاصح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح تر میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے
اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطیب [illegible] والا لا والفرق بینہ وبین ما مر فی الجمعۃ
تامل برخلاف خطبہ کے کہ وہان اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا خطبہ کی کفایت کرتا ہے [illegible] اسکا تامل کرنا اس صورت میں لائق
ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہوگا [illegible]
تامل کرو مصنف نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا [illegible] نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ
کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسیطرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ
یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں مصرح
ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بہا لانہ یقطع فور التسمیۃ کذا عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا
قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوائی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہے
اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہوجاوے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فوریت سے [illegible] علاوہ یہ ہے کہ زیادت
واو قاطع فوریت نہیں فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر زمان قلیل کہ
بچنا ممکن نہیں اور جسطرح حدیث میں واو منقول ہے اسی طرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے
ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضرہ النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرا آخر فانہ لا یصح فلا تحل اور اگر ذابح بسم اللہ
زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سو اگر
ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا ھ درصورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جس کا امر ہوا تھا اسکو صریحا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج
نہیں اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہیں کہ اسنے غیر امور کی نیت کی چنانچہ خانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور [illegible]

ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اسکو تعجب کر کے کہا تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی کما لو قال اللہ اکبر وارادہ بہ متابعة المؤذن
فانہ لا یصیر شارعا فی الصلوٰۃ بزازیہ جیسا کہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوٰۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع
کرنیوالا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا وتشترط التسمیة من الذابح حال الذبح او الرمی لصید او الارسال او حال وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم یقعد عن طلبہ کیا ہی
اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا لوہا رکھنے
کی حالت میں گورخر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقیب التسمیة قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع
شاتین احدٰہما فوق الاخری فذبحہما ذبحة واحدة بتسمیة واحدة حلتا بخلاف ما لو ذبحہما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فیتعدد التسمیة ذکرہ الزیلعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے
بعد قبل از تبدل مجلس حتی کہ اگر لٹایا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال
ہیں برخلاف اسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی اسواسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو
تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں فلو سمی الذابح ثم اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما یستکثرہ الناظر واذا
حد الشفرة ینقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہوگیا پھر اسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت منقطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا
اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگئی کذا فی البزازیہ
ہم طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وحب بالنحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی غنم وبقر عکسہ فندب ذبحہا
وکرہ نحرہا لترک السنة ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اسکے
حکم ہے یعنی انکا ذبح کرنا مستحب ہے اور انکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے ہم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں
صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلائے عنق میں تحت اللحیین انتہی استحباب سے یہاں سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب
نحر کا بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سے کہ اسنے اسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری میں خزانة المفتین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا
جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور آبیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بط اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن
طویل ہے اسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی میں منیہ سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹاوے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھ
اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کرلے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا یحل ذبح صید مستأنس
لان ذکاة الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاة الاختیار اور ضروری ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاة اضطراری کی طرف تو
اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکاة اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فیجرح کصید او تعذر ذبحہ کان تردی فی بئر او ند
او صال حتی لو قتلہ المصول علیہ مریدا ذکاتہ حل او کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور
کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اس نے اسکو قتل کیا جسپر
اسنے حملہ کیا ذکاة کی نیت سے تو وہ حلال ہے وفی النہایة بقرة تعسرت ولادتہا فادخل ربہا یدہ فذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان
قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہوگیا سو اسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کر کے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اسکو زخمی کیا محل ذبح
کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہوسکا اسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التعذر مالو ادرک صیدہ حیا
او اشرف ثورہ علی الہلاک وضاق الوقت علی الذبح او لم یجد آلة الذبح فجرحہ حل فی روایة میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں

میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا اُسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اُسنے ذبح کرنے کا ہتھیار
نہ پایا سو اُسکو زخمی کردیا تو ایک روایت میں وہ حلال ہوگیا امام سہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی روایۃ قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا
اور بعضوں نے کہا کہ اسکا کھانا حلال نہیں بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اُسکا مالک اُس تک
نہیں پہونچ سکتا تو اگر اُسکی موت اور حرمت کا خوف نہ ہو اور اُسکو تیر سے مارے تو اُسکا کھانا جائز نہیں اور اگر موت ہوجانے کا ڈر ہو تو اُسکا کھانا جائز ہے اور کبوتر
جب کہ مالک کے پاس سے اُڑ گیا پھر اسکے مالک یا اور کسی شخص نے اُسکو تیر مارا تو فقہا نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح
کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے
اور اگر اور مقام پر لگا تو اسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں وفی منظومۃ النسفی ان الجنین مفرد بحکمہ لم یتذکی بذکاۃ امہ تعرفہ
اور منظومہ نسفی میں ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم میں حلال نہیں ہوجاتا اپنی ماں کے حلال ہوجانے سے تو مصنف نے ان شعر کا لفظ حذف کیا
ہم نے کہ اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اور وہ اپنی ماں کا تابع نہیں کہ اسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہوجاے وقالا ان تم خلقہ
اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ
کے بچہ کی خلقت پوری ہوچکی ہے تو کھایا جاے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو
تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اُسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے اکمل نے شرح ہدایہ میں کہا کہ
ذکاۃ امہ بیرفع و نصب دونوں طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اُسکی تشبیہ ہونے میں اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اسواسطے کہ
وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اول سے کقول الشاعر وعیناک عیناھا وجیدک جیدھا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور
ماں کے ذبح کرنے میں بچہ کو ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اُسکی موت کا تیقن نہیں ہے یعنی جنین تام الخلقۃ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اُسکی موت
یقینی نہ ہوئی دم یہ تتمہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اُس کی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اُسکی ماں کا ذبح کرنا جائز
نہوا اسواسطے کہ اسمیں مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی الحلبی ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ
فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب
اور حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے
اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیشدار ہے لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا
اسواسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنی درندہ وہ ہر جانور اوچک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل
بنا بر عادت کے ہے حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی
مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے
وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ خباثت ان جانوروں
کی مذموم واقع ہوئی ہے سو شرعا تو خوف یہ تھا کہ اُنکے گوشت کھانے سے انہیں کی خو بد انسان میں بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے جانور
مذکورہ حرام ہوگئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ہی صغار دواب الارض واحدہا حشرۃ اور حلال نہیں حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے
اور رینگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرۃ بالتحرک کی کذا فی القاموس ہم ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گھونس اور نیولا اور

سیپی جو زمین مین رہتے ہین حرام ہین اسواسطے کہ خبیث ہین قال اللہ تعالی ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہین کذا فی الطحطاوی
عن الاتقانی و الحمر الاہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا و لبنہا حلال اور حلال نہیں پالو گدھے بخلاف وحشی گدھے کے یعنی گورخر کے کہ وہ اور اسکا دودھ حلال ہے ہم پالو
گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہوجاے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجاے اور اُسپر پالان باندھا جاے کذا فی العالمگیریہ و البغل الذی
امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقا ولو فرسا فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدھی ہے تو اگر خچر کی ماں گاے ہو اور باپ اُسکا گدھا تو وہ حلال اور
ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ
یہ بیان ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اُس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اُسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ
بھی حرام ہے اگرچہ باپ اُسکا حلال ہو و الخیل وعندہما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیۃ اور حلال
نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے تین دن اپنی موت سے
پہلے اُسکی حرمت سے رجوع کی اور اُسکے حلال ہونے کے قائل ہوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ہم ہدایہ مین گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا
اور درر مین بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو درصورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین مین کچھ خلاف باقی نرہیگا اسواسطے کہ
صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہین لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنہا علی الاوجہ اور گھوڑی کے دودھ مین کچھ مضائقہ نہیں بقول
اوجہ ترہم اسواسطے کہ اُسکے دودھ پینے مین سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھانے کے کذا فی المنح و الضبع و الثعلب لان لہما نابا وعند
الشافعی تحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونون نیشدار ہین اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہین و السلحفاۃ بریۃ وبحریۃ
اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی و الغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قالہ المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ
اور حلال نہیں ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے اسواسطے کہ وہ خبیث جانورون کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے
جس سے طبائع سلیمہ گھناتی ہین اور اُسکو مکروہ اور خبیث جانتی ہین ہم غراب ابقع وہ ہے جس مین سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن
غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اُسکی غدفان ہے کذا فی القاموس
ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس مین غداف کا ترجمہ
غراب گرہا اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کی اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والضب و
ما روی من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداے اسلام مین
حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے و الیربوع و ابن عرس و الرخم و البغاث وہو طائر دون الرخم تشبہ الرخم وکلہا من سباع الہوام اور حلال
نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع ہوام سے ہین ہم یربوع جانور ہے
چوہے کے مانند لیکن اُسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہین اور دونون پاؤن دونون ہاتھون سے درازتر ہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا
یربوع کا ترجمہ اردو مین گھونس ہے اور مخزن الادویہ مین یربوع کا ترجمہ فارسی مین خرگوش اور ہندی مین گھونس کیا ہے واللہ اعلم و قیل الخفاش لانہ
ذو ناب اور بعضون نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ہم اتقانی نے کہا کہ دلیل مین خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہیں بلکہ وہ نیشدار
جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور عمادی عالمگیری مین چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہین کذا فی الطحطاوی و لا یحل حیوان مائی الا
حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور یعنی حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا ماوی اور معاش پانی مین ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولدا فی

ماہ مجوس و لوطا فیہ مجبر وجہ وہبانیہ سبب دریائی جانور حرام ہین مگر وہ مچھلی حرام نہین جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی
ہو اور گو خمی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیہ ہم قاعدہ کلیہ مچھلی مین حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی
کہ گرداب سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہین چنانچہ پانی پر کی تیراتی ہوئی مچھلی کذا فی الدر غیر الطافی علی وجہ الماء الذی استحسنوہ قطعہ وہو بالبطن من فوق
مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہین جو پانی پر اچھل آئی ہو یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جس کا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف
ہو نحاو ظہرہ من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہین اسکا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا
کھانا حلال ہے جو اتراتی مچھلی کے پیٹ مین ہو ہم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ مین ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان
کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیہ اور منح الغفار مین ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو وہ دونوں کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ دونوں کی موت
آفت سے ہوئی وما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہ او القاء شیء فموتہ بآفۃ وہبانیہ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی مین باندھنے
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی مین ڈالی اور مچھلی اسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی
یعنے تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیہ ہم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے مین یا ایک شخص نے مچھلی کو گھیر لیا اس طور پر کہ اس سے
نکل نہین سکتی اور وہ شخص اسکو پکڑ سکتا ہے ہوا نہین وہ مرگئی یا جال مین مچھلی مرگئی اور وہ اس حال مین تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی مین بستہ کیا
سو وہ برف مین باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو دو قول ہے ایک روایت مین کیونکہ اس کی موت کا سبب پایا گیا
اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہین اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہین ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی مین ہے کذا فی الدر والا الجریث سمک اسود والمارماہی سمک
فی صورۃ الحیۃ وافردہما بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہین دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر
مچھلی ہے مصنف نے دونون مچھلیون کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکے مچھلی ہونے مین پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ہم
عینی نے کہا جریث بکسر جیم و تشدید راء مکسورہ ایک قسم ہے مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور جو مجمع سے منقول ہے کہ سب
مچھلیان حلال ہین سوائے جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان مین ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہین
اور کہتے ہین کہ ایک دیوث تھا وہ لوگون کو اپنی جورو کے پاس بلاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مر گیا اسکی
نسل باقی نہین رہی کذا فی الطحطاوی والدر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہین اور جریث کو بعض اہل ہند سنگی بولتے ہین وحل الجراد وان مات حتف انفہ بخلاف
السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہین وانواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث
احلت لنا میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہین بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال
ہوئے ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہے وحل غراب الزرع الذی
یاکل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے ہم یعنے نجاست خور نہین ہے شہر مین نہین آتا ہے جیسے الحبشہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم والارنب والعقعق
ہو غراب یجمع بین اکل جیف وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونون کھاتا ہے اور اسکا حلال ہونا صحیح قول ہے
ہم عقعق بروزن قنفذ پرند وابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز مین عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس یعنے لوگ اسکو مہوکا کہتے ہین
طحطاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اسمین سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے
بدشگونی اس سے لیتے ہین انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مین نے امام ابوحنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لاباس ہے یعنی اسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین

تو یہ نہیں کہا وہ نجاست کھاتا ہے تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہے دوسری چیز سے پھر کھاتا ہے تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری
چیز سے ملا کر کھاوے جیسے مرغی تو اسکا مضائقہ نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط مکروہ ہے جیسے مرغی چھوٹی ہوئی ۱۲ اور وہی مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضی خان مع ما
الذکاۃ طبیب کا کوا اور خرگوش اور عقعق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ہم اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب
معتبرہ میں مذکور ہے فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ انعام ماکول بالکل چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح
اسکے انعام جو درندہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاؤ اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بطا اور غراب
الزرع جو کہ دانہ کھاتا ہے اور ابابیل اور قمری اور سودانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹٹری وہ حلال ہیں اور حرام ہے نیش دار
درندہ چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور
نیولا اور گینڈا اور ہاتھی اور سور اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جوں اور [illegible] اور نیز ہر
پرندہ جو شکار کرتا ہے چنانچہ صقر یعنی جرہ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاثہ اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہے چنانچہ غراب البقع یعنی
ابلق کوا یہ سب حرام ہیں انتہی ما فی الخانیہ فائدہ جو جانور خشکی میں رہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں اصلاً خون نہیں دوسری قسم وہ جنمیں خون ہے مگر خون
روان نہیں اور تیسری قسم وہ جنمیں خون سائل اور روان ہے سو جنمیں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا
کھانا حلال نہیں سوائے ٹڈی کے اور اسیطرح جنمیں خون سائل نہیں چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو تانتکی بھی کہتے ہیں اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات الارض اور
ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھونس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت میں اختلاف نہیں مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک
حلال ہے اور جنمیں خون سائل ہے وہ دو قسم ہیں مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاؤ اور
گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہیں اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہیں اور اسیطرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہیں
چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور جرہ اور
شاہین اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکے مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان و ذبح ما لا یؤکل یطہر لحمہ
و شحمہ و جلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اسکا ذبح کر ڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ میں
اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارۃ میں اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لحمات یعنی
رقیق چیزوں میں چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاوے تو وہ چیز رقیق نجس نہیں ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ میں بمنزلہ دباغت کے مانند ہے اور اس کے
چمڑے کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانا کہ سوا اسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ جائز نہیں اور بعضوں نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی والخنزیر
مگر سوائے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح
بیمار بکری ذبح کی پھر اسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم
نہ ہوئی ہو ہم حرکت اور خروج خون نہیں ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہیں کرتا اور اس سے خون نہیں بہتا شرح طحطاوی میں ہے کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت
نہیں کرتا اگر اس صورت میں جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے و ان علم حیوتہ حلت مطلقا و ان لم تتحرک و لم یخرج الدم و ہذا یاتی فی منخنقۃ و متردیۃ و نطیحۃ والتی بقر الذئب
بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل و ان کانت حیوتہا خفیۃ و علیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل و سیجیء فی الصید اور اگر مذبوح کی حیات معلوم ہوگی تو وہ مطلق
حلال ہے اگرچہ اسنے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نکلا ہو اور اسکا بیان آویگا اس جانور میں جسکا گلا دبایا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے

سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزوں کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ و غیر ظاہر ہو اور
اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جسکو تم نے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمیں کچھ تفصیل نہیں فرمائی حرکت یا نکلنے خون کی
اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید میں ذبح شاۃ لم تدر حیوتہا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاہا لا تؤکل وان ضمتہ اکلت وان فتحت
عینہا لا تؤکل وان ضمتہا اکلت وان مدت رجلہا لا تؤکل وان قبضتہا اکلت وان نام شعرہا لا تؤکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم
شعر علامۃ الموت لانہا استرخاء وضمہا بلہا حرکۃ تختص بالحی فدل علی حیوتہ ہذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال یعنی بکری
ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہوا اور اسنے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اسنے منہ کھول دیا تو اسکا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر اسنے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر
اسنے آنکھ کھول دی تو اسکا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر اسنے آنکھ بند کر لی تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے پاؤں پھیلا دیا تو کھانا درست نہیں اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سو گئے
یعنی گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہیں اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤں کا پھیلانا اور بال کا
گر پڑنا علامت موت کی ہوتا کیونکہ یہ افعال استرخا ہیں یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہیں اور ان افعال کے مقابل منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤں کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات
سبب زندگی کے ساتھ مخصوص ہیں تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اس وقت ہیں جبکہ زندگی معلوم نہو اور اگر اسکی زندگی معلوم ہو ذبح
کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال میں خواہ علامات مذکورہ پائی جاویں یا نہ پائی جاویں کذا فی الزاہدی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ
صحیحۃ حلتا یعنی الظرف والمظروف لموت الظرف بسبب حادث ایک مچھلی تھی دوسری مچھلی کے پیٹ میں تو اگر مظروف یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہو تو
دونوں حلال ہیں یعنی مظروف اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت بسبب حادثہ کے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت اسپر جانے سے والا کن
صحیحۃ حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من دبرہا لاستحالتہا عذرۃ جوہرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما تعمہ اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہ ہو سڑ گل گئی ہو
تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہیں ہے اسواسطے کہ تحلیل اور تغیر ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ
مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو تو نے سنی ہے اشباہ کی عبارت یوں تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلا والا لا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی ہے تو اگر
مظروفہ صحیح اور سالم ہے تو دونوں حلال ہیں اور نہیں تو حلال نہیں یہ عبارت اسکے موہم ہے کہ در صورت عدم تندرستی مظروفہ دونوں حلال نہیں اور حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ
ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہ خلل رفع ہو گیا وجد فیہا درۃ ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا وہو لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا
تو پانیوالے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہیں اور وہ لقطہ ہے حکم اس مسئلہ میں تفصیل ہے جو ولوالجیہ میں
یوں مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ میں پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانیوالے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی ہو تو مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں
نہیں ہے تو وہ پانیوالے کا مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہرا وہ صیاد کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من
العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو وصلیۃ ذکر اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنے کیواسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ
حرام ہے اگرچہ ذابح نے اللہ تعالی کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہے دستور عوام میں یوں ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ میں داخل ہوتا ہے تو انکی
تعظیم کیواسطے یا دیو بھوت کے بھوگ دینے کیواسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہیں اور حاکم کو اسکا گوشت نہیں کھلاتے ہیں عوام اسکو جھوٹ قرار دیتے ہیں
طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام اسپر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ
یہ جو ہندوستان میں جاہلوں میں رواج ہے کہ منت مانگ کر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہیں وہ گائے اور بکرا مردار ہے اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا
اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو

اور کلام ہے مچھلی اور ٹڈی کے غیر میں اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی الا من قبل ذبح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان المأکول لان
الباقی من الحیاۃ غیر معتبر اصلا بزازیہ فیقال لکن یکرہ کما مر مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو
اسواسطے کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح میں باقی ہے وہ اصلا معتبر نہیں کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ
ہے چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہمنے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں یعنی ہم نے کتاب الطہارۃ میں
شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے وقد حلل لحم
البغال بامہاتہا الخیل قطعا والکراہۃ تنزیہا اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعا خچروں کا گوشت حالانکہ ان کی مائیں گھوڑی ہے اور کراہت بھی کہ تنزیہی ہے جس خچر کی ماں
گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے [illegible] اور اگر کتے نے بکری پر
جفتی کی تو اسکے بچہ پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اسکو دیکھنا چاہیے فان اکلت لحما فکلب [illegible] الراس [illegible] اور اگر اسنے
گوشت کھایا تو وہ بالکل کتا ہے اور اگر اسنے گھاس کھائی تو یہ سر کاٹا جائے یعنی اسکا کھانا چاہیے [illegible]
بخیر اور سوائے سر کے باقی گوشت کھایا جائے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھائے تو اسکو مارنا [illegible] کتے کی مانند
بھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کے مانند چلائے تو حلال کرنے کے بعد سر پھینکا جائے اور باقی کھایا جائے کذا فی الطحطاوی [illegible] فاذبح فان
[illegible] فکلب اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونوں کی طرح [illegible] تو اسکو ذبح کر تو اگر اسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن
سر اسکا دور کیا جائے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہے دفن کیا جائے یعنی اسکا کھانا نہ چاہیے [illegible] اور وہبانیہ کی چیستان میں [illegible]
ذبح کیا ہے ومن ذی الذی ضحی ولا دم [illegible] اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکھتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہا یہاں تک کہ قربانی
کی داخل ہوا اور اسنے خون نہیں جاری کیا مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر میں مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا کل
سوال لفظ ضحی کا تو ظاہر ہے اسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی میں منافات
ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزیں ہیں مردار سے جنسے انتفاع درست ہے سینگ اور کھر اور عصب اور پشم
اور وبر یعنی روئیں اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ العلیم

## کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل میں من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ
عام ہے اور قربانی خاص ہے وہی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشی باسم وقتہ اضحیہ لغت میں اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی میں ذبح کیا جائے من قبیل
نام رکھنے شی کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر میں اسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہیں کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اسکو ذبح کرتے
ہیں کذا فی الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی میں ہے تقربات مالیہ دو قسم ہیں ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ
اور دوسری قسم اتلاف ہے چنانچہ اعتاق اور اضحیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوئے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور
اباحت ہے انہی واقعات میں ہے کہ قربانی کا خریدنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہے
وہ صدقات سے نہیں ہوتی وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے
عبادت کی نیت سے مخصوص وقت میں ہم حیوان مخصوص یعنی گائے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

الذمی تعلق ہو وجوب صدقۃ الفطر کا اور شرائط قربانی کی، اسلام اور مقیم ہونا اور اسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقۃ فطر متعلق ہے چنانچہ
آخر کتاب الزکاۃ میں مذکور ہو چکا اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی نسبت ہے تو اگر اول نحر میں کافر تھا اور آخر میں مسلمان ہوا یا اول میں مسافر تھا
اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درم یعنی ۵۶ روپیہ یا ساڑھے سات تولہ سونا
ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا باغ یا چار پائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا
تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۶ روپیہ کا تو اسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اسپر
قربانی نہیں خواہ بالفعل اسمیں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہ ہو قرأت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا مگر اس وقت جب ایک کتاب
کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب ان کی قیمت
بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی تبصرف لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا
الوقت وہو ایام النحر وقیل الراس وقدمہ فی التاتارخانیہ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن مراد ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قربانی کا
سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے ورکنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ ودیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیۃ
اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایوں کے نہ سوا اسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ
وہ تشبہ ہے مجوسیوں کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمہا الخروج عن عہدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ
اذ لا ثواب بدونہا اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا میں نکلجانا واجب کے عہدہ سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح
ہونے کے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایوں کا
خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کردے تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر الروایۃ
یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مصنفات میں ہے
لیکن قربانی کا وجوب کفارہ نہیں اور صدقہ فطر سے کمتر ہے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں کا کوئی
قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ و
لم یضح فلا یقربن مصلانا کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نہ جاوے اور اسطرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب میں اور حدیث
اول میں ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد الحج فلیستعجل یعنی جو حج کا ارادہ
کرے وہ شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اسکا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے
ہم یعنی قادر کردینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاؤہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض
وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہیں بقاء وجوب کے واسطے اسلیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اس میں معنی علت نہیں اور شرط کا
متعلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کے پائے جانے کے واسطے لا میسرۃ ہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاؤہا
لانہا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت میسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے
ساتھ تو قدرت میسرہ نے وجوب کو بدل دیا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے چنانچہ مذکور
ہو گیا فطرہ کے بیان میں ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام شرط ہے دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب الصدقۃ بعینہا او بقیمتہا لو مضت ایامہا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اُسکی قیمت کا تصدق
کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گذر جاویں ھم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ اُنکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے
نہ میسرہ سے ہے برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علی حر مسلم مقیم بمصر او قریۃ او بادیۃ عینی فلا تجب علی حاج مسافر
فاما اہل مکۃ فیلزمہم ان حجوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانون یا جنگل مین کذا فی العینی تو قربانی
واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو
کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی مین ہے وہو موسر لیسار الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاہر بخلاف الفطرۃ اُس مقدور والے
پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب
ہے ھم اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اُس ولد صغیر اور اپنے اُس پوتے کی طرف سے جسکا باپ نہین اور عیال کی
طرف سے مستحب ہے کذا فی الطحطاوی شاۃ بالرفع بدل من ضمیر تجب او فاعلہ اقیم بدنۃ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جاسے وہ دنبہ یا بھیڑ
بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہے شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا انکی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا
شاۃ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اُسکا فاعل ہے ھم فاعل تجب کا تو تضحیہ مصرح ہے تو شاۃ نہ اس سے بدل ہو سکتا ہے نہ اُسکا فاعل ہو سکتا ہے بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف
کی تقدیر اُسکی یون ہے و الضحیۃ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ کیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو
سات شخصون کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گاے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہے اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس
متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تھی تو وہ اصل
قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولو لاحدہم اقل من سبع لم یجز عن احد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہوگی
ھم یعنے شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل میراث
چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی اس
فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہ ہوئی اسواسطے کہ جب بعض قربت
نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا وتجزی عما دون سبعۃ بالاولی اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہے یعنی چھ یا پانچ شخصون کی طرف سے بطریق اولی
درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجر نصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی آخر ایامہ وہی ثلثۃ افضلہا اولہا واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر
کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنے دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح
نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ھم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب خوف غلطی کے تاریکی مین کذا فی
الحموی ویضحی عن ولدہ الصغیر من مالہ صححہ فی الہدایۃ وقیل لا صححہ فی الکافی قال ولیس للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجحہ ابن الشحنۃ قلت وہو المعتمد لما فی متن
مواہب الرحمن من انہ اصح ما یفتی بہ وعللہ فی البرہان بانہ ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی مال ولدہ کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یقبل
صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ
قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شحنہ
نے مین کہتا ہون اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ مواہب الرحمن کے متن مین یہ مذکور ہے کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اُس کی وجہ یون بیان کی ہے کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہے تو باپ اسکا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہے تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی قول الاول بقولہ و اکل منہ الطفل و ادخر لہ قدر حاجتہ و ما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینہ کثوب و خف لا بما یستھلک کخبز و نحوہ ابن کمال کذا فی الدر والمجتبی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی ہے اس قول سے اور طفل کھاے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جاے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جاے اس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسیطرح یعنی باپ مانند دادا اور وصی ہے و صح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاو میں جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں از روے استحسان کے کم صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پھر اسمین شریک کر لیا حالانکہ یہ ہے کہ اگر قربانی کے ارادہ سے خرید کی پھر اسمین چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اسکے ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیے کہ مہیا کر چکا اسکو قربت کے واسطے تو بیع اسکی ہوا ممتنع ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ اکثر آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکون کو نہیں پاتا ہے خرید کے وقت سو اسکو خرید کر لیتا ہے پھر شریکون کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج میں پڑین اور حرج شرعا مدفوع ہو چکا ہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ بلا نیت شرکت خرید کی پھر اپنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا و فی الدر الاشتراک قبل الشراء احب اور یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے و یقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جاے تول کر اٹکل کر کے نہیں فتاوی خلاصہ و فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکون کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسہ مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پاے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیرنے کے سبب سے ہم یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ پاے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پاے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدر و اول وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید و لو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی و بعد مضی وقتہا لو لم یصلوا لعذر و یجوز فی الغد و بعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الغد تقع قضاء لا ادا زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارھوین اور بارھوین ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارھوین بارھوین کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی ہم عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا و بعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤں یا جنگل میں و آخرہ قبیل غروب یوم الثالث و جوزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارھوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرھوین تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے ہم ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گذر جاتے ہیں چار دن میں اول روز نحر ہے تشریق نہیں اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہیں اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہیں ایام نحر دسوین گیارھوین بارھوین اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین

تیرھوین والمعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اُس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے تو اگر قربانی دیہات مین ہو اور قربانی
کرنے والا شہر مین ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر مین ہو اور قربانی کرنے والا دیہات مین ہو تو قربانی جائز نہین مگر بعد نماز عید کے پہلا
مسئلہ وفطرہ کہ اُسمین مکان فاعل ہے فعتبر بعد بلدہ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اُس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی
کیا چاہتا ہو نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اُس مکان مین جہان مسافر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے پھر وہان فجر کے طلوع ہوتے
قربانی کرے کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان فی اولہا فقیرا ثم غنی فی آخرہا لا تجب علیہ ان الذی الیوم الآخر تجب علیہ
وان مات فیہا لا تجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر مین اور فقیر ہو انکے پچھلے
دن مین تو اُسپر قربانی واجب نہین اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن مین تو اُسپر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن مین تو اُسپر قربانی واجب نہین
اُس کے مال مین قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تنبیہ ان الامام علی غیر طہارۃ تعاد الصلوٰۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من
قال لا یعید الصلوٰۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی بعد اعادہ اور قربانی کے نہ ہو اگر امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط
نماز پھیری جاوے نہ قربانی اسواسطے کہ علما مین سے بعض اعادہ کو واجب کہتے ہین کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا اسمین اجتہاد کی گنجائش شہری کذا
فی الزیلعی یعنی جب بات یون ہے اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہو گا تو شقوق جماعت جواز قربانی کا مدار ٹھہرا تاکہ قربانیان فساد سے محفوظ
رہین وفی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی مین ہے کہ نماز اعادہ نہ کیجائیگی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے کہم تقیید
کی اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق مین مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا فیہا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شہر
جسمین فتنہ ہے یعنی وہان کا کوئی حاکم نہین ہے تو شہر والون نے نماز نہ پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول
مختار مین ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم مین زیلعی حلبی نے کہا اور یہ معارض ہے اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا
او عذر تقدیم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا لکن فی الینابیع لو لم یصل الترک من اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس
انتہی لیکن ینابیع مین ہے اور اگر حاکم نے عمداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز
نہین جب تک زوال شمس نہ ہو انتہی ما فی الینابیع ہم قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہین کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا
اس استدراک کی کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول و
یجوز فی البقیۃ الایام قلت وقدمنا انہ المختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب قنیہ اور بعضون نے کہا کہ قربانی جائز نہین قبل زوال کے اول دن مین اور جائز ہے
باقی دنون مین کہتا ہون اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن مین تو غیر وار رہا لو شہدوا انہ یوم
العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزاتہم الصلوٰۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی
گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگون نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت
کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہین تو جواز صلوٰۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تاکہ نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے
وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانیکے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر
فاعل تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا معین کیا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اسکو زندہ خیرات کرے ہم اگرچہ نذر کرنیوالا
فقیر ہو اور چاہیے کہ کھانا نذر ... ہو اور ... یعنی جسکے ... مین بکری یا خریدی ہو اور وہ یون نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھپر واجب ہے یہ کہ مین اُس کو قربانی

پہلے کو بچہ بھی ذبح کیا جاے اُسکے ساتھ اور بعضوں کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاے بدون ذبح کرنیکے فصلت اذا سرقت واشتری اخری ثم وجدہا

فالافضل ذبحہما وان ذبح الاولی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال البعض ان وجبت عن

یسار فکذا الجواب وان عن اعسار ذبحہما یا تبیع قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو

ذبح کریگا تو بھی درست ہے اور اسیطرح اگر دوسرے کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے لیکن بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلی کی

قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضامن ہوگا اور اسکو خیرات کر دے اسمین کچھ فرق نہین مالدار اور محتاج کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو یہی

جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنے کی سبب سے واجب ہوئی تو دونون قربانیون کو ذبح کرے کذا فی الینابیع یعنی دونون قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہوگا

کذا فی الظہیریۃ عن الثانیۃ ویضحی بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السوم والرعی اور قربانی کرے منڈے کو یعنی جسکے سر پر سینگ نہون اور خصی یعنی

بدھیا کی اور قربانی کرے اُس جانور کی جسکو دیوانگی چرنے چگنے سے نہ روکے وان منعہا لا یجوز اذ غیبہا اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے جانور کو قربانی

کرنا جائز نہین والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کی تو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ

گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے لحم یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اُسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا

کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی اسواسطے درست نہین لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء المہزولۃ التی لا مخ فی عظامہا یا جائز نہین قربانی اندھے اور کانے اور ایسی نہایت

دبلے جانور کی جسکی ہڈیون مین گودا نہین والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اُس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح کرنیکے مقام تک نہ چل سکے

معلوم ہوا کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پانون سے چلے اور چوتھا پانون زمین پر نہ رکھے تو اُسکی قربانی جائز نہین اور اگر چوتھے پانون کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور

تھکا چلتا ہو تو اُسکی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضہا اور اُس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف ظاہر ہو ومقطوع اکثر الاذن او الذنب او

العین ای التی ذہب اکثر نور عینہا فاطلاق القطع علی الذہاب مجاز وانما یعرف بتقریب العلف اور اُس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دم یا آنکھ

قطع ہو گئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جاتا رہنا نزدیک رکھنے

سے معلوم ہوتا ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اُسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارے کو دیکھا

اور اُسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارا دیکھا پھر دونون مکانون کا تفاوت

کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی مین یہی

قول پر فتوی مذکور ہے اور شرنبلالیہ مین قاضیخان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اُس سے کم قلیل مین داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی

ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہے او اکثر الالیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹ گئی ہو تو اُسکی

قربانی جائز نہین ہے اسلیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے

اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ اور قربانی جائز نہین پوپلے جانور کی جسکے دانت نہین

اور اکثر دانتون کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کھا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون

والسکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ اجزأت زیلعی اور جائز نہین قربانی بوچے کی جسکے پیدایشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو

اُسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ہم اگر پیدایشی ایک کان ہو تو قربانی اُسکی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ والجذاء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او یابسہا اور اُس

جانور کی قربانی جائز نہین جسکے تھنون کی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون ولا الجدعاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہین نکٹے جانور کی جسکی ناک

اسکی بیع کے مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اسکی قربانی نہ ہوئی
کذا فی الہدایۃ و کرہ جز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولا یرکبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یوجرہا فان فعل تصدق بالاجرۃ حاوی القدسی
لانہ التزم اقامۃ القربۃ بجمیع اجزائہا اور قربانی کے رونگٹین اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو
اسکو خیرات کر دے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اسپر کوئی چیز لادے اور نہ اسکو کرایہ پر دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کر دے کذا فی حاوی القدسی
اور مذکورہ امور اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم کرنا اسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعد حصول المقصود یعنی برخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا
کترنا درست ہے بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے کذا فی التبیین یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ
کا دوہنا درست ہے و یکرہ الانتفاع بلبنہا قبلہ کما فی الصوف و منہم من اجازہا للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین یعنی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح
کرنے سے پہلے جیسا کہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہون مین سے بعضے فقیہ وہ ہیں جنہوں نے صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے مالدار کے
واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اسپر معین شی قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزیلعی ولو غلطا اثنان وذبح کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علی
ما دل علیہ قولہ غلطا اولم یغلطا فیکون کل واحد وکیلا عن الآخر دلالۃ ہدایہ قال ابن الکمال و ظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وقوعہ عن صاحبہ صح استحسانا بلا غرم اور
اگر دو شخص غلطی کر گئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے
کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری از راہ غلط اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب الایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا
وکیل ٹھہر جاویگا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانی کرنا مقصود تھا سو اس طرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال شارح الایضاح نے اور
صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اسکے مالک کی طرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ
سوائے زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہے بشرطیکہ دونوں حالتون میں ولیا کلا ان علم ولم یعلم قائم ہو اور دونوں شخص باہم حلت کی
درخواست کریں یعنی معاف کر ڈالیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ بیچا ہو پھر بعد اسکے بیچا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ ثم
تصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے

قلت وفی اوائل القاعدۃ الاولی من الاشباہ لو شرا اضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزاتہ وان ضمنہ لا تجزیہ وہذا اذا
ذبحہا عن نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ مین کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدے کے اوائل مین یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور
خریدا واسطے قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اسکو ذبح کر ڈالا بدون اسکے اذن کے سو اگر مالک نے اس مذبوح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا
تو اسکے حق مین قربانی کفایت کر گئی اور اگر اس سے تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور یہ اس صورت مین ہے جب کہ غیر شخص
نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اسپر تاوان نہین ہے انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کر کہا ولو ضحی
بشاۃ الغصب ان ضمنہ قیمتہا حیۃ جاز یعنی قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا
تاوان دیا ہو جس زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب
گنہگار ہوا غصب سے تو اسپر توبہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر
لازم نہیں آتا ہے جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نہ جانے گا کذا فی الخیر الرملی کما افادہ حلبی بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیچ کر لیگا اور مالک کو اسکی قیمت
کا تاوان دیگا کذا لو اخذہا ضمن لصاحبہا قیمتہا ہدایہ لظہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کر دے

تو تاوان دے اسکی قیمت کا اسکے مالک کو كذا في الهداية شاة مغصوبة کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے
غصب کے وقت سے لا الوديعة ان ضمنها لان سببه ضمانها بالذبح والملك يثبت بعد تمام السبب وهو الذبح فيقع في غير ملكه قربانی صحیح نہیں امانت
کی بکری کی اگرچہ اسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ
ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک میں قلت وظاهره ان العارية كالوديعة والمرهونة كالمغصوبة لكونها مضمونة بالدين وكذا المشتركة فليراجع میں کہتا ہوں اور ظاہر
امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں اور مرہون بکری مغصوبہ بکری کے برابر ہے اسواسطے
کہ وہ مضمون بالدین ہے اور اسیطرح مشترک بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جاوے ہم
بدائع میں عاریت کو ودیعت کے مانند صریح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور خانیہ وغیرہ میں مسئلہ رہن میں برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور
کی قربانی صحیح نہیں باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل میں شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہیں خزانہ میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک ہیں دو
شخصوں میں سو دونوں نے انکو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شتر یا ایک بیل مشترک ہو تو کیا کل قربانی کی تو اسمیں تجویز کا اختلاف ہے كذا في الطحطاوي مختصرا
فروع مسائل بقیہ شارح کے اور اضحیة عليه الصلاة والسلام سوداء اور رسول خدا علیه الصلاة والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ہم طحطاوی میں کہتا ہوں شاید کسی
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث میں تو تصریح ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو دنبے چتکبرے سفید رنگ جن میں کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھے نذر عشر اضحيات لزمه ثنتان لعلى الاثر بهما خانية والاصح وجوب الكل لايجاب الله من جنسه ايجاب شرح وهبانية ایک شخص نے دس قربانی کی
نذر مانی تو اسپر دو قربانی لازم آوینگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اسکا ذکر
ہو چکا كذا في الخانية اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کرنے اللہ تعالی کے اس چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب بندوں پر واجب ہے
كذا في شرح الوهبانية قلت مفاده لزوم النذر بما من جنسه واجب اعتقادي او اصطلاحي قاله المصنف فليحفظ میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکور سے
ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اس نذر کا جسکے ہم جنس شرع میں واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس
کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے حکم یہی کلیہ جنپر بیان ہوا جاوے بخلاف العتق لصحة قسمة اللحم لا الرقيق بخلاف بکریاں دو شخصوں میں مشترک ہوں سو دونوں نے انکو قربانی کیا تو جائز ہوا
آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے تقسیم گوشت کے نہ رقیق کے صحیح تقسیم فالاضحية كلاهما وقيل الزائد ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونوں قربانی
ٹھہرینگے اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاكثر قيمة فان استويا فالاكثر لحما فان استويا فاطيبهما لحما ولو ضحى بالكل فالكل فرض كاركان
الصلاة فان الفرض منها ما ينطلق عليه الاسم فاذا طولها يقع الكل فرضا مجتبى اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر
گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے
ارکان کہ انمیں سے فرض تو اسی قدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اسکو طویل کر دیا مثلا تین آیت سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع
اور سجدوں میں تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہو گا كذا في المجتبى ہم فرض سے مراد عملی فرض ہے كذا في الطحطاوي شرى اضحية وامر رجلا بذبحها فقال تركت
التسمية عمدا ضمنها قيمتها فيشتري بها الاخرى ويضحي ويتصدق ولا يأكل لو ايام النحر باقية والا تصدق بقيمتها على الفقراء خانية قربانی کا جانور خرید کیا پھر
ایک مرد کو اسکے ذبح کرنے کا امر کیا اسنے ذبح کر کے کہا کہ میں نے بسم اللہ کہنا قصدا ترک کیا تو مامور پر اسکی قیمت دینا لازم ہوگا امر کرنے والا اس قیمت سے
اور قربانی خرید کرے اور اسکو قربانی کرے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاوے یہ اسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اسکی
قیمت فقیروں پر تصدق کرے كذا في الخانية وفيها اراد التضحية فوضع يده مع يد القصاب في الذبح واعانه على الذبح سمى كل وجوبا فلو تركها احدهما او ظن ان تسمية

مین مذکور ہو چکا ہے وہ واجب شاة ذبح لیبیب ذبحا فضحی من بقی علیھا ہو جزا - اور بکری کا ہبہ کرنے والا اسکے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہو گی اسکی طرف سے جسنے اسپر قربانی کی اور اسکو ثواب ملیگا امام یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اسکو ایک بکری ہبہ کی سو اسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ میں رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

## کتاب الحظر والاباحة

یہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنی اسمین فعل ممنوع اور مباح کا ذکر ہے ہم مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اسکو مکروہ گمان نہ کرے اور اسمین فرض بھی مذکور ہوتا ہے تا معلوم ہو کہ اسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابوں میں کتاب الحظر والاباحة کو کتاب الکراہیة کہا ہے اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہہ اور غیر مکروہہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتابوں میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور انسے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتابوں میں اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ اسمین وہ مسائل مذکور ہیں جنکو شرع نے نیک بتایا ہے اور کتاب کی مناسبت ظاہر ہے کتاب الحظر والاباحة کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اضحیہ میں اکثر محظورات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والظاہر انہ من الحبس یعنی فتح القدیر ... نہایت میں عبارت ہے ہم منع اور حبس سے ہے شرعاً مانع من استعماله شرعاً اور اصطلاح شرع میں حظر وہ ہے جس کا استعمال شرعاً ممنوع ہے ہم پر قدر جس ... کی مخالفت مشتمل علی المباح اور محظور ... مباح کی ہم تعریف یا ثم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی مباح ہیں تو محظور کی تعریف خاص ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہیں کذا فی الطحطاوی والمباح ما خیر المکلف بین فعله وترکه بلا استحقاق ثواب وعقاب اھ یعنی جس کے بارے میں اختیار ہو اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نہ کرنے کی لوگوں کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتیب عقاب ہاں البتہ یہ ہو کہ مباح پر کچھ ملک کا حساب ہوگا کذا فی الاختیار عدم ثواب اور عذاب وہاں ہے جہاں نیت نہ کی ہو اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراہة تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبة بالنار عند محمد واما المکروہ کراہة تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقاً جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے دوزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ہم حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اسکا ترک فرض ہو چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اسکا ترک کرنا واجب ہو جیسے گوسالہ کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اس سے حرام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ اسکی دلیل قطعی نہیں ہے جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہو اسکو مکروہ کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنی اس کے کرنے والے پر عذاب نہیں لیکن اسکا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاوے گا کذا فی الطحطاوی وعندہما وھو الصحیح المختار ومثلہ البدعة والشبهة الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے ہم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہیں لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریماً نسبته الی الحرام کنسبة الواجب الی الفرض فیثبت بما ثبت به الواجب یعنی ظنی الثبوت ویاثم بارتکابه کما یاثم بترک الواجب ومثله السنة المؤکدة تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہو اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت موکدہ ہے ہم دلائل شرعی

چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی اور یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنین کیطرح تاویل کا احتمال نہین یہ مفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہے اور یہ مفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار آحاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنت اور استحباب ہے اور کبھی فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی مین گھوڑون کی حرمت کی بحث مین یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین ولیکن اُسکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہے انتہی مافی الزیلعی ہم یہان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہیگا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اُسکو حلال نہین کہا ہے کیونکہ اُسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اُسکو حلال مین داخل کیا ہے اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہے اور اُسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ اُنکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونون کا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی ہے نہین ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث کہانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہے اسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہویا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اُسپر لازم ہو وہ حدیث مذکور یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیوجر فی کل شئ حتی اللقمۃ یرفعہا العبد الی فیہ کذا فی منح بلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہے یہان تک کہ اُس لقمہ مین ثواب دیتا ہے جسکو بندہ اپنے منہ تک اُٹھاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کہانا حالت اضطرار مین ہے اور منتقی مین ہے کہ جو شخص مردار نہ کہاوے مخمصہ مین یا روزہ رکہتا جاوے اور نہ کہاوے یہان تک کہ مرجاوے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ غیر موقت ہے اسواسطے کہ طبایع آدمیون کی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع الانسان الہلاک عن نفسہ کہانا فرض ہے لیکن اُتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وماجور علیہ وہو مقدار ما یمکن بہ من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یحسنہ کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کہانا وہ ہے جسپر ثواب ہوتا ہے اور وہ اسقدر کہانا ہے جس سے آدمی کہڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی ادا سے فرض سے ضعیف ہوجاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہے قلت وفی الملتقی بالنفی الفرض بقدر ما یندفع بہ الہلاک ویکون معہ الصلوۃ قائما انتہی فتنبہ مین کہتا ہون اور ملتقی بعض نسخہ مین یون مذکور ہے کہ اسقدر کہانا فرض ہے جس قدر سے ہلاکی دور ہو اور اُس کے ساتھ کہڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام الملتقی تو خبردار ہوجاؤ اسقدر کہانا اسواسطے فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہین

ہو سکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوتہ اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو وحرام عبر عنہ فی الخانیۃ بیکرہ وہو
ما فوقہ ای الشبع وہو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ افسد معدتہ وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کھانا حرام ہے جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی
اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اسکے پیٹ میں فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ میں اسکو مکروہ کہا ہے
یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی میں کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو ہم زیادہ کھانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے
اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ
کے تین حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب کی خبر ہے جو بہت پیٹ کو بھرے کذا فی
ابو داؤد نے روایت کی ہے حمد اور شکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او
لئلا یستحی ضیفہ او نحو ذلک آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اسکا مہمان نہ شرماوے
یا مانند اسکے کسی اور عذر سے کھانا درست ہے حرام نہیں ہے ہم عذر کو حیا کہ زیادہ کھانا قے کرنے کے واسطے حرام نہیں ہیں ادا کہ مہمانی طرح طرح کے
کھانے لائے تھے اور قے کر ڈالتے تھے سو انکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیۃ والخانیۃ ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہیں
تھوڑے کھانے کی اسقدر ریاضت کہ ادائے عبادت سے ضعیف ہو جاوے ولا باس بانواع الفواکہ وترکہ افضل اور طرح طرح کے میوے کھانے میں
کچھ مضائقہ نہیں اور اسکا ترک افضل اور بہتر ہے واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضول خرچی ہے مگر حاجت کے وقت کچھ اسراف
نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہیں کھا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھاوے جسقدر سے ادائے عبادت پر قادر ہو یا
اوروں کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ
اسراف ہے مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمدلۃ آخرہ وغسل الیدین قبلہ وبعدہ ویبدا بالشباب قبلہ وبالشیوخ
بعدہ ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہے کہ کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور طعام کے
سے پہلے جوانوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیا جاوے اور کھانے کے بعد بڈھوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیا جاوے کذا فی المنتقی ہم اور اگر اول میں بسم اللہ
بھول جاوے تو یوں کہے بسم اللہ علی اولہ وآخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تا اسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو
ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کھانے سے فراغت کریں اور اسکی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھ کی انگلیاں
دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا نہ چاہیے اور بعد از طعام پونچھنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل
ہوجاوے بھوسی سے ہاتھ دھونا اگر اثر اسمیں باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضیخان میں لا باس بہ مذکور ہے اور شام میں آٹے اور بیسن سے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین
سے منقول ہے اور تطہیر فم جمیع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمیں استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور نمک سے
ابتدا کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھاوے اور نہ اسکو سونگھے اور نہ اسکو اور پانی کو پھونکے ہاں اگر پھونکنے میں مانند اف کے
آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو لقمہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اسکو کھانا یہ سب امور مذکورہ
سنت ہیں اور راہ میں کھانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کھانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے کذا فی
العالمگیریۃ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ انکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے جسقدر اشتہا ہو اتنا
کھاوے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھاوے اسواسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھاوے

اسواسطے کہ طعام کیا ان ہو ہان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدھر سے چاہے کھائے اسی طرح اگر طبق مین الوان طعام ہون تو ہر طرف سے
کھانا درست ہی حدیث مین وارد ہی کہ جو رکابی کو چاٹے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہی کہ اللہ تجھکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھکو شیطان سے آزاد کیا اور
امام احمد کی روایت یون ہی کہ رکابی اُسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہی حدیث مین وارد ہی کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہی اور جس قوم نے
روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالی اُنکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہی اور اُسکے اکرام سے یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی رکھکے
کھانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پہ محتاج کا کھانا دینا اُسوقت مین جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہی تو جو اُسکا حال جانتا ہو اُسکو اتنا کھانا دینا فرض ہی جسقدر
سے وہ خروج اور ادا سے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تھا سو وہ مرگیا اور کسی نے اُسکو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اُسکا حال جانتے ہونگے سب گناہ مین شریک ہونگے
اور جو محتاج کسب پہ قادر ہو تو اُسپر کسب واجب ہی اور سوال کرنا اُسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ ولبنہا اور مکروہ ہی گدہی
کا گوشت اور اُسکا دودھ یعنی پالو گدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہی برخلاف مالک کے کہ ہم کراہت بیان وغیرہ سب کے حق مین ہی اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودھ
حلال ہی کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہی جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گائے
یا بکری یا اونٹنی ہی جو گوہ کھاتی ہو اور مکروہ ہی گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہی ہم ہدایہ
مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہی چنانچہ کتاب الاشربہ مین آدیگا وکرہ لحمہا ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت مکروہ
ہی وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کھانے والا جانور بند کر رکھا جائے یہانتک
کہ اُس کے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاوے اور حبس کی مدت ٹھہرائی گئی ہی بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے
چار دن اور اونٹ اور گائے کے واسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ
یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کھاتا ہو اسطرح کہ اُسکا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہی جیسے وہ حیوان حلال ہی جو پالا گیا ہو سور کے
دودھ سے اسواسطے کہ اُسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودھ اُسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہی اُسکا کچھ اثر باقی نہین رہتا ہی ہم اور اسیطرح جو کھیت
نجاسات سے سینچے جاوین تو اُسکا کھانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصححہ شرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو
شراب پلائی گئی پھر وہ اُسی وقت ذبح کیا گیا تو اُسکا کھانا حلال ہی اور مکروہ ہی کذا فی الزیلعی وکتاب الصید مین شرح الوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب
من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمراۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہی کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونون
کے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو
سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کھاؤ اُنکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہی پھر
جب کھانا پینا اُنمین منع ہوا تو اسی طرح اُن برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال
بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومراۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہی کھانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اُنکی سلائیون سے
اور جو استعمال اسکے مشابہ ہو چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اُسکے مکروہ ہی ہم ظروف مذکورہ کے مانند ہی چاندی سونے کی چمچی
اور سلائی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ
بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر وصب الماء والدہن فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ
وعزاہ مرۃ فی الدرر للجنیس یعنے ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اُسوقت ہی جب کہ اُنکو ابتداء استعمال کیجیے اُن کامون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین

لوگون کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہ ہو تو کراہت نہیں تو اگر کھانا نقل کیا جاوے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی
یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اُسکو استعمال کرے تو اُسکا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے
درر مین تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ہم درر مین یون ذکر ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہین اُنکا استعمال اُسوقت حرام ہے جبکہ
اُنہین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاوے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسیطرح مستعمل ہون اور اگر اُنہین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ
مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہیں اسواسطے کہ اُسمے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر مین یعنی علامہ ودانی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال
چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اباحت مین یہ حدیث ہے کہ ان ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتون کو فقط زیور حلال ہے
تو اسے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ہم ہر چند درر کے موافق فتاوی
عالمگیری مین بھی اسے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم ویستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدین
منہا فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ مین چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے کراہت
سے وہذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا باوانی متخذۃ من ذہب وفضۃ وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا بأس بل فعلہ السلف [illegible]
اباح ابو حنیفۃ التوسد والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اُس صورت مین ہے جبکہ استعمال نفس بدن کے واسطے راجع ہو اور
اُسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اُسپر دیبا اور مانند اُسکے فرش کرنا تو اُسکا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ
اُسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہان تک کہ امام ابو حنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اُسپر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر
والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور
بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر مین مٹی کے برتن رکھے اُسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ظاہرا
کراہت اُسوقت ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو [illegible] اور تجمل زیادہ اور سنت دونون موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے
برتن ہین لا یکرہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہیں کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام
شافعی کہ اُنکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع
ہو چاندی سے فارسی مین اُسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدرا اور جڑاؤ کہ منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شمنی مین مرصع ہے اور قہستانی مین مزین بالفضۃ ہے
اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہ اختلاف اُس صورت مین ہے جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا
پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہ ہوسکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ ہلاک ہے اُسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اُسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی
والرکوب علی السرج المفضض والجلوس علی الکرسی المفضض لکن بشرط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل ویدہ وجلوس وصحح نحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین
پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا
رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اُسکے مانند مین بھی بدن جدا رکھے ہم اجتناب فم کا اعتبار ہے نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور
جوہرہ مین مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اُسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب
او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مراۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی برتن مین چاندی سونے کے پتر جڑے ہین اُس کے استحکام
کے واسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں

کھانے پینے کا ظرف نہ ہو اور مفضض میں جبکہ سونے چاندی پر ہونٹ لگتے اور اسی طرح ظرف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور
اسی طرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح مجمر اور لگام اور زین اور رکابیں اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہے بشرطیکہ اسپر ہو وضع واقع ہو اور
ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جعله فی نصل سیفه وسکین او فی قبضتهما او لجام
او رکاب ولم یضع یده موضع الذهب والفضة چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کوٹھی میں یا اُن دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب
میں کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ میں ہم کافی میں ہے جبکہ چھری کی کوٹھی میں اور تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ
پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی المحیط وفی کتابة الثوب بالذهب والفضة وفی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب من
الفضة فی کره الکل اور اسی طرح درست ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی میں بیان ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہیں
اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں ہم امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا
تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑ لیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس میں
چاندی کا تیز ٹکڑا تھا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا باس به بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہ لانه مستهلک لا یخلص فصار
عبرة لکونه علمی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنے جس چیز میں چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور ملمع یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی چڑھا
ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اُس
کی فقط رنگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریته من مجوسی فیحرم ولا یرده
بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اُس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا
کہ میں نے مجوسی سے گوشت خریدا تو گوشت حرام ہوگا اور اُس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے والاصل ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی
المعاملات لا فی الدیانات وعلیه یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة کما توهمه الزیلعی
اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت
اور حرمت میں یعنے وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہو نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہے ہم ایک شخص کا قول مقبول
ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت
اور مضاربت اور رسالت فی الہدایہ اور اذن تجارت ہے لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اُسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اُسپر عمل کرے
اور اگر گمان غالب نہ ہو اُسکے صدق کا یا شک ہو تو اُسپر عمل نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہیں جو فیما بین الناس جاری رہتے ہیں
چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک
والانثی والصبی فی الهدیة سواء اخبر باهداء المولی غیره او نفسه اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ پہونچانے میں خواہ غلام نے
یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو والاذن سواء کان بالتجارة او بدخول الدار مثلا
اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہو سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر
نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اس سے لوگ باز نہیں
رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقیده فی السراج بما اذا غلب علی رأیه صدقهم فلو شری صغیر نحو صابون واشنان لا باس ببیعه لو نحو زبیب د

ملتقی یعنی بیعہ لان الغالب ہو کذبہ ہو تا مہ فیہ اور اذن تجارت مین سراج مین اُسکی قید لگائی ہو جبکہ اُسکی راے مین اُنکا صدق غالب ہو تب قول مقبول
ہو تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اُسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہین اور اگر منقے اور حلوا ایسی چیز مزے کے مول لینے کا
قصد کرے تو اُس کے ہاتھ بیچنا لائق نہین سو اسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہی اور اُسکا پورا بیان سراج مین ہی ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال مشتاق
رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہی کہ وہ اپنے مان باپ سے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چورا لایا ہوگا تو اُسکا یہ قول کہ میرے مان باپ نے
منگوایا ہی مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن انبیا کے اطفال پر یہ شبہا نہین ہو سکتا ہی و یقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق
اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہی معاملات مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم کہتے ہین کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہی تو اگر معاملات مین
عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط تجمع کیاب ہی کہان اسکو آدمی پاوے کہ اس سے معاملہ کرے یا اسکو نوکر رکھے اور لوگون کے
پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہین سوا اُسکے کہ اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہی اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع
ہین تو اُسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہی اسلئے اُسمین فقط تمیز کفایت کرتی ہی کذا فی الزیلعی کما اذا اخبر انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان
غلب علی الرای صدقہ کما مر و یجی آخر الحظر والاباحۃ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہی فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اُس سے اُس کا
خرید کرنا جائز ہی اگر خرید کرنے والے کے گمان مین اُسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے آخر مین بھی اُسکا ذکر آویگا و شرط العدالۃ فی
الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور مشتمر وہ ہو عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان
واقع ہین ہم چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہین تو اُسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور غیر کے قبول کرنیکی اسمین کچھ
ضرورت اور حاجت نہین کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضا ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے
تیمم کرے اور اُس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہی جو باز رہتا ہو اُس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ
غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہی تو اس احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے و یتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء و خبر المستور ثم یعمل
بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ
کہین کہ یہ پانی ناپاک ہی تو وہان اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اُنکے قول پر و لو اراق الماء ثم تیمم فیما اذا غلب علی رایہ صدقہ فہو افضل و تیمم فیما
اذا غلب علی رایہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرادے پھر تیمم کرے اُس صورت مین جبکہ اُسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہی نجاست کی خبر مین اور وضو اور
تیمم کرے اُس صورت مین جبکہ اُسکو گمان غالب ہو اُسکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اسمین زیادہ تر احتیاط ہی و فی الجوہرۃ تیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرۃ مین ہی اور
تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہی ہم اُسمین اشارہ ہی کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہی اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہی کذا فی الحلوانی و اما الکافر فان غلب صدقہ کذبہ
فاراقتہ احب قہستانی و خلاصہ و خانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہی کہ جب اُسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہی کذا فی القہستانی و الخلاصہ والخانیہ
ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہی اور اُسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اُس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہی سو اسطے کہ کافر شخص کی
خبر لازم نہین لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہی قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر مین کہتا ہون
کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اُسکا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان تیمم
مذکورہ جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہی اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہین ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی
یہ دلیل ہی کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اُسکی گواہی قبول کرنا حرام ہی اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دے تو نافذ نہ ہوگا یعنی مسلم کی

خصوصیت مین تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا جیسے لو اخبر عادل بطہارتہ و عدل بنجاستہ حکم بطہارتہ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر
دی اور دوسرے متقی نے اسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہان درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا
ہم پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونون خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وتعتبر الغلبۃ فی اوان طاہرۃ
ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ فان الاغلب طاہرا تحری وبالعکس والسواء لا الا لعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم مل گئے اور مذبوح
جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہوں تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے
اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف
مین گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب تحری مطلقا اور کپڑون مین ہر طرح گمان غالب معتبر ہے خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر
عورت مین کپڑے کا کچھ بدلا نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا
ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو ولعب یا راگ
ہو تو بیٹھے یا کھاوے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دستر خوان پر نہو اور اگر غیر مشروع دستر خوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وہ بلکہ نکل جاے
ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قران مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھو نہی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ہم ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی
ملاقات کے بعد ہو اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے ہم ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت
دعوت مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے
لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا معلوم ہو کہ تو اُسکے فسق سے راضی نہین اور اسی طرح
اسکی دعوت قبول نہ کرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھاوے اور اگر اُسکا غالب مال
حلال ہے تو اُسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اُسکے مکان پر گیا تو جو اُسکے ذمہ پر تھا ساقط ہوگیا اختیار ہے کھاوے یا نہ کھاوے نہ کھانے سے کچھ حرج
نہین اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گزاری چاہتے تو خصوصا اہل علم کو اُسکی دعوت
قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا فان قدر علی المنع فعل پھر اگر دعوت مین گیا
اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے ہم یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ جو شخص
خلاف شرع دیکھے تو اُسکو ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اُسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہ ہوسکے تو دل سے اُسکو برا جانے اور یہ ضعف الایمان ہے
والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر اُن لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کے لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدا نہ ہو
تو صبر کرے دل سے ناخوش ہوکر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے نکل جاے اور نہ بیٹھے
اسواسطے کہ اسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہے دین مین ہم اور اسمین معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اُس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور
جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تھا سو مین نے صبر کیا تو یہ اُنکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان
ممن یقتدی بہ اولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے سے معلوم کر چکا ہے تو اصلا وہان نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت
کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اُسکے کذا ذکرہ ابن کمال ہم نجانیکی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اُسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر مشروع نہ ہو کذا فی الزیلعی وفی السراج
ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہین ہم ملاہی سے یہان مستثنی

ہیں بوجہ حدیث کے مگر بیوی کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیراندازی ودخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں
گھس جاسے بدون انکے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے ہم یعنی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب ان لوگوں نے خلاف شرع کے
ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کردی تو انکی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات
ابن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلت وفی البزازیۃ
استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح
الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلاۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب
لو فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجوں کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے بوجہ قول حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اسپر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اس سے لذت لینا
کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جسکے واسطے وہ بنائے نہیں گئے ہیں کفران ہے نہ شکر اس لئے نعمت کا تو واجب کمال واجب
یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جاسے تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان میں داخل
کر لیا تھا اسکی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر انمیں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی ما فی البزازیہ او تغلیظا للذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی
النہایۃ یا تلذذ و سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح مختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب کما فی النہایۃ فائدہ ومن الملاہی ضرب النوبۃ
للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء
الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر
نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اسکا مضائقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دلانے کے واسطے اسلئے کہ نوبت کی آواز
اور صور کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی
قبروں سے اٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اس شرح میں ہے جو حاشیہ ملتقی الابحر پر لکھی ہے ہم شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا
جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور دوسرا احبیہ میں ہے دف اسوقت درست ہے جبکہ اسمیں جلاجل یعنی جھانجھ نہوں اور اسکا بجانا بہیئت تطرب نہو تتمہ پہلا گانے والا
کذا فی التتارخانیۃ رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اسکے سامنے ناچے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار
گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی ولا تمش فی الارض مرحا یعنی مت چل زمین پر اترانے اور تکبر
کی راہ سے اور رقص میں نہایت تکبر اور بیہودگی اور اتراہٹ ہوتی ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص
منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جسکی حرکات مرتعش کے مانند
ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کبھی حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے
سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانے کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کر کے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور مشایخ
سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ کے تھے اور حدیث
تواجد نبوی کی صحیح نہیں ہے سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اسکا وجد پہنچ جاسے کہ اگر اسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اسکو خبر نہو ورد والمکی
انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنا سے جو کتاب الشہادات میں مفصل ذکر ہو چکا فلینظر ثمہ

فصل فی اللبس یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ہم فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپا وے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک سوتی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ سنن میں صحیح ہے متوسط لباس چاہیے نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرت سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الٰہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق میں نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اسوقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہو ہم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح میں ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ابریشم ہو چنانچہ کفایہ [illegible] دریائی اور تافتہ اور اطلس [illegible] ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی پہنتا ہے جسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا لا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ میں کارآمد کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی مضرت بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریہ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد کو نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئی مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئی اور بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں ہم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں نہ نہایت کھلیں کذا فی العالمگیریہ عن القنیہ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں شرح بیان ہو ہم اسکی توضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف ہے نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ابریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ابریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ابریشم اور غیر ابریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریہ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جاتی ہیں تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا یرخص فیہ اور قنیہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں ہمارے بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اسقدر نقش و نگار میں رخصت ہے ہم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور آنچل پگڑی کا مذکور ہے نہ طرہ [illegible] ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریہ عن القنیہ طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر کرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی

اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اُس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی العلم فی العمامة فی موضعین
او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا
کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب بیان کر چکے کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیہ عن ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالے
ان علیہا علم من فضة قدر ثلث اصابع لا باس ومن ذهب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبی میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہے
چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ یکرہ الجبة المکفوفة بحریر قلت
فہذا ثبت کراہة ما اعتادہ اہل زماننا من الفصل البصرة انتہی مجتبی میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پر ریشم کی اطراف ہوں ریشمی کپڑا سیا ہو میں کہتا ہوں اس روایت
سے ثابت ہو گئی کراہت اسکی جو ہمارے اہل زمانے کی عادت ہے بصری پیراہنوں کے پہننے کی ہم طحطاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری میں
وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عامہ علماء فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوف بالحریر پہنتے تھے محشی ہدایہ
نے کہا یہ حدیث صحیحین میں اس طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اسمیں دیبا کا گریبان سیا تھا اور اسکے دونوں چاک
دیبا سے سیئے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اسکو لیا سو آنحضرت اسکو پہنتے تھے سو ہم اسکو بیماروں کے واسطے دھوتے ہیں اسکی
برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب لپٹی ہوئی تھی ریشم سے اور دونوں چاک سیئے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں
یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا سے سیئے تھے حضرت اسکو وفود کی آمد کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی فی البحر
مختصرا وفیہ المقصود العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف وبہ جزم [illegible] وصدر الشریعة لکن اطلاق الهدایة وغیرہا یخالفه
اور مجتبی میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں علم مقصود ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے شرح میں
کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب درر غرر نے اور صدر الشریعہ نے لیکن ہدایہ وغیرہ کا اطلاق یعنی عدم قید طول و عرض مجتبی کے مخالف ہے
وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وهو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصة عظیمة لمن ابتلی به فی
زماننا انتهی قلت قال شیخنا والظن ان الرایة ما یعقد علی الرمح فانه حلال لو کبیرا لانه لا یلبس ولیس بلبس وبہ یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال
ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جسمیں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے
اس شخص کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے زمانے میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے استاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا
اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع
ہو گیا یعنی اربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ہم روایت کی بشر نے ابی یوسف سے ابی حنیفہ سے کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے
کپڑوں میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع
ہے اور اسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو
جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہرا یہ خلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کے قول سے توفیق بین القولین
حاصل ہوئی ولا باس بکلة الدیباج ہو ما سداہ ولحمته ابریسم شرح وہبانیہ للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپر کھٹ کا اور مسہری کا
میں دیباج وہ کپڑا ہے جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیہ الکلة بالکسر لشخانة والناموسیة لانہ لیس بلبس کلہ بکسر کاف ولشخانہ
اور ناموسیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے ہم قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گھٹا ٹوپ ہے

بچھونے کے واسطے یعنی چھپرکھٹ اور مسہری اور لشفاشہ مسہری پشہ خانہ ونظمہ شارح الوہبانیۃ فقال سہ وفی کلۃ الدیباج فالنوم جائز۔ وفی القنیۃ والملتقی والمصطفیٰ اور شارح
وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چھپرکھٹ مین سو رہنا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی مین یہ جواز مرقوم ہے وتکرہ التکۃ منہا ای من الدیباج
وہو الصحیح وقیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ
وہ مستقل اور جدا لگانا چیز ہے بخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور
اسی طرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے بھی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی
سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر
تو درست ہے والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ بلبوس ہے
واختلف فی عصابۃ الجراحۃ ہو ای بالحریر کذا فی المجتبیٰ اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبیٰ ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے
کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کے مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبیٰ مین ہے کہ مسلمان کو
اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر لیکن مکان مین الماس وغیرہ کا چھت
پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہے کہ فقیہون کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا
اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من الرمد قلت وسنہ الرمد اور قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین ریشمی سیاہ کپڑا
باندھنا اپنی دونون آنکھون پر عذر کے سبب سے مین کہتا ہون اور مجھا عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوہبانیۃ عن المنتقیٰ لا باس بعروۃ
القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے
پیراہن کا یعنے خود لباس مستقل نہین وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ
کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈیون مین وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب قالوا وہذا مشکل فقد رخص الشرع
فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ
ہے سونے سے علما نے کہا اور یہ یعنے عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنے حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے
انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ مین ہے علم یعنے نقش نگار سونے سے وہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسیطرح ٹوپی مین ظاہر مذہب مین
جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین بمعنی خیاطت مراد ہے اور
حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کہتے ہین کفاف اور شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا
ثابت ہے اسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصرا اھ وباللہ التوفیق قاموس مین کوری
کہ کفہ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لنیا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور
دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہوگئی واللہ اعلم وحل توسدہ وافتراشہ
والنوم علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر
سو رہنا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے
لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین لت

اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب تو معلوم کر چکا ہے کہ حلت اور حرمت میں بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نمود اری کا بنا بر قول
ظاہر الروایۃ کے تو اسکو سمجھ لے یعنے اگر اس کپڑے کا بانا ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر
للرجال اور مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہم یعنے دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے
سوا اور چیزوں کا زرد رنگ مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ریسنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مردوں کو ہاں مگر ورس کا رنگ بھی
مکروہ ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے ورس ایک گھاس ہے اسکا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ انہ لایکرہ للنساء مرد کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا
رنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے سوا باقی رنگوں میں مرد کے واسطے وفی المجتبیٰ
والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لاباس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبیٰ اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ
میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے ہم اسواسطے کہ لاباس کا کلمہ اکثر ترک اولیٰ میں مستعمل
ہوتا ہے کذا فی المنح یہ گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھا و مجیٹھ اور آل اور کمیلا کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ
فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قال المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ میں ثوب احمر کی حرمت کی تصریح
کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنے جب مطلق کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور
تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور شرنبلالی کا شرعی کے احکام میں ایک رسالہ ہے
اسمیں آٹھ قول مذکور ہیں از انجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے ہم امام اعظم رح سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیریۃ
عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اسکے سوا میں الا بخاتم ومنطقۃ
وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرایش کا قصد
نکرے یعنے وہ آرائش جو مخصوص ہے متجبر اور متکبر سے ہم قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جسکے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتہی ظہیریہ میں ہے کہ اگر
تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگاوے اور حمائل سیف بجملہ حلیہ میں ہے ہر چند کمر بند اور
حلیہ سیف سونے کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ طلا مستہلک ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبیٰ لایحل استعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل یحل اذا لم
یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ بعد سبع ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجیٔ حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبیٰ میں ہے کہ استعمال ایسی پیٹی کا حلال نہیں جسکا بیچ
دیبا ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہو اور اسمیں سات ورق کے بعد یوں ہے کہ پیٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے
پہننے کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنے چاندی سے حاجت
رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم ملا خسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص
وزجاج وغیرہا تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور سیسے وغیرہا بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت
باقی نرکھی اور سرخسی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے ہم یہ گفتگو حلقہ انگشتری میں ہے اور نگینہ تو
بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ
یہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایہ عن ابی داؤد والترمذی والنسائی لبعض شافعیہ میں
کشتی اور ریشم درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصوغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لایجوز وکل ما ادی الی ما لایجوز لایجوز تام ۵۰

عورت چھینکے تو غیر محرم مرد کو اسکے جواب میں یرحمک اللہ نہ کہے کذا فی الطحطاوی وبیان ان لفظۃ الا فی قول القہستانی وکلمہا بالاحتیاج الیہ زائدۃ فتنبہ اور جو بہروکی تقریر
مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ الا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی وکلمہا بالاحتیاج الیہ تو آگاہ رہنا ہم لیتے اگر الا کا لفظ زائد نہ ہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت
ہو اور حالانکہ جو ہم سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام نہ کرے ولا یمس الا اذا امن ای ما حل نظرہ اذا اراد الشراء وان خاف شہوۃ للضرورۃ وقیل لا فی
زماننا وبہ جزم فی الاختیار اور اسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہو اسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا
خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ہم لیتے اگر لونڈی
کی خریدنے کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت وامۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار
واحد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا نچاہیے ایک تہبند میں جو
ناف سے زانو تک چھپاوے اسواسطے کہ اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبیٰ الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ
قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تتارخانیۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافرہ ہو کذا فی المجتبیٰ دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ
اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور بانہہ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیۃ ہم قدم
اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصحیح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو عورت کہا
اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اسکے عورت ہونے کی تصحیح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ
نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدہا کالاجنبی معہا
فینظر لوجہہا وکفیہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمہ اور عورت کا غلام اسکے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو
فقط اسکا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ہاں مگر اسکے پاس جا سکے بدون اسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اسکے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور
امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کی مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ
والا فحرام وہذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت کا اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے
چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا
اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر لا المس لحاجۃ کقاض وشاہد
یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو
دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور
لیشہد میں لف نشر مرتب ہے ہم لیتے اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کر لی ہو تو اسکو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعویٰ کیا ہو تو
اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں قضاء شہوت
کے واسطے تا بقدر امکان امر قبیح سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ
دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کے قصد سے ہم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت
سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ تا کہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا
چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وشراؤہا ومداواتہا اور اسیطرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے

ينظر الطبيب الى موضع مرضها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے کیونکہ
ضرورتیں بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتی ہیں ہم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت ہو لیکن
مریض کا ہے فقط منفعت ہو اس طرح کہ حقنہ کے سبب قوت باہ زیادہ ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت ایسی غالب ہے جس سے تلف
ہو جانے کا خوف ہے تو حلال ہے ورنہ نہیں تو حلال نہیں کذا فی الخلاصة وكذا نظر القابلة والختان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہے
ہم سراجیہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہ ہو سکے تو فقط ایک آنکھ سے موضع مرض پر نگاہ کر
اجازت تمام شد وينبغي ان يعلم امرأة تداويها لان نظر الجنس الى الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھلا دے کہ وہ عورتوں کا
علاج کیا کرے اس واسطے کہ ہم جنس کی نظر سبکتر ہے غیر جنس سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہے وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت سے بلحاظ تعلیم کے علاج
نہ ہو سکے اور خوف ہو ہلاکت کا درد اور بلا کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور اپنی آنکھ بچا سکے سوا اس جگہ کے اور نامحرم و محرم
عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اس واسطے کہ اعضاء کو اجنبی کا دیکھنا حلال نہیں ہے محرمیت کے سبب کے وتنظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل اور عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ہم یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اسکے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے کہ
ضرورت دائی وغیرہ کو شامل ہے ایسی مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالبا اور اجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت ... کا
المحرم والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا کہ عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی پیٹھ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی السراج
وكذا تنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل من الرجل ان امنت شهوتها اور اسی طرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اسکو شہوت ہونے کا
خوف نہ ہو فلو لم تامن او خافت او شكت حرم استحسانا كالرجل هو الصحيح في الفصلين تتارخانية معزيا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہ ہو یا خوف ہو
ہو یا شک ہو شہوت کا اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت
یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تتارخانیہ منسوبا الی المضمرات
والذمية كالرجل الاجنبي في الاصح فلا تنظر الى بدن المسلمة مجتبى اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت مسلمان عورت
کی طرف نظر نہ کرے سوا چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبی ہم اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اس واسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردوں سے بیان
کرے گی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وكل عضو لا يجوز
النظر اليه قبل الانفصال لا يجوز بعده ولو بعد الموت كشعر عانة وشعر راسها وعظم ذراع حرة ميتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون يدها مجتبى اور جس عضو کا
دیکھنا جائز نہیں قبل انفصال بدن کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زہار عورت یا مرد کے
اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤں کا ناخن تراشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبی وفيه النظر الى ملاءة
الاجنبية بشهوة حرام اور مجتبی میں ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفي الاختيار ووصل الشعر بشعر الآدمي حرام سواء كان شعرها او
شعر غيرها لقوله صلى الله عليه وسلم لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والواشرة والمستوشرة والنامصة والمتنمصة النامصة التي تنتف
الشعر من الوجه والمتنمصة التي يفعل بها ذلك اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو
یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جڑوا لے اور جو گودنا

شہوت سے نہ ہو جیسے چومنا فقیہ اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کا اور بزرگ کے چہرے کا ہم فقیہ ابوجعفر نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے جبکہ ایک شہر میں دوسرے کے چہرہ کو چومے بشرطیکہ
فقیہ یا عالم یا ترک دنیا ہو اعزاز و اکرام دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریہ و کرہ المعانقۃ فی ازار واحد اور اسیطرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ کرنا یعنی گلے سے گلا لگا کر
ملنا ایک تہمد میں یعنی کرتہ اور انگرکھا بدن پر نہ ہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ جو [illegible] ہوتا ہے اور مراد یہ ہے
کہ ہر شخص پر تہمد ہو اور پیرہن نہ ہو کہ دونوں شخص ملا کر ایک [illegible] ہوتے ہوں سو اگر کپڑا [illegible] تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس سے مروی ہے کہ ہمنے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کے واسطے انحناء کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں
ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہان اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحطاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار
مین بنا بسیکے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیئے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہے کہ فقط تہمد بدن پر ہو اسواسطے کہ جواز معانقہ احادیث
کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجئ و قال ابو یوسف رح لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابویوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہیں ہے چومنے اور معانقہ کرنے میں ایک تہمد میں
ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع و صححہ فی الہدایۃ و علیہ المتون اور اگر دونوں کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدون کراہت کے بالاتفاق جائز ہے
اور ابویوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ مین اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین اور حدیث مین ثابت ہے کہ جبکہ جعفر طیار رض خیبر میں [illegible] سے آئے
تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا معانقہ کیا اور انکے دونون آنکھون کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے
اور کافی مین ہے کہ اعراب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے ابن عباس سے معانقہ کا سوال ہوا تو انکا جواب [illegible] پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ کیا
کیا وہ مکہ معظمہ میں تھے جب ذوالقرنین وہان وارد ہو کر جب ابطح مین پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہین تو ذوالقرنین نے کہا کہ مجھکو سوار ہونا
لائق نہیں اس شہر میں جس میں خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اتر پڑے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور [illegible]
معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دار قطنی اور طبرانی نے بھی اسکو روایت کیا ہے
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ رض سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشہوۃ جاز بالاجماع اور حقائق میں ہے
کہ اگر چومنا بوجہ نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحۃ ای کما یجوز المصافحۃ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
من صافح اخاہ المسلم و حرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ
والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اسکے گناہ جھڑ جاوینگے ھم یہ حدیث معجم طبرانی مین حذیفہ بن یمان سے یون مروی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مسلمان دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کی
پتیان جھڑ جاتی ہین اور ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونون کے
گناہ بخشے جاتے ہین اور ترمذی مین عبداللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے تحیۃ کی یعنی سلام پورا نہین ہوتا بدون مصافحہ کے واللہ اعلم منہ

تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا یفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ
وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشیء توفیقا فتامل اور مصنف کا اطلاق یعنی بلاقید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ
اور مجمع اور ملتقی مین وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی
مباح اور بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار مین بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابون مین مذکور کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہین یہ حمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اسکو یعنی لیس بشیء کو اباحت اور

جائز اور [illegible] وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی بر قول اصح اسواسطے کہ فاسق بھی مسلمان ہے
گنہگار اور بیمار پرسی مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے وجاز خصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہے خصی کرنا چارپائے جانوروں کا یہاں تک کہ بلی کا بھی اور
خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاسے ہندی میں اسکو بدھیا کہتے ہیں واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے خوجوں سے خدمت لینا اور انکو
عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ ایسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کیوں خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوجے مخصوص پیدا ہوتے
ہیں اول یہ کہ مسلم کے صاحب [illegible] پیدا نہیں ہوتے ورنہ ایسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی تادیب میں زبردست اور خود بے ادب اور عورتوں کی مجلس میں آرزو کرتے ہیں
کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے ہیں اور شدت سے بخیل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی العینی قیل والفرس
یعنی بعض نے کہا اور گھوڑے کا آختہ کرنا حرام ہے اور شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ جائز ہے اصحاب کے نزدیک آختہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں
وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے میں فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کے خصی کرنے میں فائدہ
حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدھا چڑھانا
گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی وللرجل بطاہر لا نجس اور حقنہ اور علاج ظاہر بیماری کے
علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہو ہم دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ تسمین بدن کے واسطے سنن ابوداؤد میں
ابو درداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے
دوا نکیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداوی لا یجوز الا بطاہر لا نجس اور اسیطرح ہر علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم
ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اسکو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور
کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں پائی ہم ذخیرہ میں ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا کہ انکار کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ اچھا
ہو جائیگا تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں تتارخانیہ میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ
طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اسی میں شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اس میں جلد شفا ہوگی تو اسمیں اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ
قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم لان الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ
العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جسکو تم پر
حرام کیا مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقینا بلاتردد معلوم ہو جاوے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی
دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا
کسی طرح نیچے نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور اسیطرح عطش شدید پیش آوے پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہے
اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہوگیا کہ اسوقت اسکی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ شافی
اللہ تعالی ہے اور دوا کو اسنے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب
قطعی اور یقینی ہے جیسا کہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب
یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب میں ظاہر ہیں تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہیں
بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث میں متوکلین کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغتے نہیں اور افسون

جائز ہو اگرچہ [illegible] میں ہو اور سراج لاوا یعنی شمع کا بالنے والے کو مجوسی کا اجارہ درست ہونا برقول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو شرح مجمع کی طرف نسبت کیا ہو اور [illegible] اسمین نہیں دیکھا اور اگرچہ متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہو توا گاہ رہیو ہم طحطاوی نے کہا کہ غرض یہ قول مصنف زیلعی مین ہو قدوری کی روایت سے یعنی صبی [illegible] اجارہ مطلقاً کو جائز ہو اسواسطے کہ اسمین ضرورت ہو اور صغیر کے واسطے محض نفع ہو وکذا اصلہ عند الشافعی خلافا للثالث اور اسیطرح صغیر کے چچا کو اسکا اجارہ دینا درست ہو ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک ہم یہ شارح کی غلط فہمی ہو اسواسطے کہ انہنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہو حالانکہ شرنبلالیہ مین یون ہو کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور ماں کی اسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہو اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ من العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہوگئی ہو تو جائز ہو کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو اجر مسمی واجب ہوگا یعنے علت عدم جواز احتمال ضرر تھا بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت حاصل ہونے سے سراسر نفع ہو گیا فصح اجارۃ اسبا وجبۃ قاضی ولو بدون اجر المثل فی الاصح کما الاعلم من الدرر وفیہ تصر او صحیح ہو اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہو تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور جائز ہو شیرہ انگور کا بیچنا اس شخص سے جسکو بائع جانتا ہو کہ اسکی شراب بناویگا درست ہو اسواسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہو شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنے شیرہ جب تک شیرہ ہو گناہ نہیں جو اسکی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اسکی حقیقت بدل کر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہو کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ ہو گناہ کی اعانت کی سبب سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہو جیسے جاریہ مغنیہ اور مینڈھا سینگ مارنے والے مینڈھے اور اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہو اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہو یعنے گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہو برہان مین ہو کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ باہم مددگاری نکرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہو واحل اللہ البیع یعنے حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہو کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہیں اور مسلمان شراب ساز سے تو اسکی بیع مکروہ ہو اور اسی کے مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہو اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہو کہ اسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہو بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ بخلاف بیع امرد کے اس شخص سے جو غلام کرتا ہو اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اسی چیز سے قائم ہوتا ہو بلا تغیر ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ قلت وقدمنا ثمہ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہو اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہو یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہو اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اور ہم وہان باب البغاۃ مین ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہو تو اسکی بیع مکروہ تحریمی ہو اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہو تو اسکی بیع مکروہ تنزیہی ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے ہم یعنے تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہو گیا یعنے نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہو اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہو واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور جائز ہو تعمیر کنیسہ عبادت خانہ یہود یا پارسی مین اسکو کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہو نہ اعادہ لعدم الہدم منع الفقہا ہو کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت کی مزدوری کرے

دوبارہ بنانا کیونکہ دوبارہ بنانا ہی نہ دیوے

تو لا باس ہے اسواسطے کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وحمل خمر ذمی بنفسه او دابته ... اور ذمی کی خمر لادنا
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک ہم اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب اور اس کے اٹھانے ... اسکے حامل پر بھی ہے
امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل کبھی شراب کے گرادینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور لعنت ... حامل پر ہے جو معصیت کا قصد
کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصرها لقیام المعصیة فیه اور شراب نچوڑنے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ
معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفة ای قراها لا بغیرها علی الاصح واما الامصار وقرى غير الكوفة فلا يمكنون لظهور شعار الاسلام فيها وخص
سواد الکوفة لان غالب اهلها اهل الذمة لیتخذ بیت نار او کنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر وقالا لاینبغی ذلك لانه اعانة علی المعصیة وبه قالت
الثلاثة زیلعی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اس میں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے نسبتاً قریات مذکورہ کے
بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہونے کے سبب اور قریات کوفہ میں پاتے
اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ ایسا دینا امر مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی
قول ہے امام شافعی اور مالک و احمد کا کذا فی الزیلعی امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر اسلئے اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں معصیت
نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اسمیں مختار ہے کہ جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے منقطع ہوگئی واللہ اعلم
وجاز بیع بناء بیوت مکة واراضیها بلا کراهة وبه قال الشافعی وبه یفتی عینی وقد مر فی الشفعة اور مکہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی
قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں مکانوں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمینوں کی بیع صاحبین کے نزدیک اور
امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرهان فی باب العشر ولا یکره
بیع ارضها کبنائها وبه یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الهداية
لا باس ببیع بنائها واجارتها لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتها اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ
میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانية واجارة الوهبانية قال ابو حنیفة اکرہ اجارة
بیوت مکة فی ایام الموسم وکان یفتی لهم ان ینزلوا علیهم فی دورهم لقوله تعالی سواء العاکف فیه والباد ورخص فیها فی غیر ایام الموسم انتهى فليحفظ قلت وبهذا
یظهر الفرق والتوفیق وکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه ایام الموسم ویقول یا اهل مکة لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الآیة
فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ
کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتارین اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ برابر ہیں رہنے والا
اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی یعنی تاتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس تقریر سے
فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم
حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ ای اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے بناؤ لیکن بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اترے جہاں اسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وهو سنة المسلمين فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمرد اور بھاگ جانے کے
سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جانداروں کو تکلیف دینا مکروہ ہوا اور یہی حکم ہے
لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وقبول هدیة تاجر واجابة دعوته واستعارة دابته استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولیٰ سوداگری کرتا ہو

نہ کہنا چاہئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اگر اسطرح کہے فقال لفظ صلوۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے اور شامیہ میں ہے کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوۃ کہنا اس طرح کہ
اللہم صل علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاکر یون کہنا اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال
صلوۃ درست ہے اور سلام بمنزلہ صلوۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک اوبحق البیت لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق
تعالے اور مکروہ ہے یون کہنا الہی بحق رسولان یا بحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ مخلوق کا کچھ حق ثابت نہین خالق تبارک
وتعالے پر ہم انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کا حق خالق تعالے پر وجوبا ثابت نہین لیکن تفضلا اگر ثابت ہو بیان تک کہ از راہ کرم حق سائلین بھی ثابت
ہو چنانچہ حصن حصین میں یہ حدیث ثابت ہے اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور حق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ
درست ہے قال تعالے (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو قال لآخر بحق اللہ اوباللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ
اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو دوسرے پر کرنا لازم نہین اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہیں بلکہ مستحب ہے کذا فی المختارات قال
ابن المبارک سائل بوجہ اللہ او بحق اللہ لا یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات میں ہے کہ عبد اللہ ابن مبارک نے کہا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے
صدقہ بواسطہ خدا یا بحق خدا سوال کیا تو مجھکو یہ پسند آتا ہے کہ اسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اسنے تعظیم کی اس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کہا یعنی دنیا مانگی
بوسیلہ کارساز جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو وفیہا اقرأ القرآن والعمل بہ وجہ الشبہ علی قراءۃ
کمن یصلی ویعصی اور مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اسکے موجب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے
یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسائل متعلقہ شارح کا بل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعا
قیل نعم وتمامہ فیہ قبیل جنایات البزازیہ یعنی یا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات
سے پہلے مذکور ہے ہم جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے
کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتبن وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کی قوت جیسا کہ انجیر اور انگور
اور بادام اور جانورون کا قوت جیسا کہ بہوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر مین جہان کے لوگون کو بند رکھنا ضرر پہونچاتا ہو ہم احتکار یعنی حبس طعام او علف گرانی
یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار
ثابت ہوتا ہے یہون یا مہینہ بعد کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار وانتظار گرانی کے بہتر نہین لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث
الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ہم یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق ابن راہویہ
اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو یعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کرکے شہر مین بیچنے کو لاوے سے تو وہ
مرزوق یعنی اسکی روزی مین برکت ہے اسلیے کہ لوگون کو فائدہ ہوتا ہے مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بد خواہ خلائق ہے لہذا اسپر لعنت ہوا اصطلاح
شرع مین احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر مین خرید کیا ہو اور لوگون کو ضرر ہوتا ہو
حبس سے یعنی اگر اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہین کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نکرتا ہو
تو وہ مکروہ نہین ہم ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اسطرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنی جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہین اسلیے کہ اسنے
اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کے تلقی جلب ہے ہم تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر کچھ اپنے بہرتی لانے والون سے غلہ مول لینا اگر
مضر ہو شہر والون کو تو درست نہین اور نہین تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والون سے نہ چھپاوے والا تلقی جلب مطلقا مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو

کذا فی الہدایۃ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ [illegible] وباع
القاضی علیہ طعامہ وفاقا علی الصحیح اور یہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اُسکی اور اُسکے گھر والوں کی قوت سے اُسکے بیچ ڈالنے کا [illegible] حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے
بلکہ قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اُسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اُسکی زجر اور تنبیہ کے واسطے اور قاضی اُسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور
صاحبین رحمہم اللہ کے بقول اصح ہم نے کہا امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن وہ صورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ [illegible] الامام علی اہل بلد الہلاک
اخذ الطعام من المحتکرین وفرق علیہم فاذا وجدوا سعۃ ردوا مثلہ وہذا لیس حجرا بل للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وخاف الہلاک تناولہ بلا رضاہ ونقلہ الزیلعی
عن الاختیار واقرہ اور سراجیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والوں سے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر
جب اہل شہر کو کشائش ہو تو اُتنے کے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہو اور
اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اُسکو بلا رضامندی مالک کے لے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اُسکو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ بلا خلاف
ومجلوبہ من بلد آخر خلافا للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اُسکے غلہ کے جسکو دوسرے شہر سے لایا ہو بند کر رکھنے سے خلافا
ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے بالاتفاق احتکار نہیں کہ اُسکا خالص حق ہے اور عامہ کا حق اُس سے متعلق نہیں تو جب اُسکو بیچنے کا اختیار ہے تو بند رکھنے کا بھی احتکار نہیں
کہ اہل شہر کا حق اُس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ
صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اُسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اپنی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے لایا ہو یا شہر کا
غلہ خریدا ہو لیکن لوگوں کو ضرر نہ ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خریدے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک جائز ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ
اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی ترجمہ جو شارح ہدایہ نے مجلوب کو کہا وہ ابو یوسف کے نزدیک ہے مسئلہ نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اسکا تصریح کی ہے کہ ابو یوسف نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر ایک میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسطرح مختصر کرنی میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک بھی احتکار نہیں ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایۃ فی حصر او عند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ وہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو اُس غلہ کو بند کر رکھنا احتکار کرنا
ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اُس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق
اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ بتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرا دینے والا قابض اور باسط اور رازق ہے یعنی تنگی اور کشائش
اناج کی اسیکی طرف سے ہے ہم ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا ہے ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق اور میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا
خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن
القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اہل الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش
کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ دو نی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال مالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا
واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں دو صورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے
وفی الاختیار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری وحیلتہ ان یقول لہ بعنی بما تحب اور اختیار میں ہے پھر جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے
اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اُسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں لینے مالک کی نا رضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے
کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے کذا فی العینی عن المحیط ونوقش واسطے سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتری بالنقصان

فی الحقیقۃ … سعرہ عادۃ فلا یفتقد الظلم اور اگر ایک شہر کے لوگوں نے روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر لیا ہو اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان
پھیر لے روٹی کا … نقصان نہیں اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہے بخلاف گوشت کے کہ اس میں شہرت نہیں ہوتی اگر بائع … تفصیل
مشتری مسافر ہو پھر … اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان پھیر لے اسواسطے کہ ہر دونوں کا مشہور ہو کذا فی الذخیرۃ
وغیرہ قلت وما وان … فی الفوائد الظہیریۃ وشرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا … فیسعر علیہم الحاکم بناء علی ما قال
ابو یوسف فینبغی ان یجوز ذکرہ الفقیہ … فان ابا یوسف … حقیقۃ الضرر … مترجم کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان
اور جانوروں کی قوت میں … اور اسکو صحیح بیان کر دیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کریں گرانی بیچیں اور لوگوں
ظلم کریں تو حاکم ان پر … نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت
ضرر کا اعتبار ہے قوت میں خصوصیت … چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کر لے یکرہ امساک الحمامات ولو فی بیوتہا ان کان یضر بالناس
بنظر او جلب اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے گھروں میں رہتے ہوں بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے … لوگوں کے
مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اڑ آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بہا
ثم یشتریہا او توہب لہ مجتبی اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اسکے مالک کو نہ جانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اسکو محتاج سے خرید لے یا اسکو
ہبہ کر دیا جاوے تصدق کے بعد کذا فی المجتبی … تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہ ہو تو اسکا رکھنا حلال نہیں اسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کی طرف سے بیانکی
نیت سے فان کان یطیرہا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیۃ تلک الحمامات عزر ومنع
اشد المنع فان لم یمتنع بذلک ذبحہا المحتسب پھر اگر کبوتر باز انکو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے
مارنے اور ہانکنے سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب
التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد علی عاداتہم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں کی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور
برتن توڑنے کی اور شاید کہ اسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانہ میں تاکنے جھانکنے اور برتن پھینکنے کی عادت ہو گی لہذا اسنے اس قید
لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقہا ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ لانہ تضییع المال جامع الفتاوی
اور کبوتر کا پالنا واسطے دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خریدکر چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ انکو
پکڑ لے تو وہ اسی کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنی واقعیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ کنجشک خریدکر چھوڑنا مکروہ
ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات … قال ہی لمن اخذہا … وفی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور
ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اسکا مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا
وجاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب اذ ظلم الدابۃ اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اسکا لادنا اور
گدھوں سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر مسلمان
کے ظلم سے ہے یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بیجا مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوا خدا تعالی
کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اسپر جسکا کوئی مددگار نہیں سوائے اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی کا ظلم
سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تا کہ اسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بالمسابقۃ فی الرمی

سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وفیہا یکرہ الکلام فی المسجد خلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث فی البستان وعند قراءۃ القرآن
وزاد فی الملتقی الاغتسال وعند التذکرۃ فاظنک بعند الغناء الذی یسمونہ وجدا او محبۃ یعنی مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا
میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی میں باجماع مختار
اتنا اور زیادہ کیا ہے اور نہانے اور تذکیر کے وقت کلام کرنا مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں یعنی جب
کلام مباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا محرم وعظ کے وقت ظلم عظیم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ میں
ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام کرنا مکروہ ہے مگر امر خیر میں اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام ذکر سے تا طلوع آفتاب العربیۃ فضل علی سائر الالسن
وہو لسان اہل الجنۃ من تعلمہا او علمہا غیرہ فہو ماجور وفی الحدیث احب العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ فی الجنۃ عربی یعنی
زبان افضل ہے باقی زبانوں سے اور بہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھو
تین وجہ سے اسواسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے حاکم نے جامع صغیر میں المحبۃ العرب جمع امر کیا ہے حاکم
اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہی روایت ہے کہ حافظ سلفی نے فضل العرب الثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد
چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اسمیں تالیف کی ہے ازانجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبغضہم نفاق یعنی محبت عرب کی
ایمان ہے اور عداوت انکی نفاق ہے اور ابوالشیخ نے ابوہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور انکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور کی
اسلام میں اور انکا فنا ہوجانا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی وفیہا قطع الحشیش الرطب من المقبرۃ لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج الی الکتابۃ کیلا
یذہب الاثر ولا یمتہن لا باس بہ وذکرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقد مناہ فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبروں پر ٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار
میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہیں اسکا ایسا ذکر کیا ہے
مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم نے اسکو باب الجنائز میں پہلے ذکر کیا ہے فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت
یہ ہے کہ جس طرح میت کی حیات میں قریب یا بعید سے زیارت کرتا تھا اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں
دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کے واسطے نذر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کریگا
اور مصلی کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان میں پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کھڑا ہو اور
یوں کہے (السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر) اور اگر شہید ہو تو یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کے
واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہوکر دعا کرے پھر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہکم التکاثر پڑھے قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز
مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہیں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب اور پنجشنبہ
میں اول روز یا آخر روز اور اسیطرح متبرک راتوں میں چنانچہ شب برات اور اسیطرح ازمنہ متبرک میں چنانچہ عشرۂ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید
سے منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورۂ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہے جسکو روایت پہونچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اسکی مغفرت ہوتی ہے
اور اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ علی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے
چہل برس تک دور ہوجاتی ہے قبر پر ہاتھ رکھنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاری کی عادت
ہے لیکن قبر والدین کے بوسہ میں مضائقہ نہیں پھولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پھولوں کی قیمت کو خیرات کرے تو بہتر ہے اور اخراج شمع قبروں کیطرف بدعت ہے
بلکہ رواج چراغوں کا

ہے تو وہ ورع کی قلب سے فتویٰ لیا اس میں تو جو بات اس کا امر مشتبہ ہو اور حلال ہی نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جسکو کہا کہ میرے زوج نے
میری عدت گذر گئی یا یہ بات کہ فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اسنے مجھکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل میں اسکی سچائی واقع ہو جاوے اور اسکا
پورا بیان [illegible] میں ہے میں کہتا ہوں خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہے یا مرد کے دل میں اسکی راستی جم جاوے
تو اسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اسکے نکاح پر جرأت نکرے جب تک کہ اسکا حال دریافت نکرے لوگوں سے
امر مستنکر چنانچہ عورت نے کہ ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اسکا قول ماننا
درست نہیں اور نہ اسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ میں
تجھ پر حلال ہو گئی تو اسکے ساتھ نکاح حلال نہیں بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعض علما کے نزدیک مجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید
اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسائل لطیفہ مشائخ کی کتب ما قول الشافعی کیتب جواب ابی حنیفہ
مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ میں مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے ہم یہ بنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا
اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکے اور اسکی بنا اسپر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود فاضل کے جائز نہیں اور حق یہ ہے کہ تقلید
مفضول کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق میں ہے نہ تابع مقلد کے حق میں اسواسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے
فروع میں اور اسپر ترجیح واجب نہیں کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی یدین یکتب ولا یصدق قضاء ولیقضی القاضی بحنثہ اور جب مفتی نے لکھا کہ یہ امر دیانۃ
درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اسکی تصدیق قضاءً نہ کرنا چاہیے تا کہ قاضی حکم کرے اسکے حانث
ہونے سے مثلاً قسم شامل کہ یہ بھی [illegible] اسکے ہے والا قضاء قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہیں مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر
اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے میں ترجیع یعنی
تردید صوت حلق میں خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع میں حروف زیادہ نہ ہو جائیں ہم منح الغفار میں اس قول کو صحیح نقل کیا ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اکثر
مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہیں اسلیے کہ فاسقوں کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیوں کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع
مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بالاختلاف حرام ہے [illegible] اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاوے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ
سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت الخ [illegible] لقارئ القرأۃ یخشی علیہ الکفر اور
مستمع کا ان کہنا قاری کو جو مذکور ہے کہ کیا خوب کیا اسنے تو اگر اسکے چپ رہنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قراءت محرمہ کے واسطے
کہا تو اسپر کفر کا خوف ہے اور وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثۃ حرام لقہر
مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم میں کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور میں سے کسی امر کے واسطے
مناظرہ حرام ہے مسلمان کو مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ
سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول العامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبروں پر نصیحت دینے کے اور اپنی پند پذیری کے واسطے
انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود ونصاری کی گمراہی سے ہے ہم اسی کی
طرف اشارہ ہے قرآن مجید میں فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی الایۃ قرأۃ القرآن بالقرأۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ
کما فی الحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قراءت سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی میں ہے ہم قراءت عشرہ سے زیادہ قراءت شاذہ اور غیر مشہورہ ہیں

حکم [illegible] نہیں اجرا اسکا مارنا اگر چہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا معلم کو مارنا بقدر تین ضرب کے جائز ہے بمصلحت کہ سبب
سفر بیمالی کے کہا [illegible] ہو لایتہ سے اسے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا ممنوع ہے جبکہ قاضی عادل اور
حجت ظاہر کا مشاہدہ ہو اور اس زمانے میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی الطحطاوی واقف ہیں ذکر القرآن استماعہ وقالوا الثواب
للطفل یصیر ۹ اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہے اور علما نے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہے کہ
استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اس واسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اسکے باپ کو تعلیم کا
ثواب ہے و [illegible] باقی الذکر افضل من الصلوۃ نفلا و [illegible] العلم اولی والتطوع اور کہنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا
یعنی علم [illegible] کا مقدم ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ۱۰ اس واسطے کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال
بفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے
ذکر ہوا واللہ اعلم ونحوہ ۱۱ لاعلام ختم الدرس حین یقرر ۱۲ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اسکے جیسا کہ درود پڑھنے کو واسطے تعظیم و آگاہ کرنے
اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو ختم درس کے کراہت یہ ہے کہ اسنے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسی طرح اگر ایک شخص
محفل میں آیا اور اسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اسکے آنے سے خبردار ہوں اور اسکے لائق بیٹھنے کی جگہ دیں اور تعظیم کریں یا جیسے پہرا دینے والے کہیں
لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تا لوگ اسکے جاگنے اور پہرا دینے سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اس واسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دونوں قصد جمع ہوں یعنی اعلام بھی
اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور طرابلسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب
دنیا میں سے کچھ باقی ہے تو طرابلسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالی انہیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق و راستگوئی ۲
اجارہ بشرط خیر خواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ بردوستی کا ۴ میراث اصل طیب ہے یعنی جس میت نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی
غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰
احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور [illegible] مقدم ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

## کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں موات بفتح وضم میم بروزن حیات و فرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین
غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جاوے اس واسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے [illegible] مناسبۃ ان
فیہ ما یکرہ وما لا یکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں الحیاۃ نوعان حاسۃ
ونامیۃ والمراد ہہنا النامیۃ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس و حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے
نہ حاسہ وسمیت مواتا لبطلان الانتفاع بہا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اسکی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی
وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہاں نہیں یا جنگل ہو گیا او غیر ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ ببناء او غرس او کرب او سقی اور احیاء موات
یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا احیی مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بہا ولیست بمملوکۃ
لمسلم ولا ذمی فلا مملوکۃ ثم کانت مواتا فان لم یعرف مالکہا فہی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع وہی بعیدۃ
من القریۃ اذا صاح من باقصی العامر وہو جہوری الصوت بزازیۃ لا یسمع بہا صوتہ ملکہا عند ابی یوسف وہو المختار کما فی المختار وغیرہ جبکہ مسلمان

یا ذمی آباد کرے اس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی ملک نہیں اور وہ دور واقع ہو گاؤن سے
آبادی پر ہو شہر بلکہ وہ شخص بلند آواز سے ہو کذا فی البزازیہ تو اس زمین تک اسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے
امام یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اسکا مالک
معلوم نہ ہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے جسمین بادشاہ اسلام تصرف کرے بعد اگر بعد اسکے اسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اسی کو پھیر دیجاوے اور اسکے
نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو پس زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اس پر عشر واجب ہوگا
اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج کے پانی سے اسکو سینچے گا تو اسکو اختیار ہوگا کذا فی الاختیار شرح المختار واعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ وبہ قالت الثلثۃ
قلت وہذا ظاہر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوۃ الکبری ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد فاعجبا
من الشرنبلالیۃ کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور امام محمد رح نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین ہے جس سے اہل قریہ
منتفع نہ ہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوۃ میں ہے
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسی طرح برجندی میں ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد رح کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالیہ سے تعجب ہے کہ اسنے کیونکر بیان کیا اور
یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر فنائے آبادی سے آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ
موات ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے اور وہاں تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان کی اور کتاب میں محمد کے
قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن لہ الامام فی ذلک وقالا یملکہا بلا اذنہ احیاء موات سے مالک اسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اسکو آباد کرنے کا حکم دیا ہو
اور صاحبین نے کہا کہ اسکا مالک ہو جاتا ہے بدون اسکے حکم کے بھی وہذا لمسلم فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی شرط اذن امام اور عدم شرط اذن اس وقت ہے جبکہ وہ مسلم
اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو مستامنا لم یملکہا اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن
تو زمین کا اصلا مالک نہ ہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی وذکر بعد الاحیاء وزرعہا غیرہ فالاول احق بہا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد
اور غیر شخص نے اسکو بویا تو پہلا شخص اسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب
تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے
علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اسکی راہ مقرر کرنے میں
ہر طرف سے اسکو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ
ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملہا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلہا ہو احق بہا وان لم یملکہا لانہ انما یملکہا
بالاحیاء والتعمیر لا بالحجر والتحجیر اور جسنے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کے پھر اسکو چھوڑ دیا تین سال تک
تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاوے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اسکا مالک نہیں ہو گیا اسواسطے
کہ آدمی اسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا او بذرہا فہو احیاء [illegible]
اگر ویران زمین کو جوتا یا اسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اسکے واسطے نہر کھودی یا اسمیں بیج ڈالا تو وہ اسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط والمسناۃ
مسناۃ بضم میم وتشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے ایسا کہ پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح اللغات میں ہے کہ
مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو بند کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر [illegible] کی ہے [illegible]

ولا يجوز احياء ما قرب من العامر بل يترك مرعى لهم ومطرحا لحصائدهم لتعلق حقهم به فلم يكن مواتا ولو كان ... اور جائز نہین آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی
قریب ہو بلکہ اسکو چھوڑ دینا ... ایسے لوگون کی چراگاہ کے واسطے اور انکے کھلیان ڈالنے کے واسطے اسلیے کہ لوگون کے حق اس زمین سے متعلق ہین تو وہ زمین موات
نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین ... سوا نہین جہان لوگ لکڑیان اور اپنا حق رکھتے ہون وعلم انه ليس للامام ان يقطع ما لا غنى للمسلمين عنه من المعادن الظاهرة
وهي ما كان جوهرها الذي اودعه الله في جواهر الارض بارزا كمعادن الملح والكحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہین یہ کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز
جس سے مسلمان بے پرواہ نہین ظاہر کانون سے اور ظاہر کان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالے نے زمین کے مواضع اور بقاع مین ودیعت رکھا ہے
ظاہر اور آشکارا ہو جیسا نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کانین ہین قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشمون سے جوش کرکے نکلتی ہے قیر کا روغن
جہاز وغیرہ مین لگایا جاتا ہے اور نفط کا ... وغیرہ مین ... کام کے واسطے ملی جاتی ہے والآبار التي لم تملك بالاستنباط والسعي اور جیسا کہ وہ کنوئین جو کسی کے
مملوک نہین کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفي المستنبط بالسعي كالقني والماء المحرز في الظروف فلك محرز والمستنبط وتمامه في شرح المصابيح في حديث
المسلمون شركاء في ثلث في الماء والكلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا جیسا کہ کاریزون کا پانی اور وہ پانی جو جمع رکھا گیا برتنون مین
سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح مین ہے اس حدیث کی شرح مین کہ مسلمان شریک ہین تین چیزون مین
پانی اور گھاس اور آگ مین قني بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناة یعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھودی جاے التي يستقي منها
الناس زيلعي يعني التي لم تملك بالاستنباط والسعي جیسا کہ وہ کنوئین جنسے لوگ پانی لیتے ہین اور سینچتے ہین كذا في الزيلعي یعنے وہ کنوئین کہ کسی کے مملوک نہین
بواسطہ استنباط اور سعی کے ... عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی كذا في الطحطاوي فلو اقطع هذه المعادن الظاهرة لم يكن لاقطاعها حكم بل المقطع
وغيره سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کانون کو عطا کرے کسی شخص کو تو اسکے عطا کا حکم جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہین انتفاع مین فلو منعهم
المقطع كان بمنعه متعديا وكان لما اخذه مالكا لانه متعد بالمنع لا بالاخذ وكف عن المنع وصرف عن مداومة العمل لئلا يشتبه اقطاعه بالصحة او يصير معه في حكم الاملاك
المستقرة ذكره العلامة قاسم في رسالة احكام اجارة اقطاع الجندي پھر اگر لوگون کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اس نے جسکو سلطان نے عطا کیا
تو وہ منع کرنے کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہریگا اور جو چیز کھان سے لیگا اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ سبب لینے کے اور باز رکھا جا
روکنے سے اور پھیرا جاے دوام عمل سے یعنے ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اسکے ساتھ درحکم املاک
مستقرہ کے نہو جاے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ مین جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام مین لکھا ہے ہم املاک مستقرہ وہ ہے جو اسکی ملک مین ابد سے
داخل ہون كذا في الطحطاوي وحريم بئر الناضح وهي التي ينزع الماء منها بالبعير كبئر العطن وهي التي ينزع الماء منها باليد والعطن مناخ الابل حول البئر اربعون
ذراعا من كل جانب وقالا ان للناضح ستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح کا اگر حریم ہے تو ساٹھ گز
بیر ناضح وہ کنوان ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹون سے یعنے کھیت سینچنے کے واسطے كذا في العيني شرح الهداية اور بیر عطن وہ کنوان ہے جس سے پانی
بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنے اونٹون کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹون کی نشست گاہ سے کنوئین کے گرد وفي الشرنبلالية عن شرح المجمع وعن البزازية
اربعين يزاد عليها انتهى لكن نسبه القهستاني لمحمد ثم قال يفتى بقول الامام وعزاه للتتمة ثم قال وقيل التقدير في بير وعين بما ذكر في اراضيهم لصلابتها وفي
اراضينا رخاوة فيزاد لئلا ينتقل الماء الى الثاني وعزاه للهداية وعزاه البرجندي للكافي فليحفظ اور شرنبلالیہ مین شرح مجمع سے یون ہے کہ اگر کنوئین کا عمق
چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم
چالیس گز سے زیادہ نہین اور اسکو قہستانی نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یون کہا ہے کہ بعضون نے کہا کہ کنوئین اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہاء سابقین کا

اراضی مین کہ بسبب سخت ہونے انکی اراضی کے اور ہماری اراضی مین نرمی ہو تو حریم بہ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تا کنوئین کا پانی دوسرے کنوئین [illegible]
اور اسکو ابو یوسف کی طرف منسوب کیا ہی اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تاتارخانیہ مین اور کبری سے [illegible] ہی کہ صاحبین کے
قول پر فتوی ہی تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونون کا قول مفتی بہ ہی جیسا کہ صاحب حاجت کا اعتبار ہوا نہ تقدیر کا تو مسئلہ [illegible] معنوی باقی نہ رہا
کذا فی الطحطاوی اذا حفر بئرا فی موات باذن الامام کنوئین کا حریم بہ گز اس وقت ہی جبکہ کنوان زمین موات مین سلطان کے حکم سے کھودا ہو فلو فی غیر
موات او فیہ بلا اذن الامام لم یکن لہ حریم کذا لک کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنوان موات مین نہو بلکہ غیر شخص کی زمین مین ہو یا موات مین ہو بدون اذن سلطان
کے تو اسکا حکم ایسا نہوگا یعنی بہ گز اسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین وعبارۃ القہستانی وفیہ رمز الی انہ لو حفر فی ملک الغیر لا حق لہ فی الحریم
فلو حفر فی ملکہ فلہ من الحریم ما شاء والی ان الدار [illegible] ترکہا الملاک [illegible] لا یجوز احیاؤہا [illegible] ولکن حریما
[illegible] وغیرہ اسی المضمرات اور عبارت قہستانی کی یون ہی اور آپ یعنی آپکی بات کے قول مین اشارہ ہی اس طرف کہ اگر کنوان کھودے غیر کی
ملک مین یعنی آسکے اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہین ہی الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی تو اگر اپنے ملک مین کنوان کھودے تو اسکو حریم رکھنے کا اختیار ہی
دینا چاہیے اور اسکی طرف اشارہ ہی کہ اگر پانی غالب ہوگیا زمین پر اور مالکون نے اسکو چھوڑ دیا یا وہ مر گئے یا منقرض ہو گئے تو اس زمین کا آباد کرنا
جائز نہین سو اگر پانی وہ زمین اس طرح چھوڑ دے کہ پھر اسکا عود زمین کی طرف نہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہین ہی تو اسکا آباد کرنا درست ہی
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہی وحریم العین خمسمائۃ ذراع من کل جانب کذا فی الہدایۃ اور چشمہ کا حریم ۵۰۰ گز ہر چہار طرف
چنانچہ حدیث مین ہی امام ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم العین ۵۰۰ گز ہی اور بیر عطن کا حریم
۴۰ گز ہی اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ والذراع ہو المکسرۃ وہو ست قبضات وکان ذراع الملک ای الملک الاکاسرۃ سبع قبضات
فکسر منہ قبضۃ اور گز سے گز مکسر چھوٹا مراد ہی چھ مٹھی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی کا تھا سو اسمین سے ایک قبضہ کم کر ڈالا گیا ولہ منع غیرہ
من الحفر وغیرہ فیہ لانہ ملکہ فلو حفر فلا اول ردمہ او تضمینہ وتمامہ فی الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جائیگا کنوان وغیرہ کھودنے سے حریم مین اسواسطے کہ
حریم تو چشمہ اور کنوئین والے کی ملک ہی تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنوان کھودیگا تو پہلے شخص کو اسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان کے تاوان لینا درست ہی اور اسکا
پورا بیان درر مین ہی ولو حفر الثانی بئرا فی منتہی حریم البئر الاولی باذن الامام فذہب ماء البئر الاولی وتحول الی الثانیۃ فلا شیء علیہ
لانہ غیر متعد والماء تحت الارض لا یملک فلا مخاصمۃ لکن بنی حانوتا بجنب حانوت غیرہ فکسدت الحانوت الاولی بسببہ فانہ لا شیء علیہ درر وزیلعی اور اگر دوسرے
شخص نے کنوان کھودا انتہا سے حریم مین یعنی بہ گز کے بعد پہلے کنوئین سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئین کا پانی جاتا رہا اور وہ دوسرے کنوئین کی طرف منتقل ہوگیا
تو حافر ثانی پر کچھ تاوان اور مواخذہ نہین اسواسطے کہ وہ متعدی نہین ہی اور جو پانی زمین کے نیچے ہی وہ مملوک نہین تو اسکے ساتھ کچھ مخاصمہ نہین اس شخص کی مانند
جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو مین سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب کاسد ہوگئی جاری نہ رہی تو اسپر کچھ مواخذہ نہین کذا فی الدرر والزیلعی
وفیہ لو ہدم جدار غیرہ فلصاحبہ ان یاخذہ بالقیمۃ لا ببناء الجدار ہو الصحیح اور زیلعی مین ہی کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے مالک کو اسکی قیمت کا
مواخذہ پہونچتا ہی نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہی وللحافر الثانی الحریم من الجوانب الثلاثۃ دون الجانب الاولی لسبق ملک الاول فیہ اور دوسرا
حریم کے دوسرے کھودنے والے کا تین طرف سے حریم ہونا پہلے کنوئین کی جانب سے اسواسطے کہ حافر اول کی ملک اسمین سبقت کر گئی والقناۃ ہی المجری للماء
تحت الارض حریم لقدر ما یصلحہ لالقاء الطین ونحوہ وعن محمد کالبیر وعند ظہور الماء کالعین وفی الاختیار مفوض لرای الامام ای لعدم نص فیہ والا فلا شیء ذکرہ البرجندی
اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اسکا حریم بقدر اسکے اصلاح کے ہی اور کی مٹی ڈالنے کے واسطے اور مانند اسکے اور محمد رح سے روایت ہی کہ

زمین کے مانند چالیس گز ہو مطالب نے فتاوی الہیان سے نقل کیا کہ یہی قول شیخین رح کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین میں چھپ کر ظاہر ہوگیا تو اسکا حکم چشمہ کا سا ہے یعنی پانچ سو گز اسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہر نہیں تو اسکا کچھ حریم نہیں ایسا ہی اکیا ہو جنبی نے وحریم شجر یغرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب لیس لغیرہ ان یغرس فیہا اور جو درخت زمین افتادہ میں لگایا گیا اسکا حریم پانچ گز ہر طرف سے تو دوسرے شخص کو جائز نہیں کہ اسمین درخت لگاوے ویلحق ما ینضب عنہ دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک جوپانی دجلہ اور فرات کا پانی پھر آنا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے ملحق ہو بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہین یعنی اگر زمین پرسے دریا کا پانی ہٹ گیا ہو گیا اور پھر اس طرح ہٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہیں تو وہ زمین موات مین داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی بخلاف ما اذا کان حریما او جائز عودہ لم یجز احیاؤہ لا لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا ہو حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک مین ہے اسکا حریم نہیں امام رح کے نزدیک مگر گواہ کے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر یمشی علیہا والقاء طینہ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے منڈہ کی ملکیت ہے جسکے اوپر چلنے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اسکے اندر سے مٹی نکالکر منڈہ پر ڈالی جائے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وہو اوفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی نقلا عن الکرمانی اور محمد رح نے منڈہ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہی قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی میں ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام رح کے نزدیک حریم نہیں مگر باقامت شہود اور صاحبین رح کے نزدیک حریم ہے محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک لہ مسناۃ فارغۃ بلا غرس لغیر صاحب النہر فالمسناۃ عندہ لصاحب الارض وعندہما لصاحب النہر اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک میں ہے جسکی منڈہ خالی ہو درخت وغیرہ سے اور متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت میں صاحبین رح کے نزدیک منڈہ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام رح کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہے ہم اگر منڈہ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختون وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختون کا مالک منڈہ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی عن البرجندی اور عینی میں قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر منڈہ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اسکا نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیا للتصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت ومن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی میں تصحیح سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کے واسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی مافی القہستانی میں کہتا ہون اور جن لوگون نے اتفاق نقل کیا ہے انہین سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانورون کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم بالشفاہ اور لیب سے بنی آدم کا پینا ہے اور لبون سے جانورون کا پینا ہے ہم یہان شرب بالضم شین مصدر ہے یعنی پینا اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کے واسطے یا کھانا پکانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لیے اور مانند اسکے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی وکل حق تعالی

کی تملیک صحیح ہو وجہ ملکیت کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خود رو ہو اور جو کوئی صاحب زمین اسکا مالک نہیں تو جو اسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اسکا مالک
ہے کہ اگر وہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اسکا مالک ہو اسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اس میں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اسکا گرم چھکڑ یا تاپا چاہے یا اسکی روشنی میں کچھ سیا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے
تو آگ جلانے والا اسکا انکار نہیں کر سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں لینا غیر کی
ملک سے جائز نہیں جب تک اسکا اذن نہ لے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گاؤں یا جماعت کی طرف منسوب نہیں جب تک یہ معلوم ہو کہ یہ
آگ کی ہے اور مکان میں رہنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ رسی سے نہ باندھی ہو کذا فی العمادی وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک
اما ان تقطع وتدفع الیہ والا فاترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین میں آنے دے
کو یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اسکو آنے کا روکنا چھوڑ دے تو وہ لے جتنا اسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کا شاکر دینا اسوقت ہے جبکہ قریب اسکے دوسری
زمین میں مباح گھاس موجود نہ ہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ
عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اسکو اس سے لڑنا درست ہے
ہتھیار سے بدلیل اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کالطعام عند المخمصۃ ولو اذا کان
فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی ظروف
برتنوں میں ہو اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے
جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر لڑنا اس شخص سے ہے جبکہ پانی اسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانا اس شخص کے
بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنووں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس سے لڑے کیونکہ مرتکب ہوا
گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے ادب اور زجر کے واسطے وکری نہر او حفرۃ غیر مملوکۃ من بیت المال فان لم
یکن ثمۃ ای فی بیت المال شیء یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال میں کچھ
مال نہ ہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اسکے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام مال صرف کریں مصالح پر اپنے
اختیار سے لہذا سلطان کو ان پر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک الی اہلہ ویجبر من ابی منہم
علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور مرمت کرنا شرکا سے ہے اسکے مالکوں پر ہے اور جو ان میں سے انکار کرے اسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر … 
کرنا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمیں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جسمیں شفعہ واجب نہو اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے بہتر قول انہیں
یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اسمیں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اسمیں ہر شریک کے واسطے
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے نہ خرچ کرنے والے سے پھر لینگے
یا نہیں تو اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے
کھودنے کا خرچ شریکوں پر ہے جو نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اسکا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں
حصہ ہو وہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر رہیگا ہر شخص پر نواں حصہ فان جاوز ارض
رجل منہم بری من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جاوے ایک شریک کی

اور ... اور مصنف رح نے شرح وہبانیہ وغیرہ سے یہ نقل کیا کہ جو شیخ اور بنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہدی نے کہا کہ وہ قتل کیا جاوے
بلکہ ... ہے اور مصنف رح نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ علاء الدین نے شرح قرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابوحنیفہ رح سے کچھ منقول نہیں اسواسطے کہ آنکے وقت میں اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی
کچھ منقول نہیں غزنی کے زمانہ تک جو شاگرد ہیں امام شافعی رح کے اور اسی طرح جو شاگرد امام اعظم رح کے عراق اور عجم میں تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب
اسکی بلا عام ہو گئی اور یہ فتنہ عالم میں پھیلا اور سفاہت فلاح پر غالب ہوگئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء ماوراء النہر نے مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور
اسکے حلال ... کو اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو شافعی رح اور حنفی رح دونوں مذہبوں کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہے یہاں تک کہ اسکی حلت کے قائل کو
زندیق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے البتہ بھنگ سے مست ہو اور ... تو اسکی طلاق واقع ہوگی زجر اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم
الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ... بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انہ صرح بتحریم جوزۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانہا مسکرۃ میں
کہتا ہوں اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی رح نے اپنی شرح میں جو انکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان میں ہے ابن حجر کی سے
یوں کہا ہے کہ اسنے تصریح کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشا کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق
فی سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وہو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل
مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ
کسائر الصغائر انتہی بحرفہ پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعی رح نے کہ تنباکو جو نوپیدا ہے اور اسکی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال
ہجری میں ہوئی اسکا پینے والا یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اسکے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر
حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہو وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ
صلعم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنے والی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کر دینے
سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے
انتہی کلام النجم الشافعی رح بلفظہ علامہ ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہ رح کے مخالف ہے اسواسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ پیتی ہو تو زوج پر اسکا
سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور بعض ثقات شافعیہ رح سے دریافت کیا سو انھوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے
کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعارض اور حقیقۃ اس وقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر کرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر
اسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو سب زوج پر لازم ہوگا انتہی کلام الشافعیۃ اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہ امر مختلف ہے
باختلاف مستعملین کے یعنی ہر کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر اثرہ فیما اشکل حالہ
کالحیوان المشکل امرہ والنبات المجہول سمیتہ انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ اور اشباہ میں اس قاعدہ
اندر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدہ کا اس چیز میں جسکا حال معلوم نہیں چنانچہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہیں یا
اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہیں ہوتا انتہی کلام الاشباہ میں کہتا ہوں تو اس قاعدے سے پوچھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا
جو ہمارے زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہے جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہے تو خبردار رہنا ہم یعنی جب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے
تنباکو مباح ہے اور جب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا میں توقف ہے یعنی نہ اباحت ہے نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہے نہ حرام و قد کرہ

مین ہے اور اجماع امت اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے واستثنی فی المحرم
الا المحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم مین مباح نہین ہم حلبی نے کہا یون کہنا بہتر تھا الا المحرم او فی الحرم یعنے شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم مین
مباح نہین اسواسطے کہ یہ عبارت تینون شکارون کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم مین اور شکار حلال کو حرم مین اور لاشائی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے
مگر لہو لعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے اور حموی نے علی ما فی الاشباہ قال المصنف وزدنا تبعا لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب
وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہین یہ عدم اباحت
بموجب اشباہ کے ہے مصنف درمختار نے شرح مین کہا کہ مین نے عدم اباحت حرفہ ہونے مین زیادہ کی اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار
کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیقی ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کے برابر ہین بموجب مذہب صحیح کے
چنانچہ بزازیہ وغیرہ مین ہے مصنف شاگرد ہین صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اسکے قول ضعیف کو بھی علاحدہ رد نہ کیا انصب شبکۃ
للصید ملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا
اس جانور کا جو اسمین پھنس گیا بخلاف اس صورت کے جبکہ جال لگایا اسکے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمین ہم تو اول صورت مین
دوسرا شخص شکار کو نہین لے سکتا اور دوسری صورت مین جو شخص اسکو پکڑے گا مالک ہوگا جال والا اس سے نہین لے سکتا وان وجد الفتاش
ونحوہ خاتما او دینارا مضروبا بضرب الاسلام لا یملکہ وتجب تعریفہ اور اگر تار یا پایا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہے پاوے تو اسکا
مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنے پھروانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اسکو لے فتاش بفتح فا و تشدید تا و کسر الف و شین معجمہ عرف مین اسکو کہتے ہین
جو زمین مین مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز مین داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ ناقل کبیع
وہبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ وہو الاستیلاء حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی المباح الخالی عن مالک
فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للفتاش ما یجدہ بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہین ایک سبب ناقل ہے یعنے ایک مالک سے
دوسرے مالک کی طرف ملکیت منقول ہو جاوے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرا
مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنے استیلا اور قابض ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو
تصرف مین کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر
ایک شخص مستولی ہو جنگل مین غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنے اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہین اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہین وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے و تمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابون مین ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے
ترجمہ مین مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما بشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس بنجس
العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند اسکے چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہونے تعلیم کے اور بشرطیکہ اسکے
نجس العین نہونے کے کتاب الذبائح مین نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنے ہر نیشدار اور چنگل والا مراد نہین اسلیے کہ اونٹ بھی نیش دار
ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار نہین کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما
التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بالدب الحداۃ لخساستہا پھر مصنف رح نے تفریع کی اس قاعدے پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہین شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ انمین تعلیم کی قابلیت نہین کیونکہ وہ دونون غیر کے لیے عمل

نہیں کرتے شیر اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے چیل کو ان کے ساتھ ملحق کیا
چیل کو بھی ملحق کیا ہے اسکی خساست کی وجہ سے ہم اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اسکے ساتھ ملحق کیا والخنزیر لنجاسة عینه فلا یجوز بالکلب
الاول لنجاسة عینه الا ان یقال ان النص ورد فیه فتتبعه اور نہ سور سے شکار کرنا درست ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب اور بموجب اس
قاعدے کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہو ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یون جواب دیجیے کہ کتے سے جو شکار میں نص وارد ہے
تو کتا مستثنی ہوا اس قاعدے سے آگاہ رہنا چاہیے وبه ضعف قول القهستانی ان الکلب نجس العین عند بعضهم والخنزیر لیس نجس العین عند ابی حنیفة کما
فی التجرید وغیرہ فتامل اور اسی جواب سے قہستانی کا یہ قول ضعیف ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور خنزیر نجس العین نہیں ابو حنیفہ کے
نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ میں ہے سو تامل کرے وبشرط علمها ای علم ذی ناب ومخلب یعنی درندہ اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے انکی تعلیم یافتگی کی شرط سے
وذا بترک الاکل اما الشرب من الصید فلا یضر قهستانی وبالثلث فی الکلب ونحوه وبالرجوع اذا دعوته فی البازی ونحوه اور یہ یعنی
انکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں بلانے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو
منع تعلیم کا نہیں چنانچہ قہستانی میں ہے اور دیا گیا مذکور ہوگا ہم یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور چربی وغیرہ کچھ
نہ کھاوے تو اسکا معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پس جب دونوں نے اپنی عادت
چھوڑ دی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھ کر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھاوے تو بھی اسکی تعلیم یافتگی کو ضرر
نہیں کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وبشرط جرح صاحبی ای موضع منه علی الظاهر یعنی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی جگہ
مقام میں بموجب ظاہر الروایۃ کے اور اسی پر فتوی ہے یعنی فقط گلا گھونٹ کر مار ڈالنا شرط نہیں بلکہ ذکوۃ اضطراری ہے زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ خون نکالتا ہے
وعن الثانی یحل بلا جرح وبه قال الشافعی اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی رح کا وبشرط
ارسال مسلم او کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال
کے اور اسکو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہوگا وبشرط التسمیة عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکها عمدا حتی علی حیوان ممتنع او قادر عن الامتناع
لتوحشه او لجناحه متوحش فالذی وقع فی الشبکة او سقط فی البیر او استأنس لا یتحقق فیه الحکم المذکور لذا قال ماکول لان الکلام فی صید الاکل
وان حل صید غیره کما سیجی او اعم حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہے کتے یا باز کے چھوڑتے وقت جانور
ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما تو شرط حلت عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہیں ممتنع سے اسواسطے کہ جانور اپنے
بچانے پر قادر ہوا اپنے پاؤن سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہوگیا تو اسمیں
حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسی واسطے مصنف رح نے شکار میں ماکول ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ
گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ
حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے وبشرط ان لا یشرک الکلب المعلم کلب لا یحل صیده ککلب غیر معلم وکلب مجوسی او لم یرسل او لم یسم علیه
اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہیں چنانچہ بدون سکھایا کتا اور مجوسی کا
کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمدا بسم اللہ کہنا ترک ہوا تو ان صورتوں میں شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا
یطول وقفته بعد ارساله لیکون الاصطیاد مضافا الی الارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں زیادہ وقفہ

[illegible] اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب ہو اور بیٹھنا صورت ہو تعلم الفہد [illegible] ان ولو کمن وتخفی کما نفہد کما یکون الفہد علی وجہ الحیلۃ لا للاستراحۃ
بر خلاف اُس صورت کے جبکہ کتّا یا باز وغیرہ ارسال کیے جانے کے بعد پیشاب کرنے کو ٹھہر گیا ہو یا چیتا اس طرح چھپ رہا ہو کہ شکار کو گھات سے پکڑے بطریق استراحت و آرام کے
ہو یہ منزلہ استراحت کے ہے یعنی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں ضرر نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتّا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں رہا سہ بطریق استراحت کے
پھر شکار کو پکڑ لے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی
من المحیط مختصراً وللفہد خصال حسنۃ ینبغی لکل عاقل ان یاخذہا کما بسطہا المصنف اور چیتے کے چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف نے
شرح میں انکو مفصل بیان کیا ہے ہم ان میں سے یہ ہے کہ چیتا راہ میں چھپ رہتا ہے یہاں تک کہ شکار بے تامل ہو جاتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نہ کرے تاکہ فرصت
تاکہ اپنے بلا مشقت مطلب حاصل ہو اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ کتّے کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ اُسکے سامنے اسے کھانا ہے اور چیتا اسکو دیکھ کر بھاگ جاتا ہے اسی طرح
عاقل کو لازم ہے کہ غیر کا حال دیکھ کر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ ازانجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک سے لیے ہوا طلب کرتا ہے اسی طرح
عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب ازانجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا تو غصہ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جان کیوں ہلاک کروں غیر کے واسطے
ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی الشمنی عن القہستانی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک الاکل پھر اگر شکاری باز نے کچھ کھایا تو باقی حلال ہے
کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اسکی تعلیم تو اسی بلانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لا یوکل مطلقاً منہ اور اگر کتّے اور مانند اسکے نے شکار سے
کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائیگا ہمارے مذہب میں ہر طرح خواہ اسکو کھانے کی عادت ہو یا نہو کما لا یوکل الصید اذا اکل الکلب منہ بعد ترکہ الاکل ثلثا
مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اسکا کھانا اُس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جسمیں سے کتّے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اُس نے شکار
پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا تو شکار اُسکا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ علامت ہے اسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیاً بترک الاکل
ثلثاً اور اسیطرح وہ شکار بھی نہ کھایا جائیگا جو اُسنے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار
شکار کرے اور نہ کھاوے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صاد قبلہ ای قبل الاکل فی ملکہ فان ما اکلہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقاً لفوت المحل وفیہ اشکال ذکرہ القہستانی
یا وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتّے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا یعنی مثلاً کھا چکا تو اسمیں بالاتفاق
امام رح اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمیں اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے
یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اُسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمیں حرمت ظاہر نہیں عدم بقائے محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے
اگر جنگل میں ہے تو اسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اسکی ملک میں ہے تو اسمیں اختلاف ہے سو امام رح کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین رح کے نزدیک حرام نہیں خواہ
مدت دراز ہو یا کوتاہ وبقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مُردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعویٰ وارث کے نزدیک انتہی وحل
اشکال یہ ہے کہ انعدام علیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بیچ ڈالا گیا تو مشتری بائع سے ثمن پھیر لیگا کیونکہ بیع مردار تھا
اور اثر ظاہر ہوتا ہے تو بیع میں اسکے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیں کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جاوے تو چاہیے کہ حرمت ساقط ہو جاوے
محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کفہد فر من صاحبہ فمکث حیناً ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لانہ لم یبق معلماً فیکون کالکلب اذا اکل
چنانچہ وہ چیتا جو بھاگ گیا یعنی اُڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس ہو اُسنے شکار پر چھوڑا اسواسطے شکار پکڑا تو وہ
کھایا نہ جاویگا اسلیے کہ چیتے نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی ترک اجابت کی تو وہ اُس کتّے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ہے
ولو اخذ الصید من الکلب قطعۃ منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطفہا الکلب منہ واکلہا بالباقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ

امام رح اور صاحبین رح کے ہی اور بعضون نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہی اور امام رح کے نزدیک حیات خفیہ مین بھی ذبح کرنا ضرور ہی متردیہ وغیرہا کے مانند کذا فی الجوہرۃ
والمعتبر فی المتردیۃ واخواتہا کنطیحۃ وموقوذۃ وما اکل السبع والمریضۃ مطلق الحیوۃ وان قلت کما اشرنا الیہ وعلیہ الفتوی وتقدم فی الذبائح اور
متردیہ اور اسکے مانند جیسا نطیحہ اور موقوذہ یعنی جسکو درندے نے کھایا اور بیمار مین مطلق حیات معتبر ہی اگرچہ زندگی نہایت کم ہو جیسا کہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کردیا
اور اسی قول پر فتوی ہی اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح مین اور متردیہ وہ جانور ہی جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ
وہ ہی جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدون ذبح کے حلال نہین اور اسیطرح شکار مین بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کا فتوی
سے چھوڑی گئی ہو تو کہنا شکار مذکور کا حلال نہین بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتّے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہی پس لیا
اس آیہ کریمہ وما اکل السبع الا ما ذکیتم کا اور بدلیل حدیث عدی مذکور کے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی فان ترکہا عمدا
او لا کذلک عجزا مع القدرۃ علیہا فماتت حرم کما اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمدا یا باوجود قادر ہونے کے اسیطرح وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا
یحرم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف تحل وہو قول الشافعی قال المصنف وفی متنی ومتن الوقایۃ اشارۃ الی حلہ والظاہر ما سمعتہ انتہی
قلت ووجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ہذا لا یحل الحرام اور اسیطرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایۃ مین اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اس طرح کہ اسکے پاس
ذبح کا ہتھیار نہین یا وقت تنگ ہی اور امام ابو یوسف رح سے غیر ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ در صورت عجز حلال ہی اور یہی قول ہی شافعی رح کا مصنف رح نے اپنی شرح منح
کہا اور میرے متن مین اور وقایہ کے متن مین اشارہ اسکے حلال ہوجانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا انتہی ما فی شرح المصنف
مین کہتا ہون اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہی کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت مین حرام کو حلال نہین کر دیتا ہم برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے
عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہوگا او ارسل مجوسی کلبا فزجرہ مسلم فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا
اور چھکایا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہی ہم ہر چند زجر لغت مین بمعنی منع اور نہی کے ہی لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور
شور مچانا ہی شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہی چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی مین ہی معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہون
تو ارسال معتبر ہوگا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہی اور بالعکس اسکے حلال ہی یعنی ایک مسلمان نے کتے کو
شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور شکار حلال ہوگا اور اگر ارسال موجود نہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہوگا پھر اگر
زجر مسلم سے ہی تو حلال ہی اور اگر مجوسی سے ہی تو حرام ہی او قتلہ معراض بعرضہ وہو سہم لا ریش لہ ای باصابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی چوڑائی
سے تو وہ حرام ہی اور معراض وہ تیر ہی جسمین پر نہین اور معراض اسکو اسلیے کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہی اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے
معراض یون ہوا ہی یعنی تیر بدون پر کا دونون کنارے اسکے باریک اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہی نہ تیزی کی طرف سے کذا فی
القاموس ولو اصابہ بحدہ حل اور اگر معراض کے کنارے پہ حدت اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہی او بندقۃ
ثقیلۃ ذات حدۃ حرم لقتلہا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ باڑھ والے نے تو شکار حرام ہی بسبب قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ باڑھ
اور تیزی سے ہم بندقہ بضم باء موحدہ وسکون نون مدور مٹی ہی جس سے مارتے ہین اور اسکو جلاہق بھی کہتے ہین کذا فی المغرب اور ہندی مین اسکو غلولا اور غلیلہ
کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو کانت خفیفۃ لہا حدۃ حل لقتلہا بالجرح ولو لم یجرحہ لا یوکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وتمامہ
فیما علقتہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اسلیے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہی اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اسکا کھانا مطلقا
درست نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہی اور بعضون کے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان

انتہی کیا رتشخی ہے میں ہے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاٹھی اور اسکے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیے کہ ہتھیار مذکورہ
چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انکو دراز نوک دار تیر کے مانند کرے اور اُسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اُسکا حلال ہوگا
اور اگر اندر سے ٹوٹ گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل و گرانی سے حاصل ہو
تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر میں اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اُن سے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا
شکار کرتا ہے سیسے اور مٹی کی گولی سے اُسکا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اُسکا کھانا حلال نہیں زیلعی میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ
اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہو تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہو تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے اسمیں کہ زخم سے موت

ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی کے شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اسکا کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ گولی تو اندفاع بطبیعت
کے سبب قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی او رمی صیدا فوقع فی ماء لاحتمال قتلہ بالماء فیحرم یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا
پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی پرندہ ہو
پر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اُسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہوگی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی
صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں ہے یہ سب اسوقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمیں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ
زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منعدم ہے کذا فی العالمگیریہ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان
الاحتراز عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہو ان سب مسائل میں اسواسطے کہ ایسی
صورتوں سے بچنا ممکن ہے یعنی یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسیطرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا لکڑی یا برچھی
یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین
کے ہے کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء او اذا الاحتراز عنہ غیر ممکن یحل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اسواسطے
کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہے یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے
باب کا انسداد ہوگا او ارسل مسلم کلبہ فزجرہ ای اغراہ بصیاحہ مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بالمثل او فوقہ کنسخ الحدیث یا مسلمان نے
اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اُسکو زجر کیا یعنی شور کر کے اُسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ زجر کمتر ہے
ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہے اُس فعل سے جو اُس سے فوق ہے یا برابر اُسکے ہے نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے کہ حدیث منسوخ ہوتی ہے صحیح یا صحیح تر سے نہ ضعیف سے
غم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اُسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہو نہ زجر او لم یرسلہ احد فزجرہ مسلم
فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اُسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے
کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے درصورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یتمکن منہ ولو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ
واحدۃ فقتل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سوا اُسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اُس شکار کا پکڑنا ہے
جسپر کتا قادر ہو سکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اُسنے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا
کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان لا اکل
جنکا ہمنے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزء ہو فان وقع او انسکے معطوفات کی کہ صید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو خلافا للشافعی ولنا قولہ

علیہ الصلوۃ والسلام ما ابین من الحی فہو میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا سو اُسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا بخلاف
شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کر لیا گیا زندہ جانور سے
وہ مردار ہے ہم ابوداؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یوں روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنے جو چیز چوپائے
جانور سے کاٹ لی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا
فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اُسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات
اُسمیں قائم ہے اور اسیطرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اُسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے اور جو یہ کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے
چنانچہ پانوں یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ وامکن التیامہ اکل العضو ایضا والا لا اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کر دیا اور اُسکا بدن
سے التیام یعنے ملنا اور جڑ جانا ممکن ہے تو اُس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اُسکا نہیں ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں
کذا فی الملتقی وان قطعہ اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن
حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح تبینا والحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اُسکا اکثر بدن اُسکی ڈھڑی اور دم کے ساتھ رہا یعنے
ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دُم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دُم تک
تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتوں میں اُسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اُسکو شامل نہ رہی ہم
اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اسواسطے کہ اُسکی سلامتی اور بقا ایسے زخموں
کے بعد متوہم نہیں تو فی الحال اُسکی ذکاۃ واقع ہو گئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قدہ سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ ای مکان
المذکور یہ خلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اُسکے سر کے ساتھ رہا تو اُسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل اسکان مذکور کے سبب سے یعنے اگر
ایک تہائی دُم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دُم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی
حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ
الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے
برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر
شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اُسکو زخم کاری نہیں لگا پھر دوسرے شخص نے اُسکو تیر مارا تو اُسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور
حلال ہے یعنے اسواسطے کہ دوسرے نے اُسکو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش
فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اُسکو
خارج کر دیا یعنے اب بھاگ نہیں سکتا اور اُسمیں اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اُسکے دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے
اور اُسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اُسکا قاتل ہو گیا تو وہ حرام ٹھہرا امام زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے
اُسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اُسکے ذبح پر قادر ہو گیا تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اُسنے اُسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا
شخص اُسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہو گیا اور یہ جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہو گی
وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اُسکی پوری قیمت کا جو اُسکی قیمت

اسکے تلف کر ڈالنے کے وقت جو اُس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہو وجہ تاوان ہو کیونکہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا
شخص زخم کاری لگانے سے اُسکا مالک ہو گیا تھا تو وقت اتلاف کے اُسپر قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے تو صحیح اسکی یون ہو کہ وہ شکار
دس درم کا تھا مثلاً شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہو گیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا
تاوان دے کذا فی المنح و حل اصطیاد مایوکل لحمہ و ما لا یوکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ و کلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے
شکار کرنا اُس جانور کا جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اُسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اُسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے
واسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع مین درست ہے نص قرآنی کی مطلق ہونے سے یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا و اذا حللتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا
احرام باندھے ہو تو شکار کرو اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہین اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونون کو شکار کہتے ہین و فی القنیۃ
یجوز ذبح الھرۃ والکلب لنفع ما ولا و فی ذبح الکلب اذا اخذ تہ اذا الموت او غیرہ مین ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا اسکی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر
یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اُسکو ذبح کر ڈالے یعنی جبکہ بلی موذی ہو تو اُسکو دھار دار چھری سے ذبح کر ڈالے بے فائدہ ضرر نہین ہے اور اگر کتا
بہت کاٹتا ہو تو اُسکا قتل جائز ہے اور اُسکا مالک تاوان نہین دے سکتا کذا فی الخلاصۃ و یطہر لحم غیر نجس العین بالذکاۃ کما یطہر جلدہ
لاحمہ و ہذا صح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب لکن فی الطہارۃ پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا ذبح کرنے سے اسواسطے
پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے گوشت اُسکا اور یہ قول اقوال مفتی بہا مین صحیح ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے
کتاب الصید مین منقول ہے اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ مین اختلاف الطہارۃ لا الاباحۃ والاول عدم فضلہ خانیہ مین ہے کا گوشت کا کھانا مباح ہے اور اختیار یہ ہے کہ
ایسا نہ کرے کذا فی الخانیۃ یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتغذیہ یکرہ ہے باز کو شکار سکھانا زندہ پرند پر اسلیے کہ پرند کو اُس سے تکلیف ہوتی ہے رمی الصید
من انسان او غیرہ من الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صید الا تحل شکاری نے آدمی یا اُسکے سوا پالو جانور جیسے گھوڑے اور بکری
کی آہٹ سنی سو اُسکی طرف تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہین ہم یہ مسئلہ کتب فقہ مین مختلف مذکور ہے ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات مین
اسکو قول مختار قرار دیا ہے ملتقی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہین کیا زیلعی نے بھی کو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ
کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہین ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذا فی الملتقی و بخلاف ما اذا سمع حس سباع او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید حلال
الاکل حل بخلاف اسکے کہ جبکہ بھیڑیا یا سور کی آہٹ سنے سو اُسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہے و لو لم یعلم ان الحس صید او غیر
لم یحل جوہرہ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی ہے یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہین
تو محرم غالب ہو جاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اُسکے
سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اُسکو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرۃ بحالۃ الرمی فی حل
الصید و حرمتہ اذا رمی مسلم لا باسلامہ او بالیت اصطیاد مین تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہو جانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو
اسلام کی حالت مین اور شکار حلال نہین تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت مین ہم کتابیہ مین ہے کہ تیر لگانے اور کتے کے
چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اُسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام مین پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور اسکے بالعکس حلال نہین کذا فی العالمگیری و وجب
الجزاء بحالۃ اذا رمی محرما او بالعکس ہی فی قبیل کتاب الذبائح او بدلا دینا شکار کا واجب ہے محرم کے حلال ہو جانے سے جبکہ اُسنے تیر مارا حالت احرام مین اور اسکے
محرم ہو جانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اُسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الذبائح کے پہلے

فرع مسئلہ ملتقطہ شکاری کا جانور باز یا سگ معلّم اخذ صیدًا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان ام لا لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال اذ لا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو للغیر
فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اُسکو کسی انسان نے چھوڑا ہو شکار پر یا نہیں تو اُسکا کھانا
درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حال یہ کہ شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہو تو بھی
اُسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاۃ مذبوحۃ ببستان ہل یحل اکلہا ام لا ومقتضی
ما ذکرناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالی علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا
وہ یہ ہو کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اُسکا کھانا حلال ہو یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہمنے زیلعی سے ابھی ذکر کیا اُسکا مقتضا یہ ہو کہ اُس
بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اس میں کہ اُسکا ذبح کرنے والا اُن لوگوں میں ہو جنکا ذبح حلال ہو یا نہیں سے نہیں ہو اور اگر ہو تو اُسنے
ذبح کے وقت اللہ تعالے کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی
قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالصریح انتہی فقد اباح اکلہا بالشرط المذکور فعلم
ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ لیس بشرط قالہ المصنف لیکن خلاصہ میں ہو کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر
وہ پانی کے قریب نہو اور اُنکے دل میں یہ بات جم جاے کہ اُسکے مالک نے یہ کیا ہو لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو اُسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ
نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اُسکے مانند ہو جو صریح قول سے ثابت ہو انتہی ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اُسکا کھانا بشرط
مذکور مباح کہا ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہو ذکوۃ کا شرط نہیں ہو ایسا کہا ہو مصنف رح نے شرح میں اقول یہ قول اشارہ کی ہو عدم حلت کے
قول پر پانی کے قریب کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہو کہ پانی میں گر کے مر گیا اور دریائی جانور نے اُسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اُسکو باہر ڈالدیا
اور بعضوں نے کہا مطلق اباحت معتبر ہو خواہ پانی قریب ہووے یا نہ ہووے قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعًا
وفی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں حادثہ مذکورہ اور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہو کہ ذبح کرنیوالا اول میں غیر مالک ہو یقینًا اور ثانی میں احتمال ہو کہ
مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ تو معلوم نہیں کہ اُسکا ذبیحہ حلال ہو یا نہیں کذا فی الحلبی
والطحطاوی در روایت ہو ذبح فقیہ سرق شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ہل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیۃ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی فلیحرر
اور میں نے دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اُسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اُسکو پایا تو اُسکا کھانا
حلال ہو یا نہیں جواب اسکا یہ ہو کہ صحیح تر قول یہ ہو کہ اُسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور
بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغایر ہو کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہو اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی
اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور آنکہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہو کہ مقدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اُسکو حلال جانے گا تب کافر ہوگا اور تسمیہ
علی الحرام سے اعتقاد حلت اسکا لازم نہیں اور اسکا موید فقہا کا یہ قول کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہو چنانچہ مجتبی میں ہو کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا
تاوان اُسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال وما مات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر
اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مر گیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر بالنفع ہو ہم یعنے مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اسکی طرف لیجانا جائز
ہو چنانچہ شرنبلالی میں ہو مگر ظاہر وہبانیہ یہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہو قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہو کہ ہمارے علماء نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور
کتوں کو بھی نہ کھلاوے اور بقایہ کے بیان دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتملیک عصفور بواجدہ آخرہ اور اجازت دیگی تملیک کنجشک کی اُسکے پانے والے کو

ہم یعنے ارسال کے وقت اُسکی تملیک بروجہ اباحت مراد ہو تجنیس اور مزید مین ہی کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اُسکو لیا اور اُسکی درستی اور خبر گیری
کی پھر اُسکا مالک آیا سو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُسنے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اسکو پکڑ لے یعنے اسکو اُسکا کر دیا یا یہ کہا تو پہلی صورت مین مالک اُسکو نہین لے سکتا
اسواسطے کہ اُسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورت مین اُسکو لینا جائز ہو عام اباحت کے سبب یہی قول ہمارا ہو شکار کے چھوڑ دینے مین کذا فی الطحطاوی مختصراً
و اعتاقہ لبعض الائمۃ تنکیر ہو اور اُسکے اعتاق کو یعنے گنجشک کے چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے ہین یعنے ارسال بلا اباحت کو جائز نہین کہتے ہین شارح وہبانیہ نے کہا
کہ لفظ لبعض اسپر دلالت کرتا ہو کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ ظاہر یہ ہو کہ مذہب یہی ہو کہ حرام ہو کذا فی الطحطاوی وان یاخذہ من غیرہ بانہ
افتدہ اور اگر مالک نے [illegible] کو چھوڑا جسکے ساتھ پایا تو مالک کو اُسکا لینا جائز ہو ہم یہ اُس صورت پر محمول ہو جبکہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح
کر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی کقشر الرمان رماہ المفقشر جیسے لینا جائز ہو چھلکا اُس انار کا جسکو چھلکا والے نے پھینک دیا ہو
جزا دیا ہو ہر شئی حقیر بلا قیمت کا زمین سے اُٹھا لینا تجنیس رح کے نزدیک مباح ہو لیکن بعد التقاط کے اُسکا مالک ہو سکتا ہو کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر
ولی سما باتات دار حلال لاتحل [illegible] داوا صیدت [illegible] اور وہبانیہ کی چند پہیلیون ہین یہ ہو وہ کون غیر محرم غیر حرم مین ہو جسکو شکار
کرنا حلال نہین ان شکارون کا جنکو غیر اُسکے نے شکار نہین کیا اور نہ اُن سے تنفر ہو [illegible] اسکا جواب شارح نے اپنے قول [illegible] دیا ہو
دخل دار و غلق علیہ بابا [illegible] غیرہ ولو بعد خروجہ یعنے مراد وہ شکار ہو جو ایک مرد کے گھر مین گھس گیا ہو [illegible] دروازہ بند کر لیا یعنے
قصداً اس طرح سے بند کر لیا کہ اُسکے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اُسکا کوئی مالک نہو گا سوا صاحب خانہ کے اگر چہ بعد اُسکے خروج کے [illegible]
گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اس طرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اُسکا پکڑ لینے پر قادر ہو [illegible] صاحب خانہ
اُسکا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اُسنے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اُسکو معلوم نہین تو اُسکا آخذ اور مالک نہو گا تو اگر پہلی صورت مین شکار باہر نکل گیا اور غیر
صاحب خانہ نے اُسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہو گا اور دوسری صورت مین مالک ہو گا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہو قولہ ما صیدت [illegible] یعنی صید سے مراد صید
حقیقی ہو نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

## کتاب الرہن

یہ کتاب ہی مسائل رہن لینے گرو کرنے کے احکام مین مناسبتہا ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہو کہ
رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین ہو لغۃ حبس الشئی یعنے رہن لغت مین عبارت ہی حبس شی سے یعنی چیز کو روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ
چیز مال ہو یا غیر مال وشرعاً حبس شئی مالی ای جعل الشئی محبوسا لان الحابس ہو المرتہن اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہو مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنے
چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہو نہ راہن اور شارح نے حبس شئی کی تفسیر جعل الشئی محبوسا سے اسواسطے کی تا راہن حابس نہ ٹھہرے [illegible] کیونکہ حابس تو
مرتہن ہو نہ راہن بلکہ راہن تو شی کا محبوس کر دینے والا ہو [illegible] والتعریف مین حبس [illegible] کلام ہو اُس رہن مین جو راہن کا فعل ہو نہ ارتہان مین جو مرتہن کا
فعل ہو مثلاً زید نے خالد سے سو درم لیے اور اپنا باغ اُسکے پاس گرو رکھدیا تو زید راہن ہو اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق یمکن استیفاءہ ای اخذہ منہ کلا او بعضا
کان لہ للمرہون افضل من الدین رہن عبارت ہو حبس شئی سے بعوض اُس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شئی مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اُس سے
لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہو گا نہ کل کا ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو [illegible]
چنانچہ [illegible] کذا فی الطحطاوی کالدین [illegible] الاستقصار لان العین لایمکن استیفاءہ من الرہن الا اذا صار دینا حکما کما سیجئ چنانچہ دین کا حاصل کر لینا
مرہون سے حق مذکور سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جسوقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ رہن حکمی کا بیان

وہ ضائع ہو تو تاوان اسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وغیرہ تخلیہ یہ کہ راہن مرہون کو بیچ وضع میں رکھدے کہ مرتہن اسکے لینے پر قادر ہو چاہے قبضہ
اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایۃ کالبیع فانہا فیہا ایضا قبض تخلیہ رہن میں قبض ہے مانند بیع
کے اسواسطے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے وہو مضمون اذا ہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر
اسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا ہم یہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہو اسکا ضمان ہے
تو اگر دین اقل ہو قیمت مرہون سے تو اسیقدر تاوان مرتہن پر ہے اور اگر قیمت اقل ہو تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایۃ تلف ہو جانے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر مرتہن
مرہون کو تعدی سے تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلا ضمان
ضائع ہو تو یہ رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہ شرط خلاف شرع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جائیگا ہلاک اور موجود پر مثلا
اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہوگیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض جو عمارت کا حصہ ہو ساقط ہوگا اور زمین کا
حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحطاوی وعند الشافعی ہو امانۃ اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الہلاک
کما ہو فی الاشباہ لمخالفتہ المنقول کما حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اسکی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا کہ اشباہ میں کہا ہے
اسلئے کہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار ای مقدار ما یرید
من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہوا ہو ایک گفتگو سے رہن کے جبکہ مقدار اسکے دین کی مذکور نہوئی ہو جسکو راہن
طلب کرتا ہے تو اسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے یعنی راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض
میں تجھسے لونگا اور مقدار قرض بیان نکی اور مرہون ہلاک ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مقدار ذکر ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان ہلک وساوت قیمتہ
الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا اور اسکی قیمت دین کے برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پاچکا یعنی گنا گیا اسکا اوسکا
تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہوگیا گویا دین بھر پایا او زادت کان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہے تو جسقدر زائد ہے وہ
امانت ہے تو اسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت ٹھہری تو اسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اسکو ہلاک کریگا او نقصت سقط
بقدرہ ورجع المرتہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے
بھر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے الحاصل خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہو تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت میں
گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہو تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہیں اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بھر لیگا وضمن
المرتہن بدعوی الہلاک بلا برہان مطلقا سواء کان من اموال ظاہرۃ او باطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے
بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو جیسا کہ اراضی او غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو جیسا کہ نقد اور زیور اور امام مالک نے تاوان خاص
اموال باطنہ کیا ہے ولہ طلب دینہ من راہنہ وحبسہ بہ ان کان الرہن فی یدہ لان الحبس جزاء المطل اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اسکے راہن سے
اور اسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اور دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور
راہن کو حبس کرانا اسواسطے کہ وہ رہن کیوجہ سے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے ولہ حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرہن لا یبطل بمجرد الفسخ
بل یبقی رہنا ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدہما لم یبق رہنا زیلعی وغیرہ اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانے کے بعد
یہانتک کہ وہ اپنا دین پاوے یا دین کو معاف کر دے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہوتا مجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جب تک کہ قبضہ

اور دین سا بھی باقی رہین پھر جب دونون مین سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہا ولا انتفاع
بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے
ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن سے
یا راہن کی طرف سے ہو کسیکو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے ہم عنقریب بیان کرینگے کہ عدم
انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ مین مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں ابن اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو
استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن کے اذن سے اور اسیطرح اسمین تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ورخ وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضون نے کہا
کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہین اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو ربا ہے ہم جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو ربا ہے
اسی لیے بعض علما اس بات کے قائل ہوے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح مین اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور کتب معتبرہ
مین حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرط کان ربوا والا لا اور بعضون نے کہا کہ اگر عقد رہن مین استیفاء
منافع شرط کر لیا ہے تو ربا ہے اور اگر شرط نہین تو ربا نہین وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن
ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجی آخر الرہن اور اشباہ اور جواہر مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختون کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور
رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہین اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ مین یہ فائدہ
بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر مین آویگا ہم غالب حال لوگون کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہین
اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہ دین تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنے وہ بکری جسکا دودھ
پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا بکری اور اُس دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ
مرتہن لیگا ہم ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اُسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اُسپر ضمان نہین پھر اگر بکری اسکے بعد مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی
بکری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ
راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اُسکی عبارت مین کچھ ساقط ہوگیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ
صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اسکی اس تعدی سے
واذا طلب المرتہن دینہ امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار
مستوفی نہ ٹھہر جاے ہم اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام یہ استیفا جائز نہین اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہے اس
صورت مین جبکہ مرہون ہلاک ہو جاے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یاتمنہ شرح مجمع مگر اس صورت مین
احضار رہن ضرور نہین جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا
تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اُسکا پورا دین
اُسکو دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اُسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق مین برابری ثابت ہو جاے ہم یعنے حق مرتہن دین مین متعین ہو جاے جیسے راہن کا حق
مرہون مین متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہوگا مرتہن فق

مرہون کا امر نہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرہن فکذا ای الحکم ان لم یکن للرہن مؤنة وان کان لہ حمل ومؤنة سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب
علیہ التسلیم بمعنی التخلیة لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر مین تو اسی طرح احضار کا حکم ہو اگر مرہون کے لانے مین
باربرداری کی مشقت نہو اور اگر اسکے لانے مین مشقت ہو تو دین اسکو دیا جائیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہو نہ نقل کرنا مرہون کا
ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرة انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا مع قیام الرہن ... انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر
مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قول تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر مین
ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک لیکن راہن کو اختیار ہو کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہو تلف نہین ہوا ہو یعنی درصورت عدم احضار
ہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدة فی احضارہ ح کذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اسوقت ہو جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانے کا
دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے مین کچھ فائدہ نہین ہو اور اسی طرح کا حکم ہو ہر ایک اس قسط کے نزدیک جسکی مدت
پہونچ گئی ہو یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بہر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما مر
ابن الشحنة وقال ص ولا فیح بالمر یحضر الرہن او یکون ... بغیر مکان العقد والحمل یسیر چنانچہ مصنف نے یون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہو اور
یون کہا ہو اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہین جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر مین اور حالانکہ اسکی باربرداری مین
دشواری ہو یعنی درصورت عدم دشواری غیر شہر مین بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو کذا الحکم اولا دون دعوے ... ہلاکا وہذا
فی النہایة یذکرہ اسی طرح قسط کا حکم ہو کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہین یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہین بدون دعوے ہلاک راہن کے
اور تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہو ہم یہ تنویع قول اشارہ ہو ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ مین یون ہو کہ جیسے استیفا کل دین کے
واسطے احضار مرہون ضرور ہو ویسے ہی استیفا ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہو بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات مین ہو کہ اگر راہن
مدعی ہلاک ہو تو احضار ضرور ہو تا اسکی خاطر جمع ہوجاوے ورنہ احضار مین کچھ فائدہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار
رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اسنے رکھا ہو معتمد شخص کے
پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتقاد نہین کیا جب اسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ
ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ لم یکلف اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہو راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ
کرے عدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہو راہن کا بیع کے واسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت مین جبکہ
مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے کہ ہم بدل ثمن ہو اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت
طلب دین لازم ہو اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہو مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ
بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہو وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین
اسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہو تا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیة
من الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اسنے کچھ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جبتک کہ وہ
قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہین تسلیم مبیع کا اسی طرح بعض دین کے
قبض یا ابرا سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہین ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الدرر والعینیہ اور مرتہن پر یہ واجب ہو کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جن سے ودیعت کی حفاظت واجب ہے (ھم عندہ عیال) یعنی جو اسکے ساتھ رہتے ہوں نفقہ اور اگر زوجہ مرہون ہو اپنے شوہر کے
حفاظت میں دے تو اسپر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پرورش میں نہ ہو فالعبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ کذا فی الحموی قلت ان حفظ بغیرھم کما مر فہیا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے
اسکی حفاظت کراویگا جیساکہ کتاب الودیعۃ میں گذرگیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ
واستخدامہ وتعدیہ بکل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی کا
مرہون کی تمام قیمت کا اور دین ساقط ہوجاویگا بقدر اسکے لینے اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن سے کذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل
فصہ الباطن الکف اولا بہ یفتی برجندی البیری علی الوہبانیۃ علی بالاشارۃ انتہی اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی
چھنگلی میں بنابر اس قول کے جسکو مرضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگینہ کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان
اسواسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قدمنا فی الحظر عن البرجندی منہا انہ شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فتنبہ قلت ولکن جرت العادۃ فی زماننا
بلبسہ کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی مسألۃ السیف الآتیۃ فلیحرر لیکن ہمنے کتاب الحظر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی
پہننا رافضیوں کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں لیکن ہمارے زمانہ میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت
جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا بجعلہ فی اصبع اخری الا اذا کان
المرتہن امرأۃ فیضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال عن الزیلعی ضمان لازم نہوگا سواے چھنگلی کے دوسری انگلی میں
پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں
بھی پہنتی ہیں تو انکے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کر کے ہم یہ جو کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان
لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اسقدر
ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی ومثلہ تقلد سیفی الرہن لا الثلاثۃ فان الشجعان یتقلدون فی العادۃ بسیفین لا الثلاثۃ اور انگوٹھی کے مانند
دو تلواروں کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں کا اسواسطے کہ بہادر عادت میں دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنے اگر رہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان
لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتم ثم اخر خاتم الرہن فوق آخر یرجع
الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع
کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ ٹھہریگا
تو ضمان نہ دیگا ثم ان قضی بہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب
المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمہ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادا سے ضمان اور دین دونوں مکر برابر
ہو جاوینگے مجرد ادا کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم دراہم
اور دنانیر دو جنس میں مختلف ہیں چنانچہ معادن میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین مؤجلا فیضمن
المرتہن قیمتہ وتکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور
مرتہن کے پاس رہیگی پھر جب حالت دین کی آویگی تو مرتہن اسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان
رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہیگا مرتہن کے پاس

اُسکے دین کے ادا ہونے تک ہے واسطے کہ تاوان بدلا ہی مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے میں (واجرۃ بیت حفظہ وحافظہ) وماوی الغنم
(علی المرتہن) اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بکریوں کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے (واجرۃ راعیہ) لو حیوانا (ونفقۃ الرہن
والخراج والعشر علی الراہن) اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہونہ زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل
فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرتہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور
اسکے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اسلئے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کے واسطے ہو
سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اسکا محبوس رہنا اسکے حق کے واسطے ہے پس نفس مرہون کے محتاج الیہ جیسے کھانا اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے
والے کی اور چارہ اور باغ کی سینچائی وغیرہ ذلک [illegible] واعلم انہ لا یلزم [illegible] علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر
لازم ہے راہن سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ [illegible] زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر
لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم لگا ہو اور شرط کہ [illegible] راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی (واما [illegible] جعل آبق اور [illegible]
(کمداواۃ جرح [illegible]) (فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ [illegible] علی الراہن) والقیمۃ اکثر من الدین او [illegible]
مرتہن کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ جیسے غلام گریختہ کے لانے والے کا [illegible] کسی چیز کے پھیر لانے کی اجرت جیسا کہ [illegible] معالجہ [illegible] مضمون اور
امانت پر سو جسقدر مضمون ہے اسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلاً دین سو درم ہو اور غلام مرہون کی
قیمت دو سو درم ہو تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے میں دس درم صرف ہوئے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور
نصف راہن پر (والا فعلی المرتہن) اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں اپنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اسکا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر (وکذا
امراض وقروح وفداء جنایۃ) اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا (وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الآخر کان متبرعا الا ان یامرہ
القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر) [illegible] (ولو امرہ القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع) کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا
اسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اسکا دعوے نہیں کرسکتا مگر یہ کہ قاضی اسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہراوے دوسرے پر تو اسوقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ
پھیر لیگا اور مجرد امر قاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اسکو دوسرے پر دین ٹھہراوے رجوع نہیں کرسکتا چنانچہ ملتقط میں مصرح ہے (وعن الامام لا یرجع [illegible]
مطلقا خلافا للثانی) وہی مسئلہ الحجر زیلعی اور امام رح سے ایک روایت یوں ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نکریگا اگر اسکا ساتھی موجود ہے مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے
یا نکرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم یعنی امام رح کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی
حجر نہیں کرسکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی کسیکے
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی (قال الراہن الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ القابض)
راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہے جسکو تونے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہے اور قول
معتبر نہیں مگر قابض کا (بخلاف ما ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان القول للراہن لانہ المنکر) برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اسکے پھیر دینے کا
دعوے کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے (فان برہنا فالراہن اولی [illegible]
لاثباتہ الزیادۃ) پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانیں تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا (ولو قبل قبضہ فالقول
للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ) اور اگر اختلاف ہو اسکا قبضہ ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن

کہتا ہو کہ اسنے قبضہ کر لینے کے بعد ہلاک ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسلئے کہ وہ اسکے دخول فی الضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فالبینۃ للراہن لاثباتہ الضمان
بڑا نہیں اور اگر دونوں نے اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہیں کیونکہ وہ ضمان کا ثابت کرنیوالا ہے کذا فی البزازیہ ویجیء لہ السفر بہ اذا کان الطریق
آمنا کما فی الوہبانیۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جبکہ راہ بےخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرط امن طریق
جائز ہے اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا الانتقال من البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ مفوضا
للعمدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین ولعل ما فی العمدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما کما افادہ کلام القنیۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے
دوسرے شہر میں لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر ہو اور اسیطرح اس عادل شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضہ میں مرہون ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے عمدہ سے منقول
برخلاف دو قاضیوں کے فتاوی لیعنی قاضی خان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عمدہ میں ہے وہ امام رح کا قول ہے اور جو دونوں فتاوی
میں ہے وہ صاحبین رح کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ فتاوی قاضی خان میں قول صاحبین رح کا صریحا ذکر ہے
کذا فی الطحطاوی فائدۃ فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قالوا معناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ ضمن بما فیہ من الدین
کما ذکرہ المصنف اول الباب فائدہ حدیث میں ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہے جسمیں وہ مرہون ہے شراح حدیث نے کہا مطلب
حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اسکے ہلاک ہو جانے کے بعد اس طرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسکی قیمت کتنی
تھی تو مرتہن تاوان دے اسقدر دین کا جسقدر میں وہ رہن تھا یعنے دین راہن سے ساقط ہو جاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہو جائے ایسا
ذکر کیا ہے مصنف رح نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونوں طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت
کی ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہوں مرسل ابوداؤد صحیح ہے یہ قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

## باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز

یہ باب ان مسائل میں ہے کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کسکا جائز نہیں لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنے
غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا مطلقا قارنا او طاریا من شریکہ او غیرہ یقسم او لا مشاع کا رہن مطلقا صحیح
نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قیمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح
انہ فاسد یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم
ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہے ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہے کہ مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن
صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہاں رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن ہی منعقد نہوگا
اسی کا رہن باطل نام ہے وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ فیجوز بیعہا
لا رہنہا اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہے اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سوا چار چیزوں کے
مشاع اور مشغول اور متصل بغیرہ اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہو کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سوا غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا
انکا جائز نہیں ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی
صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی
بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی ومنہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف

ثم يفسخ البيع قال المصنف وفيه نظر لما يتفرع على التضعيف في الشيوع الطاري اور شہادہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع
بشرط خیار کرے پھر مشتری اسکے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف نے شرح میں کہا کہ اس پر
اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہو شیوع طاری میں ضعیف قول پر جیسا کہ برہان میں ابو یوسف رح کا ضعیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طاری ابقاء حکم رہن کا
مانع نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا على الصحيح لانه بالخيار لا يخلو اما ان يبقى في ملكه او يعود لمالكه وعلى كل لا يكون رهن المشاع ابتداء كما بسطه في تنوير البصائر
تنبیہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہیگا
اسکی ملک میں یا اسکی مالک کی طرف عود کریگا اور ہر حال میں مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ یہ شرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر میں تو خبردار رہنا
مرشرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ و النظائر میں مذکور ہے کہ حیلہ مذکورہ متفرع بر شیوع طاری مضر نہیں بلکہ ظاہرا یہ بھی متفرع نہیں ہو سکتا
اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اور شرط اپنے لئے ٹھہرایا ہو تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اسکی ملک سے باہر گیا تو اسنے اپنی ملک کا رہن کیا تو رہن مشاع
ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہو گیا تو رہن مشاع کا اسکے
پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام رح کے قول پر اگرچہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن جب مدت گذری مشتری کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع
کی ملک میں عود کریگا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتدا سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت والحیلة الصحیحة ما في المنح اراد رہن نصف دارہ
مشاعا فيبيع نصفها من طالب الرهن ويقبض منه الثمن على ان المشتري بالخيار ثم يقبض الدار ثم ينقض البيع بحكم الخيار فيبقى في يده بمنزلة الرهن بالثمن
واعتمده ابن المصنف في زواهر الجواهر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو منح میں ہے کہ جیسا وہاں میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنا گھر
نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن اسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو خیار ہو اور مشتری
گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑدے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف رح نے زواہر
میں اعتماد کیا ہے اور اسیطرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا ہے انتفاع میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس ہلاک ہوگا تو اسکا ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیب دار
ہو جاویگا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفيها الشيوع الثابت ضرورة لا يضر كما في الوالجية ولو جاء بثوبين وقال خذ احدهما رهنا والآخر بضاعة
عندك فان نصف كل منهما يصير رهنا بالدين لان احدهما ليس باولى من الآخر فيثبت الرهن فيهما بالضرورة فلا يضر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورۃ
کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اسواسطے کہ ولوالجیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمیں سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا
بضاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں
تو رہن شائع ہوگا دونوں کپڑوں میں عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو مضر نہیں کرتا ولا رهن ثمرة على نخل دونه ولا زرع
ارض او نخل او بناء بدونها اور جائز نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون
زمین کے وكذا عكسها كرهن الشجر بلا الثمر والارض بلا النخل اور اسیطرح کا حکم ہے اسکے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا
بدون درخت کے ہے اور اگر اخراج شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرهون متى اتصل بغير المرهون خلقة لا يجوز لامتناع
قبض المرهون وحده والقاعدة كلية ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے تو رہن جائز نہیں بسبب ممتنع ہونے
قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز رهن الارض بلا الشجر اور امام رح سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہو اور رہن الشجر
بمواضعها او الدار بما فيها جاز مطلقا لانه متصل اتصال مجاورة اور اگر رہن کیا درختوں کو انکے موضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اسکے ساتھ جو اسکے اندر ہے

تو جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ قبضہ اسکا ساتھ اتصال کے صحیح اور درست اور مقاربت ہے کہ وفی القنیۃ رہن دارا حیطانہا مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی العرصۃ
ولا بغیر اتصال استقصیہ بالحیطان المشترکۃ اور قنیہ میں ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور دیواریں اسکی دیواریں مشترک ہیں فیما بین راہن اور ہمسایوں کے
تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اسلئے کہ وہ تابع ہے زمین اصل کے قنیہ میں یوں ہی روایت ہے
کہ رہن صحیح ہے صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی المجتبیٰ ولا الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن رکھنا
آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا ثم لما ذکر ما لا یجوز رہنہ شرع بذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ
پھر جبکہ مصنف رحمہ بیان کر چکے وہ چیزیں جنکا رہن رکھنا درست نہیں اب اسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکھنا درست نہیں تو مصنف رحمہ نے یوں کہا
اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانت مضاربت اور اسی طرح عاریت اور مال مستعار اور اجرت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں اسلئے کہ حکم
رہن کا یہ ہے کہ استیفا ہو مرتہن کے واسطے تو رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہے تاکہ قبضہ مضمون واقع ہو اور استیفا دین کا ممکن ہو سکے اور امانات
کے قبضہ میں ضمان نہیں کہ رہن اسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فان الرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز
نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا اور رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہیں کہ رہن تو
استیفا ہے اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے اور ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن
بالدرک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی ملک نکلے اور ثمن کے
بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اسکا لازم نہ ہوگا اور
درک خواہ حاصل ہو یا نہو بخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کے واسطے اور استیفا نہیں صحیح ہے وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب
کی زمان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہے ولا بالاعیان المضمونۃ بغیرہا ای بغیر
مثلہا او قیمتہا مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں اعیان مضمونہ بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان
مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اسکا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا اور بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی
چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب تو ہوتا ہے دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے
پاس دین نہیں بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اعیان میں ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن
جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر حاضر کرنا چونکہ دین نہیں ہے اسکے بدلے رہن جائز نہو اور اگر مال ضامن ہوا اور اصیل اسکے پاس اسکے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن
درست ہے کذا فی المنح ولا بالقود مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفا قصاص
رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ مرہون یعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء
الارش من الرہن بخلاف جنایت خطا کے کہ اسکے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا
ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں اس مشتری سے جسپر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان
نہیں وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اسکے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر
وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اسکا ضمان نہیں واذا لم یصح الرہن فی ہذہ الصور
فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن

تلف ہوگیا تو مرتہن پر اسکا ضمان نہیں کذا فی الدرر والعمادیۃ الشرنبلالیۃ باع عبدا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک
بعینہ صح کلام ہے یا اس شرط پر بیچے کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے اور اگر متعین رہن نہیں ہے اگر
مجلس بیع میں تعیین بائع اور مشتری متفق ہوگئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی
ولا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں ہے وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور
وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فرق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا ولہ ای
فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور صورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط
مذکور سے تو بدون اسکے راضی نہوگا پھر جب اسکی رضا تمام نہوئی تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا نہ کہ رہن پر راضی ہوجاوے الا ان یدفع المشتری
الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت گرو رہن
رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اسکی غیر
حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت سے اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتری
للبائع وقد اعطاہ شیئا غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور
اگر مشتری نے سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اسکو رکھ یہاں تک کہ میں تجکو ثمن دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب تلفظ مشتری کے وہ لفظ
جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور ائمہ ثلثہ کے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اسکا مادہ
شرط نہیں ولو کان ذلک الشیء الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز
جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ یہی مبیع ہو جسکو اسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے
کہ اسوقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ہم یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اسکی ملکیت
متعین ہوگئی یہاں تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن کما مر
اور اگر مبیع کے قبض کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا ہم تو اگر مبیع قبل
قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ وخیف فوتہ فغاب المشتری خاف البائع تلفہ
جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا ایسی قسم
کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روئی سو مشتری نے اداے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اسکے تلف ہوجانے سے
تو اسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اسکا خریدنا جائز ہے اور اگر اسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمیں شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا
یعنی مشتری کا ہم طحطاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عینا عند رجلین بدین لکل منہما صح وکلہ
رہن من کل منہما ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز
بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں ہم یہ نہیں ہے کہ اسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے
پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کی طرف بصفقۃ واحدۃ اور اسمیں شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا
ہر شخص کا اور اسمیں کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک درست نہیں ہوا اسواسطے کہ ہبہ سے مقصود تملیک ہے

ہو جن احد مین ہر شخص کی ملک کا مال تقسیم نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان تہایآ فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر ولو ہلک احدہما ابن مما
ہو قابلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافا لہما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونون مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باندھ لی تو ہر مرتہن
اپنی باری مین شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق مین یہ اس صورت مین ہے جبکہ مرہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا جیسے گھوڑا یا غلام
اگر قسمت پذیر ہو جیسے نمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک نے دوسرے کو بالکل مرہون دیدیگا تو امام رح کے نزدیک اسپر تاوان
لازم ہوگا نہ صاحبین رح کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ثم وانما یضمن بضمان غصب لازم آویگا زیلعی مین ہے کہ حبس الشئ قابل قسمۃ
مثلا مرہون کے پاس ودیعت رکھے سو ایک شخص نے دوسرے کو بالکل دیدی تو واقع بضمان لازم آویگا خلافا لہما صاحبین ولو ہلک ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء
اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا
وصول ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدہما فکلہ رہن للآخر لما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر
راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کردیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ مین رہن ہے بلا تفرق …
… رہنہا جلا رہنا واحدا بدین علیہما صح بکل الدین ویمسکہ الی ان یستوفی کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصون نے ایک مرد کے پاس ایک
چیز رہن رکھی عوض اس دین کے جو دونون پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھیگا تمام دین وصول ہونے تک اسواسطے
کہ اس صورت مین شیوع نہیں ہے … قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع حائل ہے کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ
من الکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن کیے تو راہن ایک غلام کو اسکا حصہ ادا کرنے سے نہ لیگا بسبب …
ہونے دونون غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ
ان یقبض احدہما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرہن لا البیع ہو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر
کیا یعنی مثلا یون کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درم کے رہن رکھتا ہون اور یہ دو غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے
جبکہ ادا کرے اسقدر دین جو اسکے واسطے معین کردیا تھا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین بیع مین یہی قول صحیح ترہے وجہ
اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام رح کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد
عقد کا نہین ہوتا لہذا اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہوجائیگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہ جاری ہے کہ
انفس کو ملا کر ساتھ … بیچتے ہین اور رہن مین ایسا نہین ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ
مین اور مسئلہ سابقہ مین کچھ فرق نہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہے نہ رہن
مین ولو ادعی کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ رہن کل واحد منہما ہذا الشئ کعبد مثلا عندہ وقبضہ منہ وبرہنا عندہ وکل منہما لذلک فی
ان واحد … ولکن تضعیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مرد … کے گواہ ایک مرد پر باطل ہین اس مقدمہ مین
کہ اس مرد نے اسکے پاس یہ چیز مثلا غلام کو رہن رکھا اور اسنے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن … سبب غلام کا اسکے پاس رہن ہونا
ایک آن مین محال ہے اور اسکا نصف نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونون گواہیان ساقط … اسوقت مین اگر مرہون
ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل ہے کچھ حکم نہین ہوتا معلوم ہو کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے کل واحد …
کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے … کذا فی الطحطاوی لہذا …

موجبۃ للقصاص فمعتبرۃ فیقتص منہ ویبطل الدین خانیہ وعبارۃ القہستانی وشرح المجمع یبطل الرہن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قاتل غلام
غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاویگا مم بطلان دین کی وجہ یہ ہے کہ
جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر البطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی کجنایتہ ای الرہن علی
ابن الراہن او علی ابن المرتہن فانہا معتبرۃ فی الصحیح حتے یدفع بہا او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ہو اجنبی لتباین الاملاک
ملتقی جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر سو اسلئے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اسکا
فدیہ دیا جاوے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور صاحب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اسکی جنایت معتبر ہوتی ہے نہ فرزند
راہن اور مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رہن عبدا یساوی الفا بالف
مؤجل فرجعت قیمتہ الی مائۃ فقتلہ رجل وغرم مائۃ وحل الاجل فالمرتہن یقبض المائۃ قضاء بحقہ ولا یرجع علی الراہن بشیء لکونہ بالاصل
والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتہن ید الاستیفاء فیصیر مستوفیا للکل من الابتداء
اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہو ہزار درم مؤجل پر رہن رکھا پھر اسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا
تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادائے حق کے سبب لیکر ادا سے بعض حق سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا
جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں بخلاف نقصان
عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ ہے تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھیرا ابتدا سے رہن سے ولو باعہ ای العبد المذکور بمائۃ بامر الراہن
قبض المائۃ قضاء لحقہ ورجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعہ بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استردہ وباعہ بنفسہ اور اگر مرتہن
نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ جب یہ دین
باقی رہا اور البتہ راہن نے اسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون
پھیر لیا مرتہن سے اور اسکو بذات خود بیچا ولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ افتکہ الراہن وجوبا بکل الدین وہو الالف لقیام الثانی مقام الاول لحما
ودما وقال محمد ان شاء افتکہ بکل دینہ او ترکہ علی المرتہن بدینہ وہو المختار کما فی الشرنبلالیہ عن المواہب لکن عامۃ المتون والشروح علی الاول اور
اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو ایک غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام مقتول کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام کو کل
تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھوڑاوے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں برابر
ہیں اور محمد رحمہ نے کہا راہن اگر چاہے اسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اسکے دین کے بدلے اور یہی قول مختار
ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر متفق ہیں فان جنی ای المرہون خطاء اولی المرتہن خطاء
فداہ المرتہن لانہ ملکہ ولو فدی یرجع علی الراہن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے از راہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اسکی ملک ہے اور
مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنے اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں ہے تعلیل ملک میں
ظاہر ہو تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایۃ حصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر
اور غلام مرہون کا بالکل اسکے ضمان میں ہے اور اسکا دین بقیمتہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک ان یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملکہ اور
مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنے مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتہن من الفداء دفعہ الراہن

ان شاء او فداہ و یسقط الدین بکل حال لو اقل من قیمۃ الرہن او مساویا و لو اکثر یسقط قدر قیمۃ العبد فقط و لا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرتہن نے
فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو غلام
کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استهلک مالا یستغرق رقبتہ فداہ المرتہن فان
ابی باعہ الراہن او فداہ اور اگر غلام مرہون نے تلف کیا اسقدر کو جو اسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اسکو بیچ ڈالے
یا اسکا فدیہ دے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور در صورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہو اسکا
دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل ولد الرہن انسانا او استهلک مالا فالرای
دفعہ وخرج من الرہن او فداہ وبقی رہنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو دیدے اور وہ رہن
خارج ہوگیا یا راہن اسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ و اما جنایتہ علی الراہن فہدر و یجیر کانہ ہلک بآفۃ سماویۃ کما فی الخانیۃ اور
جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنے اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے
وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضی خان میں ہے مات الراہن باع وصیہ رہنہ باذن مرتہنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مر گیا تو
اسکا وصی اسکے مرہون کو بیع کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی
نصب القاضی لہ وصیا و امرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادائے دین
راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر ناظر رہے جبکہ وہ عاجز ہون اپنے کام میں وہذا لو ورثتہ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہون سو اگر وہ بالغ جوان ہون تو وہ
میت کے خلیفہ ہین مال مین تو انپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ فروع مسائل ملحقہ بشارح کے رہن الوصی بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم
من غرمائہ توقف علی رضی البقیۃ ولم یردہ فان قضی دینہم قبل الرد نفذ ولو لم یکن للمیت غریم آخر جاز و بیع فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین
کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس جملہ اور دین والون کے تو رہن موقوف رہیگا باقیون کی رضامندی پر اور انکو رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے
پھر اگر وصی نے باقی لوگون کا دین ادا کر دیا رد کرانے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون
بیچا جاویگا ادائے دین کے واسطے وفی معین المفتی للمصنف لایبطل الرہن بموت الراہن ولا بموت المرتہن ولا بموتہما ویبقی الرہن رہنا عند الورثۃ اور مصنف
کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونون کے مرجانے سے اور مرہون
رہن رہتا ہے وارثون کے پاس ہم اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم ہین اور اگر وارث نہین تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقۃ یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ مین رہن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وہو یساوی العشرۃ
فہو رہن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ دس
درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ہم لائق یہی تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اسواسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ
ہوجانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہو جاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عارض زائل
ہوگیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نتھا کذا فی الدرر و الحموی ثم المعتبر فیہ الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اس مین
یعنے اس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہے کمی بیشی مقدار کا اعتبار

اور جتنا زیادتی کو کوئی پہونچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادتیکا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اسکو تلف کیا
کذا فی الطحطاوی علی صاحب الہدایہ کہ ہلاک الاصل فذلک بحصتہ من الدین لانہ صار مقصود بالفکاک والتبع یقابلہ شئی اذا کان مقصودا یعنی جبکہ زیادتی متولدہ
باقی رہے بعد ہلاک ہو جانے اصل مرہون کے تو زیادتی مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادتی مقصود ہو گئی خلاص کے
سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہو جاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہو جاوے ویقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض ویسقط
من الدین حصۃ الاصل وفکاک النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل
فیسقط وثلث العشرۃ حصۃ النماء فیفک بہ اور اسوقت یعنی دین تقسیم کیا جائیگا زیادتی متولدہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت پر
قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادتی خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ سے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی
قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادتی متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسر سے زائد اصل کا حصہ ہو ساقط
ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہے زیادتی کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فکاک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن للمرتہن فی
اکل الزوائد ای اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ تعمیم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل بخصوص حقیقۃ الاکل
فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے میں اسطرح کہ راہن نے
مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے مالک کے
اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنی خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور اسیکا فتویٰ دیا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اسکا اتباع کیا جائیگا یعنی تو در صورت
وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے
ہم یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول کہ جو چیز
مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شئی من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچھ اباحت اکل سے قال
فی الجواہر رجل رہن دارا وابا ح السکنے للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب البعض لا یسقط شئی من الدین لانہ لما اباح لہ السکنے اخذ حکم العاریۃ حتے لو اراد منعہ
کان لہ ذلک جواہر الاخلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کر دیا سو اسکے رہنے سے خلل پڑگیا اور کچھ مکان
ویران ہو گیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن
کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے ہم میں اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعضے فقہا اسکو
مکروہ کہتے ہیں اسواسطے کہ وہ سود ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہیں چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں
کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی
ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم
من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے
کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلوں میں اذن دیا تو مرتہن کا کھانا
راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے

مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہی جو محمد بن اسلم سے منقول ہی کہ مرتہن کو یہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ بیاج ہی مین کہتا ہون
اور تعلیل اسکی اسکو مفید ہی کہ مقرر کراہت تحریمی ہی سو اسمین تامل کر وان ثم نقصاب الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علی حالہ حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ النماء او الزیادۃ التی اکلہا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتہن
من الراہن کما فی الہدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون نہ چھوڑا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہان تک کہ مرہون
ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا اُس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پہنچیگا وہ ساقط
ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پہنچیگا اُسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہی ہم اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہی کہ مرتہن کا اشیاء مثلاً
راہن کے اذن سے راہن کے شریک کے برابر ہی تو جیسے راہن کے استعمال سے مقدار دین نہین ہوتا ایسے ہی مرتہن کے استعمال سے ساقط نہوا کذا فی الخانیہ
فی الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کالاتلاف الراہن بنفسہ لتسلیطہ اور جواہر مین ہی کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی
تلف کرنے کے برابر ہی بسبب مسلط کر دینے راہن کے وفیہا اباح للمرتہن لتنفع بالمرتہن ان یوجرہ قال لا فیل فلو آجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لمن للراہن قال لہ
ان اجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک وبطل الرہن اور اسی کتاب مین ہی کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہو
یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہی پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اُسکی اجرت مرتہن کی ہی یا راہن
کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہی اگر اُسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اُسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہی اور اُس صورت مین رہن
باطل ہوگا وفیہا رہن کرما وسلمہ الی المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرہن اور اسی کتاب مین ہی کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر
مرتہن نے راہن کو باغ دیا تا اُسکو سینچے اور اُسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم بقبض المرتہن واتفق ان
ثمرہ حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضے دین المرتہن والا یکون رہنا ویجعل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن کیا
اور اُسکا پھل مباح کر دیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچا الا سو مرتہن نے اُسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اُسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہی اور
اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہی بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پھل رہن رہیگا یعنے ثمن مقبوض کے
ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل رجوع کے ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ہم برخلاف اُس صورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا ہوا
کہ اُسنے مباح کو کھایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب
شئ وان لم یبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اسی کتاب مین ہی کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اُسکے لیے
انتفاع مباح ہی تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقے رہنا ولا یبطل الرہن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت
لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہی کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہین مگر حکم ضمان
باطل ہی یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ
مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجاے اسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعا
یبطل الرہن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ہلکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہی تو باقی
مین بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہی تو باقی مین رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اُسکا تلف ہوجانا بقدر

اُسکے حصہ سے کم ہوگا اجرۃ دارہ وغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت الاجارۃ اپنا گھر وغیرہ کسی شخص کو اجارہ دیا پھر اُسکو اُسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہو اور
اجارہ باطل ہوگا وللمرتہن ثم اجرۃ من الآجر منہ فالاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہو ابق الرہن سقط الدین
کہلاکہ فان عاد سقط بحساب نقصانہ الا باق عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اُسکے ہلاک ہو جانے کے مانند پھر
اُسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہوگیا بقدر اُسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہو جو اُسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ
القصدیۃ فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرہن تصح اور زیادہ
کردینا مرہون میں صحیح ہو مثلاً ایک غلام کا کپڑا دس درہم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درہم پر رہن ہو گئے
وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہو وفی الدین لا تصح خلافا للثانی
اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں بخلاف ابو یوسف رحمہ اللہ کے اور زیادت دین کی صورت یہ ہو کہ ایک کپڑا مثلاً دس درہم پر گرو رکھا پھر پانچ درہم مرتہن سے لیکر
وہی کپڑا پندرہ درہم پر رہن رکھدیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہو اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے
ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہو کذا فی الطحطاوی والاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیہ والزیادۃ فی الدین
لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہو کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کردینا اُسی وقت متصور ہوتا ہو جبکہ زیادتی معقود بہ میں مثلاً ثمن میں یا معقود علیہ مثلاً
مبیع میں ہو اور دین میں زیادہ کردینا دونوں قسم سے نہیں ہو کیونکہ دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہو اور اُسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہو کہ دین تو پہلے تھا
عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہو بعد فسخ رہن کے کذا فی الطحطاوی فان رہن بنسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ نبہ فی شرحہ علی انہ انما
عطفہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا مسئلۃ مستقلۃ لا فرع للاولی فتنبہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین
الف فالاول رہن حتی یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی
مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجائے اول غلام کے اور حالانکہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہو تو پہلا غلام
رہن ہو جبتک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیردے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض میں امین ہو یعنی یہانتک کہ دوسرے کو بجائے
اول کے کرے اسطرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیردے تو اسوقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے
سب رہن میں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ کردیا ہو کہ اس مسئلہ کو اسواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تا ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جداگانہ ہو مسئلہ اولی پر
متفرع نہیں سو آگاہ ہو ابرأ المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شیء استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ
من صاحبہ فیصیر غاصبا بمنعہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اُسکو دین ہبہ کردیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو مفت ہلاک ہوا از روے
استحسان کے بسبب ساقط ہو جانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن کو
تمام قیمتہ لازم آویگی ہم دہ صورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہو دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نرہا تو ضمان بھی ساقط ہوگیا
ولو قبض المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ کمتطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح عنہ علی عین وینبغی ان لا شیء لانہ استیفاء او احال الراہن
مرتہنہ بدینہ علی آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اُسکے غیر سے جیسا کہ کسی احسان کرنیوالے
سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید کی یا راہن کے ساتھ کسی شے پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہو نہ اسقاط
یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا اور وجہ فرق ابراء اور استیفا میں یہ ہو کہ ابراء سے اصل دین

ساقط ہو جاتا ہو اور استیفا سے نقض ہی ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ قضاء دیون بامثالہا ہو لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول
یعنے حکمی مرہون ثابت ہو گیا اور استیفاء ثانی یعنے استیفاء حقیقی منقوض ہو گیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدرر ملخصا ورد ما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفاء
راہن المتطوع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں
یعنے اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسی طرح خرید یا صلح میں پھیر دینا واجب ہو تاکہ استیفا مکرر نہو جاوے
وبطلت الحوالۃ وہلاک الرہن بالدین لانہ فی معنی الابراء او بطریق الاداء ہدایۃ اور حوالہ باطل ہو گیا یعنے مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور باوجود
بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہو کذا فی الہدایہ ہم یہ جواب ہو اُس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ
میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابرا کے
ہو تو لائق یون تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا ماحصل جواب یہ ہو کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہو لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو گویا حوالہ سے راہن نے
گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والمعنی انہ لما وقع الاداء بعدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والاقید بہ ان لا یبطل الحوالۃ
فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہو اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہو اور اگر دین
مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یون ہو کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی وکذا لو کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک
ایضا لو تصادقا ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون المطالبۃ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط
الدین اصلا اور اسی طرح یعنے جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہو استیفا کی صورت مذکورہ میں اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہو بمقابلہ دین کے اُس صورت میں بھی
کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہو پھر مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور شائبہ کے
سبب سے بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنے بعد اتفاق نفی دین جائز ہو کہ دونون یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا
برخلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہو یعنے اسمین وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا ہم تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب سے ہی
اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہو برخلاف ابرا کہ اسمین توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایہ وشروحہا کل حکم عرف فی الرہن الصحیح
فہو الحکم فی الرہن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف اور معلوم ہو سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہو کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی
ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اُس سے تاوان متعلق ہو
اور طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہو کہ تاوان اُس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا
والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد
من البیوع اور یہ بھی عمادیہ میں ہو کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اُسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرط الجواز سے بعضی شرط مفقود ہو
مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند وفی کل موضع لم
یکن الرہن کذلک یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنے مال نہو جیسا کہ خون یا مردار
یا آزاد ہو اور اُسکا مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ہم اسکو رہن باطل کہتے ہیں وحینئذ فاذا ہلک
ہلک بغیر شی بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنے جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ہوا تو جبکہ مرہون مرتہن
کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف ہوگا

مرتہن کے پاس ہلاک ہو مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنے قیمت مرہون کی اگر کمتر ہو دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہو قیمت سے
تو دین لازم ہوگا من مات ولہ غرماء فالمرتہن احق بہ کما فی الرہن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مریگا اور اسکے چند قرضخواہ ہونگے واسطے اُن کے تو مرتہن زیادہ تر
حقدار ہو مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا رہن الرہن باطل کما حررناہ فی العاریۃ معزیا للوہبانیۃ ایک مرہون کا
بلا فاک رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہو چنانچہ ہمنے اسکی کتاب العاریۃ میں تحریر کی ہو وہبانیہ سے منقول کرکے ہم رہن کا راہن باطل ہو خواہ راہن رہن
کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا قال وای رہن لا یرام انفکاکہ [illegible]
بالموت [illegible] اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہو اور کون مرہون ہو جسکا انفکاک مراد نہیں یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہو جسکا مقتول
اگر مر جاے تو موت سے اسکی دیت نصف ہو جاتی ہو ہم سوال اول کا جواب یہ ہو کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہو حق تعالے نے فرمایا کل نفس بما کسبت
رہینۃ یعنے ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہو خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہو کہ مراد ختنہ کرنے والا ہو جسنے صغیر کا حشفہ قطع
کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اُسپر نصف دیت واجب ہو اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

# کتاب الجنایات

یہ کتاب ہو جنایات کے مسائل میں مناسبتہ بیان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایۃ لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات
کی کتاب الرہن سے یہ ہو کہ رہن شروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنے قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں
محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہو جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہو ذی الوسیلہ پر ہم مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم
رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہو تا النفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیان وہ ہیں جو حدود کی خوبیان ہیں اور
سبب بھی اسکا وہی ہو جو حدود کا سبب ہو اور جنایت کی شرط یہ ہو کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر [illegible] دریافت کرنا چاہیے
کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنے کا نام ہو ہم جنایت مصدر ہو جمع اسکی جنایات ہو ہرچند مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہو لہذا
جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اُس
فعل حرام کا نام ہو جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح
میں غصب اور سرقہ خاص کرلیا ہو اُس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کرلی ہو اُس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھ پاؤن
ناک کان آنکھ میں واقع ہو ہم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت ہو اُس فعل سے جو عبد کی طرف
مضاف ہو اور زندگی اُسکے سبب سے زائل ہو جاے اور زوال حیات بلا فعل عبد مسمی بموت ہو کذا فی الزیلعی والشمنی القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود
ودیۃ وکفارۃ واثم وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آیندہ یعنے قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ
اور حرمان ارث متعلق ہو پانچ قسم ہو ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا
ہم یعنے حصر قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آیندہ کے ہو تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا
جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عمد وہو ان یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بآلۃ تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حدید
جوہرہ ومحدد من خشب وزجاج وحجر وابرۃ فی مقتل [illegible] ولیطۃ [illegible] لان النار [illegible]
فاحرقت العروق اکل [illegible] یعنے ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہو کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام میں اسکے بدن

مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں
شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ انکو منہ کے بل آگ میں ڈال دے اور نسائی میں بھی مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہو مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے
اور ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اسکی
دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عز وجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من
قتل النفس بغیر حق آمین وموجبہ الاثم والقود عینا او موجب قتل عمد کا معین قصاص ہے بالالزوم مال امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث
مقتول کا قصاص اور خون بہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ) یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے تم پر
عائد کیا تھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مومنا خطأ الآیۃ) و بدلیل حدیث
عبد اللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنے موجب
قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کر دے علما نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پس جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی بیان ہو سکتی ہے چنانچہ بمقدار مسح سر بیان
مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولیٰ مجمل قرآن کا بیان ہو سکیگی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور
اسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ
او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہو جاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کا
دیت کے برابر ہو یا زیادہ ہو چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے اور اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کا
جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو حال ہو یا مؤجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا تناط بہا موجب اسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے
کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد مربوط بکفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ او مملوک ابنہ عمدا کان علیہ
الکفارۃ میں کہتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اپنے فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمدا قتل کرے تو اسپر کفارہ واجب ہے
والثانی شبہ عمد وہو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ خلافا لغیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنے
مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنیکا قصد کیا جاوے سوائے اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنے اس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نکرے اگرچہ پتھر اور
بڑا لکڑا ہو یہ امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنے صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے ہم شبہ عمد وہ ہے جس میں قصد ضرب ہو اس چیز سے جو
سلاح نہیں اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اس سے غالبا ہلاک ہو جیسا کہ سنگ عظیم اور عصا کبیر اور موگرا دھوبی کا یا ہلاک نہ غالبا ہو جیسا کہ عصا صغیر اسکو شبہ عمد
اسلیے کہا کہ یہ فعل مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمین معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اسمین خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا
قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اسکے آلہ خاص سے تو یہ فعل مشابہ عمد ہوگی کذا فی العینی وموجبہ
الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ یجی تفسیر ذلک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات
میں آویگی ہم شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمین
۲۵ یکسالہ ہوں اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چہار سالہ لا القود شبہہ بالخطا نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنے شبہ
عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اسکے خطا ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اسکا قتل
کرنا سیاستہ جائز ہے کذا فی الاختیار وہو ای شبہ العمد فیما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوا

آدمی کے اطراف میں عمد ہو قصاص کا موجب تو جان کے سوا میں شبہ عمد نہیں بلکہ عمد ہی ہے یعنی آلات قتل اعضا کے ساتھ مختلف ہوتا ہے اور ما دون النفس میں تلف نہیں تو مثلاً
عصا کہ جس سے قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا البتہ آلہ ہے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ یا پاؤں ٹوٹے گا تو اسمیں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص
واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ پاؤں توڑا جاویگا والثالث خطاء وہو نوعان لانہ اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مرتدا فاذا
ہو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک تیر کی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر
حربی یا مرتد جانکر وہ تو نکلا مسلمان او خطأ فی نفس الفعل کان یرمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا او رمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ
او تجاوز عنہ الی ما وراءہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد ید رجل فاصاب عنق غیرہ ولو عمدا فہو قتل عمد او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع
السہم فاصاب الرجل فہو خطأ لانہ اخطأ فی اصابۃ الحائط ورجع بسبب آخر والحکم فیہا سواء ابن کمال (من) عمدا یا خطا واقع ہو نفس فعل
میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے گذر کے پرے جا کر کسی مرد کو جا لگا یا فاعل
نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کا ہاتھ مارنے کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا
اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگا تو وہ قتل عمد ہی ہے یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر دیوار سے پلٹا اور دوسرے مرد کے لگ گیا
تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہوا اور حکم سبب
اور مسبب ہوتا ہے پہلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے صدر سے قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق
الخطأ فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ یا چھوٹی شہتیری سی گر کر اسکے صدمہ
سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقا قصد نہیں ہے تو صدر الشریعہ کے کلام
میں وہ خلل ہے جو اسمیں ہے ہم صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے
چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کر کے اور شخص کے لگ جاوے انتہی قال کلامہ اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں ہے چنانچہ
لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور اسمیں مطلقا قصد نہیں لیکن عنقریب آویگا کہ یہ جاری مجرای خطا کی صورت ہے
نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوہبانیۃ وقاصد شخص ان اصاب خلافہ فذا خطأ والقتل فیہ مقرر اور وہبانیہ میں ہے اور قصد
کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے لگجاوے تو یہ قتل خطا ہے اور اسمیں قاتل کا قتل از روئے قصاص کے مقرر ہے
وقاصد شخص حالۃ النوم ان یمت فیقتص ان بقی دمہ سائلا اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مر جاوے تو قاتل سے
قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون سائل باقی ہے یعنی کہ مقتول کا خون بہت سائل ہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ والرابع ما جرے
مجراہ مجری الخطاء کنائم انقلب علی رجل فقتلہ لانہ معذور کالمخطی اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کے ہو اسلیے خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہے جیسے
سونے والا منقلب ہوا کسی مرد پر سو اسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر اس صورت کی یہ ہے کہ کوئی شخص بلندی پر سوتا ہے جیسے
تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہی سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا پس اسکا قاتل تو نائم معذور ہے خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے
طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجری خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی
اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور زیلعی میں ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہے اسواسطے
کہ حقیقت میں خطا نہیں ہے سوتا کا قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب انتہی مافی الطحطاوی

تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعہ کی طرف صحیح خطا ہو وجوبہ ای موجب ہذا النوع من القتل فی جمیع انواع الخطاء وما جری مجراہ الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون
اثم القتل اذ الکفارۃ تؤذن بالاثم لترک العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور مثل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ
مگر گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ
کہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی
لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ یعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہیں ہے بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی والخامس قتل بسبب
کحافر بئر وواضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن
حاکم کذا ذکرہ ابن کمال مع شرح الطحاوی وہم غیر ملک اور بلا اذن دو لفظوں کی قید ہے چنانچہ مذکور میں ہے تو اگر اپنی ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھیگا تو اسکی طرف تعدی
ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہوگا کذا فی الطحاوی وکذا لو وضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ لعلمہ بالحفر ونحوہ در اور اسی طرح
قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اسکے جو تلف ہونے کا سبب ہو چنانچہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جبکہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ
چلا کھودنا وغیرہ جان بوجھکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجھکر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب
دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہے اسمیں تو بمنزلہ واقع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی
صیانت النفوس کے واسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ در اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے
اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث الا لجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے
موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا
تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے الا ہذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوا اس
قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت
عبارت ہے اتصال فعل قاتل بمقتول اسکے ساتھ سے یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اسکو اسواسطے
ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اسکے جمیع احکام میں لعلم

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ یہ فصل ہے اس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں یجب القود ای القصاص
بقتل کل محقون الدم بالنظر لقاتلہ درر وسیجیء عند قولہ ولو قتل القاتل اجنبی علی التابید عمدا واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے
شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل میں ماتن کے اس قول کے پاس ہے ولو قتل القاتل اجنبی فواضح
ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ تہدر لقاتل وانما محقون الدم ہے یعنی اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب
ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تاقیام دار الاسلام محفوظ ہے
نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن الطحاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے
ساتھ وہ فعل کیا جاوے جو اسنے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے
وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہیں سو جو انکو عمداً قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر
مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض ہے تو قاعدہ کلیہ میں

سہوا دھکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنے ایسا ہوا کہ دوسرے کو دھکا دے کر کنوئیں میں گرا دیا ۱۲

کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد کے عوض عورت کے مارا جاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص مین بالذکر کا فائدہ ان لوگون کا رد قول منظور ہے جو مقتول کے
بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ مین اگر قتل ہو جاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعوے
فضیلت رکھتا تو یہ بھی فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی نہونگے جب تک کہ عورت کے بدلے انکا مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے انکا آزاد نہ مارین حق تعالی نے
انکے رد مین یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا واجب ہونا
قصاص مین عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام مین آزاد اور
غلام دونون برابر ہین پس دلالۃ نص بالعبد ورد ہے قولہ بالاو سے کہا گیا ہے مذہب شافعی کی اشکال مین کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ
آزاد بدلے غلام کے مارا جاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اور یہ داخل ہونے سے بطریق اولے کے ہم شارح کی اس عبارت مین کچھ تقریر اور تحقیق نہین شارح نے
عبارت منح الغفار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اسکا قلم سبقت کر گیا یون کہتا ہے نقل ولا العبد بالحر اور یہ عطف ہے ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی
مختصر العینی ہے یعنی شارحین نے امام شافعی رح کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا جاتا
پس دلیل قولہ تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہوا اسوجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد اسکے بدلے بطریق اولے مقتول ہوگا اور یہ تفصیل
اسکی منح الغفار کی عبارت مین ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی لطیفۃ ۞ خذوا بدمی ہذا الغزال فانہ ۞ رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد
ولا تقتلوہ اننی انا عبدہ ۞ ولم ار حرا یقتل بالعبد ۞ اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے لطیفہ نظم کے کہا ہے کہ پکڑو میرے خون کے
بدلے اس غزال کو کہ اسنے اپنے دونون گوشہ چشم کے دو تیرون سے مجکو قتل کیا ہے ولیکن اسکو قتل نہ کیجیو اسواسطے کہ مین اسکا غلام ہون اور مین نے
کبھی نہین دیکھا کہ آزاد مارا جاوے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور ولا تقتلوہ مین منافات ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور
دیت پر حمل کرنا صحیح نہین ہو سکتا کہ غلام کی دیت اسکے مالک پر واجب نہین ... بعض الحنفیۃ رد الیہ ۞ خذوا بدمی من رام قتلی بلحظہ ۞ ولم یخش
بطش الہی قاتل العمد ۞ وقودوا بہ جبرا وان کنت عبدہ ۞ لیعلم ان الحر یقتل بالعبد ۞ سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو
میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور یہ کبھی ڈالا اور وہ شخص نہ ڈرا خدا کی پکڑ سے حالانکہ وہ
ہے قاتل عمد مین اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ مین اسکا غلام ہون تا معلوم ہو جاوے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا اس نظم
مین خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہین جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہین واللہ اعلم بالذمی
خلافا لہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض یہ خلاف شافعی کے ہم امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر
رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ مین بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دار قطنی مین عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمتہ یعنی مین ذمہ کے پورا کرنے والون مین زیادہ تر کریم ہون ہر چند دار قطنی نے ابن
بیلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر مین کافر حربی
مراد ہے توفیقا بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضی رض سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ اسواسطے دیا تا انکے خون ہمارے خون کے مانند ہون اور انکے مال ہمارے مال کے برابر ہون
بمستامن بل ہو بمثلہ قیاسا للمساواۃ لا استحسانا لقیام المبیح ہدایہ ومجتبی ودرر وغیرہا نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا
خون علی التابید معصوم نہین بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اسکے برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم
ہونے مبیح کے کذا فی الہدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا ہم اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب ... کا اسواسطے کہ مستامن کا قصد دار الحرب کا رجوع ... قول المصنف

یعنی ان یعول علی الاستحسان لقصر حکم بالعمل به الا فی مسائل مضبوطة لیست هذه منها وقد اقتصر الاخسروی فی متنه علی القیاس انتهی یعنی فتنبه المصنف رحمه الله
علماء تولت ولعبنده عادة المتون حتی الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور سزاوار یہی ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جائے سبب تصریح کرنے علماء کے
استحسان پر عمل کرنے کا اگرچہ مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ الاخسروی نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے
انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر کا (ویقتل)
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأة بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے
دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور بیکار الرجلین اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت
کے بالاتفاق ہے تو اگر تندرست مرد ایسے مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور ذکر کٹی ہوئی ناک اور خصیے مقطوع ہیں اور آنکھیں نکلی ہوئی ہیں تو
قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور ہو اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں مساوی ہیں اور عصمت ہی کے ساتھ واجب ہوتا اور اسی کا نتیجہ
قصاص کا سبب بنا ہو جاویگا کذا فی المنح ولا یقتل الفرع باصله وان علا لا بعکسه فلا یقتل الاصل بفرعه اور قتل کیا جائیگا فرع اپنی اصل کے بدلے مقتول ہوگی اگرچہ
بزرگ ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالک کے کہ قصاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو لٹا کر گلا کاٹے کر
ہم یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھری سے بیٹا کو مارا قتل کرے تو قصاص نہیں
اور امام مالک یہی ہیں کہ انہوں نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا [illegible] یعنی وہ مال [illegible] کیا
کذا فی العینی تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک سے ہے جبکہ صریح قتل عمد نہیں الا [illegible] قصاص [illegible] واللہ اعلم [illegible]
[illegible] قتل الام فی نفس او اطراف وان سفلوا لقوله علیه الصلوة والسلام لا یقاد الوالد بولده یعنی اصول کا قصاص نہ لیا جاویگا بدلے فروع کے
نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقاً اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع بعیدہ ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے یعنی دادا نانا وغیرہ اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پرپوتے کو یا نانا نواسے
بیٹے کو یا نانی اپنے نواسی کو یا پرنانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانا نانی یا پرنانی کو قتل عمداً کریگا
تو اس پر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولده ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وهو معلل بالجزئیة [illegible] اسباب
فی حیاته فلا یکون سببا لافنائه اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا ہر
والیہ کو بھی متعدی ہے اسلئے کہ اصول سبب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع انکے مٹانے کا سبب ہوگا اور ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگرچہ اسکو
کفار میں پاوے یا اسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی البدایہ وعنه تجب الدیة فی مال الاب فی ثلث سنین لان هذا عمد والعاقلة لا تعقل العمد وقال الشافعی
تجب حالة کبدل الصلح زیلعی جوہرہ وتجب فی العاقلة اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہ ہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر
اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی اور امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کی مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے
اور اسکی تفصیل آگے کتاب المعاقل میں آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی الدرایۃ
وفی الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولی او المخطئ او الصبی او المجنون وکل من لا یجب القصاص بقتله لما تقرر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل الا واحد
عندنا خلافا للشافعی برهان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قاتل پر اور جسکو قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں
اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہو اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہو اسکے غلام کے قتل میں یا مالک شریک ہو قاتل مخطی کا

سانپ تو اسکے قتل پر بیشک دیت لازم ہے پھر جبکہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں۔ الشرط ولا یقاد الا بالسیف
وان قتله بغیره خلافاً للشافعی اور قصاص نہ لیا جائیگا مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی چیز یا اور طرح سے قتل کیا ہو بخلاف امام شافعی کہ
انکے نزدیک اسی طرح قتل کرنا قاتل کا ضرور ہے جس طرح اسنے مقتول کو مارا ہو یہ حدیث صحیح ہے اور ابن ماجہ میں نعمان بن بشیر سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضیٰ سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہا میں
قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایہ وفی الدر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبه صرح فی تاج المضمرات حیث قال تخصیص بالقود لا یمنع الحاق
غیرہ به الاتری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قوله علیہ الصلوٰۃ والسلام لا قود الا بالسیف. فما فی السراجیۃ من له قود قاد بالسیف فلو القاه فی بئر او قتله بحجر او نحو
آخر عزر وکان مستوفیا محمول علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور درر میں کافی سے ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں
اسی کی تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب التاج میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص
لینے کا مالک ہو وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا اسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا
اور وہ شخص اس قتل نامشروع سے قصاص کا پانے والا ہوگیا انتہیٰ کلام السراجیہ تو محمول ہے اس پر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم وللاب
المعتوہ القود وتنفیذ الصلح والعفو المال وتنفیذ الصلح بالاولی لا العفو مجانا لانه قطع ید المعتوہ وقتل قریبه لانه ابطال حقه بلا بدل۔ اور فرزند ناقص العقل بیہوش
کے قطع ید اور اسکے قرابت دار کے قتل کے بدلے اسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جبکہ اسکا باپ
قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولیٰ مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنی اسکو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں ہوگا کہ مفت معاف
کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ہم معتوہ وہ ہے جو بیوقوف ناقص العقل ہو دیوانہ نہ ہو جسکی عقل بند
بھولا اور بیہودہ بولتے ہیں اسکے قرابت دار سے مراد اسکا اخیافی بھائی اور اسکی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا ہونا اسکے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا
اسکا باپ اسکا قائم مقام ہوا اسلیے کہ شفقت کے سبب سے اسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحاوی وتصحیح صلحه بقدر الدیۃ والزیادۃ اقصد منه وان
وقع بالقتل لان المقصود الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانه انظر للمعتوہ اور مشروع ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر واقع ہوگی
تو صحیح ہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح فیملک القتل لا والولی له للحاکم
قتلا والصلح لا العفو لانه نظر للعامۃ اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اس شخص کے کہ مارا گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں تو
حاکم کو اسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لاوارث عوام خلق کا ضرر ہے والوصی
کالاخ یصالح عن القتل فقط بقدر الدیۃ وله القود فی الاطراف استحسانا لانه یسلک بها مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اسکے بھائی کے
برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اسکے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف
انسانی میں اموال کا طریقہ سلوک ہوتا ہے والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں ہم یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اسکے
قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپکو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں لے
سکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافاً لهما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببه کاملا ثبت
لکل علی الکمال کولایۃ انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے
انکے نزدیک قصاص نہ ہوگا جب تک صغیر وارث جوان نہ ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اسکا کامل سبب پایا جاتا ہو وہ چیز ہر ایک

چنانچہ صاحب مضمرات نے لکھا ہو اور قاضی ثناء اللہ نے اپنے رسالہ میں اسکا مضمون بیان نہیں کیا اور میں دیکھتا کہ بعض نسخوں میں اور بعض کو دار میں لا ادیا ہم درمیان ... میں سواتنا ترجمہ میں بلکہ مترجم اول سے چھوٹ گیا تھا اسلیے اسکو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ۱۲

واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کر دینا اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہم شکل عدم قسمت ہے پس چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاوے جیسے
قرابت سبب کامل ہو قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہو کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفائے قصاص میں اختیار ہوگا و لہذا ابن ملجم لعین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مارا گیا
حضرت علی کی اولاد صغار تھی انکے بالغ ہونے کا انتظار نہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم اسیر دار الحرب نکل گیا
اسیر کہ اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعا زیلعی فلیحفظ مگر جبکہ مقتول کا
ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے
ہم اسواسطے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن یہ محل ہے کہ وہ کیا مراد ہے یہان جو وارث ہو مقتول کا
تو نہیں ہو سکتی یون بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہوں و جو اولاد ہے زوجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ
معصوم الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہو مقتول سے یعنی اسکا وارث نہیں ہو تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص
واجب ہوگا اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بہ نظر اپنے قاتل کے چنانچہ اوپر گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہو مقتول کے وارثوں کو لیکن
اجنبی شخص کو اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اسکے بدلے مارا جاویگا والدیۃ علی عاقلتہ لو القاتل فی الخطاء اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے
مددگاروں پر واجب ہو قتل خطا میں ولو قال لی قتلت القاتل لانی امرتک او قال الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق و یقتل الاجنبی قصاصا اور
اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی
تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا ہم نیز ازین ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کروانا جائز ہے تو استیفائے قصاص
ہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہوگا اس صورت میں جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعوی کیا
اور وارث نے اسکی تصدیق کی تو امر ثابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف من حفر بیرا فی دار رجل فوقع فیہا
شخص فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبے یعنی لانہ یملک استینافہ فی الحال فیصدق بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ بخلاف
اس شخص کے جسنے کنوان کھودا اور دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اسمین گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو
صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناف اور ابتداء حفر کا فی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنوان کھدوا سکتا ہے
اور اسکے سبب سے لہذا اسکے کلام کی تصدیق ہوگی بر خلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل کی محل
مفقود نہیں سبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا اور قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے مثلا یون
اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہے اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی
اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہیں اسواسطے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط
کما لو مات القاتل حتف انفہ وظاہر متن یا ظاہر قول فوت محل اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل اپنے
فرش پر اپنی موت مر جاوے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو وہ کچھ ضامن
نہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وفی الدرر والمجتبی دم بین اثنین عفا احدہما وقتلہ الاخر ان علم
ان عفو بعضہم یسقط القصاص قید و الا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتلہ عمدا فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس
اور مجتبی میں ہے کہ خون کسی کے دو وارثون میں ہو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا

معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اُسکو معلوم نہیں تو اُس پر قصاص نہیں اور اُسکے مال میں دیت
واجب ہوگی بر خلاف اُس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاوے مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر
قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جسکا بوجھنا لوگون پر مشکل ہو ہم بر خلاف علی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثون کا حق ساقط ہونا
مشکل غیر صحیح ہے لہذا اسمین دو صورتیں ہم سقوط قصاص ہو اور نہیں تو دیت ہو اور اسکی صورت مین فقط قصاص ہو نہ دیت یہ شرح اخسانا ومات المجروح فاقام
اولیاء المقتول بینة انه مات بسبب الجرح واقام الضارب بینة انه برئ من الجراحة ومات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام
مفتی الحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو مقتول کے وارثون نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور ضارب نے گواہون سے ثابت کیا کہ وہ
چنگا ہو گیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہین کذا فی معین الحکام عن الحاوی اقام اولیاء المقتول البینة علی انه
جرحه زید وقتله واقام زید البینة علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولی کذا فی المشتمل معزیا بجمع الفتاوی وارث
مقتول نے اسپر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور مجھکو مارا
تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہین کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی ہم اسواسطے کہ زید کے گواہ ثابت کرتے ہین کہ قول پر قائم ہین نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات
المجروح لیس لورثته الدعوی علی الجارح بهذا السبب مطلقا وقیل ان کان الجرح معروفا عند القاضی والناس قبلت بینة مجروح نے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے
زخمی نہیں کیا پھر زخمی مر گیا تو اسکے وارثون کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہیں پہونچتا مطلقاً خواہ اُسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی
یا لوگون کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثون کا مقبول ہے کذا فی القنیة وفی الدرر عن المسعودیة لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا
اور درر مین مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اُسکے وارثون نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ہم یہ مسئلہ اس
فصل مین مکرر ہو گیا وفی الوهبانیة جریح قال قتلنی فلان ومات فبرهن وارثه علی آخر انه قتله لم تسمع لانه حق المورث وقد اکذبهم اور وہبانیہ مین ہے
کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے قتل کیا اور وہ مر گیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق
مورث کا اور مورث تو گواہون کو یا وارثون کو یا دونون کو جھٹلا گیا ولو قال جرحنی فلان ومات فبرهن ابنه علی آخر انه جرحه خطاء قبلت لقیامها للحی
من انه الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے زخمی کیا اور وہ مر گیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے از راہ خطا اسکو زخمی کیا تھا
تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ حکم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاه سما حتی مات ان دفعه الیه حتی اکله ولم یعلم به فلا شئ
لا قصاص ولا دیة لکنه یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مر گیا تو اگر اسنے اسکی طرف کر دیا تھا کہ اسنے خود کھالیا اور وہ زہر کو نہ جانتا
سو مر گیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجره السم ایجارا تجب الدیة علی عاقلته اور اگر زہر اسکے
حلق مین زبردستی ڈالدیا اور وہ مر گیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے مددگارون پر وان دفعه له فی شربة فشربه فمات منه فکالاول لانه شربه باختیاره
الا ان الدفع خدعة فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار رفاعیه اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اسنے پیا اور مر گیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند ہے
یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونون صورتون میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہین
مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیه وان قتله بمر نقع المسیم بالعمل ففی الاثیر لقیص ان جماعه منه بالحد بیاوطهره وجرحه اجماعا کما نقله المصنف عن المجتبی اور اگر
مقتول کو قتل کیا ہو اوزار سے اور پتھر سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو دھار کی باڑھ لگی یا اسکی پیٹھ لگی اور اسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص
لیا جاویگا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مر نقع سیم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ ہم اور اگر پھاوڑے کے دستہ چوبی سے

قتل کرے تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ جسکا اسپر نہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین رح کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہے امام رح کے نزدیک کذا فی الشلبیہ
عن الاتقانی والا یصیبہ حدہ بل ثقلہ بظہرہ ولم یجرح لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس ورصاص ونحوہا وعزاہ فی الدرر
لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعلیہ جری ابن الکمال اور اگر بھالے وغیرہ باڑھ کی طرف سے
اسکے نہیں لگا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امام رح سے اور ظاہر الروایۃ
امام رح سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سیسے اور مانند انکے جو لوہے کی جنس ہو اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی
طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام رح کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی طرح
ابن کمال بھی چلا ہے وفی المجتبیٰ ضرب بسیف فی غمدہ فخرق السیف الغمد وقتلہ فلا قود وفیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبیٰ میں ہے اس تلوار سے مارا جو اپنے میان کے اندر ہے
تلوار نے میان کو پھاڑا اور اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں ہے قاتل پر امام رح کے نزدیک ہم لیکن قاتل پر دیت ہے جیسی کہ دلوا بھی سے قتل کیا کہ قصاص
اسواسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنیوالے ہتھیار سے اسکو نہیں مارا کذا فی التحقیق والتحریر خلافا لہما والشافعی جیسے گلا دبا کر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں ہے
برخلاف صاحبین اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبودے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالبا نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے پر کر گیا تو غالبا
اور وہ مر گیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہونیکی نہ ہو مگر اسکے ہاتھ پاؤں بندھے نہیں ہیں اور وہ خوب تیرنا جانتا ہے تو یہ بھی خطاء
عمد ہے اور اگر اس طرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امام رح کے قول پر یہ قتل شبہ عمد ہے اور قصاص نہیں ہے اور صاحبین رح کے قول پر یہ محض عمد ہے اور قصاص واجب ہے
کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو ادخلہ بیتا فاستیقن حتی مات جوعا لم یضمن شیئا وقالا تجب الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اسمیں گرسنگی سے مر گیا تو قاتل
پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین رح نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد بہ
بخلاف قتلہ بسوط الا اذا ضرب السوط لکما سیجیٔ اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے اسکو
کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آویگا ظہیریۃ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ قاتل کے برادرون پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل
سیاستہ ولا یقتل نوبتہ ولو بعد مسک کالساحر اور مجتبیٰ میں ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور
اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد قبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگون کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے
درست ہے کیونکہ انکو پھانسی دیکر مارنے کی عادت ہے یہی انکا پیشہ ہے وفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ولکن یعزر ویحبس الی ان یموت
زاد فی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤن باندھے اور اسکو شیر یا درندے کے آگے ڈال دیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو اسمیں نہ قصاص ہے
اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دینا ہے اور وہ یہان تک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنے اسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام رح سے
ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ہم اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کرکے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اسنے قتل کیا
خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط صبیا والقاہ
فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤن باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہان تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادرون پر دیت ہے ہم
اور جوان مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح
ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ وفی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤن باندھے اور اسکو دریا میں ڈال دیا سو وہ تہ نشین
ہو گیا اور ڈوب گیا بمجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادرون پر دیت ہے امام رح کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں

اسواسطے کہ وہ ڈوب اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اسکے پانی میں گر دینے سے ڈوبا ولو قطع عنقہ وبقی من الحلقوم قلیلا وفیہ الروح فقتلہ آخر
فلا قود فیہ علیہ لانہ فی حکم المیت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے میں سے کچھ باقی رہ گیا اور اسمیں روح ہے سو دوسرے آدمی نے اسکو قتل کیا
تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے ہم تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا
پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ولو قتلہ وہو فی حالۃ النزع قتل بہ الا اذا کان یعلم انہ لا یعیش
کذا فی الخانیۃ اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جاسکے کہ وہ شخص زندہ نہ رہیگا
اس حالت نزع سے قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیۃ ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں تھا تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہیگا
کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول تھے جس میں طحطاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی در صورت عدم توقع زندگی کے بھی
قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہو اس اختلاف کا وفی البزازیۃ شق بطنہ بکیدہ
وقطع آخر عنقہ ان توہم بقاءہ حیا بعد الشق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا
اور دوسرے نے اسکی گردن کاٹی اگر اسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہو پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اسکی زندگی خیال میں نہ آوے
تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ
پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی در صورت عمد کے ہے اور خطا میں
دیت واجب ہے کما فی عالمگیریۃ ومن جرح رجلا عمدا فصار ذا فراش ومات یقتص الا اذا وجد ما یقطعہ کحز الرقبۃ والبرء اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا
سو زخمی صاحب فراش ہو گیا یعنی بستر پر سے چنگا ہو کر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کر دے
جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پا کر چلنے پھرنے لگا
مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقدمنا انہ لو عفا المجروح او الاولیاء قبل موتہ صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے یہ ذکر کیا کہ اگر مجروح نے یا اسکے وارثوں نے
مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کر دیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسہ وزید واسد وحیۃ ضمن زید ثلث الدیۃ فی مالہ ان کان القتل
عمدا والا فعلی عاقلتہ اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا
قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً نہو تو اسکے برادروں پر دیت ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے
بھی اسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لان فعل الاسد والحیۃ جنس واحد لانہ ہدر فی الدارین وفعل زید معتبر فی الدارین وفعل نفسہ ہدر فی الدنیا
لا العقبی حتی یاثم بالاجماع فصارت ثلثۃ اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اسپر کوئی چیز
واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے اور اسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو
جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل سے دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفادہ ان یعتبر فی المقتول التکلیف
لیصیر فعلہ جنسا آخر غیر فعل الاسد والحیۃ وان لا یزید علی الثلث لو تعدد قاتلہ لان فعل الکل جنس واحد ابن کمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے
کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اسکا بھی
فعل باطل ٹھیریگا دارین میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ تہائی سے زیادتی نہوگی اگر مقتول
مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ویجب قتل من شہر سیفا علی المسلمین

اور صاحب خانہ اسکا پیچھا کرے اور اسکو مار ڈالے تو اسپر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ قاتل کر اپنے مال کے پاس
ہے (نسائی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے اور میرا مال چھین لیجاوے فرمایا
کہ بنام خدا اسکی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب سے اسکو ڈرا سو اسنے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اسنے کہا سو اگر میرے گرد
کوئی مسلمان نہ ہو فرمایا کہ حاکم سے داد مانگ وہ بولا کہ اگر حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قتال کر دون مالک (یعنی اپنے مال کے آس پاس) قتال کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے
ہو یا تو اپنا مال بچا لے کذا فی النہر وکذا لو قتلہ قبل الاخذ اذا قصد اخذ مالہ ولم یتمکن من دفعہ الا بالقتل صدر الشریعۃ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اسکو قتل کرے مال لینے
سے پہلے جبکہ وہ اسکا مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اسکے ہٹانے پر سوا مار ڈالنے کے قدرت نہ ہو کذا فی المصدر شرح الوہبانیۃ وفی الصغری یقصد مالہ ان عشرۃ او اکثر فمہدر وان
اقل فلا انتہی اور قنیۃ وغیرہ میں یہ ہے کہ اگر سارق اس کے لینے کا قصد کرے اگر مال دس درہم یا زیادہ ہو تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اس سے قتال کرے
لیکن اسکو قتل نہ کرے انتہی لیکن نہر الفائق میں آخر باب قطع طریق میں یون ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ ہو اور اسکو قتل کرے
بدلیل حدیث من قتل دون مالہ فہو شہید یعنی جو اپنے مال کے بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولو قال انکا بره ان
نعم والا فان کان المقتول معروفا بالسرقۃ والشر لم یقتص استحسانا والدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول بزازیۃ اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اسنے اسپر مکابرہ کیا تھا یعنی
پھر کر چوری سے وہ باز نہ رہا اگر یہ قول گواہی سے ثابت ہو تو ہان مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور ہے تو قاتل سے ازراہ استحسان
قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیۃ ہذا اذا لم یعلم انہ لو صاح علیہ طرح مالہ وان علم ذلک فقتلہ
مع ذلک وجب علیہ القصاص لقتلہ بغیر حق یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص ضرور لازم نہیں آتا جبکہ صاحب مال کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر وہ شور کریگا تو
سارق اسکے مال کو ڈالدیگا اور اگر یہ جانے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ دیگا پھر باوجود اسکے اسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسکے ناحق قتل کرنے
سبب کالمغصوب منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ بالاستغاثۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کے مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ
غاصب کو قتل کریگا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکے دفع پر قادر ہے مسلمانون اور حاکم سے فریاد کرکے اور اگر مسلمان اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہ ہون
چنانچہ اس زمانے میں ہی تو ظاہر قتل غاصب جائز ہے بعموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی مباح الدم التجأ الی الحرم لم یقتل فیہ خلافا للشافعی ولم
یخرج عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یخرج فیقتل یعنی مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہے جیسا کہ زانی محصن اور
مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نہ کیا جائیگا اور نہ وہان سے گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کے واسطے لیکن اسکا کھانا پینا روکا جاویگا یہانتک
کہ وہ گھبرا کر آپ ہی نکل آوے پیاس کے مارے سو آپ نکلجاوے حرم سے تو اس وقت حرم سے باہر قتل کیا جاوے بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک حرم کے اندر قتل اسکا جائز ہے
واما فیما دون النفس فیقتص منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جائیگا اسسے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف میں تو مال کا طریقہ سلوک کیا
ولو قتل فی الحرم قتل فیہ اجماعا اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کا ارتکاب کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیۃ ولو قتل فی البیت لا یقتل
ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اسکے اندر قتل نہ کیا جاویگا مصنف نے کتاب حج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیف
فلا قصاص وتجب الدیۃ فی مالہ فی الصحیح لان الاباحۃ لا تجری فی النفس وسقط القود لشبہۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو قتل کر سو اسنے اسکو تلوار
سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہوگی قاتل کے مال میں بقول صحیح اسواسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوتی اور قصاص ساقط ہو گیا اذن مقتول کے شبہہ
سے یعنی حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص شبہہ سے بعد حکم حقیقت کے ہے وکذا لو قال اقتل اخی و ابنی او ابی فقتلہ تجب الدیۃ استحسانا کما فی البزازیۃ
من الکفایۃ اور اسی طرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ میں ہے کفایہ سے منقول

بشرطیکہ قاتل مقتول میں کے خون کا وارث ہو و قیدنا بعن الدافعات لو انہ صغیر القنص اور بزازیہ میں ہو واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا
یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہو تو قاتل پر قصاص ہو جو دی نے کہا اور یہی حکم ہو برادر صغیر میں انتضا میں ہو کہ یہ محمول ہو قیاس
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہو کذا فی الطحطاوی و فی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فقتلہ یقتص اور خانیہ میں ہو کہ ایک نے دوسرے سے کہا
کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسہ یا ہزار کو بیچا سو اُسنے اسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہو اور قتل کا اذن نہیں ہو تو یہ قول اقتلنی کے قول
کی مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص و فی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہو قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے
و فی اقطع یدہ فقطع یدہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اُسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے و فی شج ابنی فشجہ لاشی علیہ
فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اُسنے اُسکا سر پھوڑا تو اُسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اُسپر خونبہا ہی
وقیل لا تجب الدیۃ ایضا و صححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہو کہ اپنی ذات کے
اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہو چنانچہ عمادیہ میں ہو اور طرسوسی نے بھی اسی کی
تائید کی ہو لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہو اور شرح وہبانیہ میں ہو کہ لائق یہ ہو کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت صحیح ہو اسواسطے کہ
عصمت دم موجود ہو اور قصاص گو ساقط ہو گیا ہو شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں وقتا لو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ فقتل فلا ضمان
علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اُسکا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اسکو قتل کیا اور اُسکا ہاتھ کاٹا تو اُسپر تاوان نہیں بالاتفاق ہو اسواسطے کہ غلام اُسکی
ملک ہو اور مال میں ابتذال جاری ہو لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی والسر فیہ ان الاطراف یسلک بہا مسلک
الاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مر جاوے اسواسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا انہیں صحیح ہوگا مگر سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہو منع الضمان میں اور اگر سرایت کو قتل کا اعتبار کیجیے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہیں یعنی
خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود و بطل الصلح بزازیۃ اور اگر کہا کہ
ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ کپڑا یا درہم دے سو اُسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاء سے ثوب یا درہم باطل ہوگی کذا
فی البزازیۃ فروع مسائل یلحقہ شارح کہ ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سوائے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ
اسمیں تملیک جاری نہیں ہوا اور سوا صلح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل
من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہو مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہو قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے برات ہو جاتی ہو دنیا
میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ و حاشیۃ ابی السعود و کذا عفو المجروح اور یہی حکم ہو عفو مجروح کا یعنی عفو
بہتر ہو صلح سے اور صلح بہتر ہو بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیۃ صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نہ کرے کذا فی الاشباہ
یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہو کہ مقتول کے وارثوں کو
خبر کرے کہ یہ قصاص مجھی سے ہوا ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ غیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم
شرط استیفاء قصاص ہو یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہو علماء اصول کے نزدیک اور فقیہوں نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہو کذا فی فتاوی
فیہا کہ نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہو قصاص کیواسطے نہیں ہو اگر ایک شخص مقتول ہوا عمدا اور اُسکا ایک وارث ہو تو اُسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہو
یعنی قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اُسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل نوع کر ڈالا تو تعزیر دیجاویگی

اسپر تاوان نہیں اور کسی طرح قتل کرے سو فی قصاص ہوگا کذا فی الدر المکیر وفیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بالعلم فیہا
دون الحدود اور اشباہ میں الحدود تندرأ بالشبہات کے قاعدہ میں یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر
قصاص میں درست ہے نہ حدود میں ہم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر
یعنے بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہیں کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں ہم دوسرا قول یہ
ہے کہ قصاص بھی موروث نہیں کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد سو قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا
عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ہم مدت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے
حد قذف کے سوا ویثبت باشارۃ اخرس وکتابتہ بخلاف الحدود اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اسکے لکھنے سے برخلاف حد کے ہم صورت
اسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد
ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں السابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی
بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعوی ضرور ہے نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعوی ضرور ہے انتہی ما فی الاشباہ
وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر
میں جھانکا دروازہ کے اندر سے سو اس مرد نے اسکی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر
بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونوں صورتوں میں تاوان
نہیں ہم ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اسکی آنکھ پھوڑ دے ٹھیکرے
مار کر تو کچھ گناہ نہیں اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں پوری دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیئے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں گھس
کے کچھ لے تو بھی موجب قطع یمین نہیں اور حدیث ابو ہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ظاہر پر محمول کیجیئے کہ کسیطرح نظر سے باز نرہے بدون آنکھ
پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جاے لیکن مسئلہ آئندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اسمیں کچھ تفصیل نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو ادخل راسہ
فرماہ بحجر ففقأ لا یضمن اجماعاً انما الخلاف فیمن نظر من خارج اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اسکو پتھر سے مارا سو اسکی آنکھ کو پھوڑ
دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن البغیۃ عن کنز الروس باتفاق حنفی و شافعی کے اختلاف حنفی و شافعی تو فقط اسصورت میں ہے جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

## باب القود فیما دون النفس

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے میں ہم قصاص ما دون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص
حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ
اور وہ یعنی قصاص ما دون النفس ہر ایک ایسے مقام میں جاری ہے جہاں حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہاں برابری عضو ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہاں بدلا لینا جاری ہے
اور جہاں حفظ مماثلت متصور نہیں وہاں قصاص نہیں وہاں دیت ہے یا کچھ اور چنانچہ معلوم ہوگا ہم پھر جب رعایت مماثلت کے بدلا لینے میں لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے کاٹا
جاویگا اور نہ بایاں بجاے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے
ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلاموں
کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہیں ہے بال میں اور سر کی کھال میں اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت میں قصاص نہیں اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے میں اور قاطع کے اعضا کا

قصاص ہوگا الا بالشل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطی بدلے وسطی کے اور خنصر بدلے خنصر کے اور بنصر بدلے بنصر کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری کا وجوب ہے تو ثنیہ توڑا
جاے بدلے ثنیہ کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہی انکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ
فیقاد قاطع الید من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا عمدا جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمدا کاٹ دیا
کہ جوڑ ہے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو التقطع من نصف ساعد او ساق او من قصبة الانف لم یقتص لامتناع حفظ المماثلة وہی الاصل فی جریان
القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری
تو اصل ہی قصاص کے جاری کرنے میں تمام مبسوط میں ہی کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمیں قصاص ہی اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑکے ہو تو اسمیں ہمارے
نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ شاید قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجاے یا اسمیں زیادہ خلل ہوجاے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عمدا ہے ہو برابری
ہے وان کانت یدہ اکبر منہا لاتحاد المنفعة قصاص اسی جوڑ سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب اتحاد منفعت کے یعنی قصاص
میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جسامت کا سو اسکی وجہ یہ کہ دونوں کی منفعت یکساں ہیں کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن
اور اسیطرح کا حکم ہی پاؤں میں اور ناک کے نرمے میں اور کان میں یعنی مارن وہ نرم غضروفی ہی ناک میں بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہی اور بعض کے
قطع میں قصاص نہیں اسیطرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہی اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانة المفتین سے منقول ہی کہ نوک یا بانسے کے قطع میں حکومت
عدل ہی قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوءہا وہی قائمة فیجعل علی وجہہ قطن رطب وتقابل بالمرآة المحماة اور اسیطرح قصاص لیا جاویگا
اس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اسکی روشنی زائل ہوگئی اور ڈہیلا آنکھ کا قائم ہی بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہی کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روئی ڈالی جاے اور
اسکی آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاے یہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق کے مصنف میں حکم بن عتیبہ سے
روایت ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو آنکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ
تعالی عنہ آئے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی
کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلة اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاے تو اسکا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبی فقاء الیمنی والیسری
للفاقی ذاہبة فیقتص ویترک اعمی اور مجتبی میں ہی کہ داہنی آنکھ پھوڑدی اور پھوڑنے والی کی بائیں آنکھ پھوٹی ہی موجود نہیں تو اس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا
چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی عین الاحول اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں مجتبی میں ہی کہ اگر احول کی آنکھ میں خلل
مضر بصارت نہو تو قصاص ہی اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا قصاص نہیں انتہی تو ظاہر قول اول معتمد ہی اور قول ثانی ضعیف
تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ہو ایضا فی کل شجة یراعی ان یتحقق فیہا المماثلة کموضحة اور اسیطرح قصاص کا حکم
ہی ہر ایک اس قسم سر میں بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی رعایت ہوسکتی ہی چنانچہ جراحت موضحہ میں اور موضحہ وہ جراحت ہی جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت
قطع ہوکر ہڈی کھلجاے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکبرا الا مر اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں
سواے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہی اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گزشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور
یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہی کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہی لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہی کہ
لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عطا سے کتاب مذکور میں مروی ہی کذا فی العینی
تنقلع ان قلعت وقیل یبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلة اذ ربما تفسد لہاتہ وبہ اخذ صاحب الکافی قال

قال المصنف وفی المجتبی وینبغی لو ظالم کا دانت اکھاڑا جاوے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا جاوے سوڑھی تک گوشت
یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور سوا اسکے گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اسکا قصاص لیا جاتا ہے کیونکہ مماثلت ہے اسلئے کہ دانت کا اکھاڑنا
مین کبھی یا اکثر کوا فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح مین اسکو کہا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسی قول الخیر پر فتوی ہے کہ العلماء
نے کہا کہ بخلاف زیلعی اسیطرح لفظ امانہ ہے اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ تف لثانیہ ہے یعنی بجاے یا کے ہو نثار مثلثہ ہے لثاث مع لثہ بکسر لام
یعنی مسوڑھی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہان سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑھون مین اکثر خلل
واقع ہو جاتا ہے کما ہو المشاہد اور دیا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور کسور دونون کے دانت برابر ہو جاوین اگر کسو کا دانت توڑا گیا
ہو ہم ریتنا اسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو ورنہ قصاص نہین ہو نہا ہو کذا فی الطحاوی عن الظہیریہ وفی المجتبی والحل ولا قال لم ینبت الثنیۃ وقیل یؤجل
الصغیر لا البالغ اور مجتبی مین ہے کہ قصاص کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ
صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ہم کہتے ہین کہ جب دانت ٹوٹ گیا تو ایکسال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ جما
تو اسپر قصاص ہے سوہان سے دیت گر اور ظاہر یہ ہین ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے جمنے ہونے تک انتظار رہنا چاہیے اور ایکسال کا انتظار ضرور نہین کہ
مجرد کی روایت مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحاوی فلو مات المجنی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مر گیا
تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمین حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی
یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ القلاع والطبیب انتہی وتحقیقہ اور اسیطرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے
اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا عوض یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب علاج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے
علم مجتبی مین ہے کہ جب کسیکے سبب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایکسال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہین اور اگر سال کے اندر اسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمداً تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحاوی اور اس مسئلہ مین ابو یوسف کا وہ قول ہے جو
شارح نے مذکور کیا ولو خذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب لا یؤخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل انہ لا یؤخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص
لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نہ نیچے کا اوپر کے سے
کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اسکی مثل دانت سے ولا قود عندنا فی طرفی رجل وامرأۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر
المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم لان الاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین
اور دو غلامون کے اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے انکی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی
بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر
ٹھہرا قلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امرأۃ ید رجل کان له القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین اقرہ
القہستانی والبرجندی مین کہتا ہون یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے
کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفا ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جبکہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی
ہو جاوے تو اسیطرح کچھ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنے جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلی کا مالک عبد
ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور ہے

رقبتہ الی ان یعتق کما نقلہ المصنف عن الجوہرہ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اسکا اقرار اسکے مالک پر نافذ ہوگا بلکہ اسکی گردن پر رہیگا
آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہی قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ
بالخطاء اصلا یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللا بانہ موجبہ الدفع او الفداء واستشکلہ المصنف کہا اور
زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہی کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہی یعنے نہ غلام کے حق مین صحیح ہی نہ اسکے مالک کے حق مین اور اسی کے مانند
اشباہ کے احکام عبید مین مذکور ہی زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہی یون تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہی یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف ا
سوا اسکے قال کہکر شارح نے بلفظ قال اشارہ کیا کہ یہ تعلیل زیلعی کی جانب سے ہی نہ اشباہ کی طرف سے اسواسطے کہ اشباہ مین تعلیل ہی مذکور
نہین زیلعی کی پوری تقریر یون ہی کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہی اسواسطے کہ موجب اسکا یا دفع ہی یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہین تو اقرار مذکور
صحیح نہوگا خواہ غلام مجبور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہین تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علله القہستانی بانہ اقرار
بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی فقد یراد قد اجمع العلماء علی الاول بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا ولا اعترافا حتی لو
اقر الحر بالقتل خطاء لم یکن اقرارہ اقرارا علی العاقلۃ ای الا ان یصدقوہ وکذا اقر بہ القہستانی فی العاقل فتدبر لیکن قہستانی شارح نقایہ نے
اسکی تعلیل یون بیان کی ہی کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہی سو اس کلام مین تدبیر اور غور کرکہ منظور فیہ ہی اسلیے کہ علما نے اجماع کیا ہی
اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عمدا قتل دیت غلام کے قتل نہین ہوتی اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہان تک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی
مددگارون پر نہ ہوگا یعنی اس صورت مین مددگارون پر دیت ہی جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کرین اور اسی مضمون کی تقریر کی ہی قہستانی نے کتاب العاقل مین تو غور وا
رسیوم طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہی جسکو اسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہی ملاحظہ کرے
رمی رجلا عمدا فنفذ السہم الی آخر فمات یقتص للاول لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی عاقلتہ لانہ خطاء ایک مرد کے عمدا تیر مارا سو اسکے بدن سے پار ہوکر
دوسرے شخص کے جا لگا سو دونون مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاویگا اسلیے کہ وہ قتل عمدا ہی اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی عاقلہ
کے برادرون پر اسلیے کہ وہ قتل خطا ہی ہم ہر چند یہ فعل واحد ہی لیکن تعدد اثر سے متعدد ہوگیا کذا فی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فدفعہا عن نفسہ فسقطت علی آخر
فدفعہا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فہلک فعلی من الدیۃ بہذا سئل ابو حنیفۃ رحمہ اللہ علیہ بحضرۃ جماعۃ فقال لا یضمن الاول لان
الحیۃ لم تضر الثانی وکذا لک لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا واما الاخیر فان لسعتہ مع سقوطہا فورا من غیر مہلۃ فعلی الدافع الدیۃ لورثۃ
الہالک والا فلسعتہ فورا لا یضمن دافعہا علیہ ایضا فاستحسنوہ جمیعا وہذہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ ظہیریہ ومجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر
سو اسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو
اسنے کاٹا تو وہ مرگیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اسطرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علما مجتہدین کے روبرو سو امام نے
فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہین پہنچایا اور اسیطرح دوسرا تیسرا شخص ضمان نہ دیگا اگرچہ آدمی دو تین
زیادہ ہون رہا اخیر شخص سو اسکا یہ حال ہی کہ اگر اسکو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا جانیوالے
وارثون کیواسطے واجب ہی اور اگر سانپ نے فورا نہین کاٹا لیکن کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہین آویگا پس سب عالمون نے ٹھیک جواب دینا
اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہی رضی اللہ عنہ کذا فی الظہیریہ ومجمع الفتاوی ہم فورا کاٹنے سے واقع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر مہلت
کاٹا تو دافع سبب نہ رہا قال المصنف وبہذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی وہی ان کلبا عقورا وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی علی الثالث

شور کرنے سے زائل نہوجائیگا اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الحاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کہتے ہیں بچہ جو کہ فی ماہا الرجل شد فرسی فارادشد با وصعدت فماتت فدیتہ
علے عاقلۃ الآمر صغیرا ودون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اسنے اسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اسکو پاؤں سے کچلا سو وہ مرگیا
تو اسکا خونبہا امر کرنے والے کے بیا دران پر ہے وکذا الو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شئ او کسر حطب وغیرذلک بلا اذن ولیہ فماتت اور اسی طرح
اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اسکو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت
واجب ہوگی مراد یہ ہے لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا منے کے واسطے اور اس سے گر کر نہ گیا سو اسکے سبب سے وہ مرگیا اس طرح کہ اسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا
اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی البحر وفی الکافی
والخلاصۃ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ فقولان اور اگر اسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمیں دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب
ام قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال
قع فوقع ضمن یعنے قبل لا یضمن مطلقا جبکہ طفل صغیر ہو دیوار پر ایک مرد نے اسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اس سے کہ خبردار
نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اسپر خونبہا نہیں اور اگر یون چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ مطلق ضمان نہیں کذا فی الطحاوی

## فصل فی الفعلین

فصل فی الفعلین فصل ہے دو فعل کے مسائل میں مثلا قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونوں فعل ہون یا دو شخصون سے قطع ید رجل ثم قتلہ اخذ
بالامرین اسے بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطاین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا والاخر خطاء تخلل بینہما برء اولا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اسکو
مار ڈالا تو دونون امر یعنے قطع اور قتل دونون فعل میں پکڑا جاویگا یعنی دونون فعل کا بدلا اس سے لیا جاویگا اگرچہ دونون فعل عمد ہون یا دونون خطا
ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہوا اور دوسرا خطا خواہ دونون فعل میں صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی ہو فیؤخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل
الا فی خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ واحدۃ وان تخلل برء ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ
مین بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤن میں جنکے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اسواسطے کہ وہ دونون فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل میں
داخل ہوجاویگا باعتبار اتحاد جنس کے تو دونون میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہوئی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ
تو معلوم کرچکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطاء والقتل کذلک صارا اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء اولا صارت ثمانیۃ وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ
یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمیں ہوگئیں پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ
قسمیں ہوگئیں اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا ہے تو اگر قطع اور قتل دونون عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا
پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ
قطع تو جزو قطع قتل کی جزا میں داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان میں صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب
ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل
خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو
یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ ومن ضرب مائۃ سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ
ومات من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لانہ لما برأ من تسعین لم تبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر یا مانند اس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے
اور انکی جراحت کا اثر کچھ باقی نرہا اور وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمیں ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو انکا مارنا

عاقلہ یعنی قاتل کے مددگاروں پر دیت کی دو تہائیاں واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی امام یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اسنے جنایت کا عفو کر دیا ہو تو دیت کی معافی کا
تو مقتول کے تہائی مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا
لہذا تہائی مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہیں ہے تو اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہے تو عفو
عن القصاص تمام مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایۃ فان قلت انما علی القاطع دفقد اخذ الاقطع اسوۃ سببہ یہ گمان کیا ہے کہ دیت مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا و مفادہ ان عفوا صحیح لا تعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر ہوگا ایسا ذکر کیا ہے
قہستانی شارح نقایہ نے ہم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اس طرح کہ ہاتھ اسکا از راہ خطا قطع ہوگیا اور وہ صحیح
ہے بیمار نہیں پڑا صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اسنے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مر گیا اسکے صدمہ سے دفعۃً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا نہ ثلث میں کذا فی الطحاوی تصرف وا
من کل الذی لا تعلق حق الورثۃ بالدیۃ اذا بالعفو ولانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے
نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہیں ہے والشجۃ مثلا ای مثل القطع فیما ذکر خطاء او سر کا زخم قطع کے مانند ہے حکم میں اور امام اور صاحبین کے خلاف میں
قطعت امراۃ ید رجل عمدا ای او خطاء لما یاتی فلو اطلق کما فعل الملتقی وغیرہ کان اولی فتامل ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا از راہ خطا
ہاتھ کاٹا یہ اطلاق اور تفصیل کی دلیل ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے ملتقی وغیرہ میں قطع کو مطلق رکھا تھا اگر
جس طرح ملتقی وغیرہ میں مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اسکو تامل کر یعنی اگر مطلق لیتا تو تفصیل ہے اور صحیح ہوتی کذا فی الطحاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات
فلو لم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش وہو عمدا اجماعا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کی
دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مر گیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمداً ہو باتفاق امام اور
صاحبین کے بخلاف عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت
کے مال میں واجب ہے اگر اسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہو چونکہ قصاص فی الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری
تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مر گیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اسکے مددگاروں پر اسواسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اسکے مددگاروں پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا وان ترادا الفضل اور مہر اور دیت
برابر سرابر ہو جاوینگے اگر دونوں مساوی ہوں اور اگر کم و بیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دینگے یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر
اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم مجرا ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور
اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اسکا مطالبہ کریں وعلی عاقلتہا ان اخطات فی قطع یدہ اور عورت کے مددگاروں پر دیت واجب ہے اگر عورت نے
از راہ خطا اسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا تقاص ان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت
باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگاروں پر واجب ہوتی ہے خطا میں برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونوں
باہم مجرا ہو کر برابر سرابر ہو جاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطاء ایضا لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ
لیس علی اطلاقہ بل فی العجم ولعلہ اطلقہ لاحالتہ لمحلہ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب درر نے کہا لائق یوں ہے کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوینگی
اسواسطے کہ دیت خطا میں عورت پر ہے نہ مددگاروں پر بموجب اس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہیں ہے بلکہ عجم کے
گروہ میں منحصر ہے یعنی اسواسطے کہ عجم میں تناصر کا مضمون نہیں جو دیت مددگاروں پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اسکے محل پر

ایک دوسرے کی مدد کرنا ۱۲

اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہو گیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی مدعی کو
حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجۃ بقتل ابیہ عمداً مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقید اجماعاً حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متہما ثم مصنف نے قاعدہ مذکورہ
پر تفریع کی بقولہ خود قولہ اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ لے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہو گیا امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہ ہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام
نہیں ہو سکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب فیعیدہا ثانیاً لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی
حاضر ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونوں بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نہ کرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ورثہ بطریق میراث
کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع اما مراد دعویٰ قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق
بدلیل کہ شنیع یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل
علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالاً وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر خصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب
بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا ام حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر حق کا دعویٰ کیا یعنی درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص میں سے ساقط ہو گیا اور
قصاص منقلب بمال ہو گیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اسپر حکم ہو گیا تو غائب پر بھی حکم ہو گیا پھر اگر
غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اسکا حق ہوگا کذا فی الطحاوی وکذا لو قتل عبدہما عمداً او خطاء والحال ان
السیدین احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمداً یا خطاً قتل کیا اور حالانکہ دونوں مالکوں میں سے ایک غائب ہے
تو اسکا حکم موجب تفصیل سابق کے ہے یعنی اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے
عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہو جاویگا ولو اخبر ولیان فقط بعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو لانہ قصاص منہما علی زعمہما اور اگر قصاص
کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو انکا خبر دینا عفو قصاص ہے انھیں دونوں کی طرف سے انکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم
اسواسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہیں وہی رباعیۃ فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ
الشریک فلا شئی لہ ای للشریک علی تصدیقہ ولہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مخبر
وارثوں کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں اسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں
ہیں ام اسواسطے کہ دونوں کا حصہ مال ہو گیا اخبار عفو سے والثانی ان کذبا بہما فلا شئی للمخبرین وللاخ ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور
تیسرے بھائی نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مخبر بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہما القاتل وحدہ فلکل منہم
ثلثہا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کے واسطے تہائی دیت ہے و
الرابع ان صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے
بھائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اسکا مردود ہو گیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے
تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوگی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے
بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر تہا معاف کر دینے کے سبب پھر ثلث دیت کیوں اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکا اقرار قاتل کی
تکذیب سے ثابت نہ ہوا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحساناً وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقراً لہما بما اقر بہ القاتل لیکن ثلث مذکور مخبروں کی طرف پھیر دیا جاویگا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الایضاح اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقر ہو گیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ہم یہ بیان ہی وجہ
استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص ساقط ہو گیا مخبرین کے دعوے
عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہو گیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا
قاتل مقر ہے کذا فی الشرح الوقایہ طحطاوی نے کہا نظیر اس تاوہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہیں پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں ہیں
بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونوں مخبر بھائیوں کا ٹھہریگا وان
شہدا انہ ضربہ بشیئ جارح فلم یزل صاحب فراش حتی مات یقتص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا یحتاج الشاہد ان یقول انہ مات
من جراحتہ بزازیہ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو زخم لگانے والے
سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہو وہ ایسا ہے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہو تو اسکی حاجت نہیں شاہد کو کہ یوں کہے کہ مقتول مر گیا اسکے
زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب ظاہر کی طرف جیسے ہم کی طرف وان اختلف شاہدا القتل فی الزمان او فی المکان او الآلۃ او قال احدہما
قتلہ بعصا وقال الآخر لم ادر بماذا قتلہ او شہد احدہما علی معاینۃ القتل والآخر علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر
اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا
ہوں کہ کس ہتھیار سے مار دیا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دو بار نہیں ہو سکتا مع
ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگاروں پر نہیں ہوتی وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما لتیقن القاضی
بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شاہدین کی ہر واحد میں پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب
ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو کمل احد الفریقین دون الآخر قبل الکامل منہما لعدم
المعارض اور اگر ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نہ دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل میں اختلاف ہوا اور ایک طرف
دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہوگی ولو شہدا بالقتل وقالا جہلنا آلتہ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین [illegible] لہ
استحسانا حملا علی الادنی وہو الدیۃ وکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انھوں نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار
معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنے کے سبب سے اور موجبات قتل میں کمتر تو دیت ہی ہے اور دیت
قاتل کے مال میں واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل میں فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے نہ خطا اور قیاس یہاں یہ تھا کہ شہادت مقبول نہ ہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے
لیکن بدلیل استحسان ادنیٰ موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اسپر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انھوں نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً
مستحب ہے کوشش کی وان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعا لہ قتلہما عملا باقرارہما اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد نے
یہ اقرار کیا کہ میں نے اسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے انکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے
ولو کان مکان الاقرار والمسئلۃ بحالہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاہد یبطل شہادتہ اما فسق المقر لا یبطل الاقرار
اور اگر مسئلہ سابقہ میں بجائے اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہوں کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہوں کا اور گواہ کا فاسق
ہونا اسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اسکے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولی فی صورۃ الاقرار لکلیہما
صدقتما لیس لہ ان یقتل واحدا منہما لان تصدیقہ بانفراد کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتماہ لانہ دعوے

القتل بلا تصدیق فیقتلہما باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے تو دونوں صادق ہوئے اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقروں میں سے ایک
مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنیکی اقرار میں اسکا کہ دوسرے نے اسکا قتل نہیں کیا یعنی درحقیقت دونوں کی تکذیب ٹھہرا
یعنی اس قول کے جو وارث نے کہا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہے اسواسطے کہ دونوں قول قتل کا دعوی ہے بدون تصدیق کے تو مشہور ہے کہ وارث دونوں کو قتل کریگا
انکا اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ علی آخر انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ کان للولی قتل المقر دون
المشہود علیہ لان فیہ تکذیبا للبعض موجبہ کالمقر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اسکو
قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اس میں بعض موجب مشہود بہ کی
تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہے موجب مشہود بہ انفراد ہے یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہے کہ بجز مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشتراک کا
قائل ہے تو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفراد میں اور تکذیب تفسیق ہے شاہدوں کی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی للاخیر المقرین صدقت انت قتلتہ
وحدک کان لہ قتلہ لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنیوالے سے کہا کہ تو نے سچ کہا تو ہی نے
اسکو تنہا قتل کیا ہے تو وارث کو اس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ فقط اسی مقر کو پیشہ قتل اجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہے باہم سچا اتفاق
کما لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ شہود علیہ وانما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دونوں میں سے ایک مشہود علیہ
سے کہا تو وارث کو اس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ اسنے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اسنے تو دیگر گواہوں کی تکذیب کی وکذا الحکم
فی کل ما ذکرہ الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور میں الیسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن عمد میں قتل واجب ہوتا تھا اور
خطا میں دیت واجب ہوگی شہدا علی رجل بقتلہ خطاء وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الولی لظہور الدیۃ بلا حق او الشہود
ورجعوا الی المشہود علیہ علی الولی لتملکہم المضمون الذی ہو البدل دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے
مددگاروں پر حکم ہو گیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لیں گے اسواسطے
کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں سے تاوان لیں اور گواہ وارث سے پھیر لیں اسواسطے کہ گواہ مال کے گئے دیت کا اس مال مضمون کے جو وارث کے پاس
ہیں ہر و الشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا الحکم کالخطاء فاذا جاء حیا یخیر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی
الولی لانہم ادعوا القود وہو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہے پھر جبکہ مقتول مفروض
زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہیں کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا
برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اسلیے کہ گواہوں نے وارث کیلیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور وہ
قصاص مال نہیں اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند ہم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا قصاص اسواسطے کہ
حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہو گیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء او العمد ثم جاء حیا او شہدا علی
شہادۃ غیرہما فی الخطاء وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الولی الدیۃ فی الصورتین لانہ قبلہ
اذ ظہر انہ اخذہا منہم بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے اور شاہدوں
کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا فی الطحاوی پھر وہ شخص
زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اسواسطے کہ گواہی میں انکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت

یہ کتاب ہی اقسام دیت کے مسائل مین الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونبہا
اصطلاح شرع مین اس مال کا نام ہی جو جان کا بدلا ہی اور یہ نہین ہی کہ دیت مصدر ہی بمعنی مفعول ہو اسیلئے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہی یعنی اطلاق دیت کا مال
پر حقیقت عرفی ہی فقہا کے نزدیک ہم لغت مین دیت مصدر ہی مانند عدت کے وزن و تعلیل مین عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہی اور مال کے عوض کا نام قیمت
ہی والارش اسم للواجب فیما دون النفس ارش اس مال کا نام ہی جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور کبھی نفس کو بھی ارش بولتے ہین لیکن استعمال اکثری یہی ہی جو شارح
نے بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعا من بنت مخاض و بنت لبون و حقۃ الی جذعۃ یا دو خال الغایۃ اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہین چار
قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دوسالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وہی الدیۃ المغلظۃ لا غیر اور یہی دیت مغلظہ ہی سوا
اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہین شرنبلالیہ مین ہی کہ اگر اونٹون کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا ولاتۃ
فی الخطاء اخماسا منہا و من ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہین پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ
اور ۲۰ دوسالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرۃ آلاف درہم من الورق یا
دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہین سونے کے یا دس ہزار درہم ہین چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہی خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد مین اختیار نہین
وقال الشافعی رح اثنا عشر الفا اور امام شافعی رح نے کہا کہ بارہ ہزار درم دیت ہی وقالا منہا و من البقر مائتا بقرۃ و من الغنم الفا شاۃ و من الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ
ثوبان ازار و رداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گاے بیل سے دو سو دیت ہی اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار
بکریان اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے مین دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہی جوڑے کے اندازے مین اور بعضون نے کہا
کہ ہمارے زمانے مین جوڑ قمیص اور سراویل ہی یعنی کرتا اور پاجامہ برہان مین ہی کہ قیمت ہر گاے بیل کی ۵۰ دراہم ہین اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت ہی اور
ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہی وکفارتہما ای الخطاء و شبہ العمد عتق قن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا اطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر
توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہی پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے درپے روزہ رکھے
اور ان دونون کے کفارہ مین ۶۰ مساکین کا کھانا دینا جائز نہین اسواسطے کہ نص قرآنی اسمین وارد نہین ہی اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہین یعنی نص شارع
اندازہ ثابت ہوتا ہی اسمین قیاس مجتہد کو مطلقا دخل نہین وصح اعتاق رضیع احد ابویہ لانہ مسلم تبعا لا الجنین اور صحیح ہی آزاد کرنا اس غلام شیرخوار کا
جسکا باپ یا ماں مسلمان ہی اسواسطے کہ وہ مسلمان ہی باپ یا ماں کا ساتھ دیکر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ مین صحیح نہین ودیۃ المرأۃ علی
النصف من دیۃ الرجل فی دیۃ النفس و ما دونہا روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا و مرفوعا اور عورت کی دیت نصف نصف پر ہی مرد کی
دیت سے جان کی دیت مین بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت مین بھی یہ مروی ہی علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم روایت موقوف سنن
بیہقی مین ہی عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس و فیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی مین ہی
عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ
سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لا دیۃ فی المستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر مطیع الاسلام
اور مستامن یعنی جو کافر حربی دارالاسلام مین آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت مین برابر ہین برخلاف شافعی کے اور جوہرہ مین اسکی تصحیح کی ہی کہ مستامن مین دیت
نہین ہی اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہی لیکن اختیار مین ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہی اور اسی قول کو صحیح کہا ہی زیلعی نے فی النفس
خبر المبتدأ وہو قولہ الا فی الدیۃ اور جان مین یعنی جان کے قتل خطا مین دیت ہی شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اسکی جمیع معطوفات خبر ہین آگلی مبتدا کی

یعنی دیت کی و الانف و مارنہ و ارنبتہ وقیل سنے ارنبہ حکومتہ عدل علی الصحیح اور ناک مین اور ناک کے نرم نتھنون مین اور ناک کی نوک قطع کرڈالنے مین پوری
دیت ہی اور بعضون نے کہا کہ سرینی کے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی بنا بر قول صحیح کے و الذکر و حشفتہ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کرڈالنے
مین پوری دیت واجب ہی ہم قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت مین حدیث ثابت ہی اور باقی اعضا کا انپر قیاس ہی مبسوط مین ہی کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ انسان
کے اعضا مین سے اگر عضو مفرد ہی تو اسمین کامل دیت ہی اور اگر دو عضو ہین تو دونو کے قطع مین پوری دیت ہی اور ایک کے قطع مین نصف دیت ہی اور اگر چار عضو ہین تو
چارون کے قطع مین پوری دیت ہی اور ایک کے قطع مین چوتھائی دیت ہی اور اگر آدمی مین دس عضو ہین چنانچہ ہاتھ کی دسون انگلیان تو سبکے قطع مین پوری دیت ہی
اور ایک کے قطع سے دسوان حصہ دیت کا واجب ہی کذا فی العینی و العقل و الشم و الذوق و السمع و البصر و اللسان ان منع النطق او ادان فی لسان الاخرس
حکومتہ عدل جوہرہ و ہذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور سونگھنے اور چکھنے اور دیکھنے مین اور قطع زبان مین دیت ہی بشرطیکہ قطع زبان بولنے
کا مانع ہوگیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کرڈالنے مین دیت نہین حکومت عدل ہی کذا فی الجوہرۃ اور یہ
عبارت مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہی تو آگاہ رہیو ہم قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہوجاوے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال
زائل ہوجاوے تو پوری دیت واجب ہی کیونکہ منفعت اور جمال مین کمال کی قید ہی اسلئے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے مین جیسا کہ گونگے کی قطع زبان مین پوری دیت
واجب نہین اسلیے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہین ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل مین اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤن کے قطع مین
اور چشم کور اور دندان سیاہ مین نہ قصاص واجب ہی نہ کچھ خونبہا خطا مین بلکہ اسمین حکومت عدل ہی ابن ابی شیبہ کے مصنف مین روایت ہی کہ ایک مرد نے دوسرے
مرد کے سر مین پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مین تو اسکا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہین کرسکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے
چار دیتون کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والا قسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء الثمانیۃ و العشرین او حروف اللسان الستۃ عشر
تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ و ذخیرہ یا پوری دیت قطع زبان مین اس وقت ہی جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہو
اور اگر حروف ادا ہوتے ہون اور بعض ادا ہوتے ہون تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہوگی
اسمین دونون قولون کی تصحیح ثابت ہی سو جسقدر کہ دیت فوت ہوجانیوالے حروف کو پہونچیگی اسیقدر جانی کو لازم ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ و ذخیرہ مین مذکور ہی
ہم منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہی قول صحیح یہ ہی کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہی اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہی تو
ثلث یا ربع دیت واجب ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ علی مرتضی کے زمانہ مین ایک شخص نے دوسرے کی قدرے زبان کاٹ ڈالی تھی سو اس سے حروف پڑھائے گئے جو حروف اس سے
نہ نکل سکے اسیقدر دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حروف یہ ہین ت ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی و اللحیۃ
حلقت فلم تنبت اور اس داڑھی مین جو مونڈھی گئی پھر اسکے بال نہ جمے پوری دیت ہی ہم اسوقت کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہی اور عورت
کی داڑھی مونڈنے مین کچھ دیت نہین اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہی و یؤجل سنۃ فان مات فیہا بری اور وجوب دیت مین سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہی پھر اگر وہ شخص سال
بھر مین مرگیا تو مونڈنے والا داڑھی کا بری الذمہ ہوگیا دیت کے دینے سے و فی نصفہا نصف الدیۃ و فیما دونہ حکومتہ عدل کشارب و لحیۃ عبد فی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے
مین آدھی دیت ہی اور آدھی سے کم مونڈنے مین حکومت عدل ہی جیسے مونچھ مین اور غلام کی داڑھی مونڈنے مین حکومت عدل واجب ہی قول صحیح مین و لا شئ فی لحیۃ کوسج
علی ذقنہ شعرات معدودۃ و لو علی خدہ ایضا و لکنہ غیر متصل فحکومتہ عدل و لو متصلا ففکل الدیۃ اور کچھ لازم نہین اس کوسے کی داڑھی مونڈنے مین جسکی
ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہین اور اگر اسکے رخسارون پر بھی بال ہون ولیکن متصل نہون تو اسمین حکومت عدل ہی اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہون تو پوری
دیت واجب ہی و شعر الراس کذلک ای اذا حلق و لم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ و عند الشافعی فیہا حکومتہ عدل اور سر کے بالون کا یہی حکم ہی یعنی جبکہ

سر کے بال پر ویسی ہی زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جمین تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے
نزدیک اسمین حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقاً ولو مات قبل تمام السنۃ ولم ینبت فلا شی علیہ لشعر صدر وساعد وساق اور معلوم کرو کہ بالون
مین مطلقاً قصاص نہین اگرچہ جنایت عمداً ہوا اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سوا اسے تعزیر کے
کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین وفی العینین والشفتین والحاجبین والرجلین والاذنین والانثیین ا سے
والخصیتین وثدیی المرأۃ وحلمتیہا والالیتین اذا استاصلہا والا فحکومۃ عدل اور دونو آنکھون اور دونون ہونٹھون اور دونون بھوون اور دونون پاؤن اور
دونون کانون اور دونون فوطون اور عورتون کی دونون چھاتیون اور چھاتیون کی دونون گھنڈیون مین اور دونون چوتڑون مین پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑون
کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمین حکومت عدل واجب ہے وکذا فرج المرأۃ من الجانبین الدیۃ وفی ثدی الرجل حکومۃ عدل اور اسی طرح عورت
کی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے مین حکومت عدل ہے ہم قطع شرمگاہ عورت مین استیصال شرط ہے کہ
ہڈی تک پہونچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ اور ان دوہری
چیزون مین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھون یا ایک پاؤن یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان
یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے مین نصف دیت ہے وفی اشفار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم الشین وقد تفتح الجفن والہدب الدیۃ اذا
قلعہا ولم تنبت اور آنکھ کے چارون پلکون مین کے بالون مین پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھیڑے اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع
ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اسکا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالون سے ہم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالون پر مجاز ہے اور
دونون مین سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اسلیے کہ پلکون اور انکے بالون مین پوری دیت ہے کیونکہ دونون مین آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے وفی
احدہا ربعہا اور ایک پلک مین چوتھائی دیت واجب ہے ہم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونون آنکھون مین چار پلکین ہین ولو قطع الجفون
باشفارہا فدیۃ واحدۃ لانہا کشی واحد اور اگر قطع ہون پلکین اپنے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور انکے بال ایک چیز کے مانند ہین ہم
شارح کو یون کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد ان فی کل دیۃ کاملۃ جفنا او شعرا اور جس پلک پر
جسپر بال نہین حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اسکے بال ہم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان مین یون ہے کہ جس
پلک مین بال نہین اسمین حکومت عدل مجھکو معلوم نہین کہ سوا اسے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ مین بجائے شعرہ کے شفرۃ بالفا ہے
وفی کل اصبع من اصابع الیدین والرجلین عشرہا اور دونون ہاتھون اور دونون پاؤن کی انگلیون مین سے ہر انگلی مین دیت کا دسوان
حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ہم ابوداود اور نسائی مین ابوموسی اشعری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ انگلیان برابر ہین ہر انگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی وما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیۃ الاصبع ونصفہا ای نصف دیۃ الاصبع
لو فیہا مفصلان کالابہام اور جس انگلی مین مفاصل اور جوڑ تین ہین تو ایک مفصل کے قطع مین انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف
دیت ہے اگر انگلی مین دو جوڑ ہین چنانچہ انگوٹھے مین ہ وفی کل سن یعنی من الرجل اذ دیۃ سن المرأۃ نصف دیۃ الرجل جوہرہ خمس من الابل
او خمسون دیناراً او خمس مائۃ درہم اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد
ہے اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ
لو حرا ونصف عشر قیمتہ لو عبدا اور دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہے تو اسکی دیت کے دسوین کا

یعنی ارتفاع کی تلفی نہیں ہوسکتی واللہ اعلم وہیجی بالرا بعتقد فالحمر فی اواخر بیا الفصل اور اس فصل ابھی فصل شجاج کے اخیر میں مسئلہ آویگا کہ اگر عضو کو چیکا یا پھر گوشت جم گیا۔

## فصل فی الشجاج

یہ فصل ہے شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون بالوجہ والراس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پہ ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ محمدقی کہا کہ حاصل صحیح پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت طول شجہ نہیں اسواسطے کہ وجہ اور راس اکثر کشوف رہتے ہیں تو انکے زخم بدن میں نہایت عیب اور بدنمائی ہو وما یکون لغیر ہما فجراحۃ ای لتمی جراحۃ وفیہا حکومۃ عدل مجتبی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ مسمی بجراحت ہے اور اسمیں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المجتبی والمسکین وہی ای الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمہملات وہی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحاء مہملہ ورا مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمیں کھال مخدوش ہو جاوے یعنی چھل جاوے ہندی میں اسکو کھرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جسمیں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جاوے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کر دیوے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے یعنے جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاوے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دیوے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دیوے اسکے توڑنے کے بعد یعنے ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دیوے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچ جاوے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنے بھیجا وبعدہا الدامغۃ بغین معجمۃ وہی التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد للموت بعدہا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلم بالاستقرار بحسب الآثار انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھویں جراحت دامغہ ہے بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکالدے اور دامغہ کو محمد نے ذکر نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے وتجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو غیر اصلع والا ففیہا حکومۃ عدل لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے ہم جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زیلعی میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہے تا حلق کے اوپر انتہی اور راجح ولواج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچے جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاوے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاہا لانہا اذا نفذت

۱۲ اور ایک نسخہ میں عین مہملہ سے ہے یعنے جو دماغ تک پہونچ کر دماغ کو ۱۲

عبارت جائفتین فیجب فی کل ثلثہا پھر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنے پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیان واجب ہین اسواسطے کہ جب جائفہ وار پار ہوگیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ مین تہائی دیت کی واجب ہوگی **وفی الحارصة والدامعة والدامية والباضعة والمتلاحمة والسمحاق حكومة عدل اذ ليس فيها ارش مقدر من جهة السمع ولا يمكن اهدارها فوجب فيها** حکومة عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین دیت نہین حکومت عدل ہی اسواسطے کہ ان زخمون مین کچھ دیت مقرر نہین ہو من جہة السمع یعنے شارع کی جانب سے اور انکا رایگان چھوڑنا بھی ممکن نہین ہی تو انمین حکومت عدل واجب ہوئی ہم مصنف عبدالرزاق مین ابراہیم نخعی سے مروی ہی کہ مادون موضحہ مین حکومت عدل واجب ہی کذا فی العینی وهي اى حكومة العدل ان ينظر كم مقدار هذه الشجة من الموضحة فيجب بقدر ذلك من نصف عشر الدية قاله الكرخي وصححه شيخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہی کہ نظر اور تامل کیا جاے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہو موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسوان حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہی کرخی کا اور تصحیح کی ہی اس قول کی شیخ الاسلام نے ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعا اقل ثابت ہو شجاج سے لہذا اسکو منصوص علیہ ٹھہرایا چند کی مقدار کی توضیح یہ ہی کہ مثلاً باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہی تو اگر اسکی مقدار ثلث ہی موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہو تو ربع دیت واجب ہوگی وعلی ہذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہی کہ اس رجوع ہی منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقيل قائله الطحاوي يقوم المشجوج عبدا بلا هذا الاثر ثم معه فقدر التفاوت بين القيمتين في الحر من الدية وفي العبد من القيمة فان نقص الحر عشر قيمته اخذ عشر ديته وكذا في النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر مین دوسرا قول طحاوی کا یہ ہی کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کی جاے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کی جاے پھر بقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اسی قدر آزاد مین اسکی دیت سے لیا جاے اور غلام مین قیمت سے تو اگر قیمت سے دسوان حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسوان لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث مین یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہی اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہی هو اي هذا التفاوت هي اي حكومة العدل به يفتى كما في الوقاية والنقاية والملتقى والدرر والخانية وغيرها وجزم به في المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین جو کہا حکومت عدل ہی اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہی چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا مین ہی اور مجمع مین اسی قول پر یقین کیا ہی ہم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہی اور یہی قول ہی آئمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہی اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفي الخلاصة انما يستقيم قول الكرخي لو الجناية في وجه وراس فيفتى به ولو في غيرهما او تعسر على المفتي يفتى بقول الطحاوي مطلقا لانه ايسر انتهى ونحوه في الجوهرة بزيادة اور خلاصہ مین ہی کہ کرخی کا قول تو خاص اسی صورت مین مستقیم ہی جبکہ جنایت چہرہ اور سر مین ہو تو اسوقت مین کرخی کے قول پہ فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقا اگرچہ جراحت چہرہ اور سر مین ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہی انتہی مافی الخلاصة اور اسی کے مانند جوہرہ مین ہی زیادت بیان کے ساتھ وقيل تفسير الحكومة هو ما يحتاج اليه من النفقة واجرة الطبيب والادوية الى ان يبرأ اور بعضون نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہی کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک ہم طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہین ہی ولا قصاص في جميع الشجاج الا في الموضحة عمدا اور قصاص نہین جمیع شجاج مین مگر موضحہ عمداً مین ہم شجاج مافوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ مین بالاتفاق قصاص نہین اور مادون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص مین اختلاف ہی جو عنقریب مذکور ہوگا وما لا قود فيه يستوي العمد والخطاء فيه اور جن شجاج مین قصاص نہین اسمین عمد اور خطا دونون برابر ہین یعنے تو وہان عمد مین وہ واجب ہی جو خطا مین واجب ہی کذا

في الطحاوي عن المحيط لكن ظاهر المذهب وجوب القصاص فيما قبل الموضحة ايضا ذكره محمد في الاصل وهو الاصح درر ومجتبى وابن الكمال وغيرها لامكان
المساواة بان يسبر غورها بمسبار ثم تتخذ حديدة بقدره فيقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہی ان شجاج مین بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور
ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین یہ ذکر کیا ہی محمد بن حسن نے اصل یعنی مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب
قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہی کذا فی الدرر والمجتبی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ مین برابری کرنا ممکن ہی اسطرح پر کہ زخمون کا عمق اور گہراؤ
امتحان کیا جاسے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چھری بناے بقدر اسکے پھر اتنا قطع کیا جاوے مم کافی مین ہی کہ یہی قول صحیح ہی بدلیل ظاہر قرآن و
الجروح قصاص یعنی زخمون مین قصاص ہی اور اعتبار مساوات کا ممکن ہی کذا فی العینی واستثنى في الشرنبلالية السمحاق فلا قود فيه اجماعا كما لا قود فيما بعدها كالهاشمة
والمنقلة بالاجماع وعزاه للجوهرة فليحفظ اور شرنبلالیہ مین سمحاق کو مستثنی کیا ہی تو اسمین بالاتفاق قصاص نہین جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ
مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال في المجتبى ولا قود في جلد راس و
بدن ولحم خد وبطن وظهر پھر اسی مجتبی مین کہا اور قصاص نہین سر اور بدن کی کھال مین اور رخسارا اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت مین مم شاید کہ قول
غیر ظاہر الروایۃ ہی یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہی کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہین انمین حکومت
عدل ہی جبکہ ہڈی کٹ جاے یا ٹوٹ جاے بشرط بقا اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک اسمین کچھ نہین اور محمد کے نزدیک تا حصول
صحت قیمت مفتاد کی لازم ہی کذا فی الطحاوی ولا في لطمة ووكزة ووجاءة اور نہ قصاص ہی طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضربہ مین مم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم
نہین وفي سلخ جلد الوجه كمال الدية اور چہرہ کی کھال اکھاڑنے مین پوری دیت ہی وفي كل اصابع اليد الواحدة نصف دية ولو مع الكف لانه
تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیون کے قطع مین نصف دیت ہی اگرچہ پانچون انگلیان ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیون کے تابع ہی
مم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہی ومع نصف ساعد نصف دية للكف وحكومة عدل لنصف الساعد وكذا الساق اور ایک ہاتھ
کے قطع اصابع مین نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہی ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہی نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہی
پنڈلی کا یعنے اگر پاؤن کی انگلیان آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہی اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہی وفي
قطع كف وفيها اصبع او اصبعان عشرها او خمسها لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع مین جسمین ایک انگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا
یا پانچوان حصہ دیت کا واجب ہی شارح نے کہا یہ لف نشر مرتب ہی یعنی ایک انگلی مین دسوان حصہ ہی اور دو انگلیون مین پانچوان حصہ ولا شئ في
الكف عند ابي حنيفة رحمة الله تعالى عليه كما لو كان في الكف ثلث اصابع فانه لا شئ في الكف بالاجماع اذ للاكثر حكم الكل اور کچھ واجب نہین قطع
کف مین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف مین تین انگلیان ہون تو قطع کف مین کچھ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے
کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی مم یعنی جسطرح کف مین کچھ واجب نہین جبکہ پانچون انگلیان قطع ہون تو اسی طرح تین انگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا
کچھ نہین ہی اور یہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہی اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہی
كذا في الطحطاوي وفي جواهر الفتاوى ضرب يد رجل وبرى الا انه لا تصل يده الى قفاه فبقدر النقصان يؤخذ من جملة الدية ان نقص الثلثان
فثلثا الدية وهكذا واقره المصنف اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہوگیا مگر یہ کہ اسکا ہاتھ گردن کے نیچے
نہین پہونچتا تو بقدر نقصان وصول کے پوری دیت سے لیا جاویگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور
نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی رد نہین کیا ہی ولو قطع مفصلا من الاصبع فثلث الباقي او قطع الاصابع فثلث

الکف لزم دیۃ المقطوع فقط وسقط القصاص فافہم وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالیۃ وجہی تنقا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کیں سو تہیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ قول درر کے مخالف ہو ایسا بیان کیا ہو شرنبلالی نے اور آگے متن میں آویگا اور نہایہ میں شرح طحطاوی سے اجماعی مسئلہ یوں مذکور ہو کہ جو عضو شل ہوگیا اسکی دیت واجب ہو اگر وہ انگلی ہو تو انگلی کی دیت ہو اور اگر کف ہو تو کف کی دیت ہو اور زیلعی میں ہو کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہو اور اگر لایق انتفاع ہو تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہو اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدۃ وعین الصبی وذکرہ ولسانہ ان لم یعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور چھوٹے بچے کی آنکھ اور آلہ تناسل اور اسکی زبان میں حکومت عدل ہو اگر صحت وسلامتی اسکی معلوم نہو آنکھ میں نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں بولنے سے ہم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پھر جب کہ وہ منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحۃ فکالبالغ فی خطاء او عمد اذا ثبت ببینۃ او باقرار الجانی وان انکر وقال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل جوہرہ پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہو خطا یا عمد میں جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے میں اسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہو کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحۃ اذہبت عقلہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل اسکی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل میں مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اسکا ہاتھ خشک ہو گیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو جاویگی ہم عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہو اس واسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو گویا وہ مردہ ہو گیا کذا فی النہر وان ذہب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہوگی سو واسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہو ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہو گئے تو ایک دوسرے میں داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی ولا قود وان ذہبت عینا بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے کہ صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت ہو ولا بقطع اصبع شلت جارۃ خلافا لہما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک اول میں قصاص ہو اور دوسری میں دیت ہو کذا فی الطحطاوی ولا باصبع قطع مفصلہا الاعلی فشل ما بقی بل الاصح ما بقی بل دیۃ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہوگئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہو ہم یہ وہ مسئلہ ہو جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا ولا قود بکسر نصف سن اسود او اصفر او احمر باقیہا بعد کسرہا بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا فلو ما یری حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا والا فحکومۃ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شیٔ فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہو گیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جب کہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاسے اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہو اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہو کذا فی الزیلعی تو درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہو تو اسمیں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہو ہم خلل یہ ہو کہ اسمیں نفی مطلق مذکور ہو حالانکہ ایسا نہیں ہو

بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہی بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہو گا صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی
محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الآخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جداگانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پانوں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی
مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کردے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاوے تو ایک کی دیت دوسرے کے
قصاص کی مانع ہے ہم زیلعی میں ہے کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہو گا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور
صاحبین کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ثم یجب الارش علی من
اقاد سنہ بعد مضی حول ثم نبتت بعد ذلک لتبین الخطاء حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جس نے اپنے دانت کا قصاص لیا سال
گذرنے کے بعد پھر بعد اسکے اسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں اس وقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہ کے
سبب سے یعنے شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی والبنایۃ فی القصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر
الذی لا یرجی نباتہ لا یؤجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بالنقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ لکبیر الی سنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی
میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہلگیا
لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اسمیں تاجیل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور گاہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اس قول سے
جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ کی اسکے چنگے ہو جانے کے واسطے ہے تاجیل ایکسال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں
نادر الوقوع ہے ہم وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل بال پر خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اس سے تاجیل للصحۃ ہے لیکن بتعبیر بلفظ صحیح اسکے مفید ہے کہ سال کی
تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریہ میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایکسال انتظار نکرنا چاہیے مگر محمد کی روایت میں اور صحیح پہلا
قول ہے انتہی اور ندرت ثابت کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردت الی ردہا صاحبہا الی
مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا اسو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھ دیا اور اسپر
گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتہا الاولی فی
المنفعۃ والجمال لا شیء علیہ کما لو نبتت اور نہایۃ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانے پر کچھ واجب
نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسیطرح
کان جبکہ اسکو قطع کے بعد چپکایا یعنے ٹانکے دیکر سو گوشت سے جمگیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت
السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما مگر یہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم اٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط
ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت
ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت
ٹیڑھا جاتا تو اسمیں حکومت عدل ہے ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیء فی ظفر
نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جس طرح کہ پہلے تھا اور اگر قطع کے بعد ناخن دجا تو اسمیں حکومت عدل ہے اسلئے کہ شرع میں اسکی
دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار والتحم شجۃ والتحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لا شیء فیہ یا سر کا زخم بھر کر چنگا ہو گیا

یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہوگیا اور اسکا نشان باقی نہ رہا تو اسمین کچھ دیت نہین ہم اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور
زوال نفع ہی سو چنگے ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہین جیسے ضرب دردناک غیر فاحش مین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہین
ان التعزیر مین حاکم کو اختیار ہی وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ الی ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء
اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہی یعنی حکومت عدل ہی اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لاحق ہوا ہی صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا
کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لا خلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ
قلت وقدمنا نحوہ عن المجتبی اذا کرہنا عنہ اور انہین قنیہ اور طحاوی کی شرح مین ہی ابو یوسف کے قول یعنی خونبہاے درد کی تفسیر اجرت طبیب
اور دوا ات واقع ہوئی ہی تو موجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول مین مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ
اسکو ہم پہلے ذکر کرچکے ہین مجتبی سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین ذکر کی ہین سو خبردار رہو ہم دو روایتون
ایک روایت محمد کے موافق ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے شارح نے بلفظ تنبیہ
اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر جو ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہوسکتی ہی کذا فی الطحاوی ولا یقاد بجرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی
اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا اگر اسکے چنگے ہوجانے کے بعد برخلاف شافعی کے کہ مسند احمد اور دار قطنی مین حدیث مروی ہی کہ آنحضرت علیہ
الصلاۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہوجاے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ جراحات مین انجام کا معتبر ہی شاید کہ زخم کی شدت سے
زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہوسکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطأ بخلاف السکران
والمغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بدفہم اور بیہوش کا عمد خطا ہی برخلاف مست اور غشی والے کے کہ انکا عمد خطا نہین وہ علی عاقلتہ الدیۃ ان
بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین انکے مددگارون پر دیت ہی اگر دیت بیسوین حصہ
تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین
دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہی نہ میراث مقتول سے محروم
ہونا برخلاف شافعی کے کہ کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہی اور صغیر اور مجنون لایق عقوبت کے
نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا درمختار فیما علقتہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا
کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری تعلیق کی شرح مین ہی جیسے ضرب سن صبی فانتزعہا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم تنبت ففیہ
عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اسکو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے
بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اسکے مددگارون پر دیت ہی اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہی تو خود اسکے مال مین دیت ہی اور ہم
مجنون کے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین مہمۃ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملہا العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتاتارخانیۃ
حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جاے کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنی خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ
تنویر البصائر مین ہی منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل فی الجنین

فصل فی الجنین یہ فصل ہی بچہ پیٹ کی کے مسائل مین جنین اس بچہ کا نام ہی جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہی ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل فخرج
الامۃ والبہیمۃ وستجیٔ حکمہما قلت بل للاشارۃ حریۃ الجنین دون امہ کامۃ علقت من سیدہا او من المغرور بہ الغرۃ علی العاقلۃ درر عن الزیلعی فالحب

من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا حکم
آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ ہی کا آزاد ہونا شرط ہو نہ اسکی مان کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب دہ سے حاملہ ہوئی تو اسکے بچہ مرجانے مین غرہ
یعنی دیت ہو قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہو کہ اُسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا
ہو یہان اُسکے مخالفت بیان کیون کیا مضربتہ مثال ہو نہ قید تو یہی حکم ہو ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہو کہ ضرب جنین کی شرط ہو کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او
مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر اولہ ہذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی
یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہو شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہو اول شہر سے اور یہ
دیت جسکا غرہ نام ہو اول مقادیر دیات سے ہو مصنف شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجمہ و تشدید را عبارت ہو عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی
کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط مین ہو کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمین غلام کا دینا واجب ہو اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق
مذکور ہو کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل او الجنین ذکرا او عشر دیۃ المرأۃ لو انثیٰ وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہو دیت کے بیسوین حصہ سے یعنی مرد کی
دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ہم مرد کی دیت دس ہزار درم ہو تو اُسکا بیسوان حصہ
پانسو درم ہو اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہو تو اُسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ کذا فعلہ
صلے اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور امام شافعیؒ نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہین اور
امام مالکؒ نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہو اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو معجم طبرانی مین حدیث طویل سے مروی ہو غرہ عبد او امۃ او خمسمائۃ او
صحیحین مین ابی بکرہ سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین مین غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اسمین ۵۰۰ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن
مسیب سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جنین مین جو اپنی مان کے پیٹ مین مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہو ضارب پر
وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما قررنا ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اُسکی مرگئی تو ماں مین دیت
واجب ہو اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ فعل متعدد ہو جاتا ہو اپنے اثر کے تعدد سے ہم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا سو اُس سے پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا
تو تیر انداز پر دو دیتین واجب ہین اگر دونون فعل از راہ خطا ہین اور اگر اول عمد ہو تو قصاص اور دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی وصرح بالذخیرۃ تتعدد الغرۃ لو جنینین
فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تتعدد الدیۃ لم ارہ فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہو کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہون یا زیادہ انتہیٰ ما فی الذخیرہ مین
کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہو اور مین نے اُسکو مصرح نہین دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ہم جوہرہ مین ہو کہ اگر حاملہ دو جنین
گرادے تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک زندہ نکلکر مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہو ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں
کی دیت واجب ہو اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقت میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی
غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مرگئی اور اُسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہو ہم امام اعظم کی دلیل یہ ہو
کہ ظاہر ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہو کیونکہ اُسکا جینا اُسکے جینے سے ہو اور اُسکا دم لینا اُسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اُسکی ماں کی موت سے ثابت ہوتی ہو اور
یہ احتمال بھی ہو کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہین ہوتا وان علقتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان کما اذا اعلقتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت
نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین چنانچہ اُس صورت مین دو دیتین واجب ہین جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون

مر گئے تو ما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ ویرث منہ امہ اور جنین مین جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہی وہ موروث ہی یعنی جنین کے وارث اسکو بطور
میراث کے پاوینگے اور اُسکی مان اُسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأتہ فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرۃ ولا یرث
منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث نپاویگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اُسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی
عاقلہ پر غرہ ہی اور باپ اُسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہی یعنی قاتل ہی ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہین نص سے
وفی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمتہ لو انثی لما تقرر ان دیۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر مین اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ
واجب ہی اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسوان حصہ واجب ہی اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ مملوک کی دیت اُسکی قیمت ہی اور تعیین قیمت جنین کا طریقہ
یہ ہی کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اُسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اُسکی بازار مین کتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسوان یا دسوان حصہ واجب
ہوگا کذا فی العینی یہان سوال ہوتا ہی کہ لازم آتا ہی کہ جو واجب ہی مونث مین وہ زیادہ تر ہو مذکر واجب سے اسواسطے کہ دہم اکثر ہو بیستم سے اسکا جواب شارح نے اپنے اسکے قول مین
دیا ولا یلزم زیادۃ الانثی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہین آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالباً یعنی اسواسطے کہ عادت مین غلام کی قیمت
زیادہ ہوتی ہی لونڈی سے مثلاً اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اُسکے ہمصورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہی تو بیسوان حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسوین حصہ
سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ اذا لم یکن الوقوف علی کونہ ذکرا او انثی فلا شئ علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت مین اشارہ ہی اسطرف
کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہین ہم طحاوی نے کہا کہ اسمین شارح تابع ہوگیا ہی قہستانی کا اور شرح نقایہ مین یون مذکور ہی
کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثیٰ مشکل کے مانند انتہی یعنی ذخیرہ سے منقول ہی کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو
تو متیقن ماخوذ ہی خنثیٰ مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے خنثیٰ مشکل کو ازراہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہی اسیطرح یہان یقینی امر پر عمل لینا چاہیے انتہی کلام طحاوی والقی بلا راس
لا یجب انما یجب القیمۃ اذا نفخ فیہ الروح والنفخ من بعد الراس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرا دیا گیا بدون سر کے تو اسمین کچھ واجب نہین اسواسطے کہ
قیمت تو اُسی صورت مین واجب ہوتی ہی جبکہ جنین مین روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہین کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب للامۃ حالا
جنین مملوک مین اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ یا دسوان حصہ اُس شخص کے مال مین واجب ہی فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ہو ضارب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت
مملوک کی واجب نہین اور اس مال کا مالک ہی نہ لونڈی کا مالک لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وقد نقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الجنین لا نقصانہا لو القیمۃ
وفا ربہ والا فعلیہ اتمام ذلک جنینیہ اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہی نہ لونڈی
کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہوسکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اُسکا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبی
مثلاً لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہی یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہین اور اگر
جنین کی قیمت ۲۵ درم ہی تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے
جنین مین لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہی جیسے جانور کے نقصان مین جانور کا نقصان معتبر ہی نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر
الشریعۃ والاصح انہا للمولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین مین اُسکی مان کی قیمت کا دسوان حصہ واجب ہی کذا فی صدر الشریعہ اور یہ تو مخفی نہین ہی کہ قیمت تو
مالک جاریہ کی ہی فان حررہ ای الجنین سیدہ بعد ضربہ ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولی لا دیتہ وان مات بعد العتق لان المعتبر
حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو اُسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مرگیا تو اسمین بچہ زندہ کی قیمت مالک کے
واسطے ہی نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہی یعنی قتل اسکا ضرب سابق سے ہی اور وقوع ضرب حالت رقیت مین ہوا تھا

كذا في صدر الشريعة وعند الثلاثة تجب قيمته وهو رواية عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا كفارة في الجنين عندنا وجوبا بل ندبا زيلعي ان وقع ميتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا في الزيلعي مع نفي وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اسکے غیر تک متعدی نہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایہ وشروحها وان خرج حيا فمات ففيه الكفارة كذا صحح به في الحاوي القدسي وهو مفهوم من كلامهم لتصريحهم بوجوب الدية حينئذ فتجب الكفارة فيه مما لا يخفى فليحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر مرگیا اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنے زندہ کرنیمیں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے درصورت زندگی جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنے اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقه كظفر وشعر كتام فيما ذكر من الاحكام وعدة ونفاس كما مر في بابه اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرة عاقلة امرأة حرة في سنة واحدة وان لم يكن لها عاقلة ففي مالها في سنة ايضا صدر الشريعة ولم تأثم ما لم يستبن بعض خلقه ومر في الحظر نظما اسقطته ميتا عمدا بدواء او فعل كضربها بطنها بلا اذن زوجها اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کردیا عمدا بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مارنے کے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کذا فی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہو چکا ہم شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہان کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ تب نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضا بدن ظاہر ہون پھر شارح یون کہتا اور اگر بعض اعضا بدن ظاہر نہوئے ہون تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن او لم تتعمد لا غرة لعدم التعدي پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونون صورتمین عورت کا کچھ قصور نہیں ہم زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں وتمامه في حاشية الطحطاوي ولو امرت امرأة ففعلت لا تضمن المامورة اور اگر زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اسنے گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں وام الولد اذا فعلته بنفسها حتى اسقطته فلا شيء عليها لاستحالة الدين على ملوكه ما لم يستحق فحينئذ تجب للمولى الغرة لانه مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مالک پر یعنے غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنے فریب خوردہ ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف کیا اپنے ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے ہم ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی نے پیٹ گرایا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو گویا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریہ ملخصا وفي الواقعات شربت دواء لتسقط عمدا فان القته حيا فمات فعليه الدية والكفارة وان ميتا فالغرة ولا ترث في الحالين اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمدا گرا دے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اسکے وہ مرگیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونون حالت میں وارث جنین کی نہوگی و تجب

في جنين البهيمة إن نقصت الام إن نقصت وإن لم تنقص لا شيء إلا أنه يجب فيه شيء۔ سر چیرا اور جانور کے بچہ گر پڑے ان کا نقصان واجب ہے اگر ولادت سے
اسکی قیمت ناقص ہوگئی ہو اور اگر ان میں نقصان نہیں ہوا تو صرف بچہ کی عوض واجب نہیں کذا في سراجیہ فرع مسئلہ شارح کا في البزازیہ ضرب بطن امرأته بالسيف
فقطع البطن ووقع احد الولدين حيا مجروحا بالسيف والآخر ميتا وجنة المبينة فماتت ايضا فتقتص لاجل الزوجة لانه عمد وعلى عاقلته دية الولد الحي اذا مات و
غرة الولد الميت لانه لما ضرب ولم يعلم بالولدين في بطنها كان الضرب خطأ۔ بزازیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اسکے پیٹ
کو کاٹا اور اسکے پیٹ سے دو بچوں میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہوکر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اسپر تلوار کا زخم ہوا ہے اور عورت بھی مرگئی تو مرد سے قصاص
لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مرگیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے
اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اسکے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضرب از راہ خطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے یہ فقط مرتب

## باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره

یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بناوے لما ذكر القتل مباشرة شرع فيه تسببا فقال جب مصنف قتل بطریق مباشرۃ کو ذکر کرچکا تو اب شروع کیا
اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے سو اسی لئے قول کیا کہ ہم قتل بالطريق مباشرت سے یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ ہے کہ شیء دیوار بنادی اسکے گرنے
سبب کوئی مرگیا اخرج الى طريق العامة كنيفا هو بيت الخلاء او ميزابا او جرصنا كبرج وجذع وممر علو وحوض طاقة ونحوها عيني او دكانا جاز احداثه ان لم يضر
بالعامة ولم يمنع منه فان ضر لم يحل كما سيجيء شارع عام میں پاخانہ اور سنداس یا پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا جیسے برج اور چھجا اور چھتا یا طاق کا حوض یا مانند اسکے
اور چیز کذا في العيني یا دکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس کی وجہ سے ضرر نہ ہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء
مذکورہ کا بنانا حلال نہیں جیسا کہ آگے آویگا جرصن بضم جیم و سکون را مہملہ وتخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جرصن برج ہے اور
بعضوں نے کہا کہ چھجا وغیرہ فلہذا شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں مگر تفسیر میں کذا في الطحطاوی ولكل احد من اهل الخصومة
ولو ذميا منعه ابتداء ومطالبته بنقضه ورفعه بعده اي بعد البناء سواء كان فيه ضرر او لا وقيل انما ينقض بخصومته اذا لم يكن له مثل ذلك والا كان تعنتا زيلعي
اور اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اسکا روک دینا ابتدا سے اور اسکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اس میں ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول
ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اسوقت ہے جبکہ بانی نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا في الطحطاوی زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں
کلام ہے اول یہ امر کہ احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو
ضرر نہ ہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع نہ کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد
احداث کے توڑ ڈالنے کا اگر کسیکو ضرر نہ ہووے بشرطیکہ اسنے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنیکا
اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہ ہوتا ہو تو منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں انکو چلنے کا اور
اپنے جانوروں کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت سے نہیں کذا في الطحطاوی هذا كله اذا بنى لنفسه
بغير اذن الامام یہ تمام مذکور اسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنی ذات کے واسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے اور اگر بحکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں
لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے جیسا کہ حموی میں ہے مسکین
اور قہستانی میں یوں ہے کہ درصورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا في الطحطاوی زاد الصفار ولم يكن للمطالب مثله
صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے ہم نے یہی قول صفار کا جو مذکور ہوچکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا في الطحطاوی

وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ او بنی باذن الامام لاینقض اور جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کے واسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو
وہ توڑا نجایگا اور فقہا کے کلام سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں بصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوگا
تو منع اور رفع اسپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل انکا قول ہے کہ جو کسی کو ضرر کرے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نرکھا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو
یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی ولو کان یضر بالعامۃ لایجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لاضرر ولاضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو
تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لاضرر ولاضرار فی الاسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں ہے یہ حدیث
جابر سے طبرانی میں اور عبادۃ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس سے ابن ماجہ میں اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابوہریرہ سے دار قطنی میں اور عائشہ
صدیقہ سے دار قطنی میں مروی ہے باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر[1] نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچاوے یعنی اسکی حق تلفی نکرے
اور ضرر کی جزا دے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجھکو اسمیں نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو مضرت پہونچاوے اور تجھکو اسمیں کچھ
نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہے اور ضرار دونوں طرف سے ہے اور بعضوں نے کہا ضرر اور ضرار متحد المعنے ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ میں اکمل نے کہا
لاضرر ابتداءً ولاضرار جزاءً یعنے بدلا لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہے یعنے تو اسکو ضرر پہونچاوے جسنے تجکو ضرر پہونچایا واللہ اعلم
والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد والا لا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خرید کرنے کے واسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہیں
تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے ہم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت لگانے کا وہذا فی النافذ وفی غیر النافذ لایجوز ان یتصرف باحداث
مطلقا اضرہم اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں
تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہیں خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے
کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کے مانند ہے ہم شارح اس تعبیر میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل
حالہ ان یجعل حدیثا فی الطریق العامۃ وقدیما فی طریق الخاصۃ برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں
یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا
درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی اشیاء
مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکی سبب سازی کے یعنے سبب ہلاکت
بانی مکان ہے لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلۃ لو حفر بئرا فی الطریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ الانسان لانہ سبب
جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنوان کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سو اسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا
اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلف بہ ای بواحد من المذکورات بہیمۃ ضمن فی مالہ ان لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک کسی
چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنے بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال میں تاوان
لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو بوجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا
اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ
کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ میں تو عدم اذن امام راجع ہے اول
کلام تک یعنے فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک او مات واقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او غما لا ضمان

[1] ابن اثیر مصنف نہایۃ اللغۃ باب الفعال سے روایت ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں مترجم اول سے ضرر کا بیان ۱۲

پہنچتی تھا فالمحبۃ پھر اگر بادشاہ نے اُسمین بیٹھ کر دینے وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص گر گیا یا راہ کے کنوین کا گرنے والا بھوکا یا پیاس یا غم سے مر گیا تو وارث کو ضمان
نہین اسی قول پر فتویٰ ہے بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک سب صورتون مین ضمان ہے ہم غم سے بیمار ہو اور ہم کا کرنا ہے کنوین کی ہول سے ان اشیا مین ضمان اسواسطے
ہوا کہ کنوین کا گرانے والا جوع یا عطش یا غم سے مر جانے وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے مر جائے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب
فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتلہ فلا ضمان اصلا لکونہ فی ملکہ تلف لکن بتعدیہ اور اگر پرنالہ ساقط ہوا اور پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار کے اندر داخل تھا کسی مرد
کے لگا سو اسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخل تو صاحب خانہ کے ملک مین ہے تو ہلاک ہونا بلا تعدی ہوا ہے اور اگر [illegible] تاوان
اصابہ الطرف الخارج او وسطہ بزازیہ فالضمان علی واضعہ لتعدیہ اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا انکا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پر
ضمان واجب ہے اسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا مین اسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لہذا پرنالہ لگانے مین ضمن ورثہ [illegible] اسواسطے
کہ دیوار مین قبضی پرنالہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایہ والطحطاوی نے کہا کہ ضمان اسی صورت مین ہے جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو چنانچہ [illegible] اور تعدی کی قید
بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آئندہ مین انتہی ولو مستاجرا او مستعیرا او فاصابہ فالضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر ہو
یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعلہ وہو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطہ الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہوتا اس مکان کی بیع
کے سبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنے فعل واضع ضمان کا موجب ہے بخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو بشرح بیان کیا ہم فلا ضمن زیلعی [illegible]
کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اسکا منسوخ نہین ہوگیا اسکی ملک زائل ہونے سے بخلاف دیوار مائل جبکہ اسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر بائع کے [illegible] اگر گر پڑی اور کوئی مر گیا
تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا تھا لانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو
اصابہ الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعہ النصف وہدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منہما اصابہ ضمن النصف استحسانا زیلعی
اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونون طرفین داخلی اور خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور وہ یعنی دونون طرفون کا اسپر گرنا معلوم ہو تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب
ہے اور نصف دیت باطل اور رائگان ہے اور اگر معلوم نہین کہ دونون طرفون سے کون طرف اسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بطور استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی
ہم قیاس یہ تھا کہ بصورت عدم علم کچھ واجب نہ ہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہین شک سے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال مین
پورا ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال مین کچھ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعہ آخر فعطب بہ رجل ضمن لان
فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ مین رکھا تھا پھر اس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مر گیا تو کنارے پر کرنے والا
ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنے راہ مین رکھنے والے کا منسوخ ہوگیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنے تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول ولو
حمل علی راسہ او ظہرہ شیئا فی الطریق فسقط منہ علی آخر او دخل بحصیر او قندیل او حصاۃ فی مسجد غیرہ ای جعل فیہ حصی او بواری ابن کمال او جلس فیہ لا
للصلوۃ ولو بقران او تعلیم فعطب بہ احد کاعمی ضمن خلافا لہما اُس شخص کے مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اُسمین سے کچھ
دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد مین لیگیا یعنے مسجد مین پتھریون یا چٹائیون کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوا نماز اور فعل کے
واسطے مسجد مین بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اندھا چٹائی مین الجھکر یا پتھریون مین ٹھوکر کھا کر مر گیا
تو حامل یا داخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا بخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منہ رداء لبسہ علیہ ضمان لازم نہوگا اُس شخص پر جسپر سے وہ چادر گر پڑی
جسکو وہ اوڑھے تھا اور اُسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا ہم حامل اور لابس مین فرق یہ ہے کہ حامل شیٔ کو اُسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامۃ مین اسپر
کچھ حرج نہین اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہین رکھتا تو تقیید بالسلامۃ مین اسپر حرج ہے کذا فی الطحطاوی والداخل ہذہ الاشیاء المذکورۃ [illegible]

فی مسجد حیہ ای محلتہ لان تدبیر المسجد لاہلہ دون غیرہم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامۃ یا اشیاء مذکورہ یعنے چٹائی یا قندیل یا پتھر یان اپنے محلہ کی مسجد میں
لگایا اور کوئی شخص اُسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے اُنکے سوا اور لوگون پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو قید سلامت
ہوگا ہم ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل محلہ دونون کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے
بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی وجلس فیہ للصلوۃ لا یضمن لان المجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن و لغیر الصلوۃ
یضمن مطلقا فتاملہ و استظہر فی الشرنبلالیۃ مفہوم الزیلعی وغیرہ قولہما و قد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے
اور کوئی شخص اُسپر گر کے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اُسپر ضمان نہین
اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اُسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں یہ خلاف صاحبین کے یعنے انکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہیں خواہ
نماز کے واسطے اس میں بیٹھا ہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور ہم نے اسکو تحقیق سے بیان کیا ہے شرح ملتقی میں امام زیلعی میں حلوانی
سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی ضرورت
سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ او استاجر و لیحفر
او لیحفر لہ فی فنائہ حانوتا او دارہ فتلف بہ شیئ ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علمہ فعلیہ
کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر اور ملتقی میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنا دے یا اسکے واسطے کنوان کھود دے اسکی دوکان یا گھر
کے پیش دروازہ میں سو اسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اُسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی
تو امر کرنے والے پر ہے چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہو اور مزدور اسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اسنے تعمیر کے واسطے
امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنے راہ ملک مستاجر کی نتھی تو اسکا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اسکے مزدور نے
تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ہو فنائی ولیس لی فیہ حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای لعلمہ بفساد الامر فما امرہ وعلی
المستاجر استحسانا انتہی قلت وقد قدم ہو وغیرہ القیاس ہنا وظاہرہ ترجیحہ سیما علی ادا ب روایۃ صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتاملہ
اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمین مجکو کنوان کھودنے کا حق نہیں ہے یعنے پھر باوجود اسکے مزدور نے وہاں کھود ڈالا اور کوئی چیز تلف
ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنے اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اُسکو فریب نہین دیا اپنی حقیقت ظاہر کر کے اور مستاجر
پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہے کلام الملتقے میں کہتا ہون اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اسکی ترجیح
پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کر وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہرا اپنے ملک
میں کیا اسواسطے کہ پیش در میں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرہ ذالک من التصرفات درست ہے تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا
نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی
طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کھودا راہ میں سلطان
کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑی رکھا راہ میں یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اُس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے
عمدا اُس پر گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہین اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا باشر کی طرف اولی ہے سبب کی طرف سے تعلیل ہے
دو مسئلون کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب ریز باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہین ہے اور وضع خشبہ و قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اُسپر عمدا چلنا نسبت کے الوضع کا

ہو وہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے قبل از فسخ اجارہ صاحب خانہ کے واسطے وہ مسلم نہین ہوا و لقیمن لو رش الماء بحیث یزلق و اسمتوعب الطریق یا اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی رپٹ جاتا ہے اور چھڑکا تمام راہ میں ہے اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہے یا تمام راہ میں چھڑکاؤ نہیں ہے تو ضمان نہین فلو رش فنا حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا و تمامہ فی الملتقی اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر کرنے والے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی میں ہے

## فصل فی الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنے جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہ ای صاحبہ ما تلف بہ من نفس

انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اسکا صاحب ضمان دیگا اس چیز کا جو تلف ہوگئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کریگا ان طلب ربہ حقیقۃ او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلۃ الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر ضمان لازم آویگا وکالقیم الوصی والراہن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے ہم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اسکا باپ اور دادا اور راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک ہونیکا نہیں کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبضہ میں کردے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت میں تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اسکی قیمت اور دیت مقتول میں اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اسکی اولے قیمت میں سعی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی وکذا احد الشرکاء والورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شرکاء میں سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہوں انکے وارث ہوں باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکوں سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھا دیں تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہو تا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہین نعم فی الظہیریۃ لو مات ربہ عن ابن فقط و دین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار بزازیہ وغیرہ ہاں ظہیریہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق متروکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہین کذا فی البزازیہ وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بمقتضیہ مکلف مسلم او ذمی یعنے من اہل الطلب فیعتبر طلب الصبی والعبد اذن ولیہ و مولاہ بالخصومۃ زیلعی حرا و مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب میں اسکے ولی کا اور غلام کی طلب میں اسکے مالک کا اذن خصومت کے واسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم یشہد وجوب ضمان میں طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ہم تو وجوب ضمان میں طلب شرط ہے نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد گواہ کرنا باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یوں کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یوں کہے کہ دیوار کو گروا دے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکا ہوں اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ تجکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہیں ہے اور نہ اشہاد بلکہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

والحائط الذی لم یتقدم فیه وهو یملک نقضه فی مدة یقدر علی نقضه فیها صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہی طلب کے بعد اس حالت مین کہ اُسنے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ
وہ اسکے گرانے کا مالک ہی اسقدر مدت مین جتنی مین اُسکے ڈھانے پر قادر ہی ہم یعنے طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہین تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی
مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اُسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب اور دیوار پر اسواسطے ضمان
تلف لازم ہی کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہی ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہی تو راہ بند ہوجاوے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہوجانے سے خلق اللہ کا ضرر ہی اور ضرر عام
کا دفع کرنا واجب ہی اور یہ امر اکثری ہی کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہی چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو واجب چنانچہ ہلاکت
جان کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑ جاتا ہو کذا فی الطحطاوی ثم ما تلف به من النفوس فعلی العاقلة وما تلف به من الاموال فعلیه لان العاقلة لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگاروں پر ہی اور جو مال تلف ہووے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہی اسواسطے کہ
مددگار تلف مال کا ضمان نہین دیتے والضمان انما یجب بالاشهاد وشرطه ثلثة اشیاء علی التقدم علیه وعلی الهلاک بالسقوط علیه وعلی کون الجدار ملکا له ای من وقت
الاشهاد الی وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہین مگر تین چیزین پیچھے ہون ایک اسپر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہدم مقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت
ہوئی اسپر گر پڑنے کے سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہی یعنے اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اسکی ملک مین باقی ہی لہذا مصنف نے قول
آیندہ کو ذکر کیا ولو تقدم الی من یسکنها باجارة او اعارة او الی المرتهن او الی المودع لا یعتد به لعدم قدرتهم علی التصرف
اور اگر طلب ہدم اُس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہین ان لوگون مین سے جو گھر مین رہتا ہی اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب
ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہین اُنکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنے وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہین ہین فلو سقط بعد التقدیم
من ذکرنا فاتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی الساکن ولا المالک اور اس صورت مین اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے
ساقط ہوکر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہین نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہین کہ وہ مالک نہین اور مالک پر اسواسطے نہین کہ اُسپر اشہاد
ہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملکه ببیع او غیره کهبته حاوی القدسی وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقه ثم عاد وافاق خانیه چنانچہ اس
صورت مین ضمان نہین کہ دیوار خارج ہوگئی اسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی
اور اسی طرح ضمان نہین اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا مجنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا اور اُسکے لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام مین آگیا یا مجنون
ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہراً ہبہ مین تسلیم ضرور ہی بطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہین قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح اگلے قول مین کہیگا لزوال
ولایته بالبیع ونحوه وغیره ظاہر ہی کذا فی الطحطاوی بعد الاشهاد ولو قبل القبض لزوال ولایته بالبیع ونحوه وان عاد ملکه بعده حاوی وخانیه خروج ملک
بعد الاشهاد سے ضمان لازم نہین آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہوجانے اسکی ولایت کے بیع اور اُسکے مانند سے اگرچہ ملک
بائع کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہوتا ہی ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی
ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعله کما مر برخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق
مین پہلے سے مذکور ہو چکا ہم اشراع جناح عبارت ہی اخراج جذوع دیوار سے یعنے دیوار سے بعضیان راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ
اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہین اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہی خلاصہ یہ ہی کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ
ساقط ہوکر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہی نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہی تو زوال ملک اس حال کو نہین بدلتا اور دیوار بنانا خود
جنایت نہین بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہی سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہین وان مال الی دار انسان من مالک وساکن باجارة او بغیرها والاضافة

لاولی ملا بیتہ قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اُسی آدمی کو
طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اُسی کا ہے قہستانی نے کہا وار انسان کی اضافت کثیر التعلق اور ارتباط کی وجہ سے ہے یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونون کو
صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فیصح تاجیلہ وابراؤہ منہا ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار
مائل ہے اور اُسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت مین گرا کر بنا لینا یا کہا تجھپر ضمان تلف نہین تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم
نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لایبرا لانہ حق العامۃ وتصرف
القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لافیما یضرہم ذخیرہ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اُسکو قاضی نے مہلت دی مدت
معین تک یا اُسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام مین سب کا حق ہے اور قاضی
کا تصرف حق عام مین نافذ ہے اسمین جو اُنکو نفع کرے نہ اسمین جو اُنکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کے وہان اُسی کا خاص حق ہے ولو مال الی جنبہ للطریق فقبہ
ملہلت دینا ۱۲
للدار فاسے طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فے البعض صح فی الکل بر جندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف
تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض مین اشہاد صحیح ہوا تو کل مین صحیح ہوگا کذا فے البرجندی ہم یہ کہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد
صحیح ہوگا اسقدر دیوار مین جو اُنکی ملک کی طرف مائل ہے اور اسقدر مین بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ
کا غیر ہے تو اسقدر دیوار مین اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار مین صحیح ہوا تو کل مین بھی صحیح ہوگا کذا فی النہایۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے
معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام مین ہے یعنے اجمال مخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ پھر اگر دیوار مائل بنائی
شروع سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین چنانچہ میزاب مین ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اُسکی تعدی کے مائل بنانے سے
حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ برافعتہ للحاکم
ایک دیوار مائل پانچ شریکون مین مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگارون پر پانچوان حصہ
دیت کا لازم ہوگا یعنے جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اُسکے پانچوین حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے
اُسکی حاکم سے نالش کر کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہین تو اُسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہین
لیکن اُسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کر کے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہین دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا
فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہے ایک نے اُسمین
کنوان کھودا یا دیوار بنائی سوا اُسکے صدمہ سے ایک مرد مر گیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیون کا ضمان دیگا بسبب اُسکی تعدی کے دو تہائیون مین یعنے
دو شریکون کے حصون مین اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحدہ قتل مہلک ہے تو اُسکی قسمت ہوگی مالکون پر
بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی وقالا نصفہا لان التلف بقسمان معتبر وہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکون کے اور تین شریکون کے مسئلہ مین دیت نصفہا
ہے اسلیے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اُسکے حصہ مین تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہین ہوا تو اُسکے حصہ مین
تلف باطل اور رائگان ہے اور کنوان کھودنے مین باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہین ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمین ہوگئین تو نصفا نصف القسام
ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان الاشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ای النقض من الحجر والآجر
دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

انقض بکسر ون وسکون ثالث حائط اور اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو جیسا کہ قاموس میں ہے فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد فعثر انسان بنقضہ
فمات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اس وقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اسپر ٹھوکر کھا کے گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر
ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور صاف کرنا اسی پر واجب ہے وان عثر رجل
بقتیل مات بسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا
تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن
ربہ القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا یؤیدہ انہ لو باع الحائط النقض برئ ولو باع الجناح لا
برخلاف برآمدہ گرنے کے کہ وہان مالک اسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اسکی جنایت اور تعدی کے تو اسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول
سے بھی لازم ہوگا مؤید اسکا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیچ کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے
بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یہی الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے
پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے ویقبل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لانہا شہادۃ علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد
مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے حائط بعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد
علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ بمنزلۃ حائطین فالاشہاد وقع فی الواہی لا فی الصحیح
ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ مائل ہے اور درست سو اسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اسنے تلف کیا
تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے
ایک دیوار بمنزلہ دو دیوارون کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل
فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا خانیہ دو دیوارین ہین ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اسنے
کچھ تلف کردیا تو وہ باطل اور رائگان ہے کچھ اسکا ضمان نہین کذا فی الخانیہ مسجد مال حائطہ فالاشہاد علی من بناہ والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ
ایک مسجد ہے جسکی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اسکے بنانیوالے پر چاہیے اور اسکے سقوط کا خونبہا اسکے بنانے والے کے مددگارون پر حائط الوقف علی المساکین علی
عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ مساکین پر وقف ہے تو اسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگارون پر ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد
ہوگا تو ضمان نہین کذا فی العالمگیریۃ وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگارون پر ہے اگرچہ قرضہ
غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غد فقد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تعلیق ویدل علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فزنی
بہا ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃ لہ والجیۃ مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف کردونگا تو یہ عفو صحیح نہین اسواسطے
کہ یہ تعلیق ہے یعنے گویا اسنے یون کہا کہ جب کل آویگی تو مین اس خون کو جسکے بہانے کا شارع نے مجھکو اختیار دیا تیری ملک مین کردونگا اور لاکن تملیک کی تعلیق صحیح نہین ہے یا قصاص پر مسئلہ
اصل کا یعنے مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ
لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی الولوالجیۃ اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا جاریہ کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اسپر حد نہین

## باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام مین الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے اور امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورات سے نہیں انہیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اڑنگے لگا دینے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط ہی نہیں فیضمن الراکب فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت ضامن ہے شارع عام میں سوار اس چیز کا جسکو اسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن بہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشرۃ فلہ تقبلہ فیحرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اسپر سوار ہو اسواسطے کہ گویا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا ہرچند مقتول جانور کے بوجھ سے ہلاک ہوتا ہے لیکن اسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اسکا چلنا سوار کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت مالک اور غیر مالک میں برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معہا قہستانی اور اگر غیر کے ملک میں اسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنے مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اسکے ساتھ نہو یعنے راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی والا یکن باذنہ ضمن ما تلف مطلقا لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا ادخال نہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آویگا اسکے تلف کرنے کا اسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک اسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اسکو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب کذا فی الطحطاوی ولا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو کھڑا کریگا راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھیرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطب انسان بما راثت او بالت سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھیر گیا ہو لید پیشاب کے واسطے اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون کھڑے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہ پھر اگر اسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھیرایا اور اسنے پیشاب کیا یعنے اور اس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اسکے ٹھیرانے کی تعدی کے سبب سے یعنے راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اسمیں آخر کے واسطے ٹھیرایا جاوے تو ٹھیرانا تعدی ٹھیرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فلا یضمن کسوق الدواب وابواب المسجد فکالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور انہیں جملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان وہاں مقرر کر دیا ہو فکذا ان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقأ عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اسنے آنکھ پھوڑی یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب وصحح فی الدرر انہ مطرد ومنعکس اور ضامن ہوتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جسکا سوار ضامن ہوتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد

ملہ بلکہ نہر میں چلانا بمنزلہ جیسے ... اسم فاعل ہے اور لفظ بمعنا ... ۱۲

اور عکس ہو یعنی اطراد عبارت ہو اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہو نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہو کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہو وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے
پر بھی ضمان آتا ہو اور جس صورت میں راکب پر ضمان نہیں وہاں ان پر بھی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہو کہ سائق ضامن ہو جانور کے
ہاتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہو نہ پاؤں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب
ہو کچلنے میں چنانچہ گذر گیا اور طحاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور نہیں ہو چکا لا علیہما ای لا علی سائق وقائد ای دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے
والے پر کفارہ نہیں ہو سائق اور قائد سبب ہیں اور راکب مباشر ہو اور کفارہ مباشرت کا حکم ہو نہ تسبیب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت
متعلق ہو نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنح ولو کان سائق وراکب قیل لا یضمن السائق والصحیح ضمانہما بالتسبیب وتسببہ لان الاضافۃ
الی المباشر اولی من المتسبب کما مر لانہ اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ الا الی کذا بما المتسبب بالعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ
نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیتدبر اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اس پر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان آویگا
یا کہ سوار پر ضمان لازم ہوگا یا ہر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اسپر یقین کیا ہو اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہو تسبیب
کی اضافت سے چنانچہ گذر چکا یعنی اور یہ بات مباشر کی قسب سے اسوقت ہو جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نہ کرتا ہو چنانچہ یہاں ہو یعنی کھینچنے میں لیکن اس
سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان ہو سکا جانور کو چبھنے کے مسئلہ میں آویگا اسکے راکب کی
اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم راکب کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو کوچ اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسلئے
کہ فقط کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہو وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الاخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا حرین لیسا
[illegible] ولا عامدین والا وقعا علی وجوہہما اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں باہم ٹکر کھائی ہو اور مرگئے ہوں
اس صدمہ سے دونوں چت گر پڑے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں بھی نہوں اور ٹکر لگانے کے قاصد نہوں اور اگر دونوں منہ کے بل پٹ گرے ہوں تو ہم وجہ ضمان یہ ہو کہ ہر
واحد کی موت دوسرے کی طرف منسوب ہو لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہو اسواسطے کہ اختیار میں ہو کہ اگر دوسرے نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا
پیچھے سے آیا اور اسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہوگیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہو اور یہی حکم ہو دو کشتیوں کے ٹکر کھانے کا کذا فی الطحطاوی ولو
کانا عبدین او وقعا علی الوجہ ہدر دمہما فی العمد والخطاء کذا فی الشرنبلالیۃ وغیرہا اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کھا کر پٹ گریں منہ کے بل کذا صرح
ابن کمال تو انکا خون رائگان ہو عمدا و خطا میں کذا فی الشرنبلالیۃ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر مرارا اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہوں
تو دیت انکے مال میں ہو نہ عاقلہ پر چنانچہ بیشتر مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمدا ٹکر کھائی ہو
اور مرگئے ہوں تو ہر شخص پر نصف دیت ہو اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں
ہو کہ نصف دیت عامدین پر واحد کی عاقلہ پر واجب ہو اور خطا میں پوری دیت ہو کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا
تو فقط اسکا خون رائگان ہو یعنی اسکا خون رائگان نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والاخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی العمد اور اگر دونوں
میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہو خطا میں اور نصف قیمت ہو عمد میں یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے
خلاف ہو کیونکہ عاقلہ پر غلام کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی
القفا ہدر دمہما بموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مرد دونوں نے باہم ایک رسی کو کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں گر پڑے اور مرگئے چت گر کے تو انکا خون باطل و
رائگان ہو اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کی قوت سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الاخر اجماعا پھر اگر دونوں

گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر
منبطحا علی وجہہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وہدر دم من وقع علی القفا لموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونوں متعاکس کرنے سے
ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اسکے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگاں ہوا اسکا
خون جو چت گرا بسبب اسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینہما فوقع کل منہما علی القفا فماتا فدیتہما علی عاقلۃ القاطع لتسببہ
بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو دو شخص کھینچ رہے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع
قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ وقع اداتہا ای آلاتہا کسرج ونحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطیٔ بعیر
منہ رجلا الدیۃ اور اسی جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسے زین یا ورمانند اسکے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی قطار کے
ہانکنے والے پر جن میں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معہ سائق ضمنا لاستوائہما

فی السبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا اذا کان السائق من جانب من الابل فلو توسطہا واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفہ وضمنا ما قدامہ
ولو راکب وسطہا ضمنہ فقط ما لم یاخذ بزمام ما خلفہ اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائیگا تو دونوں
پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود ہر ایک کے مال میں ہے یہ اس صورت میں
ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے
کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد رہا اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار رہے وہ فقط اگلے
اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو ہم نے کہی بیت ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار رہے درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہ ہو تو اگلے اونٹوں کی
جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ انکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اسپر نہیں کیونکہ وہ انکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل
پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا یا جس اونٹ پر وہ سوار ہے اسکی جنایت کا ضمان اسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا
ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے اسلئے کچلا وہی ہے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط علی قطار یسار بلا علم قائدہ
رجلا منعول قتل ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجعوا بہا علی عاقلۃ الرابط لانہ دیۃ لا خسران کما توہم صدر الشریعۃ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا
گیا تھا چلتی قطار پر اسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو
پھیر لیگی اسلیے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعہ نے وہم کیا ہے صدر الشریعہ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اسواسطے
کہ اسنے انکو نقصان مالی نہیں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اسکو ممکن تھا کہ قطار میں شتر باندھنے سے روکتا پھر جب اسنے حفاظت ترک کی تو تعدی کی التقصیر سے اور رجوع
اور اسمیں عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اسکو اس بلا میں ڈالا ولو ربط والقطار واقف ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لانہ قاد بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ
قطار ٹھہری ہو تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اسکو جائز نہ ہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے
برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ وکلبا ہی الخ وکان خلفہا سائقا فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحامل لہا
وان لم یمش خلفہا ما دامت فی فورہا فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفہا والمراد بالبہیمۃ الکلب زیلعی اور جسنے جانور یا کتا
چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی جانور کا حامل و باعث ہے اور اگر
جانور کے پیچھے نہ جاتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکما اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا

تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ثم فی الملتقی میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہے
ہر حال میں یعنی خواہ اسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث
نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اسکو فاسد کیا اگر اسنے چھوڑا اسکو اور ہانکا یا کھیت کی طرف اسطرح پر کہ وہ اسکے پیچھے تھا تو اسپر ضمان ہے
اور اگر وہ اسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور داہنے بائیں نہیں جھکا جسطرف اسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اسنے خراب کیا تو بھی ضمان اسپر لازم ہوگا
اور اگر داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہونگی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اسنے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا
پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے
مراد ہو حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصرا وان ارسل طیرا ساقہ اولا او دابۃ او کلبا ولم یکن سائقا لہا او انفلتت دابۃ بنفسہا فاصابت
مالا او آدمیا نہارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار ای المنفلتۃ ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اسکو ہانکا ہو
یا نہ ہانکا ہو یا چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اسکو نہیں ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اسنے تلف کیا رات میں یا دن میں تو ضمان ان
سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رائگان ہے اسپر ضمان نہیں ہے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے
یہ حدیث مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اسپر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہے تو اسکا فعل باطل ہے نہ وہ جانور جو
چھوڑا ہو اسواسطے کہ افساد جرم کا فوراً حاصل ہے رائگان نہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ہے
ضمان ہے فی العینی کما لو نحست الدابۃ ای بالراکب ولو سکران ولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیر لہا
فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلفت انسانا فدمہ ہدر عمادیہ چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہوا اور سوار قادر نہ ہو اسکے
پھیرنے پر تو ضامن نہو گا خود چھوٹے جانور کے مانند اسواسطے کہ اسوقت میں سوار اسکا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب
نہو گا تو اگر اسحالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اسکا خون باطل ہے اسکا کچھ ضمان نہیں کذا فی العمادیۃ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب او نخسہا بعود بلا اذن
الراکب فنفحت او ضربت بیدہا شخصا اخر غیر الطاعن او نفرت وصدمتہ فقتلتہ ضمن ہو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اس جانور کو مارا جسپر کوئی
سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اسنے اسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا
ضامن ہوگا نہ سوار کے مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے
پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف ایضا اور ابو یوسف نے
کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونوں نصفا نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی
تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑے کرنے سے جیسے کونچنے والے کی تعدی ہے وکما لو کان باذنہ و وطئت احدا فی فورہا فدیتہ علیہما اور جیسے اگر کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور نے کسیکو
کچلا کونچنے کے ساتھ ہی تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے ہم دونوں پر خون اسوقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر
کذا فی الطحطاوی محشی ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر اور اگر کونچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اسکا خون رائگان ہے ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ
الناخس ثم الناخس انما یضمن لو الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر و بزازیہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اسکو
قتل کیا تو اسکا خون کونچنے کے عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کونچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو
سوار پر ضمان لازم ہوگا کیونکہ انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیہ وضمن فی فقء عین دجاجۃ او شاۃ قصاب او غیرہا ما نقصہا لانہا للحم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کیواسطے ہیں یعنے قصاب کی بکری سے
گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور آنکھ پھوٹنے کی قیمت کیجاوے جسقدر
تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی وفی عینیہا ... ان شاء ترکہا
علی الفاقی فضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے والے
پر چھوڑ دے یعنے اسکو دے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار وجزور واہی
فائدۃ الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الاتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گائے بیل
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لیے ہونا
نہیں ہے وجوب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال ہم شتر کش کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تا کوئی یہ وہم نکرے کہ وہ تو
گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو اسکا حکم بکری کے مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انکی آنکھ میں چوتھائی قیمت ہے
غیر ماکول اللحم جانور جیسے خچر اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنح عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا
فصارت کانہا ذات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ ... الفرق ... اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے
ہوئی کہ انسے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنے زراعت یا سواری کی تو گویا ان جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں
اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہے یعنے بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہے جو ہم پہلے
ذکر کر چکے یعنے بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ ... او نقصانا
عینے حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ ربع القیمۃ لیکن
چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلا گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ حکم نہیں چنانچہ
زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے سب قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان ضمان لے تو استدلال
کرنا اس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے
مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار فجمیع القیمۃ کما لو قطع
اخذ من قولہ فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی ... لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہ لا یضمن شیئا عند ابی حنیفۃ
وعلیہ الفتوی ... اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اگر بیل اور گدھے کی
زبان کاٹنے میں ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا جیسے اگر ایک پاؤں کاٹا جانور کا تو اسکی پوری قیمت
کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر جانور ماکول اللحم نہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اسکا حال دونوں آنکھوں کے
پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہو چکا لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پاؤں کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو ... اسکا کچھ ضمان
نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور جانور کا لنگڑا ہوجانا پاؤں کٹجانے کے مانند ہے یعنے ماکول اور غیر کے لنگڑا کردینے میں کل قیمت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لطیفہ شارح کے نقل المصنف عن الدرر لہ کلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب

لم يضمن وانما يضمن فيما اشهد عليه فيما يخاف تلفه بنى ادم كالحائط المائل وقطع الثور ونحو كلب عقور فيضمن اذا لم يحفظه انتهى قال المصنف ويمكن
حمل المتن على قول الزيلعي وان اتلف الكلب فعلى صاحبه الضمان ان كان تقدم اليه قبل الاتلاف والا فلا كالحائط المائل على الآدمي انتهى
فتحصل التوفيق مصنف نے شرح مین درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختون سے انگور کھاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگون کو گواہ
کیا اسکے کھانے مین سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہان تک کہ وہ اشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر ضمان لازم نہو گا ضمان تو اسی صورت خاص مین لازم ہوتا ہے جبکہ
اشہاد ہوا ہو اس امر مین جس مین بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے مین تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی حفاظت
نکریگا انتہی قول الدرر مصنف نے کہا او ممکن ہے حمل کرنا متن کا اوپر قول زیلعی کے اس قول مین اور کتا تلف کرے تو اسکے مالک پر ضمان ہے اگر اسکو اسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے
سے پہلے اور نہین تو ضمان نہین ہے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونون کے قولون مین اتفاق حاصل ہوگا مصنف یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہو تو
اختلاف باقی نہ رہا دونون قولون مین الطحطاوی نے کہا قوله على الآدمي متعلق ہے قول حمل المتن سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن له نحل يضعه في بستانه فيخرج
فتاكل عنب الناس وثمارهم هل يضمن رب النحل ما اتلفه النحل من العنب ونحوه ام لا وهل يؤمر بتحويله عنهم الى مكان اخر ام لا وجوابه انه لا يضمن شيئا مطلقا
شهدوا عليه ام لا اخذا من مسألة الكلب بل اولى وكذا ذكره المصنف في معينه لكن رايت في فتاوى حانوتي الافتاء بالضمان في مسألة النحل فراجعه عند الفتوى
مین کہتا ہون اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اس شخص کے حال سے جسکے تصرف مین شہد کی مکھیان ہین وہ انکو اپنے باغ مین رکھتا ہے سو مکھیان وہان سے نکلتی ہین اور آدمیون کے
انگور اور انکے میوے کہا جاتی ہین کیا مکھیون کے مالک پر مکھیون کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہین اور انکو پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیون کے اٹھا لیجانے کا
حکم ہوگا یا نہین جواب استفتا یہ کہ مکھیون کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگون نے اسپر اشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ
کتے کے جواب سے اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیون کی خوراک اسطرح ممکن نہین اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی مین ذکر کیا ہے لیکن مین نے
حانوتی کے فتاوے مین دیکھا ہے کہ اسنے مکھیون کے مسئلے مین وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت ظاہر مسئلہ کلب عقور تو وجہ

درر مین مذکور ہے وجود نفس کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحويله من ملكه فلا يؤمر به لكن على ما هو ظاهر المذهب واما جواب المشائخ فينبغي ان يؤمر بتحويله
اذا كان الضرر بينا بناء على ما عليه الفتوى اور مکھیون کا اٹھانا اسکے ملک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ
لائق یون ہے کہ اسکے اٹھانے کا حکم کیا جاوے جبکہ لوگون کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے وفي الصيرفية حمار ياكل حنطة انسان فلم يمنعه حتى اكل الصحيح
ضمانه اور صیرفیہ مین ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہون کھاتا ہے سو گدہے والے نے اسکو نہ روکا یہان تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اسپر ضمان ہے ادخل غنما
او ثورا او فرسا او حمارا في زرع او كرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقيل يضمن في تتمة البزازية کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا
کھیت یا انگورستان مین اگر اسنے داخل کیا ہے ہانک کے تو جو اسنے تلف کر دیا اسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہین ہے تو ضمان نہین اور قول ضعیف یہ ہے کہ
ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ مین ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت مین ایک مرد کا جانور پایا اور اسنے کچھ خراب کر دیا سو اسکو باندھ رکھا
باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اسپر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ محیط مین ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر مین کر دیا بدون
اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا سو اسپر تاوان نہین اور اگر کپڑا کسی کے گھر مین رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ
نے اسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت مین تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرے مین ہے جسنے پنجرے کی کھڑکی کھول دی
سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہین اور محمد کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی مین ہے
الکل من العالمگیریۃ

## باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنے لونڈی غلام کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام مین اعلم ان جنایات المملوک لاتوجب الا دفعا واحدا لوخطأ سعلوم کرکہ مملوک کی جنایات
موجب نہین ہوتی مگر ایکبار دیدے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو یعنے اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہوں اشخاص متعدد مین تو سب مقتولون کے وارثون کو وہ غلام
دیا جائیگا وفقۃ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اسمین اپنا اپنا حصہ کر لینگے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنے جبکہ اسکے واسطے حریت کے اسباب منعقد نہ ہوگئے ہون
چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی الطحطاوی والا فقیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نہ رہا ہو یعنے حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہوگیا تو ایک قیمت
مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اسکو بانٹ لینگے وان فدی القن ثم جنی فکالاول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنے اسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا
پھر اسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے یعنے جب فدیہ دینے کے
بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اسنے
جنایت ہی نہین کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہے بخلاف المدبر وأخویہ فانہ لاتجب الاقیمۃ واحدۃ وسیجئ بخلاف مدبر اور ام ولد اور
مکاتب کے کہ انکی جنایات مین سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطأ والتقیید بالخطأ ہنا انما یفید فی النفس لا فیما دونہ

لیقتص والا فلا یفید لاستواء خطاہ وعمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطأ بالبینۃ واقرار مولاہ وعلم القاضی لا باقرار العبد اصلا بدائع قلت
لکن قولہ وعلم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لایعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیہ عن الاشباہ وتقدم دفعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا
او ان شاء فداہ بارشہا حالا مملوک نے ازراہ خطا جنایت کی یعنے کسیکو قتل کیا تو اسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دیدے تو جنایت کا ولی
یعنے مقتول کا وارث مالک ہوجائیگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے
کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہے اسلیے کہ ما دون نفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا
تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور اسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہین
ہے اسلیے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہوچکا ہے فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونون سے متعلق ہے
دفع مین تو وجہ یہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنے مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل مین لکن الواجب الاصلی ہو الدفع علی

الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف موت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہوجاتا ہے
مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل کے موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے عبد قاتل کی موت سے واجب سواسطے ساقط ہوجاتا ہے
کہ محل باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مرجائیگا یعنے قتل خطا مین تو واجب ساقط نہوگا اسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیہ عن السراج والجوہرۃ عن البزدوی
ان الصحیح ہو الفداء حتی لو اختارہ ولم یقدر علیہ اداہ متی وجد ولا یبرأ بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین بزدوی سے یون ہے کہ صحیح
قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ
نہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعلل الزیلعی وغیرہ بانہ اختار الاصل حقہم فیبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رح لتنہی ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع
اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثون کا حق باطل ہوگیا غلام
مین ابوحنیفہ رح کے نزدیک انتہی ملخصا فی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع ان فی
تعلیل الامام ان الواجب احدہما وانہ متی اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنے ابن ملک نے امام رح کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایت عبد مین

دفع اور فدیہ مین سے ایک چیز واجب ہو اور جبکہ مولے نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہو لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس فی لفظ
الکتاب ولا دلالۃ علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہو کہ واجب اصلی دفع ہو اور یہ بیان کیا ہو کہ کتاب کی عبارت مین واجب اصلی پر دلالت نہین ہو ہم محیط مین ہو
کہ امام محمد نے اصل یعنے مبسوط مین کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولی کو اختیار ہو چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہو مگر یہ کہ جو واجب
اصلی دفع ہو انتہی تو اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنیکے بعد غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہو گیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہو سو اسنے فدیہ ہی
کو اختیار کیا تو ہمارا شمول امر کے ساتھ ہو یعنے اختیار کرلینے سے اور زیلعی کا کلام تعلیل مین مضطرب ہو واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ فجنی بعدہ فھی
کالاولیٰ حکما سو اگر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہو حکم مین یعنے مولے دفع
اور فدیہ مین یہان بھی مختار ہو فان جنی جنایتین دفعہ بہما الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتین کین تو ان جنایتون مین
مولی غلام کو انکے وارثون کو دیدے یا دونون کی دیت کا فدیہ دیدے وان وہبہ المولی او باعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بہا بالجنایۃ
ضمن الاقل من قیمتہ ومن الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا
آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی مین تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت مین سے کمتر چیز کا یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت
دیوے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دیوے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کبیعہ عالما بہا جیسے غلام کی بیع سے دیت
واجب ہوتی ہو جنایت جانکر ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ وان علم بہا غرم الارش مین داخل ہو وکتعلیق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ ففعل
العبد ذلک کما یصیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہو تعلیق عتق غلام مین قتل زید کے ساتھ یا
اسکے تیر مارنے یا اسکے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہو اس تعلیق سے کہ اگر مین بیمار ہون تو تو مطلقہ ہو تین بار یعنے
تو عورت وارث ہوگی زوج کی ہم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہو سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے
تو تو آزاد ہو سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہو سو اسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ اسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ
اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا و دفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا
ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے
تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہو ہم اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہو اور اس صلح
کی صحت نہین بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجاوے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح در ضمن اعتاق صحیح ہوگئی ابتدا سے
وان لم یعتقہ وقد سری یرد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نکیا اور حالانکہ قطع کے صدمے سے وہ مر گیا تو غلام
اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کر دیا جاوے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ سیدہ
بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ ولولیہا الاقل منہما ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے از راہ خطا جنایت کی
سو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا نادانستگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین سے کمتر کا یعنے اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہو تو قیمت کا ضمان
اور اگر دین کم ہو تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت و دیت سے کمتر کا یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ
ای العبد الجانی اجنبی فقیمتہ واحدۃ لمولاہ لا غیر اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہو غلام کے مالک کے واسطے نہ سوا اسکے
ہم یعنے صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہوگا اسواسطے کہ حق فریقین کا گو یہی مالک رقبہ سے پھر جب مولے قیمت پاویگا تو اسکو صاحب دین لیگا

اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالک سے اور وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت امۃ ماذونۃ مدیونۃ بیعت مع ولدہا فی الدین لثبات
الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقہا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابہا بحر پس اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچہ کے ساتھ بیچی جاویگی
دین میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی بچہ دین اُسکو لاحق ہوا تو دین والوں کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہ ہوگا
برخلاف اُسکی کمائیوں کے یعنے کمائی میں الحاق متعلق ہے نہ اُسکے ولد میں ہم یہ مسئلہ اس باب میں مقصود بالذکر نہیں ہے کیونکہ اسمیں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالتبع
مذکور ہوا ہے تاکہ اسمیں اور مسئلہ آیندہ میں فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لہا ای لولی الجنایۃ لتعلقہا بذمتہا الوسیلۃ لا ذمتہا
بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ پر ہے
نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد زعم رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیا ای قریبا لذلک الزاعم
خطاء فلا شئ للحر علیہ لانہ بزعمہ عتقہ اقرانہ لا یستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد
کہتا ہے کہ اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کردیا ہے سو اس غلام آزاد نے آزادی ظاہر کرنے والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں
مزاعم کے واسطے اسلیے کہ اُسکی آزادی کے کہنے سے اُسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اُسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی
سے ہم عاقلہ سے بیان مراد غلام کا مولے ہے فان قال معتق رقۃ معروف لرجل قتلت اخاک یخاطب مولاہ الذی اعتقہ خطاء قبل عتقی فقال الاخ الذی
ہو المولے لا بل بعدہ صدق الاول لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اُس مولے سے جسنے اُسکو
آزاد کیا ہے کہ میں نے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یوں نہیں ہے بلکہ تو نے آزاد ہونے کے بعد
قتل کیا ہے تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی
میں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہے چنانچہ اور کتابوں میں مصرح ہے وان قال لہا قطعت یدک وانت امتی وقالت ہی لا بل
قطعتہ بعد العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی ما یبرئہ فلا یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری
لونڈی تھی اور اُسنے کہا نہیں بلکہ تونے ہاتھ کاٹا تھا آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولے نے ضمان کے سبب یعنے قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعویٰ
کیا جو ضمان سے بری الذمہ اسکو کرے تو اُسکا قول معتبر نہوگا وکذا القول لہا فی کل ما اخذہ المولی منہا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسی طرح لونڈی کا
قول معتبر ہے ہر ایک اُس چیز میں جو مولی نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جسکو ہمنے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ بحالۃ
معہودۃ منافیۃ للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمیں میاں کا قول مقبول ہوگا بسبب اسکے منسوب ہونے کے اس حالت مقرری کی طرف
جو تاوان کے مخالف ہے ہم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہیں اگرچہ لونڈی
قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطاء غلام محجور یا صغیر بچنے دوسرے صغیر کو
ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اُسنے اسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگاروں پر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم میں ورجعوا علی العبد
بعد عتقہ وقیل لا لا علی الصبی الآمر ابدا لقصور اہلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھر لین اُسکے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف میں رجوع
نہیں غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر کبھی رجوع نہیں یعنے بالغ ہونے کے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب سے وان کان المامور عبدا مثلہ دفع السید القاتل او فداہ فی الخطاء
اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثوں مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا میں ولا رجوع لہ علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد
بالاقل من الفداء وقیمۃ العبد لانہ مختار فی دفع الزیادۃ لا مضطر او قاتل مامور کا مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہیں فی الحال اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام میں جو کمتر ہو مالک سے

اسواسطے کہ مالک بنفع زیادتی مین مختار ہو نہ مجبور ہم یعنے غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے مین سو جبکہ اُسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار
کیا تو زائد کا تاوان لازم ہوگا وکذا الحکم فی العبد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطاء اور اسی طرح قتل عمد کا حکم ہی اگر قاتل غلام صغیر ہو
اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہی حکم مین فان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اُسسے قصاص لیا جائے عبد حفر بئرا فاعتقہ مولاہ ثم وقع
فیہا انسان او اکثر فہلک فلا شئی علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کھودا سو مالک نے اُسکو آزاد کیا پھر اسمین ایک
آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مرگیا تو اُسپر کچھ لازم نہین اسلیے کہ غلام کی جنایت اُسپر کچھ واجب نہین کردیتی ہم اور عدم عتق مین بھی یہی حکم ہی ویجب علی المولی قیمۃ واحدۃ
ولو وقع الف زیلعی اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوین مین گرکے مرگئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد
عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الحرین الذین لم یعفوا او فداہ بدیۃ کاملۃ لان بذلک العفو
سقط القود وانقلب مالا وہو دیتان وقد سقط دیۃ نصیب العافیین وبقی دیۃ نصیب الساکتین او یدفع نصفہ لہما پھر اگر ایک غلام نے اُن دو
آزاد مردون کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہین سو دونون گروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام اُن دو وارثون
آزاد کو دیدے جو دون نے معاف نہین کیا یا غلام کا فدیہ پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو دو دیتا
ہین یا ہین اور معاف کرنے والون کے حصے کی دیت تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنے والے دو وارثون کے حصون کی دیت باقی رہگئی یا مالک
چاہے نصف غلام دونون وارثون کو دے فان قتل العبد احدہما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فدی بدیۃ لولی الخطاء وبنصفہا
لاحد ولی العبد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون مین سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا
تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیہا قسمہ
اثلاثا عولا عندہ وارباعا منازعۃ عندہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار
حصے کرکے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ خطا کے وارثون کا حق پوری دیت دس ہزار درم مین ہی اور عمد کے وارثون کا حق
آدھے مین ہی کیونکہ جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنے پانچ ہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار
خطا کے وارثون کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیان خطا کے وارثون
کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بھی اسی طرح تہا یہ مذہب ہی امام کا اور صاحبین کے
نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائیان خطا کے وارثون کو اور ایک چوتھائی اُسکو جسنے عفو نہین کیا اسلیے کہ نصف غلام تو
خطا کے وارثون کے واسطے مسلم ہی بلا منازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونون فریق کی تو اُسکو نصفا نصف کردیا کذا فی الزیلعی فان
قتل عبدہما قریبہما وعفا احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام ووجہہ انقلب
بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فاما خلفہ فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام
قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اُسکا فدیہ دے چوتھائی دیت دیکر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ
ہین اس مسئلے مین امام کی دلیل یہ ہی کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہوتا تو اُسکے وارث اُس مین اُسکے خلیفہ نہونگے ہم طحطاوی سے
کہا مالک سے دونون نزدیک وہ یہ سو ورثہ اور وارث کا بیان کیا ذکرہ

فصل فی الجنایۃ علی العبد یہ فصل ہی اس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو ہم عبد سے مراد وہ ہی کہ جو غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہی

دیۃ العبد قیمتہ فان بلغت ہی دیۃ الحر وبلغت قیمۃ الامۃ دیۃ الحرۃ نقص من کل دیۃ عشرۃ دراہم اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق
عن الحر وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اسکی قیمت ہے اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہونچ جاوے یعنے قیمت غلام کی
دس ہزار درہم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر ہو پہنچے تو غلام اور لونڈی کی دیت دس درہم گھٹا لیے جاوینگے تاکہ مملوک کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درہم
کا تعین کیا گیا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت یہ ہے کہ لونڈی کی دیت پانچ درہم کم کیے جاوینگے جیسا کہ
علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں بخلاف ابو یوسف کے یعنے انکے
نزدیک نقصان دس درہم کا معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الغصب تجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے
بالاتفاق جہانتک اسکی قیمت ہو پہنچے یعنے اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ وحینئذ ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح
درر وقیل لا یزاد علی خمسۃ آلاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں مملوک کے ہاتھ میں اسکی نصف قیمت
ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر میں ہم یہی قول اختیار
اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی میں کذا فی الطحطاوی ویجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل
کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے ہم یہ اس صورت میں حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمی
قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ ولہ للعبد ورثۃ غیرہ غیر المولی لا اقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اسکے
مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں سوائے مولی کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا صاحب حق کے
اشتباہ کی وجہ سے ہم یعنے اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص
ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی والا یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اسکا کوئی وارث نہیں سوائے مولے کے تو قاطع سے
قصاص لیا جاویگا بخلاف مذہب محمدؒ قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے
دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنے یوں کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا تھا
تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا انشاء کے برابر ہے یعنے گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا معا وقیمتہما سواء او
اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی
قیمت برابر ہو ہم وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشاء ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشاء نہوگا محض بیان
اظہار ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا او علی التعاقب ولم یدر
الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب
ہوگی کذا فی الزیلعی ہم قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور
ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے
قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقاء رجل عینی عبد غیر مولاہ انشاء دفع مولاہ عبدہ المفقوء
للفاقیء واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک شخص نے
غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

اور اس سے نقصان ہوئے اور صاحبین نے کہا کہ مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ اگر چھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا و مفرد اپنے
پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمة ومن الارش لقیام قیمتها مقامها اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے
کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم
مقام ہے انکے ہم مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فان دفع القیمة بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایة
اخری یشارک الثانی الاول اذ لیس فی جنایاته کلها الا قیمة واحدة ولا شیء علی المولی لانه مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت
دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر
کی تمام جنایات میں سوائے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی
ولو دفع القیمة الی ولی الاول بغیر قضاء اتبع السید بحصته من القیمة ورجع بها علی الاول لانه قبضه بغیر حق لان المولی لا یجب علیه الا قیمة واحدة اور اگر
مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصہ کے اور مالک
پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں او اتبع ولی الجنایة
الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اسنے اسکا حق ناحق لیا وقالا لا شیء علی المولی اور صاحبین
نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمه ای المولی الا قیمة واحدة علم بالجنایة
قبل العتق ولا لان حق الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس سے جنایات متعدد
صادر ہوئے تو مولے پر سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام
کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اسکے حق کا ضایع کرنے والا نہوا وام الولد کالمدبر فیما مرا اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں
یعنی مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایة توجب المال لم یجز اقراره لانه اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانه
یصح اقراره علی نفسه فیقتل به اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے
مولے کے ضرر پر بخلاف اسکے جبکہ اپنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطاء فمات لم تسقط
قیمته عن مولاه اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مر گیا تو اسکی قیمت اسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل ای المدبر مولاه خطاء سعی فی قیمته اور اگر
مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی محنت مزدوری کر کے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتله الوارث او استسعی
فی قیمته ثم قتله ورد اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمدا قتل کیا تو وارث اسکو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کرا دے اسکی قیمت
حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

## فصل فی غصب القن وغیره

یعنی یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبده فغصبه
رجل وسری فمات منه ضمن الغاصب قیمته اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی
زخم سے مر گیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یده وهو فی ید غاصب فمات منه بری الغاصب لصیرورته متلفا فیصیر مستردا
اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مر گیا تو غاصب بری الذمہ ہو گیا قیمت دینے کے تاوان سے
بسبب ہو جانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھیر لینے والا شمار ہوگا غصب عبد محجور مثله فمات فی یده ضمن لان المحجور مواخذ بافعاله

الا باذن المولی بخلاف غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اسکے قبضہ مین مرگیا سو وہ تاوان دیگا اسکی قیمت کا اسواسطے
کہ غیر ماذون اپنے افعال مین ماخوذ ہو نہ اپنے اقوال مین مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال مین بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فرد فدفع ثم جنی عند سیدہ واخذت
منہ ای من الغاصب قیمتہ لھما للمستحقین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت
کی تو مالک اسکی قیمت کا تاوان دے دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفا نصف یعنے نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے
وارث کو ورجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاول لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک نے
کی نصف قیمت پھیر لے غاصب سے اور یہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ اسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حال مین کہ مزاحم موجود تھا
عالمگیری نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت مین تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم
اور منازع اسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اسکو لیگا
تاکہ اسکا حق پورا ہوجاوے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنے مقتول
اول کے وارث کا حق اسوقت واجب ہوا تھا جبکہ اسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولی علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب کہ پھر
دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے پھیرے اسواسطے کہ مولی سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس تھا وبعکسہ ان جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ
لا یرجع المولی علی الغاصب ثانیا لان الجنایۃ الاولی کانت فی ید مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اس
غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی نہ غاصب کے پاس والقن فی
الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ھنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ غلام اور غلام خالص دونوں صورتوں مین یعنے خواہ غاصب کے پاس جنایت
واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سواے اس بات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور وہان یعنے جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا
مدبر جنی عند غاصبہ فرد فغصبہ ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لھما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونھما عندہ ودفع المولی نصفھا
ای القیمۃ المأخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاول ورجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اسنے مالک کو
پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور
مالک قیمت پھیر لے غاصب سے اسلیے کہ دونوں جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئین اور مولے نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار
دیوے اور یہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے پھیر لے وام الولد فی کل ما مر اور ام ولد ان سب صورتون مین مدبر کے مانند ہے غصب صبیا حرا
لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات فی یدہ فجأۃ او بحمی لم یضمن ایک مرد نے صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہین کر سکتا
غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہین غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے
ہم یعنے غصب کے معنی مجازی یہان مراد ہین اسلیے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام مین ممکن ہے
مختلف باختلاف الاماکن نہین ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا لتسببہ بنقلہ لمکان الصواعق والحیات
حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسببا ہدایۃ وغیرہا اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ
کے کاٹنے سے تو اسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب باعث ہے بجلیون یا سانپون کے مکان کی طرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو
اس مکان مین لے گیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق ہوتے ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اسمین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کذا فی الدر

نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اسکا خون بہا ادا کرو تو یہود دیت سے انکار کیا کہ تمنے ہم لوگوں پر ناموس میں یعنی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی محشی نے شرح
دا میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے جو ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے ولیکن بقصد یہ حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود
ہے چنانچہ مسلم میں تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعیٰ علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیٰ علیہ پر یمین کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعیٰ علیہ کا قسم ہوا اور مدعی
کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہی **ثم قضی علی اہلہا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت الدعویٰ بقتل عمد**
**وان وقعت الدعویٰ بقتل خطأ فقضی ای فیقضی بالدیۃ علی عاقلتہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی**
**ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل المحلۃ والدیۃ علی عاقلتہم ای فی ثلث سنین وکذا فی غایۃ البیان وتوجب فی ثلث سنین کذا فی الشرنبلالیۃ** پھر اہل محلہ
کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جائیگا لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعویٰ
واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عاقلہ یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ
ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں ادا دیگی کذا فی الشرنبلالیۃ **وان**
**لم یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین** یعنی اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاویگی تاکہ پچاس قسمیں پوری ہوجاویں
**وان تم العدد وأراد الولی تکرارہ لا** اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو تکرار قسم نہ کیجاویگی **ومن نکل منہم حبس حتی**
**یحلف** سواء علی الوجہ المذکور ہہنا ای فی دعوی القتل العمد اما فی الخطأ فیقضی بالدیۃ علی عاقلتہم ولا یحبسون ابن کمال عن الخانیۃ اور جو شخص ان میں
قسم نہ کھاوے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ قسم کھاوے اسطرح پر جو یہاں مذکور ہو چکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں انکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا
اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے **ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ**
اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اسکی تصدیق کی تو اہل محلہ
سے قسم لینا ساقط ہوگیا **ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأۃ وعبد** اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے
لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر **ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل** لان القتیل عرفا
ہو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل و ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلیے
کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے بندہ کے فعل
سے **اوسیل دم من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ** لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک
یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت میں بدون فعل انسان کے بخلاف کان اور آنکھ کے **او نصفہ** منہ ای لا
قسامۃ فی نصفہ **مشقوق طولا او اقل منہ** ای من النصف ولو معہ الراس لما مر یا اسکے نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑا گیا یا
نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ ہم یعنی مذکور ہوچکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں **او علی رقبتہ** ای المیت حیۃ
ملتویۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیۃ
**وتام خلقہ ککبیر** ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ وفی الظہیریۃ بخلافہ اور جسکی پیدائش پوری ہوچکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنی
بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جس میں ضرب کی نشانی موجود ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکے مخالف ہے یعنی اسمیں قسامہ اور دیت نہیں **فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم**
کان ابراء منہم لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اسکی طرف سے ابراء ہے محلے والوں کو و

اور قسامہ انکا دیت ساقط ہوگیا فان ادعى الولي على معين منهم لا تسقط وقيل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا
تو انپر قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے ثم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ
معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کما فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ اسکا ہانکنے والا یا کھینچنے والا
یا سوار ہے تو اسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اسکے قبضہ اور تصرف میں ہے تو گویا اسکے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا
سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم یکن مالکا لہم علا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا
علی السائق الا اذا کان سیدہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ
جانور انکا مملوک نہو بنا بر انکے قبضہ و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضوں نے
کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل
المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والوں پر ہے جسکے محلے میں مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ
علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما
اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گاؤں میں یا دو قوم
درمیان تو جو انمیں نزدیک تر ہوگا انپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اس مقتول میں جو دو گاؤں
کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گاؤں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا
اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القہستانی ثم قرب کا اعتبار اسوقت
ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ میں یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے
گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہیں تو نزدیک تر ہے تو ظاہر کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں
زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منہم ہذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی نقلا عن
الکافی یسمع منہ الصوت لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ انکی آواز سن پڑتی ہو
اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے
کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہوں اسواسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ثم طحطاوی نے
کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہونچے گی والا بان کان
فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ
اسکی آواز نہیں سنائی ہو تو اہل قریہ کو اسکی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ثم یعنی قسامہ اور
دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انھوں نے مدد نہ کی تو گویا وہی اسکے قاتل ٹھہرے لہذا انپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا
کہ اسکی آواز گاؤں تک نہیں پہنچ سکتی تو وہ لوگ نصرت میں معذور ہیں تو انکی تقصیر ثابت نہوئی تو خونبہا بھی انپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل
فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی اربابہ معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا
للولوالجیۃ والبزازیۃ قلت وسیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا ملک فیہ لاحد ولا ید اور مراعات کے

فتح اسلام مین اگرچہ انمین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو ہم خطہ بالکسر عبارت ہی مکان مخصوص سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہین جو مالک ہوئے زمین کے جبکہ امام نے شہر فتح کیا اور انکو غازیون مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط کھینچ دیا تاکہ انکے حصے جدے جدے ہو جاوین کذا فی العینی دون السکان والمشترین وقال ابو یوسف کلہم مشترکون فیہ ہم نہ وہان کے رہنے والے اور خریدارون پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت او قسامہ مین شریک ہین فان باع کلہم فعلی المشترین بالاجماع پھر اگر وہان کے سب مالکون نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارون پر واجب ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعضہم اکثر علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر مین جو مشترک ہی درمیان ایک قوم کے بعضون کا حصہ زیادہ ہی تو قسامہ اور دیت آدمیون کے شمار پر شفعہ کے مانند ہم مثلاً ایک شخص کا حصہ آدھا ہی اور دوسرے کا دسوان اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت انکے عاقلہ پر تینون تا ذبرابر ہی اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر مین برابر ہی کذا فی الطحطاوی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیچ ہو گیا اور ہنوز مشتری کے قبضہ مین نہین آیا کہ اسمین مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہی وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید فان لہما اور بیع شرط خیار مین صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہی بخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونون کا ولا تعقل عاقلۃ حتی یشہد الشہود انہا اسے للدار لتقیید ملک الذی الید وہو القتیل کما سیجئ اور عاقلہ یعنے مددگارون پر دیت دینا لازم نہو گا جبتک شاہد گواہی نہ دین اسکی کہ جس گھر مین مقتول ہی وقابض اور یہ صرف شخص کا ہی اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہو گا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم نہو گی جبتک گواہون سے ذی الید کی ملک نہ ثابت ہو گی ولا یکفی مجرد الید حتے لو کان بہ لم تدعا قلتہ ولا نفسہ ورر اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نہ کریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہو گا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور قابض مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر ملا بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ یعنے صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہی یہ علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثون پر وارثون کے واسطے ممکن نہین ہم مقتول کا گھر ظاہر قتل کی حالت مین وارثون کا ملک ہو گیا اور وارثون کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہی تا وارثون پر تخفیف ہو تو اگر مددگارون پر دیت واجب ہو اور وارثون کو ملی تو گویا وارثون کا ضرر ہوا وارثون کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہین صاحب درر نے یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہی اور امام کا یہ مذہب ہی کہ وارثون کے عاقلہ پر دیت واجب ہی چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہ مسئلہ متن اور شرح مین آیندہ بھی مذکور ہو گا ثم الورثۃ یخلفونہ فیکون الایجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہین تو ایجاب دیت کا وارثون پر ہوتا ہی میت کے نفع کے واسطے نہ وارثون کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضون نے یہ بیان کیا ہی تعلیل مذکور کے جواب مین قلت وقد یقال لما کان ہو المادی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوۃ الشبہۃ قائل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہی تو صاحب خانہ کے سوائے اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہو گی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر دان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ علی من فیہا من الرکاب والملاحین لصفا قالانہ فی ایدیہم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگون پر ہی جو ناؤ کے اندر سوار ہین اور ملاحون پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی انکے قبضہ مین جانور کے مانند ہی ہم وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب برابر ہین وکذا العجلۃ حکمہا کالفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہی یعنے اسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارون پر ہی وفی مسجد محلۃ وشارع ہما الخاص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد مین اور محلہ کے کوچہ مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہی جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے ہون چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہی اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہی اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی

ہم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہین ہے یا کہ شارع سمجھا ہے اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنے راہ کی دو قسمین بیان کین اسطرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع
محلہ جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور کاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام ہے جسمین جمیع طوائف برابر ہون جیسے بازارون کی
راہین اور خارج شہر کی راہین انتہٰی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہے ابن کمال کے انتہٰی طحاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز
ہے شارع عام سے یعنے شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز
پڑھتے ہون تو وہان قسامۃ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہے اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسوق مملوک
علی الملاک وعند ابی یوسف علی السکان ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اسکے مالکون پر قسامۃ ور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون
پر واجب ہے کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم والنافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد
منہم والجماعۃ یحصون لا قسامۃ ولا دیۃ علی احد ابن کمال وانما الدیۃ فی بیت المال لان الغنم بالغرم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک
مین اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ مین اور قیدخانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے نہ ایک مسلمان کا
مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامۃ نہین اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہے اسواسطے کہ
تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے یعنے چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور حبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی انپر ہوگا یعنے مقتول کی دیت بیت المال دیجاویگی
سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنے خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اسمین شریک ہین
سو خدا کی لعنت ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال
ان کان نائیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسامۃ لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فتکون القسامۃ
والدیۃ علی اہل المحلۃ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط
مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون انسے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اسپر دیت اور قسامہ
واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی
اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید مین جبکہ لوگ اسمین رات کو رہتے ہون یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہین او کان لاحد فیہا دار مملوکۃ تکون القسامۃ والدیۃ علیہ
لانہ یلزمہ صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فی العنایۃ معزیا للنہایۃ قلت وبہ افتٰی المرحوم ابو السعود
مفتی الروم واعتمدہ المصنف وان خلا عنہ المتون لانہ مصرح بہ فی غالب الفتاوی والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس بازار بعید مین گھر ہو
مملوک تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اسکو حفاظت اس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اسپر تقصیر کا
موجب یعنے قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین نہایہ سے منقول ہین کہتا ہون اور اسی کا یعنے وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات
پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف فتوے دیا ہے مرحوم ابو سعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہے اس متن مین اگرچہ متون فقہ کے
وجوب اقرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وکذا لو وجد فی
بریۃ وفی وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لا محتبسا کما سیجئ اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاث مائہ فی دار الاسلام تجب الدیۃ
فی بیت المال لانہ فی اید المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگان ہے اگر مقتول پایا جاوے جنگل مین اور دریاے فرات کے
درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لاش اسکی محتبس نہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائگان ہوا کہ وہان کسی کا تصرف نہین

اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام میں ہو تو دیت اسکی بیت المال میں واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانوں کے قبضہ میں ہے کذا
ذکرہ ابن کمال ہم فرات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہیں ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمیں پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر ہو یستحق
بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اسکے مقتول میں اس نہر کے مالکوں پر قسامہ اور دیت واجب
ہوگا انکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر میں ہے جسمیں چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضوں نے کہا جسکے لوگ متعین ہوں کذا فی الطحطاوی
ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کما مر وبحی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب
علی المالک ای من ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور
اگر آوہ بگا یا جنگل قریب ہوگا گانوں سے یا قریب ہو محل کے خیموں سے یا کپڑے کے خیموں سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہاں مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت
واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا قریب خیموں کے رہنے والوں پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت میں لف نشر مرتب واقع ہے ولایت میں اہل ہوا
اکثر خانہ بدوش رہتے ہیں خیموں میں کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل میں جیسے ہندوستان میں کنجر کی قوم ولو تحیا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی
علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یسمع صوت اہل الارض
والقری الیہ والا فہدر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہاں بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہاں سے قریب مکان
ہوگا دیہات یا شہروں سے وہاں کے باشندوں پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف
نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والوں کی وہاں آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہاں تک پہونچتی نہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا
چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی
علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیئ ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق ویبرئ اہل المحلۃ لان قولہ
حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلواریں کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی
انکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انہیں سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم
پر تا وقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہیں ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہوگئے اسواسطے
کہ وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے میں ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت
ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہاں یوں قسم کھائے
کہ خدا کی قسم ہے میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اسکے قاتل کو جانتا ہوں سوائے زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اس شخص کے حق میں جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح
نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما وبقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے
حق میں باطل ہے بخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دیں تو باطل ہے تہمت کے سبب سے ہم یعنی ایک شخص محلہ میں قتل ہوا اور وارثوں نے دعوی کیا کہ
محلے والوں کے سوا اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصوں نے اسکی گواہی دی تو گواہی باطل ہے امام کے نزدیک
تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالیں تو وہ متہم
ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف رح
اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری میں سو وہاں سے زندہ اٹھا لایا گیا سو بستر پر بیمار رہا یہاں تک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے بخلاف

ابو یوسف کے کہ قسامہ اور دیت نہین اور فلو معہ جریح بہ رمق فحملہ اخر الی اہلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف رح وفی قیاس قول ابی حنیفہ رح
یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہو جسکی زندگی کی رمق باقی ہو سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا سو وہان ایک [illegible] رہ کر مر گیا تو اٹھا لانیوالا ضامن
نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس مین ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنے اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلہ مین
موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسہ [illegible] خلافا لمحمد
اور بدون تیسرے شخص کے دو مرد ہون مین ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو
آپ قتل نہین کرتا برخلاف محمد رح کے یعنے انکے نزدیک ضمان نہین اس احتمال سے کہ شاید اسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ لامرأۃ کرر الحلف علیہا و
تدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گانون کے مقتول مین عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنے پچاس بار اور عورت کے
مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگارون پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہین صدقہ کے مانند
اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ
فی ہذہ المسألۃ کذا فی الملتقی وہو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت مین اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی
اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت مین اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ مین کہا
کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت مین کسی صورت مین داخل نہین سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی وان وجد قتیل فی دار نفسہ فالدیۃ
علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ رح وعندہما وزفر لا شی فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ ملا خسرو تبعا لما رجحہ صدر الشریعۃ وتبعہما
المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر مین تو اسکے وارثون کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور کو
مین کچھ نہین ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر مین اس قول کا تابع ہوکر جسکی صدر الشریعہ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو
اور صدر الشریعۃ دونون کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا ولہ ان القسامۃ
انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار لورثتہ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یون کہا ہے کہ
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف مین تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اسکا رائگان
ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت مین گھر وارثون کا ہوگیا تو دیت مقتول کی وارثون کے
عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی تقضی
منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ [illegible] یون
نہ کہا جائیگا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہین وارثون پر واجب کرنا وارثون کے فائدے
کے واسطے اسلیے کہ اس سوال کا یون جواب دیا جاویگا کہ یہان ایجاب مال کا وارثون کے لیے نہین بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا اینکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اسکی وصیتین اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال مین اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو
قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او دار
کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر مین جو معین لوگون پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگون پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انہین لوگون پر ہے وان کانت الارض او الدار

موقوفۃ علی المسجد فہو کما لو وجد فیہ ای فی المسجد زیلعی و درر و سراجیہ وغیرہا وقد قدمناہ اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی جیسے کہ مقتول مسجد کے
اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا مین ہی اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہی ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اسکا حکم مسجد محلہ کے
مانند ہی اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اسکا جامع مسجد کا حکم ہی قلت والتقیید بکون الارباب الموقوف علیہم معلومین لیخرج غیر المعلومین کما لو کان
وقفا علی الفقراء والمساکین فان الظاہر ان الدیۃ تکون فی بیت المال لانہ حینئذ تکون من جملۃ ما اعد لمصالح المسلمین فاشبہ الجامع
تنا المصنف میں کہتا ہوں اور موقوف علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہو نکل جاوے چنانچہ فقیروں
اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر ایہ حکم ہی کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال مین ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیاء کے
جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہین تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال سے ہوگی ایسا کہا ہی
مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے نہ روایت کے طریق سے ولو وجد فی معسکر فی فلاۃ غیر مملوکۃ ففی الخیمۃ والفسطاط علی من یسکنہا
اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکرگاہ مین جو بیابان غیر مملوک مین واقع ہی تو اگر خیمہ اور پال مین مقتول ہی تو اسکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہی وفی خارجہما
ای الخیمۃ والفسطاط ان کانوا ای سکانہا خارجہما قبائل فعلی قبیلۃ وجد القتیل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے
قوم قوم ہون تو جس قوم مین مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہی ولو بین القبیلتین کان حکمہ کما مر بین القریتین اور اگر دو قوم کے
درمیان پایا گیا تو اسکا حکم ویسا ہی جیسا درمیان دو گانؤن کا حکم مذکور ہو چکا یعنے جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہی اور اگر دونون
برابر ہین تو دونون پر واجب ہی ولو نزلوا جملۃ مختلفین فعلی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ رستے ملے مختلف اترے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہی ولو کانوا
قاتلوا عدوا فلا قسامۃ ولا دیۃ ملتقی اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑتے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہی نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت
الارض التی نزل فیہا العسکر مملوکۃ فعلی المالک بالاجماع لانہم سکان ولا یزاحمون المالک فی القسامۃ والدیۃ درر لکن فی الملتقی خلافا
لابی یوسف فتنبہ اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو اسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہی بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان کے
ساکن ہین مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا فی الدرر لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسف کا مذکور ہی تو آگاہ رہنا یعنے صاحب درر کا متفق علیہ
کہنا صحیح نہین فتنبہ ولو وجد فی قریۃ لایتام لم یکن علی الایتام قسامۃ وہی علی عاقلتہم لانہم لیسوا من اہل الیمین اور ملتقی مین ہی کہ اگر
مقتول پایا گیا یتیموں کے گانؤن مین تو یتیمون پر قسامہ نہین اور وہ یعنے قسامہ ہی انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہین وان کان فیہم مدرک
فعلیہ لانہ من اہل الیمین ولوالجیۃ اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہی اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہی کذا فی الولوالجی فروع مسائل متفرقہ
شارح کے لو وجد فی دار صبی او معتوہ فعلی عاقلتہما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر مین تو انکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہی ولو فی دار ذمی حلف
خمسین یمینا ودی من مالہ ولو تعاقلوا فعلی عاقلتہ اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر مین تو پچاس قسمین کھاوے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیون کے
عاقلہ ہوتے ہون تو دونون یعنے یہود اور نصاریٰ کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ہم یہودی یون قسم کھاوے (کہ اس خدا کی قسم ہی جسنے توریت اتاری) مین نے اسکو
نہین مارا اور نہین اسکے قاتل کو جانتا ہون اور نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اتاری کذا فی الطحطاوی ولو مر رجل فی محلۃ فاصابہ سہم او حجر ولم یدر من این
ورماہ منہ فعلی اہل المحلۃ القسامۃ والدیۃ سراجیہ اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ مین سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو معلوم نہین کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ
سے مر گیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کذا فی السراجیہ وفی الخانیۃ وجد بہیمۃ او دابۃ مقتولۃ فلا شئ فیہا اور خانیہ مین ہی کہ چوپایا پایا جانور مقتول
پایا تو اسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلۃ فالقسامۃ والقیمۃ علی

راست سے وہ ملا لیا جاسے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی ہین پھر انکے فرزند پھر چچا پھر انکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین تبیین مین کہا ان اصل یہ ہے کہ اہل لشکر اظہر ہے تو انکے ساتھ قرابت اور نسب اور ولا اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور اہل لشکر کے نسب کی مددگاری ہو تو بنا بر ین اگر قاتل صحرا دیہات سے ہو تو انکے عاقلہ صحرا دہی اور انکے اتباع نہ انکا قبیلہ اور اہل محلہ اسواسطے کہ اہل شہر کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدہم اور ہمارے نزدیک قاتل بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کے مانند ہے یعنے دیت دینے مین وہی شریک ہے اور عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اسکو خارج کرنا عاقلہ سے بوجہ ہے خلافاً للشافعی ولو القاتل امرأۃ او صبیاً او مجنوناً فیشارکہم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون ہو سوا ان مین سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنے صغیر اور مجنون کا ولی انکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اسکے مالک کا قبیلہ ہے یعنے اسکے ساتھ کذا فی الطحطاوی ومولی الموالاۃ مولاہ وقبیلۃ مولاہ اور مولی الموالاۃ کی طرف سے اسکا مولی اور اسکے مولی کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عبد ولا عمد وان سقط قودہ بشبہۃ او قتلہ ابنہ عمداً اور معلوم کرکہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہہ سے یا باپ نے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمداً چنانچہ مذکور ہوگیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدیۃ لقولہ علیہ السلام لا تعقل العواقل عمداً ولا عبداً ولا صلحاً ولا اعترافاً ولا ما دون ارش الموضحۃ بل الجانی اور عاقلہ نہین دیتی وہ مال جو لازم ہو قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصے سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عواقل دیت نہین دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس سے موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوع تو غریب ہے لیکن موضحہ کی دیت سے ثابت نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی العینی الا ان یصدقوہ فی اقرارہ او تقوم حجۃ وانما قبلت البینۃ ہنا مع الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ وہو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرین یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی اسواسطے کہ گواہی اسکو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنے واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ہو او تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا قضی بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ وکذبہما العاقلۃ فلا شیء علیہما ای علی العاقلۃ لان تصادقہما لیس بحجۃ علیہم ولا علیہ فی مالہ الا حصتہ لان تصادقہما حجۃ فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہین ہے اسواسطے کہ قاتل اور اولیا مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہے اور نہ خود قاتل پر حجت ہے اسکے مال مین مگر بقدر اسکے حصہ کے اسلیے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق انہین دونون کے حق مین حجت ہے کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال مین عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اسکا حجت ہے لیکن لیکے واسطے عطا مین ہو چنانچہ عالمگیری مین ہے کافی سے اور ظاہر اعطا تو اہل لشکر مین ہوتی ہے نہ قبائل مین کذا فی الطحطاوی واعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانی لان الحق علیہ

لو کان صبیاً فالخصم ابوہ خانیۃ قلت یوخذ من قولہ الخصم ہو الجانی لا العاقلۃ جواب حادثۃ الفتوی وہی ان صبیاً نفساً رعین صبیۃ فماتت فاراد ولیہا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی والجواب انہ لا یحلف لان ذلک فرع صحۃ الدعوی وہی غیر متوجہۃ علی العاقلۃ وینبغی ہنا شیء وہو ان العاقلۃ لو اقروا بالقتل الجانی ہل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی یقضی علیہم بالدیۃ ام لا فان قلت نعم ینبغی ان یجبر التحلیف فی خصمہم لظہور نفعہ کما قالہ المصنف بحثاً فلیحرر اور معلوم کر کہ خصم یعنے دعوی قتل مین خصم یعنے مدعا علیہ قاتل ہے اسواسطے کہ حق اسپر ثابت ہے اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ اسکا باپ ہے کذا فی الخانیہ مین کہتا ہون کہ انکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتا ہے کہ صغیر نے صغیرہ کی

اگر پھر دعویٰ سو دو مرگیا تو صغیرہ کے وارث نے چاہا کہ قسم دیا عاقلہ کا صغیرہ کی نفی قتل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم وار د نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح پر ہوگا مترتب ہوا اور حالانکہ دعویٰ عاقلہ پر متوجہ نہیں ہے اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بنسبت انکے صحیح ہوگا تا اینکہ پھر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار انکا صحیح نہیں تو اگر یون جواب دو کہ ان پر لازم ہوتا ہے کہ قسم انکے حق مین جاری ہو اسکے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب فائدے سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے تو اسکو شمر یاد رکھنا تصحیح کرنا چاہیے پہلے ہم تعلیق ما قلنا قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو اُن پر قسم بھی نہین اور اگر دیتی سبب دیت کے پھر عاقلہ کا اقرار ہے تو اسپر قسم جاری نہوگی تو یہی ظاہر ہے کذا فی الطحاوی **وان جنی حر علی نفس عبد خطا فہی علی عاقلتہ** یعنے اذا قتلہ لان العاقلۃ لا تتحمل اطراف العبد وقال الشافعی لا تتحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کیسے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کی متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کی بھی متحمل نہیں **ولا یدخل صبی ولا امراۃ ولا مجنون فی العاقلۃ اذا لم یکونوا ناصروا** یعنے لو کانا قاتلین غیرہم والا فیدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جبکہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہوں یعنے اگر صغیر وغیرہ قاتل نہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا ہم عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انسے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے وجوب دیت میں کذا فی الطحطاوی **ولا یعقل کافر عن مسلم ولا بعکسہ** لعدم التناصر اور کافر دیت نہین دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے **والکفار یتعاقلون فیما بینہم وان اختلفت مللہم** لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنے ان تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطہ فی المجتبی اور کافر فیما بینہم خود ایک دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہوں اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنے بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہوں اور اگر تناصر انمین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی واجب ہے تین سال تک اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی مین اسکو شرح بیان کیا ہے مجتبی مین ہے کہ دو مسلمان دار الحرب مین داخل ہوئے سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہے کذا فی الطحطاوی **واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ** کلقیط وحربی اسلم **فالدیۃ فی بیت المال** فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وہذا یعنی نقل الزیلعی روایۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنے جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اُسکے مال مین دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم من ان تناصرہم قد انعدم وبیت المال قد انہدم ترجیح وجوبہا فی مالہ فیؤدی کل سنۃ ثلثۃ دراہم او اربعۃ کما نقلہ المجتبی عن الناطفی قال وہذا حسن لا بد من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد وقع فی کثیر من المواضع انتہی فی شرح الملتقی میں کہتا ہوں اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کی باہم مددگاری نیست و نابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر سال تین یا چار درہم ادا کرتا رہے چنانچہ اُسکو مجتبی مین ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال مین ہے تو اسکو سمجھ لے کذا فی الطحطاوی **وہذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ** اجماعا بزازیۃ اور یہ یعنے جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے اسوقت ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال مین بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ **ومن لہ وارث معروف مطلقا ولو بعیدا** او مولی موالاۃ او عتق **لا یعقلہ بیت المال** وہو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونے کے سبب سے تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ
مین شرح بیان کیا ہے و لا عاقلۃ للعجم و بہ جزم فی الدرر و قالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیون کا یعنے عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والون کا عاقلہ نہین اسی پر
یقین کیا ہے درر مین یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اُنکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین
والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذلک طلبۃ العلم قلت وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیۃ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کے واسطے بھی عاقلہ ثابت
ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اسکے عاقلہ ہین اور اسی طرح
طالب علم باہمدگر عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا
الباب ومتی وجد التناصر اذا اخذ بہ امر قاموا معہ لکفایتہ وتناصر فیہ مجتبی مین یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنے اثبات عاقلہ مین تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب انکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ انکے ساتھ اُٹھ کھڑے ہون انکی کاربرآری مین یعنے انکو بچالین اسکی تکلیف ٹال دین
اور اسکا پورا بیان قنیہ مین ہے وفی تنویر البصائر معزیا للولوالجیہ والحق ان التناصر بینہم بالحرف فہم عاقلتہ الخ قلت واقرہ القہستانی اور تنویر البصائر
مین جو ولوالجیہ سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیون مین تناصر پیشون کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہین ہمیشہ کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے اور اسی قول کو قہستانی
نے ثابت رکھا ہے لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الان لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی
نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد و بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہو ہم یہ وہی قول ہے
جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرب خوارزم کا بیان کیا ہے قلت ودیتہ لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ وبیت المال مین کہتا ہون اور جہان نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور
حمایت اور نہ مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہے یا بیت المال مین ہم وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال مین روایت
شاذہ ہے یا جیسا مذکور ہو چکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اسکے عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے
تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العلیم

## کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب
مین لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے یعنے مصدر اور موصی بہ کو یعنے جس چیز کی وصیت کیجاوے اسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے
سے تاکہ غیر اسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مر رہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ
موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ [illegible] الوصیۃ والایصاء یقال اوصی لہ فلان اے جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ و سیجئ فی باب مستقل واوصی
لفلان [illegible] الوصیۃ و وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو [illegible] فلان یعنے اسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا سے اور
وصی کے مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور وصیت مین اوصی لفلان یعنے اسکو مالک کیا [illegible] طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہین ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان مین تابع ہے صاحب درر کا
فہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت مین یعنے بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت تملیک ہے
مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کسی شیء عین کی ہو یا دین [illegible] التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجئ مین کہتا ہون
تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ اسنا اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاوے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنے بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہی ہم بعضوں نے کہا اقرار دین عبارت ہی اظہار مافی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہی اور وقف
احسان کی کچھ حاجت نہین ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالے فانہ اور تبرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالے کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر ہم جواب ہی
سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہی کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہی بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب
ہی پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہان اسواسطے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہی اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ
کیا یعنے وجوب حق اسکا بسبب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند نہوا کذا فی الحلبی وہی علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ
بالزکوۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہۃ لاہل الفسق والا فمستحبۃ اور بنا بر اسی کلام کے جو مجتبی مین ہی
وصیت چار قسم ہی واجب ہی وصیت واسطے زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے تقصیر کیا اور وصیت مباح ہی مالدار کے واسطے اور
مکروہ ہی فاسق فاجرون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہی ہم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہی تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا
اور مجتبے مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت مجتبے کا ترجمہ یہ ہی کہ وصیت چار قسم ہی واجب ہی چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہی چنانچہ
کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور اسکے مانند کی وصیت اور مباح ہی جیسے اغنیاء اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہی جیسے اہل فسوق ومعاصی
کے واسطے وصیت کرنا انتہے کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب
نہین اسواسطے کہ سورہ بقر کی آیت سورہ نساء کی آیت سے منسوخ ہی ہم سورہ بقر کی یہ آیت ہی کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ
للوالدین والاقربین یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا مان باپ اور قرابتوالون
کے واسطے اور سورہ نساء کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہی جو ناسخ ہی سورہ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا
اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہی کہ سورہ بقر کی آیت منسوخ ہی اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہی ازانجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور
ابن ماجہ مین مروی ہی کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر
فرمایا کہ حق تعالے نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہی اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور
سے نسخ کتاب جائز ہی ہمارے نزدیک اور حجت ہی امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہین کذا فی العینی شرح الہدایہ وسببہا ما ہو سبب التبرعات
وصیت کا سبب وہ ہی جو تبرعات یعنے عبادات غیر واجبہ کا سبب ہی ہم حموی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہی جو وصیت کے محاسن مین مذکور ہی یعنے جو اعمال فوت
ہوگئے ہین انکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نرہے تاکہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہی کہ اہم وظائف دینیہ عارف یقینیہ کے
نزدیک تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہی اور مظالم و حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اسواسطے کہ ہر مخلوق زندوں کے واسطے
موت ضروری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید مین تاکید فرمایا ہی آیۃ المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہین جو خدا
کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اسکی وصیت اسکے سر کے پاس ہو انتہے
حموی نے قاضی خان سے مشروع نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہی کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکی اولاد صغار ہین مشیخین نے کہا
کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہی اور اگر اولاد کبار ہی اور مال تھوڑا ہی امام نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہی اور
وارث غنی ہین تو اور واجبوں سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اسپر کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین

۵ [illegible] رواہ الطحاوی [illegible]

پڑوسیون کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحطاوی و شرائطہا کون الموصی اہلا للتملیک فلم تجز من صغیر و مجنون و مکاتب الا اذا اضافہ لعتقہ کما سیجئ اور
وصیت کی شرطون میں سے ہونا ہر موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہر صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہوجانے کی طرف نسبت
کرے تو جائز ہر چنانچہ آگے آویگا و عدم استغراقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کما سیجئ اور عدم استغراق مال کا دین کیساتھ شرط ہر بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا
و کون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل الموصی لہ فافہمہ فان بہ یسقط ایراد الشرنبلالیۃ اور موصی لہ جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے
وقت شرط ہر خواہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل ہوے سو اسکو سمجھ لے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہر صاحب درر نے
کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہر اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہر شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کے واسطے وصیت کرنا صحیح ہر وہاں حیات کہاں ہر
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے و کونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث نہونا شرط ہر یعنے موصی لہ موصی کا وارث نہو
موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہر زیلعی میں ہر کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور
حالانکہ وہ وارث ہر پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہر یعنے اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نرہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہر اور اُسنے
اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہر کیونکہ موصی لہ وارث ہر موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نتھا و لا قاتل اور
موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہر وصیت کی خواہ اُسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اُسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہر صورت وصیت باطل ہر کذا فی
الزیلعی و ہل یشترط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الاتی اور کیا شرط ہر ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہون ہان اسکا معلوم ہونا
شرط ہر چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہر باب آیندہ میں ہم موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہر چنانچہ فقرا و مساکین کذا فی الطحطاوی و کون الموصی بہ قابلا للتملیک
بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہر وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنے جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے
قابل ہو تملیک کے واسطے کسی عقد کے عقدون سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا معدوم ہو معدوم ہو یعنے علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پھلون کی
وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہین پھر اُسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اُسکی
موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا و ان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہر کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو ہم طحطاوی نے کہا یہ لزوم وصیت
کی شرط ہر و رکنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان و ما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہر کہ مین نے وصیت کی اُس چیز کی
فلانے شخص کے واسطے اور جو اُسکے قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں ہم چنانچہ یون کہنا کہ مینے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لیے
ٹھہرایا و فی البدائع رکنہا الایجاب و القبول و قال زفر الایجاب فقط اور بدائع میں ہر کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہر اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن ہر ہم
غایۃ البیان میں ہر ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہر وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہر اسواسطے کہ وصیت تملیک متعلق ہو بعد
تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہین اسواسطے کہ قبول نہین ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح و الدلالۃ بان یموت
الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجئ مین کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد ہر جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی لہ مرجاے موصی کی موت کے بعد
بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آویگا ہم موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد بہی قبول ہر تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل مثل قبول بالقول
کے برابر ہر چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اُسکے وارثون کے واسطے خریدنا یا اُسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی و حکمہا کون
الموصی بہ ملکا جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزمہ استبراء الجاریۃ الموصی بہا اور حکم یعنے اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا مالک جدید موصی لہ
کی چنانچہ ہبہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہر سو موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا و تجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع

وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہی اجنبی شخص کے واسطے درصورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اسکو جائز نکرین ہم مانع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہین حدیث مذکور کی دلیل سے یعنے حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تاکہ تمہارے اعمال زیادہ ہون لا الزیادۃ علیہ الا ان یجیز ورثتہ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیوتہ اصلا بل بعد وفاتہ و ہم کبار نہین جائز ہی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا مگر اس صورت مین جائز ہی جبکہ موصی کے وارث بالغ اسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثون کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ اسکی وفات کے بعد معتبر ہی ہم حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوگی کہ ہنوز انکا حق ثابت نہین اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہی اور اگر وارث صغیر ہی تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہین سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ مین مروی ہی سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہی اور میری بیٹی فقط وارث ہی تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہی یعنے وصیت کے واسطے یعنے یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للوارث یعنے وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہی نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے ہم مریض کے اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہی اسواسطے کہ اقرار تصرف ہی فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ اسکا وارث نہین تو اقرار جائز ہی اگرچہ وہ شخص بعد اسکے اسکا وارث ہوجاوے لیکن یہ شرط ہی کہ وہ وارث ہوجاوے نئے سبب کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اس بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مرگیا کذا فی الطحاوی وندبت باقل منہ لو عند غنی ورثتہ او استغنائہم بحصصہم اور مستحب ہی کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثون کی توانگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے انکو استغنا حاصل ہوا ہو لیکن کہا اسے کہ اندب ترکہا بلا احد حالے غنے او استغنا رالانہ صلۃ وصدقۃ جنبیہ وصیت کا ترک کرنا مستحب ہی بدون توانگری یا استغنا ورثہ کے یعنے جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے حصون سے انکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہی اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہی اور صدقہ بھی ہی ہم یعنے جب وارث محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہی حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہی اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابوایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہی کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنے بہتر صدقہ اس قرابت دار پر ہی جو عداوت مخفی رکھتا ہی تہیگا و مین طحطاوی مین قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہی کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہی کہ ہر وارث چار ہزار درم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہی کہ ہر واحد دس ہزار درم کی میراث پاوے وتوخر عن الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہی دین سے یعنے ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہی بسبب مقدم ہونے حق العبد کے ہم حق العبد حق الشرع پر مقدم ہی اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط ہوجاتا ہی موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہی تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہی تمام مال کی بحالت عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے ہم یعنے جبکہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہی اگرچہ اسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابوالسعود ورینین ہی تعلق حق وارث مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث نہ ہوا تو وصیت صحیح ہوگئی والملوکہ بثلث مالہ اتفاقا وتکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث

ایضاً لا الاسمی فی تعیینہ قیمتہ وان فضل من الثلث شئی فہولہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اسکی آزادی کی
وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہوالمراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام
کا ہے علم اگر موصی کا مال درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہو اور غلام کی قیمت سو درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اسکی قیمت ۲۰۰ درم ہے تو ۱۰۰ درم
کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہو اور اگر اسکی قیمت ۱۰۰ درم ہے تو ۲۰۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں ہے اسباب ہے تو اسکی تفصیل
اختیار سے عالمگیری میں مذکور ہے دیدہ بقا شیء و ہدایہ وللمبسوط لا تصح فی الاصح کما لا تصح بعین من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کے واسطے دنانیر یا درہم
غیر معینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں ہے وصیت صحیح نہیں ہوتی ہے کہ اپنا اس مال سے ایک شخص کی نام ورزمین غلام سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے
اپنے مال سے کسی شخص کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی بالاتفاق وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دینار و درم یا ذریعہ
غیر معین کی وصیت کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے بشخص کی وصیت صحیح نہیں ہے یا بالتعیین آزادی کا دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید
سوا سطے لگائی کہ اسکی وصیت متوہم تھی اور تعیین کی صورت میں تو غلہ کی مانند وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتبہ نفسہ او لمدبرہ او ام ولدہ وکذا لعبد
لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کہ نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے
وصحت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں
کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلاں شخص کے واسطے اور حمل کے واسطے اس طرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ
میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درموں کی وصیت کی کذا فی الدر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشہر لو زوج الحامل حیا ولو میتا فلاقل
سنتین من وقت الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوہرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی
مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اسکا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق
سے کذا فی الطحطاوی شرح وہ ہے بدلیل ثابت ہونے اسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ
میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی بما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے
واسطے جو فلاں شخص کے جانور کے پیٹ میں ہے تاکہ اسپر صرف کیا جاوے تو صحیح ہے ومدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشرۃ سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ
وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر وللسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت
حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گائے کے واسطے
نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہیں اور چڑیا کے لیے ۲۱ دن ہیں چنانچہ قہستانی
میں ہے منسوب باستیفاء من وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں ہم نے
اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے
وفی الکافی ما یفید انہ من الاول ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکے مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہو تو ابتدا اسکی
مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہو تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ و
لا ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا کہ صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اسپر
کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنہ او وصی لم یجز لانہ لا ولایۃ لہ

علی الجنین وبالجنین تو اگر بچہ پیٹ کی کا باپ اُسکی طرف سے مصالحہ کرے عوض مین اسکے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت
ثابت نہین بچہ پیٹ کی کے اوپر کذا فی الولوالجیۃ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی وہی انہ لیس للوصی والمختار التصرف فیما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا یلی ولا یولی علیہ
مین کہتا ہون اور بیان سابق سے حادثۂ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہین اسمین جو حمل کے واسطے وقف
ہوا بلکہ فقہانے کہا ہے کہ حمل یعنی بچہ پیٹ کی کی ولایت نہین کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اسپر ہے وصحت بالامۃ الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اسکے
حمل کے صحیح ہے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کے فلانے شخص کے واسطے مگر اسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہ صحیح ہے لما تقرر ان کل ما صح
افرادہ بالعقد صح استثناؤہ منہ والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا قصدًا
صحیح ہے تو اسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہین اسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت مین درست ہے تو اسکا استثنا
بھی وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذمی وبالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت
مسلمان کے واسطے درست ہے ہم دلیل وصیت اول کلام الٰہی ہے (لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم) یعنی
نہین روکتا تمکو اللہ تعالی اُن کافرون کے احسان کرنے سے جو تم سے نہین لڑے دین پر اور نہین نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور وصیت ثانی
کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو احسان دونون طرف سے درست ہوا حیات مین اسی طرح ممات مین
بھی کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کے واسطے دار الحرب مین اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان
ہے اور ہم منع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے لقولہ تعالی (انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین) الآیۃ حق تعالے نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ
اللہ تعالے تمکو روکتا ہے اُن کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑے ہین کذا فی الدرر عن البحر مع الصغیر قید بدارہ لان المستامن
کالذمی کما افادہ الاسبیجابی مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے صحت وصیت مین چنانچہ
ای خسرو کما فی الشرنبلالیۃ
یہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہے بحث کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر مین عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہے اور
سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہ احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب مین نہین یعنی مستامن یہی
مراد ہے سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کے واسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکورہ کے بیان کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح
مذکور ہے کتب فقہ مین قلت وصرح الحدادی والزیلعی وغیرہما بصحتہ کما فی وصایا الذمی مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور
زیلعی وغیرہما نے اور آگے بیان آویگا ذمی کی وصایا مین ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ لا تسببا کما مر اور درست نہین ہے وصیت اپنے وارث اور
اپنے قاتل کے واسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین ہم حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ
لا وصیۃ للقاتل قتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کے کذا فی المنح الا باجازۃ
ورثتہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزہا الورثۃ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث وتحققہ وارث کے واسطے وصیت درست
نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کے واسطے مگر کہ وصیت کو وارث جائز رکھین
یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے
وہم کبار عقلاء فلم تجز اجازۃ صغیر ومجنون اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہوگی واجازۃ
المریض کابتداء وصیۃ اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہے یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اسکو شفا ہوگئی

تو وصیت صحیح ہو گئی اور اگر مریض مر گیا اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہی تو اجازت مریض کی جائز نہو گی جبتک مریض کے اور
وارث اسکی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہی وارث نہیں تو اجازت جائز ہی اور ثلث مال سے معتبر ہو گی کذا فی المنح ولو اجاز البعض
ورد البعض جاز على المجيز بقدر حصته اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اسکے حصہ کے وصیت جائز ہو گی
او يكون القاتل صبيا او مجنونا فتجوز بلا اجازة لانهما ليسا اهلا للعقوبة یا یہ کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہی بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے
کہ وہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں او لم يكن له وارث سواه كما في الخانية اي سوى الموصى له القاتل وهو وارث حتى لو اوصى لزوجته او هي له ولم يكن
ثمه وارث آخر تصح الوصية ابن الكمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوا اسکے کذا فی الخانیہ یعنی سوا اسکے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی
زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہو گی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبیٰ فلو اوصت لزوجها بالنصف
كان له الكل مجتبیٰ میں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کو واسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اسکا ہو گا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سوا زوج کے تو
نصف مال بطریق وصیت کے اسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت انما قید بالزوجين لان غيرهما لا يحتاج الى الوصية لانه يرث الكل بردا او رحم وقد قدمناه
في الاقرار معزيا للشرنبلالية میں کہتا ہون اور فقیہوں نے زوجین کی اسی واسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث
ہو گا تمام مال کا رد میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور البتہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں شرنبلالیہ کی طرف نسبت کر کے وفي فتاوى النوازل اوصى لرجل
بكل ماله ومات ولم يترك وارثا الا امرأته فان لم تجز فلها السدس والباقي للموصى له لان له الثلث بلا اجازة فبقي الثلثان فلها ربعهما وهو سدس الكل ولو كان
مكانها زوج فان لم يجز فله الثلث والباقي للموصى له اور فتاوی نوازل میں ہی کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مر گیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا
سوا اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہی اور باقی موصی لہ کا ہی اسلیے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہی تو باقی
رہیں دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہی اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کے بجاے زوج ہو اور وارث وصیت کرنے والے کا سوا اگر زوج نے
وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہی اور باقی مال موصی لہ کا ہی جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی
وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے انمین چوتھائی زوجہ کی میراث ہی یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہی کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہی باقی سے بعد اخراج
وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نہ رکھی تو اسکی میراث تہائی ہی یعنی دو سہم اور وہ نصف ہی باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبي مميز مطلقا ولو في وجوه
الخير خلافا للشافعي اور وصیت مطلقا صحیح نہیں اس لڑکے ممیز سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام
مین انکے نزدیک صحیح ہی وكذا لا تصح من صبي الا في تجهيزه وامر دفنه فتجوز استحسانا اور اسی طرح صغیر یا ممیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اسکی تجہیز اور دفن کے
امر میں تو وصیت استحسانا جائز ہی لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہی کہ اگر وصیت کی ہزار درہم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائیگا اور
دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ
فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اسکو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحاوی وعليه تحمل اجازة عمر رضي الله عنه لوصية
يافع يعني المراهق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہی یعنی فاروق اعظم نے
جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہی نہ مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہی کذا فی شرح الحموی وان مات بعد الادراك
او اضافها اليه كان ادركت فثلثي لفلان لم تجز لقصور ولايته فلا يملكه تنجيزا وتعليقا كما في الطلاق بخلاف العبد كما افاده بقوله صغیر کی وصیت صحیح نہیں
اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کے واسطے ہی تو وہ وصیت

جائز ہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اُسکا مالک نہوگا تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق میں اُسکو مالک نہیں ہے بخلاف غلام کے
چنانچہ مصنف نے اپنے آیندہ قول میں اسکو مذکور کیا ہے ولا من عبد ومکاتب وان ترک ما یکاتب وفاء وقیل عندہما تصح فی صورۃ ترک الوفاء در
اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے درصورت
ترک کرنے اداے بدل کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہما وفی الدرر اضافاہا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق المولی مگر جبکہ
غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کی جہت سے اور وہ مانع وصیت کا حق ہے مولے کا اور درر کی عبارت
یون ہے اضافاہا یعنے غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا تعلق غلام اور مکاتب کی وصیت کا حق مولی کے سبب سے جائز
نتھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولی کا حق باقی نرہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت
عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کاخرس اور وصیت جائز نہین بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی
یہانتک کہ اُسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہے وہم معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی
در مبین ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے بخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ
قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے مین تو معلوم ہے نہ بستہ زبان مین وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت الموتہ
جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ کان کاخرس قالوا وعلیہ الفتوی در وقد مجی فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال سے معین کیا گیا
اور بعضون نے کہا جبکہ بستگی اُسکی موت تک ممتد ہوگئی تو اُسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اُسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب مین وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور
وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے ہم تو اگر موصی کی موت کے بعد
موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہیگی اُسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک مین داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی
ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک
بالقبول الا اذا مات الموصی ثم ہو بلا قبول فہو اسے المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول
کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اُسکا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل
سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ
مرگیا تو اُسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اس بیع مین جسمین مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مرگیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی
للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسی طرح اگر بچہ پیٹ کے واسطے وصیت کی تو وہ اُسکے ملک مین داخل ہوگا بدون قبول
کے استحسان کی وجہ سے بسبب نہونے اُس شخص کے جسکی ولایت ہو اُسپر تا کہ وہ اُسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا وللموصی الرجوع عنہا بقول صریح
او فعل یقطع حق المالک عن المغصوب بان یزیل اسمہ واعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے
جو مالک کے حق کو قطع کرلیتا ہے مغصوب سے اسطرح پر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اسکا بڑا فائدہ زائل کردے چنانچہ کتاب الغصب مین معلوم ہوچکا ہم چنانچہ کپڑے کی
وصیت کی پھر اُسکو قطع کیا اور سیا تو اب اسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء
فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اُسکو زیادہ کردے جو موصی بہ کی

تسلیم کا مانع ہو بدون اسکے جیسے موصی بہٖ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برخلاف اُس گھر کے چونہ کاری کیے اور اسکی
عمارت ڈھا دینے کے سوا اسلئے کہ وہ تصرف ہی تابع میں نہ اصل میں ہو بر عطف علی بقول صریح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر یا دو علیہ فہو اصل ثالث
فی کون فعلہ یفید رجوعہ عنہا کما یفیدہ متن الدرر فتدبر او یزیل الملک فانہ رجوع عنہ ولو ملکہ ثانیا ام لا کالبیع والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہی ایسے تصرف سے
جو اسکے ملک کو زائل کر دے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہی وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے اور شارح نے
کہا کہ وتصرف عطف ہی بقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہی اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہوگا کہ اسکے فعل
کے افادہ رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہی سو اسکو غور کر لے وکذا اذا خلطہ بغیرہ بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسی طرح رجوع عن الوصیۃ ہی
جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اسکا جدا کرنا ممکن نہیں لا یکون راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی وصیت سے
راجع نہوگا اُس کپڑے کے دھو دینے سے جسکی اپنے وصیت کی اسلیئے کہ یہ تصرف ہی تابع میں نہ اصل میں واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا
اور یہ معلوم کر کہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا ضرر نہیں کرتا وصیت میں ولا بجحودہا درر وکنز ووقایۃ وفی المجمع یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل
عن یعقوب ان الفتوی علی انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہی
درر اور کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع میں ہی کہ اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اسکے عینی شرح مجمع میں ہی پھر عینی نے یعقوب سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہی کہ
انکار رجوع ہی وصیت سے اور سراجیہ میں ہی کہ اس قول پر فتوی ہی اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی ہی
علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں بیہقی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور امام محمدؒ نے اپنی کتابوں میں
لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اسوجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں
دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہی اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہی انتہی وکذا لا یکون راجعا لو قال کل وصیۃ
اوصیت بہا فہو حرام او ربا او اخرتھا اور اسی طرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام خواہ بیاج ہی یا اُس وصیت میں تاخیر ڈالی
میں نے بخلاف قولہ ترکتھا برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہی وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہی اسواسطے کہ ترک
شی اسقاط ہی اور تاخیر اسقاط نہیں وبخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل
ذلک رجوع عن الاول وتکون للوارث بالاجازۃ کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہی یا جو وصیت کہ میں نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کے واسطے
ہی یا فلانے میرے وارث کے واسطے ہی تو ہر ایک یہ قول رجوع ہی اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث
کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الآخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین بحالہا لبطلان الثانیۃ
اور اگر دوسرا فلاں شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہی بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے
ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہی وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو
پہلی وصیت تو باطل ہو گئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہو گئی موصی لہ کی موت سے وتبطل ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد
الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اسکی وصیت باطل ہی
اُس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اسلئے کہ ثابت ہو چکا ہی یہ کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث
یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہی نہ وصیت کے وقت اور وصیت تو اسوجہ سے باطل ہی کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت

وارث ہوگی نکاح سے اور علاوہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہی صورت مین لیکن مرض کے سبب سے وہ حکما مضاف الی ما بعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہی وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہی تو اسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف

الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا ثم نکحہا فمات جاز بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہی تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہی ہم اقرار کے وقت عورت وارثہ نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے مضر نہین

ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہی اُسکا اقرار اور اُسکی وصیت اور اُسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزندی کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا موجب ہی ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہوچکا کہ اُنمین موت کا حال معتبر ہی اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنے فرزندی اقرار کے وقت موجود ہی تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہی تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر

وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول بعلۃ السل وہو قرح فی الرئۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ او مہلکۃ اور ہبہ مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اُسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہوگئی ہو اور اُس مرض سے موت کا خوف نہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنے ایک سال نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اُسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ ہیں قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہی جسکو سل کی بیماری ہو اور یہ پھیپھڑے کا قرحہ ہی اور مقعد بضم میم وہ بیمار ہی جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو یا لونگ کی بیماری اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنے آدھا دھڑ حس وحرکت سے رہگیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنے ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہ ہی کہ یہ امراض مزمنہ ہیں کہ عارض ہون اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر مرجائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہی تو اُسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلون مین جنمین ہلاکت کا خطرہ تھا ہلاک ہونے سے زندہ رہا بچ گیا تو اُسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضون کے حکم مین رہا یہانتک کہ علاج کبھی لائق نہوا کذا فی الدرر

وقیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ علیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہ ہی کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہی تجرید مین کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہ ہی کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ

واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنے فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اُسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجائش نرکھتا ہو قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اُس فرض سے جو حق العبد ہی پھر اُس فرض سے جو حق اللہ ہی پھر واجب پھر نفل ایسا ہی ہی فقہا سے کذا فی ملتقط

وفی حاوی الزاہدی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ زاہدی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہی نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہی قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنے قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین

وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام ان الموصی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے ہی امام ابو یوسف سے یون مروی ہی کہ ابتدا کیا جائے کفارہ قتل سے پھر کفارہ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر

وفی الخیریۃ ان مذہب ابی حنیفۃ اخرا ان الحج النفل افضل من الصدقۃ اور خزانہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ہم اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقتیں امام نے دیکھیں تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی المحیط اوصی ان یحج عنہ حجۃ الاسلام ان حج عنہ راکبا وصیت کی کہ حج کی میرے فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرا دے سوار کر کے وصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اُس وطن سے سوار ہو کر نہ پیدل تو اسی طرح سے اسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بہذا المال ماشیا لا یجزیہ قہستانی عن الملتقط سو اگر خرچ کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سوار کا مرد نے کہا کہ میں حج کر دونگا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نہ کریگا میت کی طرف سے چنانچہ قہستانی میں ملتقط سے منقول ان لم تکف النفقۃ لذلک والا من حیث تبلغ اگر خرچ کفایت کرے سوار ہو کر وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کر کے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من بلدہ راکبا وقالا من حیث مات استحسانا ہدایۃ وتنویر وملتقی قلت ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون وکان القیاس ہنا ہو المقدم فافہم اور اگر حج کو جانے والا راہ میں مرگیا اور راستہ میں وصیت کی اپنے عوض حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کر کے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مرگیا وہاں سے چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والتنویر والملتقی میں کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی مشتمل ہیں اور یہاں قیاس ہی مقدم ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھو جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان لم یبلغ النفقۃ ذلک والا من حیث تبلغ اگر اُسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے کفایت کرے وہیں سے سوار کر کے حج کروانا چاہیے بالاتفاق وفی الوطن لمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہ ہو تو جہاں وہ مرگیا وہاں سے حج کروانا چاہیے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد فیعتق عنہ عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اُسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کی طرف سے اور اُسکے وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درہم ولا والا لعتق علی الثلث وقالا یشتری بکل الثلث فی المسئلتین یعنی اسی طرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار درم ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید کیا جاوے کذا فی الہجم مریض اوصی بوصایا ثم برئ من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیۃ بیمار نے چند وصیتیں کیں پھر وہ چنگا ہو گیا اپنی اُس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُسکی وصیتیں باقی ہیں اگر اُسنے یوں نہ کہا ہو کہ میں اپنے اس مرض سے مرگیا تو میں نے وصیت کی کذا فی فتاویٰ قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہو گیا اگر اُسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہاں تک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوسواس فصار معتوہا حتی مات بطلت خانیۃ اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیۃ اوصی بان یعار بیتہ من فلان او بان یسقی عنہ الماء شہرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیۃ یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جاوے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیۃ کما لو اوصی بہذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال لیعلف بہا دواب فلان جاز چنانچہ اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے شخص کے جانوروں کے لیے خاص ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ اس بھوسہ سے فلانے جانوروں کو چارہ دیا جاوے تو وصیت جائز ہے و لو اوصی بان ینفق علی فرس فلان کل شہر کذا جاز ان بطل بیعہا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے میں اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گھوڑے

کہ بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے ہم خانیہ میں ہے محمدؒ نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہے پھر اگر گھوڑا مر گیا یا ہلاک ہو گیا پس اسکو بیچا تو وصیت باطل
ہو گی انتہی او اوصی بسکنی دارہ لرجل ولا مال لہ سواہا جاز ویسکنہا ما دام حیا ولیس للوارث بیع ثلثیہا وقال ابو یوسفؒ لہ ذلک لان لقاسم الورثۃ ایضا
بالفرز الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہیں سوائے اس گھر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو انہیں رہنا
یعنی تہائی گھر میں رہتا ہے جبتک وہ زندہ رہے اور مورث کے وارث کو اسکے گھر کی دو تہائیاں بیچنا درست نہیں اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ یعنی دو تہائیاں بیچنا جائز ہے
وارث کو اور یہ بھی جائز ہے کہ وارث وارثوں سے تقاسم کر لینا اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ ولو اوصی بقطنہ لرجل وبحبتہ لاخر او اوصی بلحم شاۃ معینۃ
لرجل وبجلدہا لاخر او اوصی بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لاخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصی لہما ان یدوس ویسلخ الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکے بنولوں کی وصیت کی دوسرے شخص کے لیے اور یونہیں بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکی کھال کی وصیت کی
دوسرے کے واسطے اور وصیت کی اس گیہوں کی جو بالیوں کے اندر ہے ایک مرد کے واسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت دونوں مردوں کے واسطے
جائز ہے اور دونوں پر لازم ہے گیہوں کا ماڑنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا ہے اور اسی طرح دونوں پر لازم ہے کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ ہر ایک کا
حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا وہذا یفید جواز النفقۃ
من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے
تو یہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جائے بیت المقدس کی عمارت میں اور اسکے چراغ میں اور مانند اسکے علما نے کہا کہ یہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے
خرچ کرنا مسجد کی قندیلوں اور اسکے چراغوں پر جائز ہے اور یہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلوں کے واسطے رمضان میں خرید کیا جائے کذا فی الخانیہ
وفی المجتبی اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لا غیر وکذا للمسجد والمقدس اور مجتبی میں ہے کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے
تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجوں کے واسطے صرف کیا جائے نہ اور کاموں میں اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے ہم یہ دوسرا قول ہے
متن کے مخالف کذا فی المجتبی ودر وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقرائے کوفہ کی وصیت اسکے سوا اسے اور محتاجوں پر صرف کرنا جائز ہے ہم اور
یہی حکم ہے فقرائے حاج اور فقرائے مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ اوصی بان یخدم عبدہ المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ میں ہے کہ وصیت
کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے اور اسمیں اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصی بثلث مالہ لاعمال
البر لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کاموں کے واسطے کی تو اسکا تہائی مال قیدخانہ
بنانے میں صرف نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ
عن ابی بکر البلخی یہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جائے لوگوں کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ خانیہ میں ابو بکر بلخی سے
مروی ہے وفیہا عن ابی جعفر اوصی باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو
فضل طعام ان کثیرا یضمن والا لا انتہی اور خانیہ میں ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جائے انکو جو ماتم پرسی
کے واسطے آویں تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اسکو جو ماتم داری میں بہت ٹھہرا یا اسکے مکان کی مسافت دراز ہے نہ اسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید
نہیں اور نہ زیادہ قیام کیا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہے تو اسکا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہیں انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی طعام یجمع لہ
النائحات لبقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لہن فبطلت والثانی علی ما کان بغیرہ میں کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول کو یعنی
ابو بکر بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت میں ہے محمول کیا ہے اس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتیں جمع ہوتی ہیں باقی تین دن میں

تو وصیت ہوئی نوحہ گروں کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنے ابو جعفر کے جواز وصیت کو اس کہانے پر جو سوائے نوحہ گر اور لوگوں کے واسطے پکایا جاوے ہم نوحہ گروں کے
واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر تر ہے ان پر مخصوص نہیں کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنے تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بان
یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد آخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرء عند قبرہ شیئا معینا فہی باطلۃ سراجیہ وتحقیقہ یعنے وصیت
کی کہ نماز پڑھے اسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اسکی لاش کو اٹھا لیجاویں دوسرے شہر کی طرف یا اسکا کفن دیا جاوے فلانے کپڑے میں یا اسکی قبر پر
کہگل کیا جاوے یا اسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاوے یا جو اسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اسکو کچھ معین مال دیا جائے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ
اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہیں اور قرآن پڑھنا قبر پر اور
قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے شہر میں نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہیں کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا
مکروہ ہے لہذا اسکی وصیت باطل ہے اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فہی باطلۃ وقال محمد تصرف لوجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالی کیواسطے
تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاوے نیک کاموں میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک ہیں
تو لام تملیک کا کچھ وجہ نہیں بدون تاویل اور توجیہ کے والتفیرۃ للظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وہو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف
کہا کہ میں نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسواں حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سوا ہزار درم کے
کچھ نہیں ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہوسکیں تو اسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسویں حصے سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت
لہ بجمیع ما فی ہذا الکیس وہو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اس قول میں کہ میں نے فلانے کے واسطے وصیت
کی اس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہیں پھر جو دیکھا تو دو ہزار درم اور اشرفیاں اور جواہر ہیں تو وہ مال
بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ ثلث مال سے خارج ہو سکے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی علیک صحت وصیتہ ولو قال ان
مت لا یبرأ للمخاطرۃ اپنے مدیون سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے اس دین سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنے بعد موت کے وہ
بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ سے
مراد اسپر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہیں لیکن اسکا ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں
یعنے جو مال بیماروں کے واسطے وصیت میں متعین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہوگا اسلیئے کہ جنون بھی بیماری ہے وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم
دون بلادنا اور جو مال عالموں کے واسطے وصیت ہوا اسمیں ملک خوارزم کے متکلم داخل ہیں نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم عقائد میں گفتگو کرتا ہو
طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگوں کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکوں کے متکلم شبہات
فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے انکو مسائل الہی سے کچھ نصیب نہیں ولو اوصی للعقلاء
گمراہ ۱۲ گمراہ کنندہ ۱۲
یصرف للعلماء الزاہدین لانہم ہم العقلاء فی الحقیقۃ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندوں کے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیئے تارک الدنیا عالموں پر اسلیئے کہ
فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہیں کذا فی القنیہ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیائے ناپایدار کا انجام غور کرکے اسکو
چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا در المختار کے نسخوں میں بجائے لفظ قنیہ کے فتح کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اسلیئے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ شیخ الفقہاء میں ہے
اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلیئے کہ آخر فروع میں سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی ید الموصی او ورثتہ بمنزلۃ الودیعۃ سراجیہ
جاننا چاہیئے کہ مال وصیت موصی اور اسکے وارثوں کے قبضہ میں بجائے امانت کے ہے کذا فی السراجیہ یعنے اگر مال مذکور تلف ہو جاویگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا

# باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کے وصیت کے مسائل مین (اذا اوصی بثلث مالہ لزید و لاخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ فثلثہ لہما نصفان اتفاقا) جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونون شخصون مین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین رح کے ہم اسواسطے کہ ثلث مال دونون کے حق کی گنجایش نہین رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت مین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور استحقاق کے سبب مین دونون برابر ہین اور محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی (وان اوصی بثلث مالہ لزید و لاخر بسدس مالہ فالثلث بینہما اثلاثا اتفاقا) اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو تہائی دونون شخصون مین تہا ہوگی باتفاق امام اور صاحبین رح کے یعنے دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا (وان اوصی لاحدہما بجمیع مالہ و لاخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ ذلک فثلثہ بینہما نصفان لان الوصیۃ باکثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلۃ فیجعل کانہ اوصی لکل بالثلث فینصف) اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی اور وارثون نے اسکو جائز نرکھا تو اسکے مال کی تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بسبب ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا (وقالا ارباعا لان الباطل ما زاد علی الثلث فیضرب الکل فی الثلث فیحصل ارباعا بجعل ثلث المال) اور صاحبین رح نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاوین اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب کرینگے ثلث مین چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال مین قرار دیے جاوینگے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنے اسمین دقت ہے مطلب خیز نہین درست عبارت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر بایں معنی باطل ہے کہ موصی لہ اسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر مین کہ موصی لہ اسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اسی زائد کے اسلیے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا (ولا یضرب الموصی لہ باکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعندہ سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یکون سدسا فللکل سدس المال وعندہما ارباعا کما قدمنا) اور امام کے نزدیک ضرب واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب مین مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے انکو آگے بیان کر دیا ہم شارح کو یون کہنا اولی تھا فاضرب نصفہما او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہی جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی (الا فی ثلث مسائل وہی المحاباۃ والسعایۃ والدراہم المرسلۃ ای المطلقۃ عن التقیید بثلث او نصف او نحوہما) اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلون مین ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے ہین ایک محابات دوسرے سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنے مطلق دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید مذکور نہین ہم محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہے اور یہان محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی (ومن صور ذلک ان یوصی لرجل بالف درہم مثلا او یحابیہ فی بیع بالف درہم او یوصی بعتق عبد قیمتہ الف درہم وہی ثلثا مالہ و الاخر بثلث مالہ ولم تجز فالثلث بینہما اثلاثا اجماعا) اور اسکے مجملہ مسئلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کے ازادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اسکے تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کے واسطے تینون مثالون مین تہائی

تہا

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز رکھی تو کل مال کی تہائی دونوں موصی لہ میں تین تہا و بالاتفاق ہوگی یعنے دو سہم ہزار درم کے موصی لہ کو
اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ محابات کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے دو غلام ہیں ایک کی قیمت ۳۰ درم ہی اور دوسرے کی
۶۰ درم سوا اسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچ ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچ ہوا اور موصی کا سوا ان دو غلاموں کے کچھ اور مال
نہیں ہی تو زید کے حق میں ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق میں ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہا و ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ
۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درم اسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے
بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہو گیا اور سعایت کی صورت یہ ہی کہ موصی نے دو غلاموں کو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہی جو محابات میں مذکور ہو چکی اور
اسکا کچھ مال غلاموں کے سوا نہیں تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہا و ہونگے ایک سہم اول کا اور
دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انمیں تقسیم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہی اور وہ سعایت او رکوشش سے ۲۰ درم میں اور ثانی غلام کا
ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درم ہی اور سعایت کریگا ۴۰ درم میں تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ثلث پر ہو اور دراہم مرسلہ کی صورت یہ ہی کہ زید کے
واسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اسکا کل مال ۹۰ درم ہی اور وارثوں نے اس وصیت کو جائز رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی
وصیت کے تو اول شخص ثلث کے ثلث مال میں ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین میں کذا فی الطحاوی والحموی ومثل نصیب ابنہ لہ ابن اولا اور اپنے فرزند کے
حصے کے مانند وصیت کی تو صحیح ہی خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو ونصیب ابنہ لا ولہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصے کی وصیت کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہیں
اگر اسکا بیٹا موجود ہو ہم یہ واسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہی پھر جب اسکی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو ہستہ فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح
برخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطے کہ مثل شی مغائر شی ہی وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرہ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی
اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرہ شرح تکملہ میں اتنا زیادہ کہا ہی اور یہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصۂ فرزند کی
اگر وہ ہوتا انتہی ما فی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی اور مجتبی میں ہی اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند اگر
وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہی انتہی ما فی المجتبی ہم لیکن زیادہ عن الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہی ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ
اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہی ہم مجتبی میں نصف مال مذکور ہی اور سراج میں ثلث مسطور ہی کذا فی الطحاوی ولفظ
الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت میں تہائی ہی اگر موصی نے دو فرزندوں کے ساتھ وصیت کی ہم یعنی دو فرزندوں کے ساتھ
موصی لہ کے لیے مثل حصۂ فرزند کے وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا والنصف مع ابن واحد ان جاز والا موصی لہ کے واسطے
ایک فرزند کے ساتھ نصف ہی اگر فرزند جائز رکھے وحکم البنات اور بیٹیوں کے مانند بیٹیوں کا حکم ہی ہم یعنے اگر مثل حصۂ دختر وصیت کی اور اسکے ایک بیٹی ہی تو موصی لہ
کو نصف ہی اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہی کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہ ہی کہ جب وصیت کرے
کسی وارث کے حصے کے برابر ملنے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا چاہیے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالوں میں فصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ
فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم النسبۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فخلافہ اور وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جزء یا ایک
سہم کی تو اسکا بیان وارثوں کی طرف ہی تو وارثوں سے کہا جاویگا کہ موصی کو وہ جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء و سہم کے یہ ہمارا
متاخرین کا عرف ہی اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہی ہم وارثوں کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء اور سہم کا مدلول مجہول ہی قلیل و کثیر کو شامل ہی اور وصیت جہالت سے ممنوع
نہیں اور وارث موصی کے اسکے قائم مقام ہیں بیان مراد میں شرح وقایہ میں ہی کہ سہم عبارت ہی سدس سے امام کے قول میں بنا بر عرف بعض اشخاص کے منح الغفار میں ہی کہ

افضل نصیب اوسکو حصہ یا بعض اور خلط اور شی کا سہم او رجزء کے مانند ہے کذا فی الطحاوی و ان قال سدس مالی لفلان ثم قال ثلثہ لہ و اجازوا لہ ثلث ای
حصۃ الثلث فقط و ان اجازت الورثۃ لدخول السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخرا اتفاقا بالتیقن و بہذا اندفع سوال صدر الشریعۃ و اشکال ابن الکمال اور اگر بولا
کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اسیکے واسطے ہے اور اسکے وارثوں نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے
تہائی مال ہے یعنی اسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثوں نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث میں خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اتفاقا بتیقن کے
سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہو گیا ہم صدر الشریعۃ کا حاصل سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو
کذب ہے اور اگر انشا ہے تو وصیت ہے کہ موصی لہ کے واسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت میں احتمال ہے کہ
سدس ثلث میں داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث میں بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری
وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہیں تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو و فی سدس مالی بکر لہ سدس مالہ لان المعرفۃ
اذا اعیدت معرفۃ اور اس وصیت میں کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کے واسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ ہو کلام عرب میں یعنی یوں کہا کہ میرا سدس
مال اسکے واسطے ہے پھر بھی کہا کہ میرا سدس مال اسکا ہے خواہ اسی مجلس میں مکرر کہا یا دوسری مجلس میں تو سدس اسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ میں ثانی عین
ہوتا ہے اول کا اور یہاں معرفہ لفظ ہے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرف و بثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ او متحدۃ فکالدراہم او عبیدہ
ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراہم و الغنم اور موصی کے دراہم یا اسکی بھیڑ بکریوں یا اسکے مختلف کپڑوں کی یا اسکے غلاموں کے
ثلث کی وصیت میں اگر دو ثلث تلف ہو جاویں تو موصی لہ کے واسطے وہی جو سب باقی رہ گیا اول دو مثالوں میں یعنی درہموں میں اور بھیڑ بکریوں میں شارح نے
کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہیں تو وہ درہموں کے مانند ہیں ہم یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کے واسطے ہیں پھر درہم اور غنم کی دو تہائیاں
تلف ہو گئیں تو موصی لہ کے واسطے تمام باقی ہے مثلا اگر نو درہم مال تھا اسمیں چھ درہم ضائع ہو گئے تو باقی تین درہم موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع ما
مالہ ای حلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ الحلبی و ثلث الباقی فی الآخرین ای الثیاب
و العبید و ان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالوں میں یعنی کپڑوں اور غلاموں میں باقی کا ثلث ہے موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی
تہائی سے نکلے ہم یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہیں اور انمیں سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی
ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درہم اور غنم کے کہ انمیں جمیع ما بقی موصی لہ کا حق ہے و کالاول کل متحد الجنس کمکیل او موزون و ثیاب
متحدۃ و ضابطہ ما یقسم جبرا و کالثانی کل مختلف الجنس و ضابطہ ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درہم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی
اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اسکا
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیاء متحد الجنس اگر وارثوں میں مشترک ہوں اور بعض وارث قسمت کے طالب ہوں اور بعضے
نہ چاہتے ہوں تو قاضی انکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہیں تو انمیں تقسیم جبری نہوگی و بالف و لہ دین من جنس الالف و عین فان
خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اسکا مال دین ہے لوگوں پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہے
تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اسکو وہی دیا جاوے ہم یعنی اگر اسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہے تو اسی نقد میں سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دیئے جاوینگے
و الا یخرج فثلث العین یدفع لہ و کلما خرج شی من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ و ہو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلیں بلفظ متروکہ سے
تو تہائی نقد کی اسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے تو اسکی تہائی سے اسکو ملتی جاوے یہاں تک کہ اسکا حق ہزار درم

پورے ہو جاویں گے مثلاً اگر متروکہ ۳۰۰ درم ہو تو ایک سو درم موصی لہ کو دیں اور جسقدر دَین وصول ہوتا جائے اُسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درم کے بھرنے تک
و بثلثہ لزید و عمرو و ہو ای عمرو میت لزید کلہ لان کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لایستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید و جدار
اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کے واسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم چیز
مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہوگی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا خرج المزاحم
من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ والا سلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یعنے استحقاق کل ثلث کا اسوقت ہے جبکہ
مزاحمت کرنے والا نکل جائے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث ندیا جاویگا بسبب
شرکت کی وجہ کے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان مت وہو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان
نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر میں مروں اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد
بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا ہم اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہو گیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے
تو اس صورت میں زید پوری تہائی نپاویگا وکذا لو مات احدہما قبل الموصی وفروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا
اور اس اصل کی بنا میں بہت ہیں ہم از انجملہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہو اور حالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو
زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی المنح واصلہ المعول علیہ ان من دخل فی الوصیۃ ثم
خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومن لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے
کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جبکہ وصیت
میں داخل ہی نہو فقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا
للکافی حیث قال او لولد بکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الی آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موصی کے وقت کا اعتبار ہے اور اسی کی طرف درر کا کلام باتباع
کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ ہم صاحب درر کا
تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کے واسطے اور بکر کے محتاج فرزندوں کے واسطے اور بشرط فوت ہو گئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتوں میں
اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں تھی اور اسکی مانند فتاوے
عالمگیری میں مبسوط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب
وقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ میں یعنے جبکہ مزاحم خارج ہو جائے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار میں
نہ موت موصی کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اسمیں دو روایتیں ہیں ولو قال بین زید وعمرو وہو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی
لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضاً اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث
ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا
تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا و بثلثہ وہو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لما تقرر انہ
ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موصی لہ کے واسطے اسکا ثلث
مال ہے یعنے اس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اُسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے اسواسطے کہ

ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیروں کے واسطے سو وصی نے اسکا ثلث اور فقیروں کو دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ وخزانۃ المفتین واولی لرجل بمائۃ ولآخر بمائۃ ثم قال لآخر اشرکتک معہما فلہ ثلث کل مائۃ لتساوی انصبائہما فامکنت المساواۃ فلہ ثلث المال اور اگر وصیت کی ایک مرد کے واسطے سو درہم کی اور دوسرے کے واسطے سو درہم کی پھر تیسرے مرد سے کہا کہ میں نے تجھکو شریک کر دیا ان دونوں مردوں کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر ایک کی تہائی ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہو گی تینوں کی برابری تو ہر مرد کو سو کی دو تہائیاں ملینگی ولو اوصی لرجل باربعمائۃ ولآخر بمائتین ثم قال لآخر اشرکتک معہما فلہ نصف ما لکل منہما لتفاوت انصبائہما فی المال اور اگر مثلاً ۴۰۰ درہم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دوسو درہم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے کہا کہ میں نے تجھکو ان دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونوں کے حصوں کے تو تیسرا مرد دونوں کے برابر ہوگا ہم جانتے دونوں کا حصہ متفاوت ہے تو تینوں حصوں کی برابری ممکن نہیں تو شرکت کو حمل کیا ثلث کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تاکہ لفظ اشترک کا مفہوم لغوی کا حق ہو سکے وثبات مالہ حمل ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک معہما فالثلث بینہما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھکو شریک کیا اسکے ساتھ یا تجھکو داخل کر دیا اسکے ساتھ تو تہائی مال دونوں میں آدھا آدھا ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت تقاضی ہے آدھا آدھا کی دونوں میں مساوات ممکن ہو وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تصدیق کیجیو تو اسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ ولانہ قولہ کل من ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع برخلاف اس قول کے جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوے کرے تو اسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہوگی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہے ہم نے تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر وصی اسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہو جاویگا ہم وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اسنے وصی کو تفویض کیا کذا فی الطحاوی ولو قال اذا ادعی فلان من مالی فہو صادق فان سبق منہ دعوے فی شئ معلوم فہو لہ والا لا یجب اور اگر یوں کہا کہ فلانا شخص جو دعوے کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اس شخص سے کوئی دعوے شئ معین میں سابق ہو چکا ہو تو وہ شئ مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوے نہیں تو دینا اسکی نہیں کذا فی المحیط فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ پھر اگر موصی نے چند وصیتیں کین اسکے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اسنے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والوں کے واسطے اور دو تہائیاں جدا ہونگی وارثوں کے واسطے یعنی ایک شخص نے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلان شخص کا مجھپر دین ہے تو اگر وہ دعوے کرے تو اسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اسنے چند اشخاص کے واسطے وصیتیں کین تو اسکے مال سے تہائی اہل وصایا کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیاں وارثوں کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہیں اور دین مجہول ہے تو معلوم کا افراز مجہول کا افراز معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما شئتم والباقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثوں کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جس قدر دین کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے ہم پھر جبکہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکہ میں دین ہے تو دونوں حصوں میں تو ہر فریق کا اقرار اسکے حصہ میں نافذ ہوگا کذا فی الصحاح والکنز ومنہ ویمکن ایضاحہ بین الحقین الا انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونوں حقوق پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہیں ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہے کہ دین تو

وصیت اور میراث پر مقدم ہی پھر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیان جدا ہوتین بدون اعتبار دین کے تو اسکا جواب یہ ہی کہ عدم
تقدم دین یہان اسکے عدم تعیین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکرا ور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہی ہی جو مذکور ہو گیا یعنے
تصدیق فریقین کی فیوخذ الورثۃ بثلثی ما اقروا بہ والباقی فلہم تو جسقدر دین کا وارثون نے اقرار کیا وہ انکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے
اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین ادا کرنے کے وہ انکا ہی یعنے جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہی اور جو کہ
تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہی ویحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھائے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوے کرے یعنے
ہر فریق یون قسم کھاوے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہین قلت لکن لو کانت الوصایا دون الثلث ہل یعزل الثلث کلہ ام بقدر الوصایا لم ارہ
باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے مین نے اسکی تصریح
کتب فقہ مین نہین دیکھی وبقی ایضا ہل یلزمہم ان یصدقوہ فی اکثر من الثلث یراجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہی کہ آیا انکو لازم ہی یہ کہ مقرلہ
کی تصدیق کرین ثلث سے اکثر مین اسکے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہی زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض
بدون جواب کے ذکر کیا ہی اور بعضون نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارثہ او قاتلہ
تنصف الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اس قول کے جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہی وارث کی اجازت
سے ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سبکا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم
بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا لغا بعضہ
لغا باقیہ ضرورۃ برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بھی اسلیے کہ یہ
اقرار ہی عقد سابق کا یعنے دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پھر جبکہ بعض لغو ہوگیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہی کہ وصیت انشاء
تصرف ہی یعنے وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہی اور اقرار اخبار ہی موجود سابق سے اور حالانکہ اسنے خبر دی ہی وصف شرکت زمانہ ماضی مین تو اب
اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہو سکتا کیونکہ اسکی خبر کے مخالف ہی اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہی اسواسطے کہ وارث اسمین
شریک ہوا جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد و
عندہما بطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون نے کہا یہ یعنے عدم صحت اقرار اسوقت ہی جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے
پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگا محمدؒ کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سبکے
حصے مین باطل ہی اسوجہ جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط وردی لثلثۃ انفس لکل
منہم ثوب فضاع منہا ثوب ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت الوصیۃ لجہالۃ المستحق کوصیتہ
لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پھر ان
تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہی ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل
ہوگئی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے ان دو مردون مین سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہی یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے واسطے مین

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہو جاویگی کیونکہ معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان یسلموا لما بقی منہما فتعود صحیحۃ
لزوال المانع مع الجہالۃ مگر یہ کہ جو شخص باقی رہا ہے اسکے وارث تسلیم کریں اور باقی کپڑون کو تسلیم کرین تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنے وارثون کا
انکار مانع صحت تھا تسلیم سے زائل ہوگیا فلو قسم لقسمۃ الجمیع ثلثا ہو ولذی الروی ثلثاہ ولذی الاوسط نصفہ ہی کل واحد منہما لان القسمۃ تقتضی
الامکان تو تمام کپڑے واسطے عمدہ کی دو تہائیان اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیان اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونون کپڑون
مین سے ایک ایک تہائی تقسیم کیا جاویگا اسواسطے کہ ہر ایک کا حق با امکان کے واجب ہوا اور القسمۃ بیت معین من دار مشترکۃ وقسم ووقع
فی حظہ فہو للموصی لہ والا فمثلہ وقال محمد والشرکۃ وغیرہ باوجوب القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ فکان اولی اور اگر کسی
دو شریکون میں سے ایک شریک نے شریک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصہ میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے
اور اگر موصی کے حصہ میں واقع نہ ہوئی تو موصی لہ کو اسکے مثل ملیگا [illegible] شرح وغیرہ مین وجوب قسمت کی تصریح کی ہو تو اگر بانٹی جاوے
کہا ہے کیونکہ اگر کوٹھری [illegible] الاقرار بیت معین من دار مشترکۃ مثل الوصیۃ فی الحکم المذکور اور
اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر سے [illegible] اگر ایک شریک نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ
کوٹھری مقر کے حصہ میں واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اسکے حصہ میں نہ پڑی تو اسکے برابر زمین اسکو ملیگی تو بیان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے
وبالعشرۃ عین دراہم او من مال آخر فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درہم عین یعنے معین کی
دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھے وصیت کی پھر مالک نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور ہزار درہم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے
ولہ المنع بعد الاجازۃ لانہا تبرع فلا یتم الا بالتسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لہ شرح تکملۃ اور جس مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درہم کا دینا
جائز ہو اسواسطے کہ اسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اسپر جبر نہ تھا تو اسکو جائز ہو کہ تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اسکو پھر لینا جائز نہین
کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتل او لوارث فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون
علی التسلیم لما قررنا المجاز لہ یملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے
قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکے وارثون نے وصیت کو جائز رکھا اسواسطے کہ یہاں وارثون کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ انپر زبردستی ہوگی
تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس شخص کیلیے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم حنفیون کے نزدیک
اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج مین صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک مین واقع ہوا اور مانع تھا
وارثون کے حق سے پھر جب وارثون نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہوگیا تو وصیت نافذ ہوگئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ
لوصیۃ ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ الذی ہو فی یدہ استحسانا لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی بیدہما فیکون مقرا بثلث ما معہ وثلث ما مع اخیہ
اور اگر دو فرزندون میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے تہائی مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت ترکہ کے تو اسکا اقرار اسکے حصہ کی تہائی
میں صحیح ہوگا اسکے نصف حصہ میں اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں تہائی شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونون فرزندون کے
پاس ہے تو وہ مقر ہوا اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے یعنی تو اسکا اقرار اسکے حق میں نافذ ہوا اور اسکے بھائی کے حق میں نافذ نہ ہوا
بخلاف اقرار احدہما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اسکے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اسکو
تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر تو مقر لہ مقر سے تمام ترکہ لیگا تا استیفا دین اور اگر فاضل نہ ہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملیگا

اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے اسلیے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے پر تو موصی لہ کچھ نہ پاویگا جبتک وارث کو دونا نہ ملے کذا فی المنح و با منة ولدت بعد موت الموصی ولدا وکلاہما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونون موصی لہ کے ہین والا یخرجا اخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون برابر لیگا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اسنے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تواب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور تابع ہو کا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ مان اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نرہی اور یہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی ہذا اذا ولدت قبل القسمة وقبول الموصی لہ فلو بعدہما فہو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمة علی ماذکر القدوری یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہے تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنابر اس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثة اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنی اسواسطے کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریة ولکسبہا کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہے حکم مذکور مین

## باب العتق فی المرض

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے مین ہم چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہو گیا لہذا اسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے المعتبر حال العقد فی تصرف منجز ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کر دے ہم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو اسکے مذکور ہوگا فان کان فی الصحة فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت مین ہو تو اسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اس سے وہ تصرف ہے جو انشاء ہے اور اسمین تبرع کا معنی ہے تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ہم اقرار سے احتراز ہے انشاء سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اسمین تبرع نہین ہے و المضاف الی موتہ وہو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ہذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحة اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد و مرض صح منہ کالصحة اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جائے وہ صحت کے مانند ہے ہم اسلیے کہ وارث اور غیر ہم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اسکے مرض الموت مین اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اسکا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبیٰ ثم رمز حد التطاول بسنة وفی المرض

المقعد والمفلوج بصلوۃ قاعداً اور لنجا اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول ہو اور مزمن ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالے تو وہ تندرست کے برابر ہی احکام
شرعی مین کذا فی المجتبی پھر صاحب مجتبی نے تطاول مرض کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ ایک سال ہو اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کر دے نماز کو بیٹھکر ہم مرض معتبر یعنی جس
مرض مین نفوذ تصرفات انشائیہ کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی اعتاقہ ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ مریض کا اعتاق
اور محابات اور ہبہ اور اسکا وقف اور ضامن ہونا ان میں ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہین ہین بلکہ وصیت کے مشابہ ہین
اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہین فی الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوے تو در حکم وصیت ہوگئے حق ورثہ
کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زائد خریدنے اور قیمت
مثل سے ناقص بیچ مین اسی کا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فیحفظ
ولیحرر جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف مین یہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف
باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر و تنقیح کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص مین
یعنی معتق اور محابی اور موہوب لہ اور قیم اور مضمون لہ فی حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سبکے واسطے کافی ہے ہوگیا فہو المراد ورنہ حصہ رسد
لینگے اور قیمت مین ہر ایک حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی مجھے کھلا ہے کذا فی الطحطاوی ولم یسع العبد ان اجیز لان المنع لحقہم فیسقط بالاجازۃ
اور غلام سعی نکریگا اپنے استخلاص مین اگر اسکے عتق کی اجازت ہوگئی وارثون کی طرف سے اسواسطے کہ منع عتق کا وارثون کے حق کے سبب سے تو وہ
ساقط ہو جاویگا انکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور
اسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی مین دونون تصرف کی گنجایش نہین ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر ہم صورت اسکی یہ ہے
کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر اس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہین سواے ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنی
سو درم محابات مین صرف ہونگے کذا فی الدر وبعکسہ ای بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتاق کیا پھر محابات کی
تو دونون برابر ہین ہم صورت اسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم
کی تقسیم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محابات دوسرے غلام کو ۵۰ درم دیکے
خرید کریگا کذا فی الدر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونون صورتون مین مقدم ہے وصیۃ بان یعتق عنہ بہذہ المأۃ
عبد لا تنفذ الوصیۃ بالبقی ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہے کہ اسکی طرف سے غلام آزاد
کیا جاوے ان سو درمون سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سے اگر ایک درم بھی سو درمون سے تلف ہو جاوے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ
متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درمون سے میری طرف سے حج
کیا جاوے پھر ان درمون سے ایک درم یا زیادہ تلف ہوگئے تو وصیت قائم ہے باطل نہین وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونون
وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل الوصیۃ بالعتق بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع
بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کے آزادی کی یعنی یون وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کرین تو وصیت
باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا چنانچہ اس صورت مین وصیت باطل ہے اگر وہ بیچا گیا
موت کے بعد موصی کے دین مین ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الورثۃ العبد لم تبطل

وکان الفداء فی اموالہم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال سے ہوگا انکے التزام
کے سبب یعنی انھوں نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ تبرع ٹھہرے ولو اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر وترک عبدا فاقر الابن الوارث وبکر ان المیت اعتق
ہذا العبد فادعی بکر عتقہ فی الصحۃ لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث ولا درہم علی بکر فالقول للوارث مع الیمین
لانہ منکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور چھوڑ گیا ایک غلام پھر اسوا اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک نے اس
کے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوے کیا آزادی کا صحت میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اسکی آزادی کا دعوے کیا مرض میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور بکر کو نہ پہنچے اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث
مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اسواسطے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم
کے ساتھ ولا شیء لہ ای لبکر کذا فی منح المتن والشرح فلعلہ سقط لفظ لہ ای لبکر لانہ المذکور اولا فانما الامر ان الاوجہ قول الزیلعی فیہ المصنف لا وجہ لہ
قیاسا والعبد مسلم اور یہ مطلب ہے کہ نہیں ہے اسی طرح متن اور شرح کے نسخوں میں لاشیء لہ بغیر ضمیر کے ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا تھا ہے ولا شیء
لبکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا اول مذکور ہوا ہے لا مرد ہے کہ ضمیر سے مراد ہو اس مسئلہ میں زید کی تشکیل
کی ہے سو مصنف نے اولا التشکیل کو بدلا اور آخر میں ضمیر کو بدل کیا والعبد مسلم الا ان یفضل من ثلثہ شیء من قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کا ثلث مال
کچھ فاضل رہے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا مثلا ثلث مال [illegible] درہم ہے اور غلام کی قیمت [illegible] درہم ہو تو [illegible] درہم بکر کو ملینگے او لتقوم حجتہ علی
دعواہ فان الموصی لہ خصم لاثبات حقہ وکذا العبد او اگر بکر کی بات قائم ہو دلیل کہ یہ ہے کہ اعتاق صحت میں تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ
وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحۃ ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث
یسعی فی قیمتہ ویدفع الی الغریم وقالا العتق ولا یسعی فی شیء اور اگر دعوے کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوے کیا صحت میں اور
حالانکہ میت کا کچھ مال نہیں ہے سوا اس غلام کے سو وارث نے دونوں شخصوں کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت
صاحب دین کو دیا جاوے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھ سعی نہ کریگا امام صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوے وارث کی
تصدیق سے ایک کلام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا جمیع
احوال کل مال سے معتبر ہے اور اقوی مدفوع نہیں ادنے سے اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں
تو اسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر المختار وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعاہا رجل دینا وآخر ودیعۃ
وصدقہما الابن فالالف بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور دینا برخلاف مذکور ہے کہ اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درہم چھوڑے
سو ان درہموں کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعوے کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونے کا دعوے کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی
تصدیق کی تو ہزار درہم دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ہم اس مسئلہ
میں اولویت میں خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عندہ
الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کذا فی الکافی وتمامہ فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ہدایہ میں اسکے بالعکس کہا ہے ویوں کہا ہے کہ امام کے
نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہیں اور صحیح تر وہ قول ہے جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اسکا پورا بیان
شرنبلالیہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ صاحب ہدایہ نے پہلے بزرگوں نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی

## باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار
الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اسکے گھر مین ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور
محلہ کی مسجد انکی جامع ہو یعنے اسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہون اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہم گھر تک ہے
ہر طرف سے ہم مترجم نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کے واسطے تو یہ وصیت اسکے گھر کے ملاصقین کے واسطے ہے خواہ انکے دروازے قریب ہون
یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کآبائہا واعمامہا واخوالہا واخوانہا وغیرہم بشرط موتہ وہی منکوحتہ او
معتدۃ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنے سسرال کے لوگ وہ ہین جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اسکے
چچے اور اسکے ماموں اور اسکی بہنین اور انکے سواے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مرگیا ہو اور وہ عورت اسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو
فلو من بائن لا یستحقہا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی
قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا عنایہ وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ
حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف مین تھی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنے خسر اور
خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکھا ہے مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ
مین اسکو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن العینی ان قول الدرایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ
ہذہ الفائدۃ پھر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا حق اور ٹھیک یہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے سنن ابو داود وغیرہ
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین انھون نے انکو مکاتب کیا اداے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین حضرت نے انسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصے مین آئے تھے انھون نے انکو
آزاد کردیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہین اور وہ سو خانہ دار تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی
کذا فی النسخ قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہے چنانچہ اسکی
بیٹیون اور پھپھیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسی طرح کل ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل ذی رحم
من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ
والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہے بنات اور عمات کے شوہرون کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہ تعریف صہر اور
ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے
اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور ہمارے ملک مین یون لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنے داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہے ہم
اشارہ اسطرف ہے کہ دیار روم کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا
کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولہما استحسان شرح ملتقی قالہ ابن الکمال وہو موید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت وجوابہ
فی المطولات اور اہل عبارت ہے اسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہے سوائے اسکی لونڈی اور غلام کے وہ اسکے اہل ہین

اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے
نجات دی لوط اور اسکے اہل کو سوائے اسکی عورت کے انتہی تو میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے یہ ہے کہ ابن مذکور نے جو استدلال
مذکور کا جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا وہاں موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہے زوجہ کے واسطے بدلیل اصول نے عرف قال تعالیٰ وسار
باہلہ وقال لاہلہ امکثوا ومنہ قولہم تأہل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی العلامہ اقتصرا وآلہ اہل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا
ویعتبر فیہ کل من ینسب الیہ من قبل ابائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی
اور آدمی کی آل عبارت ہے اسکے اہل بیت اور اسکے اس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور اسوقت میں یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور نسب یا
مراد ہو تو آل میں داخل ہے ہر ایک وہ شخص جو موصی کی طرف منسوب ہے اسکے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اسکے پچھلے سرے کے باپ تک سوا اس اقصی
کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف الیہ ہے یعنی اور وصیت نہیں مگر مضاف کے واسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی ہم پدر اقصی اسلام میں مثلاً علی یا عباس
رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کے واسطے تو اسمیں داخل ہے جو علی مرتضیٰ کی طرف منسوب ہے انکے باپ کی جانب سے نہ وہ شخص جسکا ننھیال ہو
سادات میں الاقرب والابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء تو قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر
اور صغیر اور کبیر آل میں سب برابر ہیں ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کما فی الاختیار اور آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں اگر وہ منحصر نہ ہوں
کذا فی الاختیار ہم عبارت اختیار کی یون ہے (وان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی) یعنی آل غنی اور فقیر سب داخل ہیں اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں اور
یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہو گیا ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملہ یعنی اذا کانوا لا یرثون اور آل میں داخل ہے موصی کا باپ
اور دادا اور اسکا بیٹا اور اسکی زوجہ کذا فی شرح التکملہ یعنی جبکہ وہ اسکے وارث نہوں ہم عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث
کے حق میں ولا یدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل میں داخل نہیں اسکی
بیٹیوں کی اولاد اور نہ اسکی بہنوں کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اسکی ماں کا قرابت دار ہے اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب میں داخل ہوتا ہے نہ ماں کے نسب میں
وجنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اسکے باپ کے اہلبیت ہیں اسواسطے کہ انسان ہم جنس ہوتا ہے اپنے باپ کا
نہ اپنی ماں کا ہم غایۃ البیان میں ہے کہ جنس عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کی طرف سے وکذا اہل بیتہ واہل نسبہ کآلہ وجنسہ فحکمہ حکمہا اور اسیطرح
موصی کے اہل بیت اور اسکے اہل نسب اسکی آل اور اسکی جنس کی مانند ہیں تو اہلبیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہے ولو اوصت
المرأۃ لجنسہا او لاہل بیتہا لا یدخل ولدہا ای ولد المرأۃ لانہ ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کے واسطے
وصیت کی تو اس عورت کا بیٹا وصیت میں داخل نہیں اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف الا ان یکون ابوہ
ای ابو الولد من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا درر وکافی وغیرہما قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم
افتی شیخنا الرملی نعم لہ مزیۃ ما فی الجملۃ مگر یہ باپ اس فرزند کا اس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت میں اس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں
داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما میں کہتا ہوں تو اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت
فقط ماں کی طرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاوی ابن نجیم کے اواخر میں مذکور ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے ہاں یہ البتہ ہے کہ
سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ مزیت اور بزرگی ہے اسپر جسکی ماں سیدہ نہیں لاتصالہ بالبضعۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے
منقول ہے کہ حسب اور نسب مخصوص ہے پدر سے نہ مادر سے جسکی ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اسکو زکوۃ کا مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا کفو ہے

ہمسر نہیں اور اُسپر وہ مال نہیں جسکا وہ اسقدر معترف ہوا الا یہ کہ اس میں اُسکی ترجیح ہو کہ (کل شیء یعنی انثی ثم لا سبیل الا ان کان من فاطمۃ بنت رسول) تو اگر
اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہو تو بھی یہ حکم صحیح ہے چنانچہ لفظ حدیث سے یہی ہے کہ اسکی انتہی کذا فی المحیط والسرخسی ولو اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ
کذا الصحیح قلت صوابہ لذوی اولا رحامہ او لا نسبائہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے
یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت قریب تر کے واسطے پھر اسکے بعد جو اوس
قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا کہ نسخوں میں اسی طرح لذی قرابتہ مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذوی قرابتہ بصیغہ جمع
ٹھیک ہے ہم لذی قرابتہ مفرد ہو لیکن یہ کہ بصیغہ جمع صحیح ہے لہٰذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا
ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان والولد فی الاقارب والقریب ولو بعدوا اور اقارب
کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند غیر وارث ہوں سبب کفر یا ملکیت کے
چنانچہ عموم وارث سے پیدا ثابت ہوتا ہے مضمون سے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ عاق ہے ہم کہتے ہیں کہ اہل لغت کے عرف میں
قریب اسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے بنفسہ ہے کذا فی الزیلعی واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر
الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسی کو
پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا اقل الجمع
فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کے واسطے ہوگی اسلئے کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع
دو ہیں ہم امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کو اعتبار کیا ہے اولی یہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب
فالاقرب معتبر ہو اور اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور بیٹا اور مرد و عورت برابر ہیں کذا فی عالمگیریۃ فاذا کان
للموصی عمان وخالان فہی بینہما کالارث وقالا ارباعا تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اسکی دونوں چچاؤں کے
واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموں کے واسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا
اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی المحیط ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف
وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے
کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عم واحد لا غیر فلہ نصفہا ویرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا
ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اسکے وارثوں کو دیا جائے کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہیں ولو عم وعمۃ استویا
لاستواء قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ تو وہ دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قرابت یکساں برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کی طرف
وصیت صرف ہوگی اسلئے کہ انکے نزدیک اقارب میں دادھیال اور ننھیال کے سب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی المحیط ولولد فلان فہی للذکر والانثی
سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد و عورت کے واسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا
اسم مرد و عورت دونوں کو شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے ولا یدخل ولد الابن مع ولد صلب اور داخل نہوگا پوتا
فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن فہی للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت

بیٹیون کے واسطے ہو حقیقت مین عمل کرنیکی راہ سے یعنے پوتون کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہو اور بیٹیون کو بنا بر حقیقت کے ہو اور جہاں انکی حقیقت
مقدم ہو مجاز پر فافہم وتعذرت صرفت الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار و بیہودہ ہونے سے
ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اسکی اولاد صلبی نہین ہے تو اب وصیت مین پوتے داخل ہونگے کذا فی عالمگیریہ ولا یدخل
اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیون کی اولاد داخل نہو گی اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثۃ فلان للذکر
مثل حظ الانثیین لانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثون کے واسطے تو مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ ملیگا اسو اسطے کہ
موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتہا ای الوصیۃ ہنا ای فی الوصیۃ لورثۃ فلان و ما فی
معناہا کعقب فلان موت الموصی لورثتہ وعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور یہان یعنے فلانے
کے وارثون کی وصیت مین اور جو اسکے معنی مین ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت مین صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہو کہ فلانا شخص جسکے
وارثون اور پس ماندون کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسو اسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہین آتا مگر
اسکی موت کے بعد ثم ان کان معہم موصی لہ آخر قسم بینہم وبینہ علی عدد الروس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بینہم للذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثون
کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثا اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الروس ہوگی پھر جو وارثون کو حصہ ملیگا تو انکے مابین
مرد کو دونا اور عورت کو نصف اسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لورثتہ وعقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ
وعقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثون اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکے وارثون وعقب کے واسطے
وصیت باطل ہو گئی ثم ان کان معہم موصی لہ آخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم
لا یتناولہم الا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ مین نے وصیت کی
فلانے شخص کے لیے اور اسکے وارثون اور عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ اسکے وارثون اور عقب کے واسطے اسلیے کہ
وارثون کا اسم شامل نہین انکو مگر بعد مر جانے اس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج مین ہو وفیہ عقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان ماتوا
فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لا لہ اور سراج وہاج مین ہو اور عقب آدمی کا اسکا ولد ہو خواہ مرد ہو یا عورت
پھر اگر اولاد صلبی مر گئی تو اسکے فرزند کی اولاد اسی طرح ہو یعنے انمین بھی مرد عورت برابر ہین اور عورتون کی اولاد عقب مین داخل نہین اسو اسطے کہ وہ
اپنے باپوں کی عقب ہین نہ اسکے یعنے نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہو طحطاوی نے کہا شارح کو فولد ابنہ کذلک کہنا بہتر تھا اسو اسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونون کو شامل ہو وفی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ وعمیانہم
وزمناہم وارا ملہم الارمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امراۃ ولو بدون قولہ دخل فی الوصیۃ فقیرہم وغنیہم وذکرہم وانثاہم اور اگر وصیت
کی فلانے شخص کے یتیم فرزندون مین اور انکے اندھون اور لنگڑون اور انکے مساکین مین تو وصیت مین داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی
اور انکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہو اس شخص کا جسکا باپ مر گیا قبل بالغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی
نہین ارامل جمع ہو ارمل کی ارمل وہ ہو جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہو مصنف کا قول یہ قول کہ اسمین
عورت اور مرد یکسان ہین وقسم بسویۃ ان احصوا بغیر کتاب او حساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے
ستمین اور منحصر ہون بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اسوقت مین یعنے جبکہ منحصر ہون تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا انکے واسطے عدم حصار اور انحصار کی تفسیر

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصا نہو سکیں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رائے پر
مفوض ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاوی قاضیخان والافقر اسم یطلق الوصی من شاء منہم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ تقدیر ادبہ القربۃ اور اگر یتیم
غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال انکے محتاجوں کو دیا جائے وصی کو اختیار ہے انمیں سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت میں تو اس سے قربت مراد ہوگی ہم درمیں ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے رفع احتیاج اور گرسنگی میں اور یتیم اور نابینا
اور لنگ کے اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہیں تو محتاجون پر حمل کرنا جائز ہو کذا فی المحیط اوصی لبنی فلان یخص بذکورہم ولو اغنیاء اور اگر وصیت کی
بنی فلان یعنی فلانے کے فرزندوں میں تو یہ انکے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مردوالدار ہوں الا اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ
فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو
بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت میں فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں عورتیں بھی داخل ہیں الخ جبکہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو آیا کچھ وصیت
میں ایک قبیلہ کہ فلان باپ ہے قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ بنی تمیم کا اور بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پر نہیں معلوم کرتا تھا
کہ شمار کی اسامی سے پہلا ام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور
ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصر او ہذا یدخل فیہ ایضا مولی العتاقۃ ومولی الموالاۃ وحلفاؤہم کما فی جمیعون والا فالوصیۃ باطلۃ اور
اسی واسطے یعنی جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو انمیں مولاے عتاقت اور مولاے موالات اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل
ہوجاتے ہیں یعنی جبکہ وہ لوگ متعین اور منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالایتام صحت وان لم یحصوا لان
المراد وقوعہا لله تعالی وہو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا والا بطلت وتمامہ فی الاختیار اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ
یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو خبر دیتا ہو حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں بنا بر قربت کے یعنی
اس حالت میں محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہیں کرتا
تو اگر موصی لہم منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہے اور یہ وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہیں تو وصیت باطل ہے اور اسکا پورا بیان اختیار شرح مختار میں ہے
اوصی من لہ معتقون ومعتقون لمولیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم له عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما جسکے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ
دونوں موجود ہیں اسنے وصیت کی اپنے مولے کے واسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مولی لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہیں ہے ہم حنفیہ کے
نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہے ہم مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونوں کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا
اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ موالی سے آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری
ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمیں کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات کے یعنی خواہ
کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جبکہ نفی کی تحت میں واقع ہو اور صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اس دلیل سے
کہ نفی مشترک میں تنافی نہیں اور باقی علما نے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ قول آیندہ میں معلوم ہوگا وحینئذ فقولہم لو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل للعرف
لا فی النفی بل لان الحامل علی الیمین بغضہ وہو غیر مختلف عنایہ واقرہ المصنف اور اسوقت میں یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہیں
مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک میں تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی کا

عام ہے موالات اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور موالات اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اس وجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونے سے نفی میں بلکہ اس وجہ سے کہ قسم
کھائی ہے نفی میں اور فلانے شخص سے کلام نہ کرنے کی قسم باعث ہوا وبعض نے غیر مختلف ہے ما بین الاعلیٰ والاسفل کذا فی النہایۃ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں اور شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علما کے نزدیک علت عموم بعض ہے نہ نفی الا اذا عینہ ای الاعلیٰ والاسفل قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال
المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کردے موالات اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہو جاویگی بزوال مانع کے
سبب یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہو گئی اسکا بیان ہے ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے
وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولا یدخل فیہ مدبرہ وامہات اولادہ وعن ابی یوسف یدخلون اور موالی میں داخل نہیں
موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں ہم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد
ہوتے ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ لاہل الفقہ
دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو فقیہوں
میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو انکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنی بدون علم
دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعض فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہے
یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہ ہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ دانی میں اعلیٰ مرتبہ کو پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل
جانتا ہو سوا بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق
کمیاب ہے الا ما شاء اللہ تو علما مسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ
وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جائے اسکی قبر پر یا اسکی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے اسکے
مذکور کر چکے ہیں لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ التطیین للقبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ
بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ کتاب الکراہیۃ میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا
کراہت کے قول پر مبنی ہے اسواسطے کہ اسوقت وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہ استدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا
تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور او بعدم
جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہما فینبغی جوازہا مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہے
کہ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قراءۃ کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز
نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قراءۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہے مطلقاً یعنی خواہ عدم جواز کی علت
قراءۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ بتعیین المکان الذی عینہ الواقف
لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لہ لما فی شرح المنظومۃ تجب اتباع شرط الواقف وبالمباشرۃ فی غیرہ یکون الذی عینہ الواقف
یفوت غرضہ من احیائہ تلاوۃ البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے
کہ جس مکان کو وقف کرنے والا معین کردے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لیے تو وہ متعین ہو جاتا ہے تو اگر اس مکان میں قراءۃ یا تدریس واقع نہ ہو تو قاری یا مدرس مستحق نہ ہوگا
اس مال کا جو اسکے واسطے مشروط ہے اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط وقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہے اسکے غیر میں پڑھنے یا درس کے لیے

وقف کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اُس مکان کو تعمیر کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب تنویر نے بھی ایسا ہی لکھا ہے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اس رسالہ میں ہے جسکا نام الدرۃ السنیہ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیہ ہے

## باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں جب مصنف وصایا و اعیان سے فراغت پائی تو اب وصایا و منافع کو شروع کیا تصح الوصیۃ بخدمۃ عبدہ و سکنی دارہ مدۃ معلومۃ و ابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلا عوض سو اسی طرح ممات کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے و یکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بسطہ فی الدرر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ درر میں مفصل مذکور ہے ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی ولغلتہما اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی انکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لہا اسے لاجل الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جاوے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر ہو تو گھر تین تہائی تقسیم کیا جاوے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہو گا بنا بر ظاہر مذہب کے ہم نقایہ اور اسکی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نرکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جاوے اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کو کرایہ ایکدن لے اور وارث دو دن بالانقضاء مدت وصیت کذا فی الطحطاوی وتہایئا فی العبد فیخدمہم اثلاثا اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ انکی خدمت کرے تین تہائی یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی ہم چونکہ اجزا غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا اسمین باری معین ہوئی بر خلاف گھر کے کہ اسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد الدار والا فخدمۃ العبد قسمۃ الدار بقدر تمامہ ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ مذکور اسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہو سوا غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اسمین غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حق فی سکنی کلہا بظہور مال آخر او بخراب ما فی یدہ فیمنعہم عن التصرف و مزاحمتہم فی باقیہا والبیع ینافیہ فمنعوا عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو انکے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اُس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضہ میں ہے تو اسوقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یؤجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز اور جسکے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اُسکو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے بموجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تھا اُس سے زیادہ تر کا مالک کر دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ دوسرے کو مالک کر سکے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح ومثلہا الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جسکے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اُسکو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اُسکا جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تمکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

اور دونا بیر سے توغلہ متغایر ہوا تحفہ دام اور سکنی کا ولا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا الا اذا کان ذلک مکانہ واہلہ فی موضع آخر
ان خرج من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ لبقاء حقہم فیہ اور باہر نہ لیجاسے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلا مگر جبکہ وہ اسکا مکان ہو اور موصی لہ کے
اہل عیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کو لیجا نا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج نہوتا ہو تو موصی لہ اسکو باہر نہ لیجاسے
بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اسکو موصی کے شہر سے باہر لیجا
اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور اسکے اہل عیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے
موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہو تو موصی کا مطلب یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے وہیں لیجاسے طحطاوی نے کہا یوں کہنا
بہتر تھا من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ اور اسم اشارہ راجع ہوتا البصرہ کی طرف تو اہلہ فی موضع آخر کی حاجت نرہتی وبموتہ ای الموصی لہ فی حیوۃ الموصی
بطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنے اسواسطے کہ اسکا مستحق نرہا وبعد موتہ یعود العبد والدار الی الورثۃ
ای المموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثوں کی طرف پھر آتا ہے بحکم ملک یعنے چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل
نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اسکے مالک ہوتے ہیں ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا القیمۃ لیشتری بہا عبد لیقوم مقام الاول ولہذا یمنع المریض من
التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن اور اگر موصی کی موت کے بعد اسکے وارثوں نے غلام کو تلف کیا تو وہ تاوان دینگے اسکی قیمت کا
کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاسے لہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح کی کتاب الرہن میں ہم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار
کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو اوصی بہذا العبد لفلان وبخدمتہ لآخر وہو یخرج من الثلث صح وتمامہ فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی
ایک شخص کے واسطے اور اسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا
پورا بیان درر میں ہے وفی الشرنبلالیۃ والنفقۃ اذا لم یطق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبتہ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر والنفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ
اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ خدمت نکرسکتا ہو کم عمری کے سبب سے اسپر ہے جسکے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک
کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جاسے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اسپر ہے جسکی خدمت کے واسطے وصیت ہوئی وان
ابی الانفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اس غلام کو پھیر دے
اسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے ساتھ یعنے اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کی طرف رد کیا جاویگا
فان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنے ازراہ خطا کسی کو قتل کرے تو فدیہ اسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی
فلو ابی فداہ صاحب الرقبۃ او یدفعہ وبطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب قیمہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث
کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہوگی یعنی فدیہ یا دفع کی صورت میں وبثمرۃ بستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے
اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہے تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہے نہ آیندہ پھل وان زاد ابدا لہ ہذہ الثمرۃ
وما یستقبل اور اگر موصی نے وصیت مذکور میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ
فانہ لہ ہذہ وما یحدث ضم ابدا او لا چنانچہ غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے اور وہ غلہ بھی ہے جو
آیندہ موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت ملا دے یا نہ ملا دے ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو

شامل ہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آئندہ کے حاصل جو ہوا اسکو بھی شامل ہے تو موجود اور معدوم دونوں اسمیں داخل ہیں
بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فھی کالوصیۃ بالغلۃ فی
تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر باغ میں پھل موجود نہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے
مانند ہے ثمرہ معدومہ کے شمول میں جب تک کہ موصی لہ زندہ رہے ہم کہتے اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں ہیں اور اسنے پھلوں کی وصیت کی ایک
شخص کے واسطے تو اسکی مدۃ العمر میں جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اسکو لیتا رہیگا وفی العنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان
علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور عنایہ میں ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا
قیام اور درستی ہو صاحب غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینے والا وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہو گیا انتہی والغلۃ کل ما یحصل
من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور
اسکے کرایہ سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکے کذا فی جامع اللغۃ ثم قاموس میں بھی غلہ اسی طرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ
فلیحرر میں کہتا ہوں کہ ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ میں داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم کہتے ظاہر تعریف غلہ
اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکا ثمن موصی لہ کا ہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ
اسکا حق ہے اور وہی اسکی بیع کا مالک ہے اسواسطے کہ اور شخص کی بیع اسکی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اس نسخہ کے بموجب جسمیں جوز کا لفظ جیم و زاء
منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بجائے مہملہ راء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے زرشک سے پس شرح سے تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا داخل طلب ہے فتاوی عالمگیری میں
محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی کے واسطے تو اسمیں تو اسکی لکڑیاں اور اوراق اور چھلکے اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی
کذا فی الطحطاوی وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما فی وقت موتہ سواء قال ابدا او لا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیٔ من العقود فکذا بالوصیۃ
بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑوں کے صوف کی اور انکے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا
یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح
وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اسمیں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بدلیل صحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا جعل
مسجدا لزوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اسکے وارثوں نے اجازت دی
تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کی وجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہو گیا وان لم یجیزوا جعل
ثلثہا مسجدا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونوں جانب کی رعایت
کرنے سے یعنی اس صورت میں وارث بھی محروم نہ رہے اور مسجد بھی بنے ولو اظہر کہہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا
الوصیۃ وعندہما یجوز ان دریا اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے
امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونوں جائز ہیں کذا فی الدرر
وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس
تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہاں وقف صحیح نہیں ہوتا بہت سے مواضع میں
جیسے غلہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اسکے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بشیٔ للمسجد لم تجز الوصیۃ لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف

روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انھوں نے اتفاق کیا کہ انکے واسطے
وصیت کا مال دیا جاوے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثوں نے اجماع کیا کہ اسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی
ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوٰۃ لرجل معین لم یجز بغیرہ یعنی لفساد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک مرد معین
کے واسطے تو اسکے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے ہم قضاۃ وغیرہ میں الہام غالب ہے لہذا تغییر وصیت جائز نہیں اوصی لصلوٰۃ
ثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجز ولا بد من القبض ثم التصدق علیہم لیتم مال کی وصیت کی اپنی نمازوں کے کفارے کے واسطے
اور حالانکہ اسکا ثلث مال محتاجوں پر دین ہے سو وصی نے اس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے کہ اس مال کا اول قبض
کرنا پھر انکو صدقہ دینا بعینہ ولو قبض لو اسکے کفارہ صحیح نہیں ولو امرہ ان یتصدق بالثلث فہلکت فغصب غاصب ثلثہا مثلاً واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر یجزیہ
لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تہائی مال
مثلاً غصب کیا اور اسکو ضائع کیا سو وصی نے اسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کریگا تصدق دینا اس سبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے
بعد مر جانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اسپر دیون کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نکریگا یہ سب مسائل قنیہ سے ذکر کیے ہیں وفی الجواہر
اوصی الرجل بعقار ومات وقسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی یسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ
اور یہ جواہر الفتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اسی شہر میں ہے اور حالانکہ
اسکو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اسنے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہو گا اور تاخیر سے دعوی باطل نہو گا بشرطیکہ اسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو
ہم عقار عبارت ہے عرصہ مبنیہ سے اور صحیح عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصی لہ بدار وباعہا بعد موتہ قبل القبض صح کجواز
التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے واسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اسنے گھر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت
کی چیز میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ علی ولدہا وجعلت الولایۃ لعمہ والولی اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف
کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شری دارا واوصی بہا لرجل فاخذہا الشفیع من ید الموصی لہ
لو خذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی الورثۃ بشئ لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اسکی وصیت کی ایک مرد کے واسطے
سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثوں سے کچھ نہ لیویگا
اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ہم جب گھر شفیع لیگا حق شفعہ کی
علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن بسبب مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن لینگے کذا فی المنح

## باب الوصی

وہو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام میں وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کی ہو اسے اہل عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اسکو اپنے مال میں تصرف کرنیکی بعد موت کے وصیت
کی اور اسکو موصی الیہ اور وصی بھی بولتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اس سے وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اسمیں خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے
اول بار وصی ہونا غلطی ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہیں عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہوں ابو مطیع نے کہا کہ میں نے
بیس برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ
صح فان رد عندہ ای بعلمہ یرتد زید کیطرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اسکو وصی کیا اور اسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا

پھر اگر رد کیا یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اسکے نزدیک اپنی موصی کی زندگی میں تو وصایت پھر کچھ ثابت نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ اسمیں متبرع ہے اسپر
قبول کرنا واجب نہیں چاہے اسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ بغیر رضامندی اسکے لازم کرے اور رجوع میں فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار
ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد رد کے قبول کر لیگا تو قبول صحیح نہوگا ہاں اگر اسکے سامنے دوسری بار قبول کر لیگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ بنا بریں ہے کہ جب کہ
وصی کیا سو اسنے اسکے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نہ کرو گے سو اسنے کہا میں نے قبول
کیا تو وصی ہو گیا کذا فی المحیط اوی والا اصح الرد فی غیبتہ لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نہ کیا تو اسکا رد کرنا اسکے پیچھے یعنی
اسکی عدم موجودگی میں صحیح نہیں ہوتا کہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے وفیہ اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہے
خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام رح کے نزدیک بخلاف ابو یوسف رح کے یعنی انکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں
فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر وصیت کرنے والا مر گیا تو وصی کو رد کرنا و قبول کرنا جائز ہے ہم وصی
تصرف التغییر میں متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اسپر وصایت لازم نہیں یا تقدد وکالت کے اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اسلیے کہ ہم
مال دریافت نکر لیا آ سنے وصایت قبول کی ہے یا نہیں ولزم بعقد الوصیۃ بیع شئی من الترکۃ وان جہل بہ ای کونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط
فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے کو نجانتا ہو اسواسطے کہ
وصی کو وصایت کا علم شرط نہیں ہے اسکے تصرفات کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت
کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا انفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت سے
سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اسکے رد کر لینے کو نافذ کر دیا تو اب اسکے بعد قبول کرنا وصایت کا
صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الاخراج
جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنی قاضی انکے سوا اور شخص کو
وصی مقرر کرے تمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبل اخراج کے
تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر والمرتد وتاب الفاسق مجتبی وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا
لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایا بالزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر امین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد
مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی انکو وصایا سے خارج نکرے بسبب زائل ہو جانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا
مگر یہ کہ کوئی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار در مجتبی میں ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والی عبدہ
والحال ان ورثتہ صغار صح کالایصاء الی مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان ردی فی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے
جیسا اسکا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عاجز ہو کر بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھیر گیا تو اسکا حکم غلام کے
مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہیں تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں والا ای وان لا فالاصح بطلانہ اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہیں تو غلام کا وصی
کرنا صحیح نہیں اور یہاں سے معلوم ہوا کہ غیر کے غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ
لا بمجرد اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے
تو قاضی اسکے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثوں کے حق رعایت کرنے کے واسطے اور وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھ سے وصایت نہیں ہو سکتی

اسواسطے بہتر ہوا کہ شکایت کرنے والا کاسینہ کاذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی المنح ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ
اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو دوسرے شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزل ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لہا نفذ عزلہ وان
کان القاضی واثما اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہی تو اسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین ولما
عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لاینبغی للقاضی ان یعزلہ
فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لاینعزل لان الموصی شفق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ
الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف اشباہ میں ہی فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی
کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہی لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہی چنانچہ فصولین میں ہی اور
وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہی انتہی ما فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسویں فصل سے یہ ہی کہ میت کا وصی اگر متقی اور
کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہی سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہی کہ وہ معزول ہوجاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک
صحیح یہ ہی کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہی قاضی سے لیئے اسنے بہتر سمجھکر اسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق
یوں ہی کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی ما فی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب
بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم نہایہ وظائف کے تولیت ہی فتاوے
خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اسکی شرط یہ ہی کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین
میں ہی تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہی اور اگر کریگا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو
بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہی کذا فی الطحطاوی ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ
وو قف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہی جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہی اسواسطے دو متولی دو وصی
کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ و وقف القنیۃ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رای الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی سے اور قول سابق
سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رای کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ہم یہ صورت
اسعاف میں مصرح مذکور ہی کہ انفراد احد المناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہی مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا
فی الطحطاوی ولو وصیۃ کان ایصاؤہ لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے
وصی کے باطل ہی اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہی ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب
لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہی درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا قول
قریب تر ہی صواب کی طرف ہم یہاں دونوں قولوں پر فتوی اور قضا درست ہی چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا
کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاضی واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلا
من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رای فیہ

المصلحۃ والا لا دیتامہ فی وکالۃ تنویر البصائر معزیا للاستقطات وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ یعنی بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہی جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہون اور اگر دونون وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کی طرف سے ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہی تو اسی طرح اسکے نائب کا تصرف جائز ہی اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہی اگر اسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالۃ مین التقطات وغیرہا سے منقول ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج

لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب لہ وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فلہ ذلک ولا ینعزل منصوب القاضی الآخر لا یخرج الاول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہی کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہی سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو اسنے وصیت مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسکو یہ درست ہی اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء کفنہ وتجہیزہ والخصومۃ فی حقوقہ وشراء حاجۃ الطفل والاعتاق لہ واعتاق عبد معین ورد ودیعۃ وتنفیذ وصیۃ معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل ہی مگر موصی کے کفن کی خریدی مین اور اسکی تجہیز مین اور اسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خریدی مین اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے مین اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہی باطل نہین

زاد فی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخری منہا رد مغصوب ومشتری شراء فاسد وقسمۃ کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین تحقیقہ شرح وہبانیہ مین امور عشرہ سوا اسکے جو متن مین مذکور ہین زیادہ ذکر کیے ہین از انجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کی قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق کے ہم جنس سے ہم امور عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر کیا از انجملہ عیب کی وجہ سے ثمن مبیع کا پھیر دینا اور اجارۃ لنفس الیتیم ووصیت کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا مسکین فقیر یا مسکین کے واسطے وبیع ما یخاف تلفہ وجمع اموال ضائعۃ اور اس چیز کا بیچنا جسکے تلف ہو جانے کا ڈر ہو اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد والاجتماع اتبع اتفاقا شرح وہبانیۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہی تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو اسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدہما فان اوصی الی الحی اوالی آخر فلہ التصرف فی الترکۃ وحدہ ولا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہی اور اسکی حاجت نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم چلبی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونون کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا اوص ضم القاضی الیہ غیرہ دررا اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملادے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکے ترکہ مین دو شخصون کی راے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہی کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر مقامہ او ضم الیہ آخر اور اشباہ مین ہی کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام پر قائم کر دے یا اسکے ساتھ دوسرا ملادے ولا تبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث شاءا انتہی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور وصیت باطل نہین ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی باقی اسکا اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی ہم شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسی کو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہوگی

كذا في الطحطاوي وعلى هذا ما كان فيه خلاف الى ابو يوسف قولان اور کیا امین ابو یوسف سے خلاف ہے امین دو قول مین یعنی ابو یوسف سے کہا خلاف ہے اور بعضون نے
کہا خلاف نہین وعند الى المشرف ينفرد دون الوصي كما قررته فيما علقته على الملتقى وبالله اور ابو یوسف رح یا امام رح سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل
ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ ہمینے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا اور شارح کی شرح ملتقی مین قہستانی سے منقول ہے
کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت
سے تصرف مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کما ینبغی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو
وصی کیا اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہوجاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے
جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا كذا في الطحطاوي وفي مختصر ووصي الوصي سواء اوصى اليه في ماله او مال موصيه وصي في التركتين
خلافا للشافعي وصی کا وصی دونون ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی
کیا ہو بہر صورت دونون ترکون مین وہ وصی ہے كذا في الوقاية وتصح قسمته اي الوصي حال كونه نائبا عن ورثة كبار غيب او صغار مع الموصى له بالثلث اور
صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہوکر یا صغیر وارثون کا نائب ہوکر موصی لہ کے ساتھ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود
نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو وصیت کے ترکہ سے تہائی مال بانٹ دے ولا رجوع للورثة عليه اي الموصى له ان ضاع قسطهم معه اي الوصي لصحة قسمته حينئذ
اور وارثون کو موصی لہ پر رجوع کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہوگیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہوجانے قسمت کے اس وقت اور لا قسمته عن الموصى له
الغائب والحاضر بلا اذنه مع الورثة ولو صغارا لزيلعي فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہوکر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اسکے اذن کے
وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون كذا في الزيلعي وحينئذ فيرجع الموصى له بثلث ما بقي من المال اذا ضاع قسطه لانه كالشريك
معه اي الوصي فلا يضمن الوصي لانه امين اور اسوقت یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھیر لیگا جبکہ موصی کا حصہ ضائع
ہوگیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہے تو وصی سے تاوان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثون کے پاس مال ضائع ہوگیا تو جسقدر انہون نے
مال پایا تھا اسکی تہائی چاہے وارثون سے لے چاہے وصی سے یہ وقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع
نہوگا كذا في الطحطاوي وصح قسمة القاضي واخذه قسط الموصى له ان غاب الموصى له فلا شيء له ان هلك في يد القاضي او امينه اور قاضی کی قسمت اور
اسکا موصی لہ کا حصہ لے لینا صحیح ہے اور اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کو اسواسطے کچھ نہین اگر اسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہوگیا ہو
[illegible] اور قاضی [illegible] فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ مین ولہذا اسکے تلف ہونے کا خوف ہو تو اسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے بخلاف
وصی کے [illegible] لانه اقرار شيء في غيرهما لا يجوز لانه مبادلة كالبيع وبيع مال الغير لا يجوز كذا القسمة اور یہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور
وزنی چیز [illegible] قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہے افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوا اور مال مین
قاضی کی [illegible] اسلیے کہ وہ تو یہان عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسی طرح قسمت بھی جائز
نہین [illegible] في الوصية بحج عن الميت بثلث ما بقي ان هلك المال في يده او في يد من دفع اليه ليحج خلافا لهما وقد تقرر نے
لهما [illegible] اور اگر وارثون کو قسمت کردی حج کی وصیت مین تو میت کی طرف سے حج کیا جاسے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہوگیا ہو وصی کے ہاتھ
یا اسکے ہاتھ جسکو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے حج کی کتابون مین ولو افرز الميت شيئا من ماله للحج فضاع
بعد موته لا يحج عنه بثلث ما بقي الا عينه فاذا هلك بطلت اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہوگیا اسکے مرجانیکے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا

باقی مال کی تہائی سے اسلئے کہ میت نے حج کیواسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلئے کہ انکا حق مالیت سے
متعلق ہے نہ عین متروکہ سے وضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعہدۃ علیہ
اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اسکا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام دوسرے شخص کا
مملوک مستحق ثابت ہوا ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اسکے ذمہ پر ہوگا ویرجع الوصی فی الترکۃ کلہا
قال محمد فی الثلث لانہ غرور کان دینا حتی لو ہلک الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی المنتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی
رجوع کریگا تمام ترکہ میں یعنے جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے پھر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے پھر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے
کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دینا ٹھہرا میت پر یعنے اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہوگیا یا
کفایت نہیں کرتا تو اب رجوع نہوگا اور منتقی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تاوان بھرے ان فقیروں سے جنہوں نے ثمن کو بطور خیرات دیا اسلئے کہ فائدہ تصدق کا انکے واسطے
ہے تو اسکا نقصان بھی انہیں پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع
علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اسکا
ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال مبیع مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے پھر لیگا اسلئے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق
سے جو صغیر کو پہونچا تھا وصح احتیالہ بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املاء ولو مثلہ لم یجز یعنے اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو
اسطرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی العینی وصح بیعہ وشراؤہ
من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وہو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور
خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنے اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلئے کہ وصی
کی ولایت نظری ہے یعنے جسمیں یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے
کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک
مطلقا لانہ وکیلہ اور یہ یعنے صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اسوقت ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی
نے مال یتیم کی خرید فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں ہے مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا
یعنے اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب
جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہے تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کے واسطے
ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں ہم نے طحطاوی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں مذکور دیکھی کہ پندرہ درہم کا مال صغیر سے دس درہم
کو خرید کرے یا دس درہم کا مال صغیر کا پندرہ درہم کو اپنے ہاتھ بیچے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت
ظاہر ہو یا نہو وان باع الاب مال صغیر من نفسہ جاز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز
ہے قیمت کے برابر یا جسقدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنے غبن قلیل اور اگر نہیں تو جائز نہیں وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجیء اور یہ سب تفصیل
مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول جیسے اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے دلو زاد او

علی کفن مثلہ فی ذلک وضمن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے مثلاً میت کے ہمسرون کا
کفن تین کپڑون کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمۃ وقع الشراء لہ وحینئذ ضمن
ما دفعہ من مال الیتیم ولوالجیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اس وقت مین وصی تاوان دیگا
اسکا جو اُسنے ثمن دیا ہے یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیہ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ دفعہ
الی من لیس لہ ان یدفع الیہ اور ولوالجیہ مین ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اُسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اُسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اُسنے اُسکا دیا جسکا دینا اُسکو جائز نہ تھا ہم یہ صاحبین کا قول ہے تفاصیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک
وصی پر ضمان نہین اگر یتیم کو پچیس برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی وجاز بیعہ
ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا الدین او خوف ہلاک ذکرہ عزمی زادہ معزیا للتتارخانیۃ وفی الزیلعی والقہستانی الاصح لالانہ نادر اور وصی کو بیچنا
وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول مین مگر ادائے دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اُسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہے
عزمی زادہ نے خانیہ کی طرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا
تلف ہوجانا کمتر ہے ہم اگر میت پر دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہے اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے نزدیک
جسقدر دین ہو اُسقدر کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ
او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا اور
صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت کے ادا کرنے
کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لیے جبکہ نافذ اور جاری ہونا کہین سے منظور نہین ہوا سے عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی
اُسکے مصارف سے یا اُسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہے کذا فی الدرر والاشباہ ملخصاً ہم وصیۃ مرسلۃ
مراد وصیت مطلقہ ہے اسطرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عقار کی بیع جائز ہے کذا فی الدر قلت وہذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانہما
لا یملکان بیع العقار مطلقاً مین کہتا ہون اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشیاء ثمانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہے کہ بائع مان یا بھائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ
مان اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہر طرح لینے نہ اشیاء مستثنے مین بیع انکے غیر مین ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور مان اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک
نہین سوائے طعام اور لباس کے غیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک
سراہا اور پسندیدہ ہو یا اُسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا صرح بہ ابن کمال ولا یتجر الوصی فی مالہ ای الیتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری
کرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدے کیواسطے سو اگر اُسنے اپنے واسطے اس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے وجاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم وتمامہ
فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اُسکا پورا بیان درر مین ہے ہم درر مین خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے
مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک
نفع وصی کو حلال ہے خیرات نہ کرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شئی باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ ببیع عبدہ من فلان مین کہتا ہون اشباہ مین
ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے
شخص سے ہم اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہوا تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہے لیکن اتنا قیمت سے کم کرنا تو ثلث کے اندر ہو کذا فی الجواہر ہم

وفیہ بحث لانا الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شیء لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز انتہی اور اشباہ میں ہی اجرت مثل کے بیان میں ہے کہ متولی کو اُسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہی سو اگر اُسنے عمل نہ کیا تو اُسکو اجرت نہیں ہی اور میت کے وصی کو بنابر قول صحیح کے اجرت نہیں ہی اور یہ لینے متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہی جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اُسنے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایکسال میں کوشش کی تو اُسکے واسطے کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اُسکے مخالف ہی یعنی یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہی اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اُسکو اجرت مثل پہ مقرر کیا تو جائز ہی انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کان الورثۃ صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصوں کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثوں کے حصّہ کو بیچ کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے ہم تفصیل مذکور یہ ہی کہ ادا دین اور رغبت بالکثرت میں بیچ جائز ہی نہ اسکے سوا میں کذا فی الطحطاوی ونقل عن الہدایۃ ان فی بیعہ لاعقار وفاءً اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ لان فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے میں بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اسمین ملک صغیر کا باقی رکھنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح میں مذکور ہی ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا ہم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہیں تو مقر لہ کو اُسکا لینا بدون گواہی کے درست نہیں اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشیء من ترکتہ انہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہ کہ اقرار کرنے والا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ میں نہ باقی ورثہ کے حصوں میں ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لم یسمع ورد اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اُسکا دعوی مسموع نہو گا کذا فی الدرر یعنی تناقض کی وجہ سے ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن فالجد کما تقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہی صغیر کے مال میں تصرف کرنے کا صغیر کے دادا سے اور اگر اُسکا وصی نہو تو دادا احق ہی چنانچہ کتاب الحجر میں ثابت ہو چکا ہی وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ میں ہی کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتوں کے جاری کرنے کے واسطے جائز نہیں برخلاف وصی کے کہ اُسکو یہ درست ہی

## فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہ فصل ہی وصیوں کی گواہی کے مسائل میں ہم اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں تو یون کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت اور باطل ہی گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہو ہم اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہی اور بالغ کے مال میت میں وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما لغیرہ ای لغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہی گواہی اُن دونوں کی غیر مال میت کی

مسائل بھی جو شارح کے قبیل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثمانی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے میں بدون گواہوں
کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں مذکور ہیں ہم مسائل مذکورہ کو شارح اسباب ذکر کرتا ہے قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ
کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعوی کیا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے وصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب
کرتا ہے اور اسکے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول ہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا
ادا سے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اسکا ثمن قبض کرنے سے پہلے او ان الیتیم استہلک مالا آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوی
کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اسکا تاوان دیا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں اتلاف
تلف کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی او ان
لہ تجارۃ فرکبہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہو گئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم
کی طرف سے او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح الزراعۃ پانچواں مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت
کے لائق نہ رہی ہم تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہوں اس
صورت کے وقت پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا یتیم غلام بھاگنے کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا ہم یہ محمد کا قول ہے اور ابو یوسف
کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی او فداء
عبدہ الجانی ساتواں مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا والانفاق علی محرمہ آٹھواں مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا ہم صورت
اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا ماہانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور میں نے اسکو دو برس ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے
اوپر کسی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نواں مسئلہ یہ ہے یا دعوی
کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلاموں پر جو مر گئے ہم یہ قول ہے محمد کا اور امام ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ من مالہ والمال غائب دسواں مسئلہ یہ ہے یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا ہم یہ مسئلہ اشباہ
میں مذکور نہیں اور اگر اسکا شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادا سے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اسکی
تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسواں مسئلہ یہ ہے اور اسی طرح وصی نے دعوے کیا
خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا ہم بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال
خرچ کرتا ہوں پھیر لینے کے واسطے اور اگر اسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او انہ زوج الیتیم امرأۃ
ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارھواں مسئلہ ہے یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے
اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے الثانیۃ عشر اتجر وصی ربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارھواں مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل
کیا پھر دعوے کیا کہ اسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ہم بیان بھی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک
ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ جس چیز
پر وصی مسلط ہو تو امین ہے اسکی تصدیق کی جاویگی اور جس پر وہ مسلط اور مقبول نہیں تو امین اسکی بلا شہادت تصدیق نہ ہوگی ہم تصدیق ہوگی
قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا مکذب نہو کما فی الحموی نصب القاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی وصی کیلئے

وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں ہم نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص
مرگیا اور اسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب
وصی کا اختیار فقط اس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کی طرف سے اسکی اجازت ہے کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیتہ بجملہ
مواضع سبعہ کے یہ تین مقام ہیں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی النہر او اہم
موضعین آخرین اشتری الاب من طفلہ شیئا فوجدہ معیبا نصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور
کیے ہیں ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اسمیں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اسکو پھیرے واذا احتیج
لاثبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ نصب القاضی وصیا وعزاہا لمجمع الفتاوی اور جبکہ اس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق
غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو مجمع الفتاوی کیطرف نسبت
کیا ہے ہم غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ آتا جاتا نہ ہو یہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ کی تفسیر میں اختلاف کیا کما
میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ نہ جاتا ہو مگر سال میں ایکبار یہ قول قدوری کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک مہینہ
یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں نے کہا ۵ منزل ہو اور بعضوں نے کہا ۳ منزل اور
بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ ولا البیع ممن
لاتقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں اسکے برابر نہیں ہے ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کے واسطے متروکہ سے جائز نہیں
دوسری صورت یہ ہے کہ بیچنا اس شخص سے جسکے حق میں وصی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدأ من القاضی تیسری صورت یہ ہے کہ اسے
جائز نہیں کہ قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے علم یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلے کے وصی اس چیز پر قبضہ نہ کرے
تا وقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے بخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں
ولا ان یوجر الصغیر لعمل ما چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کرواوے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچویں صورت یہ ہے اور وصی
قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصہ القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کردیا یعنی ایک نوع میں وصی
کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنے جمیع انواع میں وصی نہ ہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض التصرفات صح نہیہ ساتویں
صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اسکا روکنا صحیح ہے برخلاف وصی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیہ ولہ عزلہ ولو عدلا آٹھویں صورت
یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا للیتیمۃ بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب
آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی القاضی کوصیہ لو وصیتہ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر
قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی ما فی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا رفع ہوگیا اھ یعنی یتیمیہ اور خزانہ کا اختلاف رفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں
صورت یتیمیہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ
کے تو اختلاف رفع ہوگیا یعنے عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرعہ فی مرضہ انما ینفذ من الثلث
عند عدم الاجازۃ الا فی تبرعہ فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بموتہ فلا اضرار علی الورثۃ وفی جامع
الاملاک سلم لکن فی العمادیۃ انہا من الثلث فلعل روایتان اور فتاوی صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور احسان کرنا مرض میں

نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں در حال عدم اجازت وارثوں کے کہ اسکا منافع اسکے تبرع میں سے کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اُسنے
گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنے اُسکی اجرت مثلاً سو درہم تھی سو اُسنے دو درہم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہی اسلیے کہ اجارہ مذکور مریض
کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہوا اور اُسکی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عاریت میں یہ ہی کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے
نافذ ہی تو شاید کہ یہیں دو روایتیں ہیں باع مال الیتیم لرضیعۃ والمشتری مفلس یوجل ثلثۃ ایام فان نقد والا فسخ وصی نے یتیم کا مال قول یا غیر منقول
بیچا اور خریدار مفلس ہو تو وصی تین دن کی مدت ٹھہراوے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر
المشتری بعد ما قبض بیع الوصی الامر الیہ فیقول ان کان بینکما بیع نقد فسخته پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو وصی اس امر
کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو الیتیم میں نے اس بیع کو فسخ کر دیا اس قول کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مشتری بعد
فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبل الوصایا ثم اراد عزل نفسہ لم یجز الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول
کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اسکو عاجز یا
کثیر الاشتغال جانے تو اسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہوا ایک یہ کہ موصی اسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت
یہ ہی کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اسکو متہم کر کے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی دفع للیتیم ماله بعد بلوغه وشهد
الیتیم علی نفسه انه لم یبق من ترکة والده لا قلیل ولا کثیر الا استوفیته ثم ادعی شیئا فی ید الوصی انه من ترکة ابیه وبرهن سمع وصی نے یتیم کو اسکا مال اسکے بالغ ہونے کے بعد
حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی
چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہوں سے اسکو ثابت کیا تو اسکا دعوی مسموع ہوگا ہم یہ اشہاد ابرا معلوم نہیں نہ شخص معلوم
سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہی جو ابرا کا مستلزم نہیں تو یہ اسکے دعوے کا مانع نہیں برخلاف اس ابرا کے جو مجہول سے ہو معلوم کے واسطے یعنے
شخص معین سے چیز غیر معین کا ابرا کیے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسی طرح کہا تو
زید بری الذمہ ہوگیا اور یہ ابرا صحیح ہی چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ مختصراً للوصی الاکل والرکوب بقدر الحاجۃ قال
تعالی ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج
ہو تو چاہیے دستور کے موافق کھاوے سو کھانا اور سوار ہونا مقید بدستور شرعی کے ہی یعنے جسقدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہی اسی قدر مدت تک کھانا
اور سوار ہونا درست ہی ظاہر وقت کذا فی العالمگیریۃ والا ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تاہل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ
کرے اگر یتیم اسکا اہل ہو سے ہم شامی کے ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انھیں کی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت
کا ہی یعنے اگر یتیم خاندان علم سے ہی تو وصی خرچ کر کے اسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیہ بقدر ما یتعلم القراءۃ الواجبۃ فی الصلاۃ مجتبی اور
اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرات واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنی جسقدر نماز میں قرآن پڑھنا واجب ہی اسقدر اسکو سکھاوے
کذا فی المجتبی وفی جعل الوصی مشرفا لم یتصرف بدونہ وقیل المشرف ان یتصرف اور مجتبی میں ہی کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اسکے تصرف متروکہ
میں نکرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنے بدون وصی کے درست ہی ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہوچکا وفیہ للاب اعارۃ
طفلہ اتفاقا لا مالہ علی الاکثر اور مجتبی میں ہی کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اسکے مال کو عاریت دینا بنابر اکثر روایات کے وفیہ یملک
الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکہ الوصی اور مجتبی میں ہی وصی نہونے کے وقت باپ مالک ہی اس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک

نہین ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسمة مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہی اس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہی اپنے اور
اور اپنے صغیر کے بخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہین ہم قنیہ مین مذکور ہی کہ جو مال وصی اور صغیر مین مشترک ہی اسکی
قسمت وصی کو جائز ہی امام کے نزدیک اگر دیکھا جاوے اسمین یتیم کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی ویملک الاب
والجد بیع مال احدہما لطفلیہ للآخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہی بخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور
کا مالک نہین ہم یعنے اگر ایک شخص دو یتیمون کا وصی ہو تو اسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ دونون یتیمون کی خیرخواہی کا
مامور ہی سو یہان ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق مین ضرر کرتی ہی اور اسی طرح اگر دو وصی ہون دو یتیمون کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست
نہین ولو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارہ لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ
اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہی اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بدعقل ہو تو اگر اسنے صغیر کا مال غیر منقول
بیچا تو جائز نہین ہی اور مال منقول کے بیچنے مین دو روایتین ہین ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ لہ ان
یرجع بہ لو مال والا لا لوجوبہا علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ مین اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے پھیر لونگا
تو اسکا بدلہ لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہین کیونکہ باپ پر واجب ہونے کپڑا کھانا اور کپڑے کے باپ پر اسوقت مین یعنی جب صغیر محتاج ہی تو اسکا نفقہ باپ پر واجب
ہی رجوع جائز نہین وکذا لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال اولا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہو حسن یجب حفظہ واللہ اعلم ولو انہ لا یرجع فی الطعام کے
اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کریگا خواہ اسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہین کیا ہی تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف رحمہ سے منقول ہوا اور یہ تفصیل خوب
ہی یہ یاد رکھنا واجب ہی واللہ اعلم بعینہ لحیص قنیہ مین مذکور ہی کہ ایک وارث نے تجہیز میت مین ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثون کے تو وہ میت کے مال سے
ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر ماتم اور شمع وغیرہ کی خرید مین بلا وصیت و بلا اذن باقی وارثون کے اسنے صرف کیا تو اسکے حصہ مین محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہی کذا فی الطحطاوی ومختصر واللہ اعلم استغفر اللہ الکریم

## کتاب الخنثیٰ

اس کتاب مین خنثیٰ کے احکام مذکور ہین ہم خنثیٰ مشتق ہی خنث بفتح خاے معجمہ وسکون نون سے اور خنث لغت مین عبارت ہی نرمی اور کسر سے اور اسی سے مخنث ہی
معلوم کرنا چاہیے کہ حقتعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اُسکا حکم مذکور نہین کیا جو مرد بھی ہوا ور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونون وصف
متضاد ہین ایک شخص مین جمع نہین ہوتے اور دونون مین علامت امتیاز کی آلہ تذکیر اور تانیث ہی پھر جگہ اشتباہ واقع ہوتا ہی اسطرح پر کہ کوئی انسان ایسا
ہوتا ہی جسمین تمیز نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود جبکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنے مرد اور عورت کے
احکام سے تو نادر الوجود یعنے خنثیٰ کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثیٰ وہ ہی جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہی جو ذکر
اور تانیث دونون علامتون سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہی اور اگر پیشاب کرے
فرج سے تو عورت ہی ہم جب اسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا تشکان ہی اور اگر اسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت تو دل یعنی اسکی تنہ
ہی کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہی یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اسکا اعتبار ہی اسواسطے کہ قدامت
اسکی دلیل ہی کہ وہی عضو اصلی ہی وان استویا فمشکل اور اگر دونون برابر ہون اسطرح کہ دونون سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہی ہم مشکل اسواسطے کہا کہ اسکا امر
کوئی متعین نہین ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہین امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج اصالت عضو کی
دلیل ہی ولان للاکثر حکم الکل اور امام رح کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہی نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہی کہ انھون نے ابو یوسف رح سے

فرمایا کہ مین نے ایسا قاضی نہین دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی المرأۃ
او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یعنی تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکے ڈاڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اسکو احتلام
ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطیہ فامرأۃ اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ
نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو حمل رہا یا جماع اسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونون پستانون سے عورتون کے مانند دودھ نکلے اسواسطے
کہ مرد کی بھی چھاتیون سے کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا استفادہ ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ مین ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے
کی حاجت نہ تھی اسکا جواب یہ ہے کہ کبھی دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے تمیز نہین ہے جب دودھ اترا تو تمیز
واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثی نے منی روئی مین لیکر اپنی فرج مین داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہے کہ عورتون نے اسکو دیکھا اور کہا
کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ
ظاہر نہوئی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہے عدم مرجح کی وجہ سے ہم تعارض علامات کی مثلاً صورت ہے کہ پستان ابھرے اور ڈاڑھی نکلی ایک ساتھ یا
ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأۃ
تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثی کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیون
سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ہم اسمین اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائین طرف کی ہوتی ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیان
اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹھارہ بعضون نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونون کی پسلیان برابر ہین
اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اسکی یون مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری
رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فیوخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت مین یعنی در صورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو
عمل کیا جاویگا خنثی مشکل کے امر مین اس چیز کے ساتھ جسمین زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام مین قلت ولکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ وانہ لا یتعلق التحریم
بلبنہ قنیۃ مین کہتا ہون لیکن ہمنے اول کتاب مین مذکور کیا کہ خنثی مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور اسکے دودھ سے تحریم متعلق نہین تو آگاہ رہنا
یعنے ان دونون صورتون مین عمل بہ احتیاط نہین ہے ہم یہان اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل
نرہا اسکا جواب یہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ ڈاڑھی نمود ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسیطرح دودھ مین کلام ہے کذا فی الطحطاوی
فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردون اور عورتون کی صف کے مابین مین ہم یعنی نہ مردون کی صف مین کھڑا ہو نہ عورتون
کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتون کی صف مین کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردون کی صف مین کھڑے ہونے سے
اسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اسکے داہنے اور بائین اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثی بالغ ہے اور عورتون کی صف مین کھڑا ہو تو اسپر
اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہون تو اسیطرح کھڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی ہو طرین کذا فی الطحطاوی
واذا بلغ حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ فتکون لہ او مثلہ اور جبکہ خنثی حد شہوت کو پہونچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اسکی ختنہ کرے سو
خرید سے اسکی وہ لونڈی ٹھہر گئی یا اسکے مانند عورت ہوگی ہم یعنے اگر واقع مین خنثیٰ مرد ہے تو وہ اسکی لونڈی ہے تو اسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور
اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأۃ احتیاطاً ولا ضرورۃ لان الختان
سنۃ ما [illegible] اور یہ مکروہ ہے کہ خنثی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہین اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم سنت [illegible]

سنت ہے نہ فرض ہم یہ مذکور ہوا خنثیٰ بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم
تباع اور اگر خنثیٰ کا مال نہ ہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کی جاوے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جاوے اور ثمن اسکا بیت المال میں
داخل کیا جاوے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہے کذا فی الحموی او یزوج امرأۃ ختانۃ لتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح وان
انثی فنظر الجنس اخف ثم یطلقھا و تعتد ان خلا بھا احتیاطا یا خنثیٰ نکاح کرلے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اسکا ختنہ کردے اسلیے کہ اگر خنثیٰ مرد ہے تو نکاح
صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس اپنے عورت کا دیکھنا عورت کی طرف سکتا ہے مرد کی ضرورت سے پھر خنثیٰ ختنہ کے بعد اسکو طلاق دیوے اور ختنہ کرنیکے عدت میں بیٹھے
بنا بر احتیاط واسطے کہ اگر خنثیٰ نے اسکے ساتھ خلوت کی ہو ہم یہ قول طحاوی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال کا قول علما مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر
اُسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہو تو عورت معلقہ ہوگی اُس سے خلاص نہیں ہو سکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقینی نہیں ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثیٰ
مشکل مر گیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اُسپر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے یوں کہا ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح
کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق لے اعتبار شروط کی وجہ سے اور بیت المال سے حصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے
از قسم محال ہے تو نکاح کر لینا آسان ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن الحموی و یکرہ لبس الحریر والحلی اور خنثیٰ مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے ولا یخلو بغیر محرم اور خنثیٰ
مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سوا اُسکے محرم کے وان قبلہ رجل ثبتت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثیٰ مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت
ہوگی ہم تو جائز نہ ہوگا خنثیٰ کی ماں کو اُس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اُسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثیٰ مشکل سفر نہ کرے بدون محرم
کے اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو ہم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اُسکو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امرأۃ لا یعتبرہ
ہو فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثیٰ مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اُسکا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہ دعوی ہے بدون دلیل کے
وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اُسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ اُسپر سوا اُسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقرر الاشکال لا یقبل
وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہے کہ بعد ثابت ہو جانے اُسکی اشکال کے قول اُسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اُسکا
مقبول ہے میں کہتا ہوں اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہوگی ہم یعنے عدم قبول کا قول اُس صورت میں ہے جبکہ خنثیٰ کا
مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول اُس صورت میں ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے محیط سے وتضعیف القہستانی
عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا فتنبہ اور منسوب بتضعیف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل
مذکور پر اسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہو جاویگا سو آگاہ رہنا ہم قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثیٰ نے حیض یا منی کی یا مرد
یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اُسکا مقبول ہوگا اور رجوع اُسکا مقبول نہ ہوگا جبتک کذب اُسکا ظاہر نہ ہو یقیناً چنانچہ اُسنے اپنے مرد ہونے کی
خبر دی پھر اُسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی الحموی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل ہے واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل
و یمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثیٰ مر گیا قبل ظاہر ہو جانے اُسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاوے اور اُسکو تیمم کر دیا جاوے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے
غسل کے ہم چونکہ اُسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہیں جو اُسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے اور
اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کے مانند اُس مرد کے جو عورتوں میں مر گیا کذا فی الحموی ولا یحضر حالہ کونہ مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثیٰ مشکل قریب البلوغ ہونے
کی حالت میں کسی مرد کے غسل میں حاضر نہ ہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت و ندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثیٰ مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کر لینا عورت کے مانند ولو وضع
الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المرأۃ اذا اجتمعت جنائزھم رعایۃ لحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاوے مردہ مرد پھر خنثیٰ مشکل پھر عورت جبکہ ان جنازے

کی نماز پڑھی جاسے حق ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے ہم خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاسے کہ شاید وہ عورت ہوا اور اگر خنثی مرد کے ساتھ عذر سے ایک قبر مین
دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جاسے اور دونون کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاسے تاکہ بمنزلہ دو قبرون کے ہوجا سے اور یہی حکم ہے مردون کے دفن کا جبکہ ایک قبر مین
دفن ہون اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہون تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہوا اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت کے مانند اور اسکو قبر مین نام قرابت والا
رکھے انوثت کے احتمال کے سبب سے کذا فی المنح وتمام فروعہ ای احکامہ من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف بجلد منیف اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ مین مذکور ہین بلکہ
میرے نزدیک اسمین ایک تالیف مجلد کلان ہے ہم مسائل خنثی مشکل کے یہ ہے کہ اُسکی امامت صحیح نہین مگر عورتون کے واسطے اور اُسکی نماز عورت کے مانند ہے شکل مین اور
اخفا مین اور وہ نکاح نکرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اُسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اُسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہوگیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ
جماع پر قادر ہوا تو نکاح اسکا صحیح ہوگیا اور اگر اُسنے اپنی مانند دوسرے خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہین کذا فی الشہادات مختصراً ولہ فی المیراث اقل النصیبین اعنی اسوء
الحالین بہ یفتی کما حققناہ و خنثی مشکل کو میراث مین اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے اقل النصیبین یعنی
مرد اور عورت کے دو حصون مین سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اُسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثی مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اُسکو مرد فرض کرنے مین کسقدر ملتا ہے
اور عورت فرض کرنے مین کتنا پہونچتا ہے تو ان دو حصون مین جو کمتر ہوگا وہ خنثی کو ملیگا اور اگر دو تقدیرون مین خنثی محروم ٹھہرتا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا لہذا شارح نے
اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتون مین بدتر حالت ہوگی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اُسکے نصیب مین ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان
دونون کو شامل ہے کذا فی الجلبی تبصرت وقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونون حصون مین سے نصف نصف اُسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف
حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترک معہ ابنا واحدا لہ سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثی مشکل کا باپ مرگیا اور خنثی کے ساتھ ایک بیٹا اُسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم
ہین اور خنثی کا ایک سہم ہم خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثی عورت کے حکم مین ہے میراث مین تا وقتیکہ اُسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف لہ ثلثۃ من
سبعۃ وعند محمد لہ خمسۃ من اثنی عشر اور ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ مین خنثی کے تین سہم ہین سات سہمون سے اور محمد رح کے نزدیک پانچ سہم مین بارہ سہمون
سے ہم صاحبین رح کی دلیل مطولات مین مذکور ہے وعند ابی حنیفۃ لہ سہم من ثلثۃ لانہ الاقل وہو متیقن بہ فیقتصر علیہ لان المال لایجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے
نزدیک خنثی کا ایک سہم ہے تین سہمون مین سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اُسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہین ہوتا ہم توضیح اسکی یہ ہے
کہ یہان اثبات مال کی ابتدا کی حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل مین دونون
سببون سے کوئی معلوم نہین اور اثبات مال کا ابتداءً بدون سبب متحقق کے شرعاً جائز نہین تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ مین
شک ہے تو متیقن ہی واجب ہوگیا اُسی پر اقتصار کرکے کذا فی العینی شرح الہدایۃ حتی لو کان الاقل علی تقدیرہ ذکرا قدرناہ کزوج وام وشقیقۃ ہی خنثی فلہ السدس لانہ
عصبۃ لانہ الاقل تو اگر اقل ہو اُس تقدیر پر جبکہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اُسکو ہم مرد ہی ٹھہراوینگے چنانچہ اسصورت مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور مان اور سگی بہن چھوڑکر
جو خنثی ہے تو اُسکو چھٹا حصہ ملیگا بنا بر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ہم تو صورت مذکورہ مین شوہر کا نصف حصہ ہے اور مان کا تہائی اور خنثی کا
باقی مال یعنی سدس ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی ثمانیۃ اور اگر صورت مذکورہ مین خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم
کی طرف عول کریگا ہم یہ مسئلہ دونون تقدیرون مین چھ سہمون سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت مین عول کی حاجت نہین اور دوسری صورت مین عول
کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جبکہ خنثی کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ مین اُسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اُسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اُسکو
مرد قرار دیا تاکہ اُسکا حصہ سدس ہو سو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء لہ کزوج وام وولد بہا وشقیق خنثی فلا شیء لہ لانہ عصبۃ
ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت اسلتۃ اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیرون مین سے ایک تقدیر پر تو اُسکے واسطے کچھ نہین چنانچہ اس مسئلہ مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثی چھوڑ کر تو خنثی کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا حصہ نصف ہے کیونکہ
وہ صاحب فرض ہے اور اسوقت میں یہ مسئلہ تو چھ سہم کیطرف عول کریگا اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا چھٹا اور دونوں اخیافی بھائیوں کا تہائی اور سگا
بھائی جو خنثی ہے وہ محروم ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فرض سے کچھ باقی رہے سو یہان کچھ باقی نرہا اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض ہوگا
تو اسکا حصہ نصف ہے تو بنا بر اسکے ہم نے اسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تا کہ نصف نپاوے ولو مات عن عم وولد اخ خنثی قدر انثی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مر گیا اپنا
ایک چچا اور بھائی کا ایک لڑکا چھوڑ کر جو خنثی ہے تو خنثی کو یہان عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ہم نے خنثی کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور اگر
اسکو مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ ہرچند دونوں عصبہ ہین لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

## مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرقۃ ای من ابواب الفقہ لم تذکر فیما کان یحق ذکرہ فیہ قالت وقد الحقت غالبا بما لہا ولو ذکرہ بہ مسائل شتی مین شتی جمع ہے
شتیت کی بمعنی متفرق اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب مین مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہین واسطے تدارک اُن مسائل کے
جو وہان مذکور نہین ہوسکے جہان اُنکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا مین کہتا ہون اور البتہ مین نے اکثر مسائل ملادیئے اُنکے مواقع
مناسبہ مین اور خدا کو حمد ہے جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ہذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قد وعدتک بہ فی اوائل نواقض
الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغری ہے جسکی تسلیم مین وہ کلام ہے جسکا مین نے تجھسے وعدہ کیا تھا اوائل نواقض وضو مین ہم
وہان کی قید ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہین اور علت یعنی پسینہ کا تول ہونا نجس سے یعنے علف اور شراب سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید
خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمۃ کبری وہی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض
الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبری مسلم ہے ہمارے نزدیک تو دونوں مقدموں سے ملکر
نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس کما
قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس بل اولے لیکن اس شکل مین صغری کے ثابت کرنیکی حاجت ہے اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین نسبت مجتبی مذکور ہے اسکا
حاصل کلام یہ ہے کہ اُس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنا بر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولی بالنجاسۃ ہے ہم وجہ اولویت
کی یہ ہے کہ شور رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے مین غیر رقیق چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اقبح من کان عرقہ کعرق الکلب
والخنزیر پھر مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہے یہ قبیح اور مذمت ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال
ابن الشحنۃ فینقض الوضوء وہو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن الشحنہ نے کہا تو اسوقت مین یعنے جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو
وہ وضو کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب وغریب ہے اور اسکی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہمنے اسپر اعتماد کیا
یعنے اور متن مین اسکو داخل کیا قالت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وہو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایۃ ولا دلالۃ اما الاولے فظاہر اذا لم یر ذلک
احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولے شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالی انکو آفات
سے محفوظ رکھے کہا ہے کیونکر اسپر اعتماد کیا جاسکے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ استدلال
عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالمون مین سے ایک عالم سے بھی مروی نہین اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت
نہین ہم مقدمہ اولے غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے ولیشہد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد علل حل اکلہ بصیرورتہ

مسائل شتی

کپڑا نچوڑنے سے ٹپکتا ہو تو بھی نجس ہوگیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتوی دیا جاوے کذافی الطحطاوی ملخصاً ہر چند کہ عصر کا مرجع قریب ثوب ظاہر تھا لیکن چونکہ حلوانی کا قول نفی ہے کہ مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس او لبس او غسل رجلہ ومشی علے ارض نجسة ونام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثرہ لا یتنجس خانیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پاؤں کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلایا ناپاک فرش پر سویا اسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہوگا کذافی الخانیہ حموی نے کہا ناپاک زمین پر تر پاؤں سے اسطرح چلا کہ زمین تر ہوگئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر ہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قدم پاک رکھا یا فرش تر پر ہو یا اگر تر ہوگیا نجاست سے تو نجس ہوا ورنہ نہیں تو نجس نہیں اور فقط نداوت اور تری اوسکا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنی بدون جرم کے کذا فی الطحطاوی نوی الزکوٰة الا انہ سماہ قرضاً جاز فی الاصح لان العبرة للقلب لا للسان ادا سے زکوٰة کی نیت کی اگرچہ اسکا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا ہم صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذافی الطحطاوی من له حظ فی بیت المال کالعلماء وظفر بما ہو وجہ لبیت المال فله اخذہ دیانة قدمناہ قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علما دین سوا ء سنے بیت المال کا مال پایا تو اسکو اٹھا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہمنے اسکو باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہے ہم بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علما اور عامل اور مقاتلین اور انکی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین میں بزازیہ میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مر جاوے اور اسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حکام اسکے مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذافی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم اخر فعلیہ کفارة واحدة ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہ کیا یہانتک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنابر قول صحیح کے اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے اسلئے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوٰة ایضاً وان لم ینو اول صلوٰة علیہ او آخر صلوٰة علیہ کذافی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نکرے نماز میں کہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے ہم مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنے والا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اسکا نفل ہو جاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوٰة ولو عن رمضانین الخ قلت وکذا فی مشتمی باب قضاء الفوائت تبعاً للدرر وغیرہا اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسیطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہوکر ہم طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ولوالجیہ میں اسی قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی صورت یہ ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوٰة میں نماز اور اسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کی ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر جائز ہے اسواسطے کہ نماز متعین ہوگئی اسکے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی متعین ہوگیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی ثواب ہے اسکے بعد کی نماز اول ہوگئی اور جو اسکے پیچھے ہے وہ پچھلی نماز ہوگی مصنف نے کہا اور یہی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جسکو فوائت فائتہ یاد نہ ہے یا اسپر مشتبہ ہوگیا

یا سنہ اپنی ذات پر اسالی کا ادا دم کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان بالصوم ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف اسبابہ بل باعتبار ان مراعاۃ
الترتیب لا تجب علیہ ولا یمکنہ مراعاتہ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظہ
انتہیٰ یاد رکھنا چاہیے۔ بحر الرائق میں باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہ ہی اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب
مختلف اور گیارہ بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہی کہ رعایت ترتیب کی اسپر واجب ہی اور اسکو رعایت ترتیب کی ممکن نہین ہی مگر تعیین کی نیت سے
تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہی نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہی محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہی نمازون میں اسکا یاد رکھنا
لائق ہی انتہی بلفظہ ثم رأیتہ نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث التعیین ثم قال وہذا مشکل وما ذکرہ اصحابنا کما قدمناہ وغیرہ مخالفہ وہو المعتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ
لکھنے کے بعد میں نے دیکھا صاحب بحر الرائق کو کہ اُسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعیین منوی کی بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت
میں مشکل ہی اور جو ہمارے علماء سے مذکور کیا ہی جیسا ہم نے ابھی بیان کیا وغیرہ سے وہ اسکے خلاف ہی یعنی تعیین مشروط [illegible] کلام میں اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر
ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہی جیسا تبیین میں ہی انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا اہم وجہ اشکال یہ ہی کہ عدم اشتراط تعیین فوائت
اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہی جسپر فقہا کا اتفاق ہی وہ قاعدہ یہ ہی کہ تعیین ہوتی ہی اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازین قبیل مختلف الجنس کے
ہین اسواسطے کہ انکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ والطحطاوی نے حواشی الدر کے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول الحلبی والولوالجیہ مین صحیح ہی اگرچہ
تعیین اولیٰ ہی راس شاۃ متلطخ بدم احرق فزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہ والحرق کالغسل وقد مناہ فی الطہارات بکری کا سر
خون میں لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اُسکا استعمال کرنا جائز ہی اور جلانا دھونے کے برابر ہی پاک کر دینے مین اور ہم نے
کتاب الطہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات مین داخل ہی ہم آگ نجاست کو فنا کر دیتی ہی یہان تک کہ شی ناپاک مین ناپاکی کا کچھ اثر نہین رہتا یا جلا کر راکھ کر دیتی ہی
بطریق استحالہ کے ولہذا اگر گوبر جلکر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہی جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا کہ سور نمکسار مین گر کر نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض
جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کردیا تو جائز ہی ہم یہ قول ہی ابو یوسف رح کا اور اسی پر فتوی ہی اور امام محمد رح کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا
جائز نہین عشر کی مانند مفتاح میں ہی کہ محل خلاف اسوقت ہی جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہین ہی تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی وان جعل لہ العشر
لا لانہ زکوۃ قلت وقد قدمتہ فی الجہاد وقدمتہ فی الزکوۃ ایضاً اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہی مین کہتا ہون
کہ میں نے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہی اور کتاب الزکوۃ مین بھی مذکور کر دیا ہی ہم سبب عشر زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیرون کا حق ہی ہان اگر زمیندار فقیر ہو تو اسکو بھی
دینا درست ہی کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج دفع الامام الاراضی الی غیرہم بالاجرۃ
لیستوفی الخراج من اجرتہا المستحقۃ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصون کو دی
بطریق اجارہ کے تا کہ وہ خراج ادا کرین اُنکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہی فان فضل شی من اجرتہا دفعہ لملاکہا رعایۃ للحقین پھر اگر فاضل بچے انکی اجرت سے
کچھ تو دیدے مالکو دے دونون کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اُسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ
زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا پھر اگر بادشاہ اسکو نپاوے
جو زمین اجارہ لے تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو انکے مالکون پر رد کرے کذا فی الزیلعی
قلت قدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی الرجوع او علی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط مین کہتا ہون اور ہمنے کتاب الجہاد
مین مذکور کیا ہی راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول رجوع پر محمول ہی یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہی کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جاوے

مستوط بالتداخل کا محل اس وقت ہی جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہین ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور پچھلی خوب ہی فتاوی قاضیخان
مین ہی کہ جب خراجات جمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام رح کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور کہ یہ سبب سے ساقط ہوگا انتہی اور چہرہ یہ
ہی سال ماضی کے سقوط خراج مین کذا فی الطحطاوی عنہم مذبوحۃ ومیتۃ فان کانت المذبوحۃ اکثر تحری واکل والا بان کانت المیتۃ اکثر او استویا لا تحری
او فی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ والا تحری واکل مطلقا مر خلیفہ بکری یعنی اگر ملین مذبوح اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر ہون تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر
مردار زیادہ تر ہون یا حلال اور مردار دونون برابر ہون تو اٹکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت مین ہو اسطرح پر کہ ذبح کی بکری پاوے اور نہین تو اٹکل کرے اور کھاوے
ہر طرح سے خواہ برابر ہون یا کم و زیادہ اور یہ گذر گیا ہم کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غالب قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہی افادہ اباحت مین کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ بازار
خالی نہین ہوتے بہت حرام اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہی ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہین تو اسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج
کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہی بخلاف کثرت یا ... اور مردار کے کہ وہان ضرورت نہین تو اس سے احتراز ممکن ہی اکثر نسخون در المختار مین
یون ہی دم فی کو یا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہان اس مسئلہ کو مذکور کرچکا اور بعض نسخون مین یون ہی کما مر فی ... کذا فی الطحطاوی اور جو مترجم کے نسخہ صحیح مین فقط وہ مر فی ... اسپر
اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ ذبیحہ کی علامت یہ ہی کہ اسکی گردن کی شہرگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہین باب الاخرس کتابۃ الاخرس ... کالبیان
اللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہی یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہی ہم لینے کو لنگا آدمی اگر ایک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند ہی
ثبوت احکام مین بشرطیکہ حاکم اسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اسکا کوئی اشارہ فہیم متقی سمجھا دے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہی لیکن اگر
بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ہم معتقل اللسان ... ق ف
وہ ہی جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعی رح نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونون برابر ہین فی وصیۃ
ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ وامتدت عقلتہ الی موتہ بہ یفتی
ملتقط وصری الوصایا یا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہی وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص وغیرہا من الاحکام مین یعنی
گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہی اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہی بشرطیکہ اسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اسکا عدم تکلم اسکی موت تک ممتد اور متصل ہوا ہی
قول پر فتوی ہی مین کہتا ہون اور یہ قول کتاب الوصایا مین مذکور ہو گیا و ذکرہ ہہنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ او طلق
مثلا توقف نفاذہ علی عقلتہ ... مستندا او لا ... معتقل اللسان کو یہان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ... دریافت کرنا چاہیے کہ
انکے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مر گیا اسی حالت عدم تکلم
پر تو اقرار او طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہین تو طلاق وغیرہ نافذ نہوگا ... جب طلاق نافذ ہوا تو اسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہی
اسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کے وقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارۃ لا یحل لہ وطیہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات بحالہ کان لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف
اور بنابر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مر جاویگا
زوجہ کا مہر اسکے متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین لکن ذکر ابنہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر
مین ذکر کیا ہی اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک ہم ایشد ارک ہی علما مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہین الاقتصار الانقلاب استناد تبیین اور تفصیلہ چنانچہ
انشاء طلاق و عتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہوجاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو جو طلاق کی علت
نہین وہ علت ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہی سال

پورے ہونے سے مستند الی وجود الانصاب یعنی سبب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یون کہنا اگر زید گھر مین ہے تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر مین تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین مین فرق یہ ہے کہ تبیین مین اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم وانما ابطال المقتصر والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصراً وما لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً کما فی البحر من باب التعلیق یخالف قولہ اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصراً فتدبر صاحب نواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول اور قاعدہ کا یہ مقتصر اور مستند کے واسطے یہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے چنانچہ بحر الرائق مین باب التعلیق سے مخالف ہے اسکے جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ طلاق اور عتاق اور اسکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونہ بطریق استناد کے تو آگاہ ہو اور خبردار رہنا اکمل وغیرہ کا منافی کلام قاعدہ کا ہے مخالف ہی لایعملون باشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانہا تندرأ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالے ولا فی شہادۃ مانند یعنی گونگے کا اشارہ اور کتابت اسکا بیان کے مانند ہی حد مین حد و معنے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹال جاتی ہین اسلیے کہ وہ حق اللہ مین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہے اسکا اشارہ اور کتابت کذا فی النہر وہل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحاً اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان اسلام اسکا صحیح ہے اور مین نے اسکو صریح نہین دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر در فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہ مذکور ہوگیا ہے اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھن کرتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہے تو خمیر وغیرہ کے مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہوگی کذا فی الطحطاوی قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مرنے الحج مقتول ہوجانا بعضے حاجیون کا عذر ہے حج کے ترک کرنے مین اور وہ مذکور ہوچکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو لیسکن معہا فی بیتہا نشوز حکما کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر مین نافرمانی ہی حکماً چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کی باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہے اور نافرمانی اسواسطے کہ اسنے اسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا روکنے تک ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب اسکنے علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر مین لیجاے تو اب زوجہ نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر اور کان لیسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لاتکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شبہۃ اگر زوج غصب کے گھر مین رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہے اسلیے کہ غصب کے مکان مین رہنا حرام ہے برخلاف اس صورت کے کہ مکان مین شبہہ ہو مثل شبہہ کی صورت ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی کہ مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع امتک واریدبیتا علیحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکلہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مین تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور مین علیحدہ گھر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نرہنے کا اسکو اختیار نہین اور یہ سب باب النفقہ مین مذکور ہوگیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا کنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہی نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولاے لانہ کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اسنے اپنے غلام سے کہا اے مولے میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے بنابر اس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی یعنی کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اسمین یہ ہے کہ لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون تعلیل مذکور ہے کہ وہ اسکے حقیقی معنے ثبوت ولاء علی العبد پر دلالت کرتے ہین اور یہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط (؟)

ثبت پر دلالت کرتا ہو واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع
فیہ نکالا جاے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنے کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی) گواہ نہ گذرانے بخلاف منقول کے
کہ صرف اپنے حاضر ہونا کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے پر کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین ہی مواضعت یعنی دونون کے
گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دے پھر جب حاکم
حکم کیا تو اب اسکے توڑنے کی کوئی صورت نہین یہانتک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے
مواضعت کی تہمت دفع ہوجاویگی تو اسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہوجانے اسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم القاضی
یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضہ کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی تصدیق مدعا علیہ
کی تصدیق کہ وہ عقار اسکے یعنے میرے قبضہ مین ہی قول صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنے باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت وقدمنا غیر مرۃ
آخرہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتأمل مین کہتا ہون ہمنے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک
ہی کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین یہ ہی کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرے وہذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہ اسوقت ہی جبکہ مدعی نے
ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی ملک مطلق کے دعوی مین ہی اما اذا ادعی الشراء من ذی الید
واقرارہ بانہ فی یدہ فان انکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما
فی البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ مین ہی سو قابض ذی الید نے اسکے
خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا کہ خرید کا دعوی
جیسا ذی الید پر صحیح ہو ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی چنانچہ بزازیہ مین شرح مذکور ہی عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کالمنقول ہو الصحیح وتقدم
فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ بہ یفتی ویکتب بالحکم الی قاضی تلک الناحیۃ لیأمرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت مین نہین تو اس
قاضی کا حکم اس عقار مین صحیح ہی جیسے مال منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب القضاء مین آگے مذکور ہوچکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی
قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اس زمین کے دلانے کا امر کرے وقیل لا الاصح ومشی علیہ الکنز وا
اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ یہ کنز الدقائق
کے قول سے آداب سے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ قاضی کا حکم محدود مین صحیح ہی اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود وابطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وہو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پھر آیا یا اسکے مجھکو کچھ اور
ظاہر ہوا یعنے مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین گواہون کے فریب مین پڑگیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کردیا یا مانند اسکے اور کچھ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین
قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق غیر کے یعنے مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ہم اور دوسری وجہ یہ ہی کہ رائے اول راجح ہوگئی حکم دینے سے تو رائے
ثانی سے جو اسکے برابر ہی منقوض نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح
دعوے اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو صحیح دعوی وہ ہی جس سے دعوی کے احکام متعلق ہون تو اسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضاء مین
اور مطالبہ جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مشار ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول و ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہو اور فاسد نہو

متقی نہین یا باطل ہی کر اسکا نقض قضا جائز ہی یعنی اُس شہر والے سے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہوگئی ہو اُسکے طریقہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اُسکا توڑنا
جائز ہی مثلاً قاضی اول کی قضا مین ارتیاب کی یہ صورت ہی کہ وہ متقی نہین جو چاہتا ہی اُسکا حکم کر دیتا ہی اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہی کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور جائز کہ
بیان آئین نہین کر دہ باشتہ ہی یا صاف نہین یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو ان صورتون مین قضا باطل ہی کذا فی الطحطاوی افادہ ترتب بیع التعاطی علی بیع
باطل او فاسد لا ینعقد فرق اول البیع عن الخلاصۃ والبزازیۃ والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا
اول کتاب البیوع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے مثلاً بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہی جسمین وہ شرط ہو جو مقتضاے بیع نہین اور
ترتب کی لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہین ہوا اور اگر متارکہ ہو گا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی خبّا قوما ثم سال
رجلا عن شیء فاقر به وهم یرونه ویسمعون کلامه وهو لا یراهم جازت شهادتهم علیه بذلك الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک امر سے
پوچھا ایک شخص سے اُس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اسکو دیکھتے ہین اور اُسکا کلام سنتے ہین اور وہ اُنکو نہین دیکھتا ہی تو اُنکی گواہی اُس شخص کے اس اقرار پر
جائز ہی وان سمعوا کلامه ولم یروه لا تجوز شهادتهم علیه لان النغمة تشبه النغمة الا اذا علموا انه لیس فیه غیره بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابه ولا
مسلك له غیره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره ولم یروه وقته اور اگر لوگون نے کلام اُسکا سنا اور اُسکو نہ دیکھا تو اُنکی گواہی اُسپر جائز نہین اسواسطے کہ آواز شبیہ
ہوتی ہی دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہو گا مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اس مکان مین سواے اقرار کرنے والے کے دوسرا نہین ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی
کوٹھری مین داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اسکے دروازہ پر بیٹھے اور اُس کوٹھری کی سواے اُس دروازہ کے کوئی اور راہ نہین پھر ایک مرد اُس کوٹھری مین داخل ہوا اسوقت
لوگون نے اسکا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اسکو نہین دیکھا تو اب شہادت جائز ہی یعنی عدم اشتباہ کی وجہ سے باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنه وامراته او غیرهما من
اقاربه حاضر یعلم به ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لا تسمع دعواه کذا اطلقه فی الکنز والملتقی وجعل سکوته کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا جانور یا کپڑا
اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اُسکی عورت یا اُسکے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہو اور بیع کو جانتا ہی پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہ دعوی کیا کہ مبیع میری ملک ہی
نہ بائع کی تو اسکا یہ دعوی مسموع نہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہی کنز اور ملتقی مین اور اُسکا ساکت رہنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر اور
قطع حیل فاسدہ کے واسطے [illegible] اسکا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہی اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل کر کے
اسمین تصرف مشتری کی قید لگائی ہی یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کے وقت سکوت کرے تو اب دعوی اُسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس قید سے
تو قریب اور ہمسایہ برابر ہو جاتا ہی اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ مخفی نہین اُسپر جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی فتحصل ان فی [illegible] بلا
اجہاز ان سکوته عند [illegible] عند الزفاف رضی فلا یملک طلبه [illegible] باب المهر فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسکا نکاح بدون جہیز کے
کر دیا گیا ہی کہ اُس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کے وقت رضامندی کی ہی عدم جہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہوگا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر
مین گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوته ولو جارا لا یکون رضی بخلاف اجنبی شخص کے ہو اسلئے کہ اُسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا الا اذا
سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدۃ مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع
اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اُسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اُسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اُس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہی تاکہ ناحق
لالچ قطع ہو جاوین وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملك رجل والمالك ساكت حیث لا یکون سکوته رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیۃ آخر الفصل
الخامس من البیوع اور برخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہی کیونکہ اُسکا چپ رہنا رضامندی نہین ہم
حنفیون کے نزدیک برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے آخر مین مذکور ہی اور اُسکے سواے اور کتاب مین بھی ہم سکوت مالک اسواسطے

رضا ہو کہ یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی الدرر باع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا وقفتنا وارا د تحلیف المدعی
علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لان صحۃ الدعوی لیست بشرط لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلافا لما صوبہ الزیلعی
وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھ پر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا ہم نے اسکو وقف کیا تھا
اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہے تو اسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی قبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے
اسوجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف میں بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے بخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت
کو صواب کہا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا بمہرہا وقالوا کانت الہبۃ فی
مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول لمن بلا ورثۃ ہذا اعتمدہ فی الخانیۃ تبعا للروایۃ الجامع الصغیر وبعد نقلہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد
علی تلک الروایۃ لانہم تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول للمنکر الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثوں نے اسکا مہر زوج
سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اسکے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا کہ اسنے صحت میں ہبہ کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان
میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کر کے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول ہے قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے
کیونکہ ان سبنے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ باقی کلام قاضیخان کا یہ ہے کہ امر حادث ہوا اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ قریب اوقات
کیطرف مضاف ہوں قلت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کالزیلعی وابن سلطان
بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر
میں کنز الدقائق کے مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر
ہونا استحسان ہے پس ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظہر ابن الہمام فی آخر المہر فقال والظاہر ان الورثۃ
لم یکن لہم حق بل انما ہم یدعونہ لانفسہم والزوج ینکر فالقول لہ میں کہتا ہوں اور قول زوج کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر
باب مہر میں سو یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے کہ وارثوں کا حق مہر میں نہیں ہے بلکہ زوجہ کا حق تھا اور وارث اسکا دعوی کرتے ہیں اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج
منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لا یملک عزلہا لانہا یمین من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل
کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کر سکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ
کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہے اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل
کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہے برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں ہوا اور رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلہ
مہما علی انی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے
سے کہا کہ میں نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجکو معزول
کیا پھر تجکو میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک
فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ لما صلۃ ان لفظ کلما فیحنئذ ینعزل تو اگر یوں کہا کہ ہر بار میں تجکو
معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں پھرا وکالت معلقہ سے اور میں نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل
ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہے تو اب وہ معزول ہو جاویگا قبض بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح عن دراہم عن دنانیر او

ما ✓
ایسے قول معتبر کا
قول بی بی ١٢٦ سطر ٥ ورثہ کا
ثم عزلتک لان الوکالۃ
یجز لتعلیقہا بالشرط فیجوز
تعلیق العزل عنہا فاذا عزل
تحت المعلقۃ انعزل ٢٥ عن الوکالۃ المنجزۃ
وکلما جدید ثم بالعزل الثانی
انعزل عن الوکالۃ الثانیۃ
فہذا اول من قولہ لان متی
لعموم الاوقات ١٢
کذا فی الطحطاوی

عن شئی آخر فی الذمۃ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرح پر کہ درہمون پر صلح کی دیناروں سے یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہو ذمہ میں والا یکن دینا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین معین لا یبقے دینا فی الذمۃ فجاز الافتراق عنہ اور اگر صلح دین کی دین
سے نہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اسلیے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہوگئی ذمہ پر دین باقی نہ رہی تو اسپر افتراق جائز ہی ہے برخلاف
مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں افتراق صحیح نہیں کیونکہ وہاں صلح معاوضہ صرفی ہوگئی اور صرف میں افتراق جائز نہیں قال المدعی لا بینۃ لی فبرہن ولو بعد حلف
خصمہ جواہر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہ یمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلف ثم برہن علی الحق قبل وقضی لہ بالمال خانیۃ مدعی
نے کہا کہ میرے دعوے پر گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی اور اسیطرح اگر مدعی نے
مدعا علیہ کی قسم کے طلب کرنے کے وقت یون کہا کہ جب تو قسم کھائیگا تو بری الذمہ ہوجائیگا میرے اس مال سے جو تجھپر ہے اور اسنے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہی ثابت
کی اپنے حق پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکو مال دلایا جاویگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے مناسب مقام ایک تفصیل امام محمد کے کلام سے نقل کیا ہے وہ یہ کہ اگر ایک نے
دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درہم ہیں سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کھائے کہ ہزار درہم تجھپر ہیں تو میں انکو ادا کردون سو اسنے قسم کھائی اور مدعا علیہ نے درہم ادا کیے
سو اگر اسنے شرط مذکور پر ادا کیے ہیں تو یہ باطل ہے اور ادا کرنیوالے کو پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ یہ شرط باطل مخالف شرع کے ہے نہیں اسواسطے کہ قسم شرع شریف میں منکر پر ہے نہ مدعی پر اسنے
او قال الشاہد لا شہادۃ لی فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق
کے بھول جانے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یا ممکن ہے کہ اول گواہی یاد نہیں تھی تو اسکی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا ہی اختلاف قول مانع قبول کا نہیں کما لو قال لیس لی عند
فلان شہادۃ ثم جاء بہ فشہد او قال لا حجۃ لی علی فلان ثم اتی بہا بحجۃ فانہا تقبل لما علمت بخلاف ما لو قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم یسمع للتناقض خانیہ اگر ایک
شخص نے کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہیں پھر اسی شخص کو لایا سو اسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے حق میں فلانے شخص پر کچھ حجت شرعی
نہیں پھر وہ حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو پہلے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکر بخلاف اسکے کہ
بولا کہ میرا حق نہیں پھر اسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب سے ہم اگر کوئی کہے کہ یہان بھی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے
اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں براءت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہوچکی پھر قول ثانی سے عدم براءت ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی للامام
الذی ولاہ الخلیفۃ ان یقطع من لا اقطاع انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک فکذا نائبہ خیر رملی اگر کسی بادشاہ نے حکومت
دی ہو اسکو اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا معین کردے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اسقدر زمین چھینے سے چلنے پھرنے والوں کو ضرر نہو اسلیے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہے تو اسیطرح اسکے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا کہ یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرد نہیں مراد اور ذا السلطان ولم یعین بیع مالہ
فلو علیہ فکرہ الا ان یاخذ الثمن طوعا فباع مالہ بالسبب المصادر صح بیعہ لانہ غیر مکرہ کما مر فی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور اسکے مال
کا بیچنا مقرر نہیں کیا یعنی یون نہیں کہا کہ یہ مال بیچکر مال دے سو اسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو اسکی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ بائع مکرہ نہیں یعنی بیع پر
بالخصوص جبر نہیں ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ میں مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اسکے مال کی بیع مقرر کردی تو وہ مکرہ ہے لہذا اسکی بیع اسے صحیح نہیں مگر یہ کہ
وہ شخص ثمن اسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہوگا بیع اسکی صحیح ہوگی کما ان اذا حبس بالدین فباع مالہ للقضاء صح اجماعا جیسے کہ ان نے مدیون کو محبوس کیا
دین کے سبب سے سو اسنے اپنا مال بیچا ادائے دین کے واسطے تو بیع اسکی بالاتفاق صحیح ہے خوفہا زوجہا وغیرہ بالضرب حتی وہبت مہرہا لم یصح ان قدر علی الضرب
لانہا مکرہۃ علیہ زوجہ کو اسکے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مار سے یہانتک کہ اسنے اپنا مہر بخش دیا تو یہ ہبہ صحیح نہیں اگر وہ شخص جو ڈرانے والا ہے مار سکتا ہو اسواسطے کہ وہ مجبورا
مال کی بخشش پر ہے ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اسواسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہیں ہوتا وان اکرہہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق

المکرہ واقع والا یلزم المال بہ لما قلنا اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اُسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط ہوگا اسواسطے
کہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اس دلیل سے جو ہمنے مسائل سابقہ مین مذکور کی ہے اسمین تفریع اسواسطے کہ زوج مکرہ نہین
طلاق مین کذا فی الطحطاوی عن المصنف ولو احالت النساء علی الزوج ثم وہبت المہر للزوج لم یصح قالوا وہی الحیلۃ فانت انما تتم لقبولہ فیعلم حاہنا الا ان
یقال انہ تمکن المحال من مطالبتہ بعد فعلی ہذا لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو وہ صحیح نہ ہوگا
فقیہون نے کہا ہے اور یہ حیلہ ہے مین کہتا ہون کہ حیلہ مذکورہ تمام ہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اسکے حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی تو کیونکر قبول کریگا اور حالانکہ اسکا
قبول کرنا شرط ہے مگر یہ کہ یون جواب دیا جاسے کہ محال لیعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اسکی نالش کرسکے اس قاضی کے پاس
جو محال علیہ کے قبول کو شرط نہین کرتا اتخذ بئرا فی ملکہ او بالوعۃ فنز منہا حائط جارہ وطلب جارہ تحویلہ لم یجبر بہ شرنبلالیہ فافادہ انہ لو امر بالرفق دفعا للاذی ایک
شخص نے اپنے ملک مین کنوان یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اُس سے اُسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اُسکے ہمسایہ نے اسکی تحویل چاہی تو اُسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم
جبر سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور شفقت کی وجہ سے ہم عدم جبر کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ملک مین مختار ہے وان سقط الحائط
منہ لم یضمن لعدم تعدیہ اذ احفرہ فی ملکہ فکان تسبیبا اور اگر دیوار گرگئی پانی کی تراوٹ سے تو کھودنے والے پر ضمان لازم نہوگا اُسکے عدم تعدی سے اسواسطے
کہ اُسنے اپنی ملک مین کنوان کھودا تو یہ تسبیب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اُسکا اور ضمان فاعل پر ہوتا ہے نہ مسبب پر ومر فی آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا
تحتملہ فتعدی الی جارہ ضمن اور کتاب الاجارہ کے آخر مین گذرگیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اسمین پانی نہ ٹھہرا سو اُسکے ہمسایہ تک پہونچا یعنی اسکا نقصان
ہوا تو تاوان دیگا عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر مین عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت
سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اُسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے بیٹے
دین کے ادا کردینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ویکون غاصبا للعرصۃ فیؤمر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن
زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہے اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اُسکا حکم ہوگا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہوگی تو حکم ہوگا
ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اُسکے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے مین
احسان کرنے والا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اُسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول لمنکرہ بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن مین اختلاف کیا اور
اُسکے گواہ نہین تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ہو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونون نے
اختلاف اسمین کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہان زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب
مین یہ مسئلہ مذکور ہوچکا قال ہذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطاء وصدقتہ فی خطاہ فلہ ان یتزوجہا اذا لم یثبت علیہ بان قال افاد انہ لا یثبت الا بالقول کقولہ ہو
حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلک شہودا او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیرخوار
ہے یعنی میری زوجہ کا اُسنے دودھ پیا ہے پھر اُسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اُسکے چوک جانے کی تصدیق کی تو اُس مرد کو اُس عورت سے نکاح کرنا جائز
ہے بشرطیکہ شیرخوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اُس قول پر لوگون کو گواہ کیا ہو جو
یا بمعنی ہو ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنے والا ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالین دے کر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم
مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یون کہتا کہ اُسکی شیرخوارگی حق یا راست ہے یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اُسپر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قول کے اپنی خطا کا اعتراف
کیا تو قول اُسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اسکی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وہل یکون تکرارہ اقرارہ بذلک ثباتا خلاف بسوط [illegible]

وحاصله ان المنکر لا یثبت به الاقرار اور شیر خوار گی کے اقرار کو منکر کہنا ثابت ہی یا نہیں اسمین خلاف ہی عالمون کا جو مبسوط میں شرح مذکور ہی اور حاصل مبسوط کا یہ
کہ منکر سے اقرار ثابت نہیں ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمہ فنزعه انسان من یده لم یضمن
لانه تسبیب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اُسکو اُسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اُس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ کھینچ لینا سبب
سازی ہی بھاگنے کی ہم دائن کی حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف حق تلفی مضاف نہوگی جو اُسپر ضمان لازم آوے وکذا اذا دل السارق
علی مال غیره او امسک هاربا من عدوه حتی قتله عدوه لما قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اُسنے چورایا یا جو شخص اپنے دشمن سے
بھاگتا تھا اُسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اُسکے دشمن نے اُسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص مال اور خون کا سا پر لازم نہ آویگا اسوجہ سے جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب ہم
یعنی سبب ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یده مال الانسان فقال له سلطان ادفع الی هذا المال والا
اقطع یدک او اضربک خمسین فدفع لم یضمن الدافع لانه مکره ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہی سو بادشاہ نے اُسکو کہا کہ یہ مال مجھکو دے ڈال
اگر مجھکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اُسنے اُسکو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اُسپر اکراه ہوا قال ترکت دعوای علی
فلان وفوضت امری الی الآخرة لا تسمع دعواه بعده ای بعد هذا القول ذکره فی القنیة ایک شخص نے کہا کہ میں نے دعوی فلانے شخص پر چھوڑا اور
اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اُسکا دعوی مسموع نہوگا قنیہ میں اسکو ذکر کیا ہی الاجازة تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالک
غصبه صح اجازته وحینئذ فیبرا الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلون کو بھی لاحق ہوتا ہی بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی
چیز غصب کی سو مالک نے اُسکا غصب جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح ہوگی اور اُسوقت میں تو بری الذمہ ہو جاویگا غاصب تاوان سے ظاہر جازت افعال کی قید
اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں اختلاف نہیں ہی چنانچہ فضولی کے تصرفات میں ولو انتفع به فاهره بالحفظ لا یبرا عن الضمان ما لم یتفق الرد فی العادیة اور
اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اسکی نگہبانی کا امر کیا تو غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اُسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان
عاریہ میں آہم انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اُسکو حفاظت کا امر ہوگا تو پھر امر بالحفظ کے سبب خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضع منجلا
فی الصید لیصید به حمار وحش وسمی علیه فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی او لوجده میتا من ساعته لم یحل لاحتمال موته بالجرح وحاصله لم یوکل لان الشرط
ان یذبحه الانسان او یجرحه والا فهو کالنطیحة بچھایا جال جنگل میں تاکہ اُس سے گورخر کا شکار کرے اور اُسپر بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہاں
آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہی کہ اُسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہین تو اُس جانور کے مانند ہی جو
دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اسکو اُسی ساعت میں مردہ پایا تو حلال نہوگا کذا
فی الزیلعی کره تحریما وقیل تنزیها والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراهة ذلک
مکروہ تحریمی ہین بھیڑ بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اُس اثر اور خبر کے جو اُسکی کراہت
میں وارد ہی شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزون کو مکروہ تنزیہی کہا ہی اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی اُن اشیا کی اقرب بدلیل ہی وجمعها بعضهم فی
بیت واحد فقال سه فقل ذکر والانثیان مثانة ✽ کذاک دم ثم المرارة والغدد ✽ اور بعضے فقیہون نے اشیا مکروہہ کو ایک بیت میں جمع کر دیا سو یون کہا کہ
سو تو کہہ کہ مکروہ ذکر ہی اور دونون خوصے اور پھکنا اسی طرح خون پھر پتا اور غدود ہم اس بیت میں چھ چیزین ہین نہ سات وقال غیره ✽ اذا ما ذکیت
شاة فکلها ✽ سوی سبع ففیهن الوبال ✽ فحاء ثم خاء ثم غین ✽ ودال ثم میمان وذال ✽ اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہی کہ جب بھیڑ بکری ذبح
کیجاسے تو اسکو کھا سوا سات چیزون کے کہ اُنکے کھانے میں وبال ہی سو وہ حاء مہملہ ہی پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ ہم جاء مہملہ سے

بھی آیا ہیں کوئی روایت وارد نہیں تو اسی واسطے عالموں کا آپس میں اختلاف واقع ہوا بعضا ان المرأۃ لیس سنتہ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہیں بلکہ
بلکہ عورتوں کا مردوں کے واسطے تکریم ہے یعنی حق تعالی نے فرمایا ہے ختان انما سنتہ مردوں کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ الذ ہے جماع میں کذا فی الطحطاوی
وقیل سنتہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورتوں کا ختنہ سنت ہے وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فقال وسبعۃ فی الرسل مختونا
لعمرک خلقۃ مثال فسیح لیس آدم نوح زکریا شیث ادریس یوسف حنظلہ عیسی وموسی والذی ولوط شعیب سام لوط وصالح سلیمان
یحیی ہود یس خاتم اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم میں جمع کر دیا ہے ان انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سولہ کہا کہ
رسولوں میں تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہیں سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہیں حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت
یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور
حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یس ہے علیہم الصلاۃ والسلام ہم تو الہادی نے کہا اس نظم سے صریح
معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہیں ویجوز کی الصغیر وغیرہ من انواع المصالح اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اسکے فرج کو چیرنا
پھاڑنا اور اسکے سوا اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے اور اسیطرح لڑکیوں کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کیواسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم
وکیہا وکل علاج فیہ منفعۃ لہا اور جانوروں کی فصد کھولنا اور انکو داغنا اور جس علاج میں کہ انکے واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وہرۃ تضر
ویذبحہا ای الہرۃ ذبحا ولا یضربہا لانہ لا یفید ولا یحرقہا اور جانوروں میں اس جانور کا مار ڈالنا درست ہے جو موذی ضرررسان ہو جیسا کہ کتا کاٹنے والا اور بلی
ضرر پہنچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اسکو نہ مارے اسلیے کہ مارنا اسکو فائدہ نہیں کرتی اور نہ اسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد
وقملۃ وعقرب ولا باس باحراق حطب فیہا نمل وفی القادیۃ القملۃ لیس بادب اور مبتغی میں ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹاڑی اور جوں اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہیں
اُن لکڑیوں کے جلانے کا جن میں چیونٹیاں ہیں اور جوں کا پھینکنا زمین پر ادب نہیں ہے اسلیے کہ جوں جس شخص پر سے پھینکی ایک کیفیت دیگی اور موروث نسیان ہے اور گرسنگی
سے اسکے ناحق تعذیب ہے تو اسکا مار ڈالنا ہی بہتر ہے کذا فی الطحطاوی وجازت المسابقۃ بالفرس والابل والارجل والرمی للریاض لہا اور مسابقت
یعنی باہم سبقت کرنا اور آگے نکلنا گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کرکے جائز ہے جہاد کی ریاضت کے واسطے ہم سابقت کی شرط یہ ہے کہ
دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے میں سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کر سکیگا بالضرور تو جائز نہیں اسلیے کہ مسابقت
خلاف قیاس جائز ہوئی بحکم ریاضت کی وجہ سے اور اس صورت میں تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اس شرط سے جس میں منفعت نہیں لیکن کیونکر جائز ہو کذا فی المنح ریاضت جہاد
کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر سابقت سے لہو ولعب منظور ہے اور دل بہلانا تو اب سابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین اور حرام ہے سابقت میں مال کا شرط کرنا
دونوں جانب سے صورت اسکی یہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا آگے جاوے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھ جاوے
تو زید مال دے یہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما بشرطہ کما مر فی الحظر کہ دونوں جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہیں ہے جبکہ دونوں شخص تیسرے شخص
محلل کو داخل کریں اسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر میں مذکور ہو چکا ہے صورت ادخال محلل کی یہ ہے کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہیں کہ اگر تو ہم دونوں سے
سبقت کر جاوے تو ہم دونوں سے وہ مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھ سے سبقت کر جاویں تو ہم تجھ سے کچھ نہ لیں لیکن جو زید و خالد میں مال مشروط ہوا ہے وہ بحال خود باقی ہے جو آگے
بڑھ جاوے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لیوے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونوں محمود سے سبقت کر گئے تو
اسکو کچھ نہیں لیکن محلل کی شرط یہ ہے کہ اسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑوں کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونوں سے دوڑ میں زیادہ ہو
یقینا یا دونوں سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہیں باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہیں ایک جانب

اُن لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہی چنانچہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور
بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہی اُنکے نام لینے کے وقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہی والترحم
للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہی اور جو اُنکے بعد مین از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ ہیں اُنکے لیے رحمۃ اللہ علیہ
وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہین دیکھا اگر صحابہ کرام کو دیکھا چنانچہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وہو الترحم للصحابۃ والترضی
للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ القرمانی اور اسی طرح عکس اسکا جائز ہی یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور اُنکے بعد کے تابعین
کیواسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا کرمانی نے ثم ولہذا کتب بعض الفقہاء امام جسکا نام ہی رضی اللہ عنہما اور رحمۃ اللہ علیہ دونون اور مذکور ہین وقال الزیلعی
الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی والتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہی کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا
کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور اُنکے بعد اور لوگون کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اسلئے مغفرت اور تجاوز کی اسلئے دعا
ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لایجوز اے
الہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحائف رسانی ان دونون کے نام سے حرام ہی اور نوروز عبارت ہی آفتاب کے
آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہی فروردی ماہ کی اور مہرجان سولھوین تاریخ ہی مہر ماہ کی آتش پرست ان دونون دنون مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی
حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانون کو حرام ہی کہ مشابہت ہی ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اہدی لمشرک
یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبطت اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنے والا کافر ہوجاویگا ابو حفص کبیر
نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اسکا عمل حبط ہوگیا یعنی
ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اہدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لایکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اُسدن کی تعظیم کا ارادہ
نکیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگون کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہی کہ نوروز سے پہلے یا بعد اسکے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع
کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہی تو آگے پیچھے کرنا چاہیے رفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ ما لم یشترہ قبلہ ان اراد
تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لایکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اُسکے قبل خریدنہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہی تو کافر ہوگیا اور
اگر کھانے پینے اور لذت شادی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا باس بلبس القلانس غیر حریر وکرباس علیہ ابریسم فوق اربع اصابع سراجیہ اور کچہ مضائقہ
نہین قلانس کے پہننے مین سوائے ریشمی کے اور سوائے اُس کپڑے کے جسپر ریشم ہی چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیہ اور قلانس جمع ہی قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہی کہ
اہل عجم اسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ مین ہی کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی
وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر ریشم چار انگل سے زیادہ ہو اُسکے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہی برخلاف اُس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی
حلت مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہی لباس سیاہ اور
عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ
لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال وایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور مردون کو مکروہ
ہی چنانچہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے
منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ زینت اور لباس ہی شیطان کا ویستحب التجمل وقد اباح اللہ الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ اور

مستحب ہی تجمل اور آرائش اور حق تعالے نے زینت کو مباح کیا ہی بدلیل قول حق تعالے کے تو کہہ کسنے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون
کیواسطے نکالی الی آخر الآیۃ ہم ولہٰذا مستحب ہی کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظمؒ اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت چار سو دینار
تھی بدلیل آیہ کریمہ (قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حقتعالی بندہ کو نعمت دیتا ہی تو پسند کرتا ہی کہ اسکی نعمت کا اثر اسپر دیکھا جاوے
اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ زیلعی
نے ذکر کیا ہی امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمرؓ ایسا بھی پہنتے تھے جسپر پیوند لگے تھے امامؒ نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب سے
ایسا کرتے تھے سو اگر وہ فقیر کپڑے پہنتے یا اور طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو تنگ حال آدمی انکی پیروی کرتے اور اگر عمال کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے
حاصل کرتے اسی علامت سے وہ وضع رہتا رکی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والانسب بالعالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرشیا قال اللہ تعالی والذین
اوتوا العلم درجات فالرافع اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جہنم ولانہ امر علی الاصح وورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہی اگرچہ جاہل قرشی
کی قوم سے ہو حقتعالی نے فرمایا اور جنکو علم دیا گیا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالی ہی سو جو اسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی
اسکو دوزخ مین ڈالیگا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اولوالامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید مین امر ہی علما دین مراد ہین بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیا کے بالاتفاق
اسمین خلاف نہین ہم پوری آیت یون ہی واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جاوے
کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہی اللہ تعالی درجات انکے جو ایمان لائے تم مین سے اور انکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اسکا عالم
اور دانا ہی تفسیر بیضاوی مین ہی کہ اللہ تعالی نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم اپنی بلندی مرتبگی سے تقاضا
اس عمل کا کرتا ہی جو مقرون بمزید رفعت ہی اور اسی وجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہی نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہی فضیلت عالم کی عابد پر
جیسے چودھوین رات کے چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی الطحطاوی نے کہا رازی نے احکام قرآن مین ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگون پر اہل علم کو
مجلس مین رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرتؐ کے نزدیک کسقدر انکی فضیلت اور منزلت ثابت ہی اسی طرح حضرت کے بعد بھی علما کی
تعظیم کرنا چاہیے ابن عباسؓ سے کہا کہ علماء کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ پانسو برس کی راہ ہی زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد
کا حق شاگرد پر یکسان ہی برابر وہ یہ ہی کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو بے ادبی سے رد نکرے اور چلنے
مین اسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہی وہ یہ ہی کہ اسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہی زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے
فرمایا کہ طالب العلم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین
امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہی کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہوجاتا ہی اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہی کہ جاہل بھی
جہالت سے بیزار ہی اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہوجاتا ہی اختضب لاجل التزین للنساء والجواری جائز فی الاصح ویکرہ بالسواد وقیل لا ومر فی الحظر ایک
شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لیے تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ
مکروہ نہین اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ہم ابو یوسفؒ سے مروی ہی کہ جیسے مجکو پسند آتا ہی کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہی اسکو میرا
آرائش کرنا اسمین اختلاف ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہ ہی کہ نہین تواجیہ مین ہی کہ صغیر کو منہدی وغیرہ ہاتھ پاؤن مین لگانا لائق
نہین کہ یہ آرائش ہی اور وہ عورتون کو مباح ہی اکمل کی شرح مشارق مین ہی کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہی ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب
کیا یا نہین انسؓ نے کہا کہ مجکو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی حجت امام مسلم اور ابن عمرؓ کی حدیث ہی کہ انھون نے حضرتؐ کا

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا اسواسطے دونوں بیان کیا اور دوسرے مقام
پہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اُسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلیئے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہی اور علما نے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام کی
ایک جماعت نے خضاب کیا ہی صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور بعضی سیاہ خضاب
کرتے تھے چنانچہ یہہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیون کا مذہب یہہ ہی کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی ینابیع اور
قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہی مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہی اسواسطے کہ حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق مین ہی اور غازیون کو حرام نہین تا کافرون پر رعب طاری ہو اسواسطے
اور اصحاب کبار سے جو سیاہ خضاب کیا شاید اُسکا یہی محمل ہی قالہ الحموی کذا فی الطحطاوی ہم نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے
کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک کا خضاب وسمہ تھی واللہ اعلم
کما یجوز ان یاکل بشمالہ الاصح لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اکل بشمالہ کذا فی مجمع الفتاوی جیسے جائز ہی کھانا بائیں ہاتھ سے قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہی کہ آپ نے کھانا کھایا بائیں ہاتھ سے کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل
ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کی طرف تو یہہ مکروہ نہین بلکہ بھاگنا مستحب ہی بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے
واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالی فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی
بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جب کہ انسان نکلا اُس شہر سے جسمین وبا ہی
سو اگر وہ یہہ جانتا ہو کہ ہر چیز حقتعالی کی تقدیر سے ہی تو کچھ مضائقہ نہین اُسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہی اور اگر اُسکے
نزدیک یہہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر مین گیا تو اُسمین مبتلا ہو گا تو اُسکو یہہ مکروہ ہی تو وہان نجاسے اور نہ وہان سے نکلے تا کہ اُسکا اعتقاد
محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس
لہ ذلک بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اُس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اُسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اُسکو یہہ جائز نہین ہی چنانچہ بزازیہ
وغیرہا مین ہی ہم یہہ قول محمول ہی اُس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہی ثواب مین اُس جہاد کے ثواب
سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہی قضی المدیون الدین الموجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یاخذ من المرابحۃ التی جرت بینہما
الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین قد قدمتہ قبیل فصل القرض مدیون
نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مر گیا سو اُسکے مرنے سے دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا بلکہ الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے
ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اُس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہی اور اسیکا فتوی
دیا ہی مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اُسکی وجہ مذکور کی ہی اور مترجم نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی صورت اُسکی یہہ
کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیچ کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مر گیا تو
صاحب دین کو چاہیئے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی اخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر
کنز الدقائق مین ہی کہ حافظ قرآن کو لائق یہہ ہی کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قرآن مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہی نہ مجرد تلاوت قال تعالے
افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خوان پر سلام کرنا نچاہیئے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا ندینا دونوں درست مین قول صحیح مین اور جب قاری اذان سنے

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن میں آوے تو اُس پر صلوٰۃ واجب نہیں امام محمد سے روایت ہے کہ جسنے قرآن کو سال میں دوبار ختم کیا
تو اُسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ میں ہے بہتر یہ ہے کہ ہر مہینہ میں ایکبار ختم کرے اور مستحب ہے اُسکے واسطے تطہیر اور تحسین
لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اُس مکان کو قنادیل اور شمع سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور اُنکے واسطے برکت و مغفرت کی دعا
کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کم مدت میں ختم نکرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایکبار اُسکو قرآن سناوے
جو اُس سے زیادہ تر جانتا ہے اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور نماز میں اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر
کوئی چیز نرکھے اور مصحف کو رکھ نچھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور و متروک نٹھہرے اور اگر کوئی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی
عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اس میں پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر بغلی قبر کے مانند کھود کر دفن کرے یا اُسکو دھو ڈالے
یا ایسی پاک جگہ میں رکھدے جہاں نجاست اور لوگوں کے پاؤں نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتب علم کیطرف پاؤں پھیلانا [illegible] میں مکروہ ہے اور جو
قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا اور حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ تر کوئی گناہ نہ دیکھا
کہ مرد آیت یا سورت سیکھکر بھول گیا اور نسیان سے مراد یہ ہے کہ اُسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور لیٹ کر قرآن پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں
پاؤں سمیٹ لے اگر ایک گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور دیگر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر انھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے
پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ملتقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

## کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں اور فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع
میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدر مقطوع مبین ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت
ہیں تو اس میں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہوگئے کذا فی العالمگیریہ عن الاختیار شرح المختار ہے علم اصول من فقہ و حساب تعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض
علم ہے فقہ اور حساب کے اُن قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی پہنچانا
حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اسکے تین ہیں وارث اور مورث اور موروث اور شروط اسکے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات تحقیقی ہو یا تقدیری
چنانچہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کے ارث
مغیرہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل اجماع امت ہے چنانچہ دادے کی ارث عمر فاروق رض کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا
اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا والحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہاں پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنے حقوق کا منحصر ہونا
پانچ میں حصر استقرائی ہے نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پر ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التجہیز
والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق او لا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنے میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے
تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہیں اور وہ متعلق بعین ہے والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث
اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے یعنی اس میں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے کہ یہی فرائض لان اللہ تعالیٰ
قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلیئے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اُسکو ظاہر اور روشن
کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے علم میراث کو قسمت کیا یعنے ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرایا اور اُسکی تقدیر کا مقرب اور نبی مرسل پر تفویض

بہنین کی اور پھر ایک حصہ یعنے نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود کلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم
اور حج وغیرہا سے کہ انکین نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اسکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قارت ولہذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص
لا غیر واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری مین کہتا ہون اور اسی واسطے یعنے بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم
رکھا ہے بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہی اور کبھی قیاس سے ہم بیان اسکا یہ ہی کہ علم یا فقط نص سے
ثابت ہی یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہی تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہی وہ فرائض ہی اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہی وہ فرائض کے سوا اور
علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ ہی جو اجماع کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین و قیل لتعلقہ بالموت وغیرہ
بالحیوۃ او یعنی ہون سے کہا نصف ہونا بسبب تعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہم لیکن فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کے
دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہی اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہی مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو
نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہی اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہی ہم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی
ہی وہ دو قسم ہی اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسے ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وہل
ارث الحی من الحی ام من المیت المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہی یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہی یعنے زندہ وارث ہوتا ہی
مردے کا کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم شرح وہبانیہ مین ہی کہ ارث کے وقت مین علما کا اختلاف ہی مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزء اجزاء حیات مورث سے وقت ہی میراث
کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مر جانے مورث کے ہی اسواسطے کہ جب تک وہ زندہ ہی اپنے جمیع اموال کا مالک ہی ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث اس حالت
مین مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصون کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور یہ امر کوعقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی مختصرا ہم یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ
عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاے میت کے اس ترکہ سے جو خالی ہی تعلق
حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ جیسا کہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہی اور اجارہ کا گھر ہم ترکہ لغت مین بمعنی متروک ہی اور اصطلاح مین
ترکہ وہ مال ہی جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہوگیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہوگئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن
کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہی اور راہن کے سواے باغ کے کوئی مال نہین چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم
ہی راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہوگیا سو اگر ادا ے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہی کہ غلام
نے اپنے مولی کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولی کا کچھ مال نہین سواے غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہی مولی سے ہان اگر دیت دیکر
کچھ باقی رہے تو اس سے مولی کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہی کہ اسپر لوگون کے دین ہین مالک کی زندگی مین پھر مالک مرگیا اور اسکا کچھ مال
نہین سواے اسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہی کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن مین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بایع نے
غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہین سواے اس غلام کے تو بائع احق ہی اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہ صورت ہی کہ صاحب خانہ
نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مرگیا سو اجارہ فسخ ہوگیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سواے اس گھر کے
کچھ اور ترکہ نہین چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم ہین تجہیز و تکفین پر
اسکے سبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ اسکے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہی سو یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہوگئے تھے
بتجہیزہ یعم التکفین من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے جیسا کہ کفن مسنون یا بقدر اسکے

چاہیئے اپنی زندگی مین پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہے ہم خلو السراج ہین ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہوشمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار
کی راہ سے مرد کو کفن مین تین کپڑے مسنون ہین اور عورت کے کفن مین پانچ ہین تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ
کپڑون سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی مین دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے
زیادہ دیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت مین لفظ او بمعنی واو کے ہے تو عدد اور قیمت مین حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اور قیمت
دیا جائیگا بلکہ ادا سے دین مین قصور نہو تا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہوتا ہو ادا سے دین مین تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت مرد کے دو
کپڑے ہین اور عورت کے تین اگرچہ مدیون ہون یا مفلس اور عورت کے اسی طرح تاتارخانیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی ولہذا کفنہ فانہ قبل القسمۃ کفن مرۃ بعد اخری اور اگر میت کا کفن تلف ہوگیا تو اگر
میت کے پھولنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جاویگا انہی دھوکے سے ابھی سوال ہو توضیح اسکی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے
قبر مین تو وارثون پر اسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہین اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کی طرح اسکو کفن دینا چاہیئے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر
درست نہ ہو تو اسکے ترکہ سے ایک کپڑے مین دفن کرنا چاہیئے اور اسی طرح کرنا چاہیئے اگر چند بار کفن چورایا گیا ہو ادا سے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثون مین
ترکہ قسمت ہوگیا اور نقد ادا ہو ادیون اور نفاذ وصیت ہوچکی تو وارثون سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر انکے میراث کے اور اس سے کفن دیا جاویگا اسی طرح بہر بار ہوگا
تا انتہا مال میراث کذا فی الطحطاوی وکل من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد
پھر میت تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہے بندون کی جہت سے ہم جہت عبادکی قید سے وہ دین خارج ہوگیا جسکا مطالبہ حق تعالی
کی طرف سے ہے چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحۃ علی دین المرض ان جہل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین
کا سبب معلوم نہو ہم صحت کا دین وہ ہے جو گواہون سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت مین اسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو
مرض کی حالت مین یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے والا فسیان کما بسط السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو
صحت اور مرض دونون حالتون کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اسکو شرح بیان کیا ہے ہم معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض مین جس
دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقۃ صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اسکا وجوب
اسکے اقرار کے سوا اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہوگیا حکم مین انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہین قوی وسط ضعیف
قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا رہن اور وسط وہ ہے جو گواہون یا صحت کے اقرار سے یا مرض معاینہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو
مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیئے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو نہین وارثون کے تصرفات نافذ ہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر
ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات مین دو وجہین ہین ایک وجہ یہ ہے کہ تا بقاء قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہین علی قیاس المرہون
مرہن ملتقی مین ہے کہ ترکہ مستغرق کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثون کو اسواسطے کہ وارث اس صورت مین مالک اسکے نہین کذا فی الطحطاوی وان دین اللہ فان اوصی بہ
وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر
وصیت نہین کی تو واجب نہین ہم دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور روزہ اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلا ادا نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت
نہین کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضون کے نزدیک نمازین میت سے ساقط نہین ہوتی ہین اسواسطے کہ نماز
بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تاکہ احتیاط امر تعبد ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے
مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل بیان تو گنجائش رحمت الہی اور اسکے کمال کرم اور فضل کی امیدواری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونون کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی

حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع زمین کا بدل ہے بر خلاف زکوٰۃ کے اسواسطے
کہ اسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین سے ادا وصیت کی وصیت
مقدم کیجاے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کہا ہے اور وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت
سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو شی معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ
بعینہ ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کے مانند ہے
سے قول ہے یعنی وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہو اس مال کی تہائی
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادا دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جب دوسرا
امر نہ پایا جاے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نہ پاے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جلگیا اور درندے نے اسکو کھالیا اور وہ کسی کا مدیون نہیں تو تمام مال کی تہائی سے وصیت
جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصیت
کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال حیز قسمت سے ساقط کیا جاے نہ اسقدر کو جدا کرنا باقی مال سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا
فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے بسبب ہونے وصیت
کے مظنۃ التفریط کا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام
منظور ہوا مظنۃ التفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش
کر کے لے سکتے ہین تو اسکے ادا کرنے مین احتمال تھا التفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا ادا
وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رابعا بل خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبہ بلکہ پانچوین مرتبہ مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت
کیا جاے میت کے وارثون مین ہم صرف ترکہ مین پہلے تجہیز و تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادا دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان
حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تا خیر قسمت کا محل وہان ہے جہان حقوق
متقدمہ پاے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہے تو تمام
مال اسی کا ہے سواے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علماء فرائض کے عرف مین وارث وہ ہے جو باقی رہے بعد
موت اس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے وہ باقی ہے حقتعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنے ہم باقی رہنے والے ہین بعد فنا خلائق کے لیکن نسب اور
سبب کی قید خالق عز سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب
مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے مثل کتاب اللہ مین باپ اور مان اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بھائی اور بہنون کی میراث
ثابت ہے او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات
کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ انکو دو اور جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے قولا یا فعلا مروی ہوا اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسلیے
کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی
او الاجماع کجعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا

زوجین پر رد میراث ہوگا اور اسنے مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہے انتہی پھر نجیم زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتوی نہو کہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں بیت المال
تو صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کریگے اور ذوالفقہ عبد الواحد شہید
نے بھی اسیطرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہے اور روح الشروح میں قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف لیا باقی کسی
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوی الارحام پھر ذوی الارحام ہیں یعنی جب اہل فروض نسبیہ و عصبات مذکورہ نہوں تو ترکہ
میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی اور فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں احد الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا
اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال میں انکو دیا جاتا
ہے قالہ الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میت کی ماں کی طرف سے قرابت دار ہوں یا اسکے باپ
کی طرف سے اور لغت میں ذو رحم قریب ہیں جنتہ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ثم بعدہم مولی الموالاۃ کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولی الموالاۃ
ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء میں گذر گیا ہے یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولا موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت میں
معنی دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہے میرے مرے بعد میرے مال کا تو وارث ہوتا ہے جبکہ میں مروں اور میری طرف
سے خونبہا دینا اگر میں کسی کو قتل کروں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث ہوگا جبکہ
وہ مریگا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافاً للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال نے
کہا شرائط ولاء یہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو اور عربی نہو اور نہ اسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اسکی طرف سے بیت المال
یا مولا سے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے یا نہونے کی شرط میں اختلاف ہے اور اسیطرح اسلام کی اشتراط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
ملخصاً وله الباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولا موالاۃ کا ہے سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے ہم وارث ہونا مولا سے موالاۃ
مروی ہے حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوا ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہے اور اسپر دلیل ہے قولہ تعالی والذین
عقدت ایمانکم فآتوہم نصیبہم یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف خصوصاً
پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فآتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول کہ آیۃ
کریمہ میں قسم مراد ہے اسواسطے کہ اسوقت میں فآتوہم نصیبہم کی ترتیب نہیں ہوتا بلکہ فرد منعقدہ بالیمین ہے بنا بر عادت کے اسطرح پر کہ ہر واحد تھا قدرت کے دوسرے
کا ہاتھ پکڑتا ہے معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمیں بہت ہیں از انجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے
پاس آتا ہے اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حقدار ہے اسکی زندگی اور موت میں انتہی یعنے زندگی میں اسکی طرف سے
دیت جنایت کی دینا اور موت کے بعد اسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصاً عن ضوء السراج وشرح الاکمل ثم المقر لہ بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مرتبہ سابق کے بعد وہ
شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہیں ہوا ہو صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے
خالد کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے کہ وہ مقر علیہ ہے یعنے جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی
وارث نہیں اور اسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اسکی میراث پاویگا اسواسطے
کہ آدمی کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح پر کہ اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جبکہ مقر مرجاوے
اسی اقرار کے اوپر چنانچہ یوں اقرار کرتا کہ یہ میرا بھائی ہے یا بہن اور مانند اسکے انتہی لم تثبت بان صدقہ المقر علیہ او قبل اقرارہ او شہد بہ رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ

ور انکم الورثة وان رجع المقر قبل تصدیقه صح تو اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہو گیا بایں طرح کہ مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے
اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اسکا نسب حقیقةً ثابت ہو جاویگا اور مقرلہ مقر کے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جاوے
مقرلہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہان خالد میرا بیٹا ہے اور میرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہون مثلاً
زید کی اولاد یون کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح ہو کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے منع ارث مین معتبر ہے لیکن جب
مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقه المقر له قبل رجوعه ومنامر فی شرح السراجیة بما رجوع الاقرار
وقد حققه بما فیها ما فقته علیها اور اسیطرح نسب مقرلہ کا ثابت ہوگا اگر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرح
مین مذکور ہے غصوبه مار روح الشروح مین اور البنه مین سے اسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح مین ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح آئین یعنی تصدیق مقرلہ
سے اثبات نسب ہوتے مین مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہ قول بلا وجہ ہے
اسواسطے کہ مقرلہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی آخیر عبارت آئین صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقرلہ کی انتہی ملخصاً ثم بعدہم
الموصى له بما زاد على الثلث دو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت
کی ہو اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کیونکہ
اسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث (نفاذان ۱۲) وارثون کے سبب سے ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جسکے واسطے جو موصی مین
کردیگا وہ پورا اسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیه المقر له لان نوع قرابته بخلاف الموصى له اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقرلہ
کو اسوجہ سے کہ مقرلہ مین ایکطرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اسمین قرابت کا کچھ احتمال نہین ہم یعنی حال مقرلہ کا قوی تر ہے اس احتمال
کر شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی قسم پر مقتصر رہا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع فے
بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین پھر مراتب مذکورہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال مین رکھا جاوے ارث کی راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لا ارثی
مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے روح الشروح مین ہے کہ علی مرتضی سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اسکا حق بیت المال مین ہر سال
دو ہزار درم ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا مین نپا دیگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیمار کا اور کفن
ہوتی اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہے کسب اور پیشہ سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وموانعه علی ما ہنا اربعة اور موانع ارث کے بہ ابن مقام کے چار ہین ہم جب اسباب ارث کے مذکور
ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کی تحقیق مین فقط اسباب کا وجود کافی نہین بلکہ اسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے یا مانع وہ ہے جسکے ہونے سے
مقتضا سے سبب نہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی سے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اسکے اس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح
یا صاحب ولا کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولا حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص ماضی کے مانند ہو جاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذر جانے
مدت کے داخل ہو جاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دارالحرب مین لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولا مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہو وہ نسب اور نکاح اور ولا جو فقط
کے اقرار سے ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولا ناقص کالمکاتب وکذا المعتق بعضه عند ابی حنیفة ومالک رحمهما الله موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا
اگرچہ ملک اسکا ناقص ہو جیسا کہ غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا هو
حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیه من الحریة اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث
ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اسکا مال اسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اسکے حریت کے جو اسمین ثابت ہے
مانع ارث لینے کا ۱۲

وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الرقیق مع رق کامل وہی ذمی مستامن جنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایۃ تلک الجنایۃ فدیتہ لورثتہ ولا رد

لانہ تناہی بجاوراً قیل علما شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں رقیق کا مال موروث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کبھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ

حربی مستامن یہ دار الاسلام میں جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں

اسی زخم کی سرایت سے مر گیا تو اسکا خونبہا اسکے وارثوں کا ہے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیئے والقتل

الموجب للقود او الکفارۃ وان سقطا بحرمۃ الابوۃ علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہو اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب

حرمت پدری کے ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا ہے قصاص کا موجب تو قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام

خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنوان کھود دیا پتھر رکھا

اور اسکا مورث اسمیں گر کے مر گیا تو کنوان کھودنے والا اور پتھر کا رکھنے والا اسکی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی رح کے نزدیک

قاتل مطلقاً وارث نہیں ہوتا خواہ اسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے

پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہو قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتین اسلاما وکفرا اور

تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہے دو دینوں کا باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یعنی اگر وارث مسلمان ہو اور مورث کافر یا بالعکس تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا

اختلاف نہیں جیسا کہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث اور امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان

ہو گیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال میں میراث جاری ہے ہمارے نزدیک بخلاف امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ ہم میراث جاری ہے مرتد کے اس مال میں جو اسنے زمان اسلام میں کسب کیا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے ستاند ہے حالت اسلام کیطرف کیونکہ ارتداد سے وہ مال

ٹھیریگا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اسکی فوت ہو گیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے لقولہ تعالی او من کان میتا فاحییناہ یعنے جو کافر تھا اسکو ہمنے

ہدایت کی لیکن ابھی مرتد سے ہونے سبب اعتبار اور تدارک اور جبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر ہوگا جبکہ قطع امید ہو جاوے اسکی قتل یا موت یا قضاء

بالالحاق سے پھر جب قطع امید ہوگی بوجہ مذکور سے تو وہ مستند ہوگا زمان ارتداد کے وقت سے تو اسکا مسلم وارث اسکی میراث پائیگا اور جو اسنے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا

وہ غنیمت ہے مسلمانوں کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہوگی تو امام رح اور صاحبین کے نزدیک دونوں حالتوں کے مال وارث مسلم

کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونوں کسب کا مال بیت المال میں رکھا جاویگا کذا فی الطحطاوی فائدۃ وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر ومورثہا کافر

مستامن زوجۃ حاملا ووقفنا المیراث للحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد والام ایضا حسبما الانقضا میں کہتا ہوں اور علما شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں کافر

کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہمنے حمل کی میراث اٹھا رکھی سو اسکی زوجہ مسلمان ہو گئی پھر اسلام کے بعد

لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور یہ مسئلہ اپنے علما رح کے کلام میں ہمنے نہیں دیکھا کیونکہ اسلام میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین فیما

بین الکفار عندنا خلافا للشافعی رح اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکوں کا اختلاف فیمابین کفار کے ہمارے نزدیک بخلاف شافعی کے کہ ہم اختلاف دارین سے یہ مراد ہے کہ

سلطنت کے اختلاف سے دو ملک ہوں کہ فیمابینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی خون اور مال کی باقی نہیں رہتی کذا فی الہامش ... عن الکافی اور ... اختلاف دارین چند

قسم ہے اول یہ کہ حقیقۃ اور حکما دونوں طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب میں اور کافر ذمی دار الاسلام میں دوسری یہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو جیسا کہ وہ حربی مستامن جو لینے ملک جانے پر تیار ہو

ساتھ اس ذمی کے جو دار الاسلام میں ہے یا دو کافر حربی دو ملک کے دار الاسلام میں مستامن ہوں یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب میں اور تیسری یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو جیسا کہ حربی

مستامن دار الاسلام میں ساتھ اس حربی کے جو دار الحرب میں ہے اور وہ دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دونوں قسمیں ہیں تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہی خواہ اسکے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک اسکے بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن مین انکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث مین توارث نہین انتہی کذا فی الطحطاوی
حقیقۃ کحربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی اور ذمی مین ہم نے یہ بھی کہا کہ حربی مرگیا دارالحرب مین اور اسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دارالاسلام مین تو ذمی اس حربی کا وارث نہوگا
اور اسی طرح اگر ذمی دارالاسلام مین مرگیا اور اسکا باپ یا بیٹا دارالحرب مین ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الکافی او حکما کمستامن و ذمی و حربیین
من دارین مختلفین لشرکی و ہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکماً ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دارالاسلام مین یا چنانچہ دو حربی دو ملکون مختلف
کے یا چنانچہ ترکی اور ہندی تو انمین توارث نہین بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے ہم قولہ کحربیین کو اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکون
مین ہین تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ بھی قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃ تو اختلاف حقیقی کے مثال مین اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ وہ حربی دو ملک مختلف
کے دارالاسلام مین بطریق استیمان کے ہین تو وہ ایک ملک مین ہین حقیقۃ اور دو ملک مختلف مین ہین حکماً تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے کحربیین کے کمستامنین
کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اسکو پاتا ہے تو اہمین اس کلام
کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکون کے بادشاہون مین عہد اور پیمان ہے باہم مددگاری کا تو وہ دونون دار مختلف نہین ہین یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہین
کذا فی الطحطاوی و [illegible] اختلاف [illegible] مسلمین برخلاف [illegible] فیما بین سلطان کے اختلاف دار کے میراث کا نہین ابن کمال نے کہا اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور
سلطنت کے کافی ہے حق مین [illegible] مسلمانون کے حق مین اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہین اگرچہ باغیون کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور
اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دارالاسلام دارالاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہے تو انمین [illegible] نہین لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دارالحرب [illegible] احکام
نہین بلکہ مقصر ہے تو وہان اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہو جاتا ہے انتہی اور روح الشروح مین کہا کہ مسلمین مین اختلاف معتبر نہین اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود
وسعت اور تباعد کے اطراف کے اور قائم ہونے [illegible] کے اہل بلاد اسلام مین وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر مین چنانچہ کافرون کے دین باوجود [illegible] الامرین کثرت
سے ایک دین ہے شارع کی نظر مین کذا فی الطحطاوی [illegible] من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجئ مین کہتا ہون اور منجملہ موانع ارث
کے باقی رہے ہین مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے
آویگا امام نے [illegible] اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مرگئے تو انمین توارث نہین کیونکہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ
مانع نہین اسواسطے کہ اصطلاح مین مانع ارث وہ چیز ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوا اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع مین داخل نہین تو [illegible]
تاریخ موتی کو مانع کہا [illegible] انتہی [illegible] جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل اذکرہا مبسوطۃ فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور
منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلون مین پائی جاتی ہے مفصل مذکور ہین مجتبی مین از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے
لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہین کہ دونون لڑکون مین سے اسکا لڑکا کون ہے تو دونون لڑکون مین سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ
ولد مسلم و ولد نصرانی عند ظئر وکبرا فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذ المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہوجاوے
مسلمان کا لڑکا اور نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونون لڑکے بالغ ہوے تو وہ دونون مسلمان ہین اور میراث نپاوینگے اپنے باپون کی منیہ مین اتنا زیادہ
بیان کیا مگر یہ کہ دونون لڑکے آپس مین صلح کرلین تو انکو میراث لینا جائز ہے آپس مین نصفا نصفا یا جسقدر پر صلح ہو گو ہم دونون کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی
[illegible] جائز ہے [illegible] میراث تو [illegible] نہین مگر عدم تعین مانع ہے پھر جب صلح ہوگئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہنچا وہ تو اسکا حق ہے [illegible]
دوسرے کو پہنچا وہ [illegible] ہوگا [illegible] جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الولاد اذ منہا تتولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے
ذوی الفروض کا بیان کیا اور زوجہ کو سب پر مقدم کیا اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد کی ہے کہ اسی سے اولاد پیدا ہوتی ہین فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

ماں کی ماں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بولی کہ میرے ناتی کا حصہ مجکو دیجیے صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تیرا حصہ کتاب اللہ میں نہیں پاتا ہوں اور تیری میراث
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو
سدس دیا ہے پھر اس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجیے تو صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے
کچھ نہیں پاتا لیکن مجکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اسی کا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصا و السدس لبنت الابن
فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے ہے جبکہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا
تو ان لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ خواہ کبھی چنانچہ جدہ بعضی صورتیں جیسے پوتیاں اور پڑپوتیاں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مانند ہیں یعنی ایک
پوتی کو نصف اور دو یا پوتیوں کو یا زیادہ کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ انکا بھائی ہو تو بھائی انکو عصبہ کریگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص
ہیں از انجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی ساتھ ایک بیٹی کے ساتھ پائینگی دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر انکے ساتھ
بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو انکو عصبہ کریگا بشرطیکہ کوئی پوتی ذو سہم نہ ہو تیسرا حال یہ کہ فرزند صلبی سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں اور
یہ جو کہا کہ سدس ملیگی دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ
بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی و
السدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیوں
کے پورا کرنے کے واسطے ہے یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہو تو نصف تو سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے
کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور یہی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں ثلثین پاوینگی تیسرا
یہ کہ اگر انکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو انکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا الاخوات مع البنات
عصبات پانچواں یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق ساقط ہو جاتی ہیں اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہوتے ہوئے بھی ساقط ہوتی
ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ
سدس پاتی ہے چنانچہ متن نے اسکو بیان کیا اور ساتواں حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ انکے ساتھ بھائی ہو تو
انکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنیں ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین
فصاعدا من ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد انکی عورتوں کے برابر
ہیں حصہ میں ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہیں جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد
سے شاکرہ نے نکاح کیا اس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہیں طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنوں کے
تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر ایک ہو تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے
سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ انکی میراث ثابت ہے قرابت ام کی وجہ سے انتہی والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس کما مر اور تہائی ماں
کے واسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہوں جنکے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنیں یا زیادہ اسکے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی
ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں
وذلک فی زوجۃ وابوین وام فلہا ثلث الباقی اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں ہے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے

ثم ام کا لفظ یہاں زیادہ کرنا اور آگے مسئلہ میں بھول جانا شارح کی سہو ہے کیونکہ ام تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث ما بقی یعنی جو کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہیں او زوج و ابوین و ام فلہا السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین ہیں تو اس وقت میں درحقیقت ماں کے پہلے سدس ہے ہم یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی اور زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنے تین سہم کی ایک سہم ہے تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اسکو ثلث کیوں کہا شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں دیا وسمی ثلثا تادبا مع قولہ تعالی وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث) یعنے اگر میت کا ولد نہو اور اسکے والدین اسکے وارث ہوں تو اسکی ماں کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اسواسطے صریحا ذکر نہ فرمایا کہ جب فقط والدین وارث اور فرض ہو چکا اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے وعلی ہذا الاولی یوں ہے کہ ماں کا حصہ جبکہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہوں ثلث ما بقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمیں تفضیل انثی کی ذکر پر لازم آتی ہے جو اسکے برابر ہے جہت اور قرب میں اور یہ موضوع شرعی کے خلاف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی

نصفا وثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف وہو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا الزوج لانہ لا یتعدد

اور ثلثین یعنے دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جنکا فرض نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں ہیں اسواسطے کہ اسمیں تعدد اور کثرت نہیں ہے یعنے زوج کے حق میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد اشخاص جو کہ انفراد کی حالت میں نصف کے وارث ہو جاتے ہیں فائدہ جاننا چاہیے معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنے ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور دو سگی بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہے ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور نہ دو بھائی ہوں نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو ہوں یا زیادہ ذکور ہوں یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہے جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند جدات میراث کے وقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزانۃ المفتین

## فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقا لغت میں عبارت ہے محیط بالشیء سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہیں عصبہ بنفسہ و عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں منحصر ہوئی کیونکہ ثبوت عصوبت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت میں یہ غیر بھی اسکا شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے

یصیر العصبة بنفسه وهو کل ذکر فخرج الانثی لا تکون عصبة بنفسها بل بغیرها او مع غیرها لم یدخل فی نسبته الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبة کولد الام فانه
ذو فرض وکاب الام وابن البنت فانهما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہی جسکے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے
عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہی پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ
وہ صاحب فرض ہی نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنے نانا اور نواسا اسواسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ ما افضلته
الفرائض ای سہامہا بنفسہ بیٹا ہی اس مال کو جو بعد فرائض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ چند
اہل فروض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اسکی تفسیر بلفظ جنس کر کے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند الانفراد یحوز جمیع
المال بجهة واحدة اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا ہی ایک جہت سے ہم یعنی اگر اہل فروض نہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا
فقط ایک عصوبت کی جہت سے ہم نے انفراد میں ہی جہت واحدہ کے قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہی جبکہ اسکے ساتھ عصبہ نہو
اسلیے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے اسنے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے بخلاف عصبہ بنفسہ
کے وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہی ثم العصبات بانفسهم اربعة اصناف جزء المیت ثم اصله ثم جزء ابیه ثم جزء جده پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جہات
چار قسم ہیں میت کا جز پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جز پھر میت کے دادا کا جز میت کا جز چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز
چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جز چنانچہ چچا اور اسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منهم بهذا الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی
پھر اسکے بعد اس سے جو قریب تر ہو وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنه وان سفل تو میت کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا
بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پر پوتا اور پوتے کا پوتا ہم اکمل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہی دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہی یعنے
باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہی صرف
مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہی فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہی کہ اسکا مال فرزند سے تجاوز کر کے اسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی سے مقدار
حصہ پدری کے اسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال میں اسکی خواہش کی کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی ملخصاً ثم اصله الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنے
باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پر پوتا کوئی باقی نہیں ہی تو میت کا باپ عصبہ ہو کر بہتر کہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبة وذا سهم کما مر اور باپ
ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فروض کے بیان میں ہم طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ مصنف اس
مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وهو ابو الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہی یعنے باپ کا باپ
جسکو دادا کہتے ہیں اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا پھر دادا الی غیر ذلک اما اب الام ففاسد من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہو ذوی الارحام
میں داخل ہی نہ عصبات میں ثم جزء ابیه الاخ لابوین ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہی پھر اسکے بعد سوتیلا بھائی
مقدم ہی بھتیجوں پر ثم ابنه لابوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہی پھر اسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہی اگرچہ ابن الاخ سافل ہو
یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوة عن الجد وان علا قول ابی حنیفة وهو المختار للفتوی خلافا لهما وللشافعی قیل وبایه الفتوی یہ تاخیر بھائیوں کی دادا سے
اگرچہ دادا اعالی ہو قول ہی امام ابو حنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہی فتوی کے واسطے برخلاف صاحبین رح اور شافعی رح کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر
فتوی ہی یعنے بھائی مقدم ہیں۔ اور طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہی ثم جزء جده العم لابوین ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی
سگا چچا مقدم ہی پھر اسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنه لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اسکا سوتیلا چچا ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری
کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد پھر بنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر
اسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذالک وان سفلا پھر جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسی طرح مقدم ہے یعنے سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور
عم جدی کے فرزند سافل ہوں بلکذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار انکے ابدان
کے قسمت ہوگا نہ باعتبار انکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے
گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فالحاصل ان العصبات اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق
معلوم ہوا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد ترجیحہم بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بالوین
والاب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان الابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب
اور قریب درجہ کے عصبات کو جبکہ انمیں تفاوت ہو سگے سوتیلے کا جیسا کہ مقدمہ مذکور ہوا جسکا ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات
میں سے جو شخص میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ہم درجہ سے
مراد قرابت کی بابت ہے یعنے تقدیم میں اول جہت معتبر ہے تو جزئیت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبوں میں سے
ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت میں بیٹا اور پوتا یکساں ہیں لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ
قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں
اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں قوت قرابت کی یعنے سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہوسکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات
بنفسہ کے اصناف کا اور انکے ترجیح کی وجہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ مہمل ہے کیونکہ بہن مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہوسکتا ہے
کہ اسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اسکی دلیل میں بہن کی قوت قرابت کو مذکور کردیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون
دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند ھم
یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنے مرد وارث ہوتا ہے اپنے
سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی وخلاصہ کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے
نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلی یعنے اقرب مقدم ہوتا ہے ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا
سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے اور تفاوت
درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات
بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور
پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں ہم بنات وبنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ
الانثیین) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا
اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیاں اور بیٹے
ہوں اسی طرح پوتیوں اور پوتوں کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابوین ولاب باخیہن اور سگی سوتیلی بہنیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے ہم اور بہنوں کا

عصبہ ہوتا اپنے بھائیون کے ہونے سے حق تعالیٰ کے کلام میں ثابت ہے وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین اور چار ذوات النصف والثلثین یعنی
عصبہ بالغیر ہیں تو عصبہ بالغیر چار عورتین ہیں بنصف و ثلثین کے حصہ میں بیان ہوا یعنی عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیون کے ہونے سے اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں ہے جیسے چچا کی بہن
عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم
کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکما کابن ابن ابن وان سفل اوفوقہ اگرچہ بہنون کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی یعنی پوتی پوتے کے
بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو عصبہ بالغیر میں بھائی سے مراد وہ ہے
جو برادر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو حقیقی برادر تو ظاہر ہے بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے
ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بہنوں کے جو درجہ میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ
کر دیتا ہے جو ان سے اسفل ہے درجہ میں تو اگر ان سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جس کا کچھ حصہ نہیں چنانچہ مسئلہ تشبیب میں آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع
غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس یعنی مصنف نے
عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا کہ عصبہ مع غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ
عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں جمعوں سے جنس مراد ہے علم سراجیہ اور اسکی شرح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم
چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا اسلئے شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر
الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی ماں کا مولی ہے
ہم ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کر کے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے
طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اسکے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جسکو باپ کی جانب سے
کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اسکی ماں کے موالی اسکے وارث ہوں اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو
چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب
مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولی کے
قرابت دار اسکے میراث میں باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر مولی مر گیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی
میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالمولی المعتق وعصبتہ لیعم مالو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما اور متن میں مولی سے
مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہو تا کہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرۃ الاصل ہو تو اسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو مشرح
بیان کیا ہے ماں کا مولی ہوا اسلئے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنی شرعا انکا کوئی باپ نہیں جس سے انکا نسب ثابت ہو اور وہ اسکے وارث
ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث من توامہ
میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توامہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں
وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے
وختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہیں یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا
آزاد کرنے والا اور مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

ہیں واقع ہوا تو آمین اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور بھی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی قول ہے علی مرتضیٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سے اور یہ مذہب جمہور کا قول ہے اور فریقین کے دلائل مطولات میں مذکور ہیں ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اسکا عصبہ بنفسہ ہے بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولا قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند ہم عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اسکے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنے والے کا آزاد کردہ والا موخر ہے عصبہ سببی سے اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اسکا دادا اگرچہ عالی ہو الی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پھر اسکے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہیں پاتا جمہور کے نزدیک خلافاً لاسحق بن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب سے مراد ولاء عتاقہ ہے نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصل ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً و اذا ترک المعتق اب مولاہ و ابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس و جبکہ غلام آزاد مر گیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے او ترک جدہ اے جد المولی واخاہ فھو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینھما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونوں کے مابین میں مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس للنساء منہ بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث اور یہاں یعنی ولاء عتاقہ میں عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتوں کو ولا میں کچھ حصہ نہیں مگر اس غلام کا ولا ہے جسکو عورتوں نے آپ آزاد کیا الی آخر الحدیث تمام عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتیں ہوتی ہیں لہذا وہ ولاء عتاقہ میں بموجب حدیث کے بے دخل ہیں اور یہ حدیث مگر اہی اس حدیث مطول کا جو سراجیہ میں مذکور ہے وہو وان کان فیہ شذوذ فذلک تاکد بکلام کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشہور کما بسطہ السید واقرہ المصنف اور اس حدیث میں اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اسکو مشرح بیان کیا ہے او مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ہم شاذ وہ حدیث ہے جسکو ثقہ راوی اور راویوں کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت میں راوی متفرد ہوا تو اسکو نظر کرنا چاہیے اگر اسکی روایت اس راوی کے مخالف ہو جو اس سے زیادہ تر حافظ اور ضابط ہے تو اسکی روایت شاذ مردود ہے یعنے قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر اسکی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہے تو اگر اس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اسکا انفراد صحت حدیث میں قادح نہیں اور اگر اسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اسکی حدیث خارج ہے حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول میں احاد ہو پھر قرن ثانی اور بعد اسکے متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہیں تو انکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہے خصاف نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہے حضرات فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتوں کو ولا میں کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستۃ من الورثۃ بحال البتۃ الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سے نہیں ہوتے البتہ یعنے یقیناً باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ہم باپ کے واسطے یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہے یا ثلث کل ہے یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اسکا یا نصف ہے یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہے یا ربع ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہے یا ثمن ہمیشہ و فریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال اخری وھم غیر ہولاء الستۃ سوا کا لعصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہے جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فریق سوا ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنیں وغیرہ

اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقن او معتق معتقن ۱۲

بنی علی اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہے یعنے محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبوں میں دونوں اصلین یا ایک اصل
پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے وارث ہونگے احدہما انہ یحجب الاقرب من سواہم الابعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب اتحد فی السبب ام لا ایک اصل یہ ہے
کہ انکے سوا سے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونوں
قرابت والے سبب رشتے میں متحد ہوں یا نہوں ہم یعنے حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ
میت کا جز میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت یعنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے وعلی ہذا القیاس فروی الفروض من اقرب
(باپ ۱۲ — میت کا بھائی ۱۲)
ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیۃ بیٹیاں سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال جیسے بھائی
ہے والثانی ان من ادلی بشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جسکی قرابت ملتی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اس
شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنے پوتے کی قرابت ملتی دادا سے بواسطہ باپ کے ہے تو دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فیرثونہا معہا
لعدم استغراقہا الترکہ جہتہ واحدہ مگر مادری بھائی ہو ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام ترکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے ہم یعنے ہرچند میت کی قرابت مادری بھائی سے
بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضا اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہوتا مگر اسکی وراثت اس وجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستحق نہیں ہوتی فقط ایک
فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبات میں سے کوئی باقی نہیں ہو ماں کے تو البتہ وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضا وردا والمحروم
کابن کافر او قاتل لا یحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ہم جب محروم میں
صلاحیت میراث کی اصلا نہ رہی تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسیطرح حق حجب میں وہ بمنزلہ میت کے ہو واسطے اہلیت کی وجہ سے ویحجب المحجوب
اتفاقا کام الاب یحجبہا الاب ویحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعودؓ کے کذا فی شرح السراجیۃ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے
ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وکالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان ویحجبون الام من الثلث الی السدس حجب نقصان
اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنے بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں ماں کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک
حجب نقصان کر یعنے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہوکر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے اور دوسری حجب نقصان کی
ویختص حجب النقصان بخمسۃ بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ہم
ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے
نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک
ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب وام بثلثۃ بالابن وابنہ وان سفل وبالاب اتفاقا وبالجد
عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے انمیں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہے
باتفاق امام اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسب تھا اور بعضی مصنفین نے مصنف کے مانند فرض کے
اور انکے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اسکے ذکر کے وقت
بیان کر دیئے تو باب الحجب میں حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا یقاسمہم علی اصول
زید والفتوی بالاول وہو السقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ واصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ دادا سگے بھائیوں سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
کے اصول پر اور فتوے دیا گیا ہے اول قول کا یعنے جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہ میں شرح سے مذکور ہیں ہم نے بخوف اختصار ان اصول

زید یون ذکر ہین کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کے برابر ہی نسبت برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم ہوا ور اگر ثلث سے
کم ہوگا تو اُسکے لیے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیاں بھائیون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہو تو مقاسمہ کرینگے یعنی نصف نصف ہوگا اسواسطے
کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہو اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی مال جد کا فرض ہو اور باقی مال بھائیون مین تقسیم ہوگا
اسواسطے کہ اس صورت مین مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیون کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہو تو اُسکو فرض دیا جاویگا پھر دیکھا جاویگا
کہ جد کے لیے تین حالات مین جو حال بہتر ہو مقاسمہ یا ثلث ما بقی یا سدس کل جو انمین سے اُسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اُسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت
ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرًا و فی الوہبانیۃ وما اسقطا اولاد علۃ + وقد اسقط النعمان فہو المحرر اور وہبانیہ مین ہے اور دو اماموں نے سگے بھائیون اور سوتیلے بھائیون کو
دادا کے ساتھ ساقط نہین کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے انکو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا محرر اور مذہب ہے قولہ علۃ کا واو مفتوح اور ہمزہ لیتے ہو اسواسطے کہ
یعنی سگے باپ علاتی وارث ہوتا ہے اسکے ساتھ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی والسراجیۃ وان قال مصنفہا فی شرحہا وعلی قولہما الفتوی اور سقوط بنی اعیان بقول امام کے
قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے وسقط بنو العلات وہم الاخوۃ
والاخوات لاب بہم ای ببنی الاعیان ایضا وبہؤلاء ای بالابن وابنہ وبالاب لا الجد وکذا بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اذ ہو الصلات
یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین سگے بھائیون سے بھی اور ان شخصون سے یعنی ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح
ساقط ہوتے ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاوے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اسکو معلوم کر چکا ہے ہم جو بنی اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا
انکے ہونے سے وہ ساقط ہو جاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہوگئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف
لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہوجاوینگے کذا فی الطحطاوی وسقط بنو الاخیاف وہم
الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور
مادری بہنین ساقط ہوجاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ و دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ
ہین یعنی ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح بیان کیا ہے ہم بالاجماع جد سے مرتبط ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات
کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر وتسقط الجدات مطلقا ابویات او امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط
ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور نانیان ماں سے ساقط ہوجاتی ہین والابویات بالاب اور جدات پدری یعنی دادیان
باپ کے ہونے سے ساقط ہوجاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث مع الجد لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ فکانا کالابوین اور اسیطرح سے جدات
ساقط ہوجاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلیے کہ وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی ماں
کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونون ماں باپ کے مانند ہوئے اصلی قرابت مین یعنی تو جیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسے ہی جد اور جدہ
وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی او محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی
جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسیطرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہے خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہم نے اسکو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب
کی شرح مین علم او چار صورتون مین حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب
کرتی ہے تیسرے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے واذا اجتمعن کانت
احدیہا ذات قرابۃ واحدۃ کام ام الاب کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی

**مطلقا فانہم والاخری ذات قرابتین واکثر کام ام الام وہی ایضا ام اب الاب بہذہ الصورۃ**

ام ..... ام ..... ام
اب ..... اب
ام ..... ام

ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ ہذہ ذات قرابتین

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو
چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہو صورت اسکی یہ ہے

ام ..... ام زینب ..... اب شاکر ..... محمود بیٹا شاکر
ام کلثوم ایک قرابت والی ..... اب حامد ..... ام
ام راضیہ کی ماں

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسیطرح کام الاب مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہے مطلقاً تو یوجہ اس خطاء مصنف کو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی ہے باپ کی ماں یعنی قریبہ دو قرابت والی کی حاجب ہو اسکے بعیدہ ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہے اور حالانکہ یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہو گا لہذا مترجم نے متن سے موافق ام ام الاب کا ترجمہ کیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا وتوضیحہا ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المرأۃ جدۃ لا لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی ناتن سے تو اُنسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اُس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے جسنے اپنے بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اُسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہ دونوں جدہ مجتمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض شریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی ناتن یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کردیا اُنسے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی ہے اور اُسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کردیا اُنسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اُسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی ناتن یعنی غلیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کردیا اس سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے

**قسم محمد السدس بینہما اثلاثا باعتبار الجہات** محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کرکے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے ہم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دے اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس میں اس وجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے

تو جیسے ایک قرابت کی جہت ہوئی اُسکو ایک حصہ ملا اور جیسے دو جہتیں قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئیں تو صورت میں وہ ایک ہے اور حقیقت میں متعدد ہے تو
اُسکو دو حصے دیے کیونکہ حق میراث کی ہر جہت سے ثابت ہے وبہا ای ابو حنیفۃ وابو یوسف انصافا باعتبار الابدان وبہ قال مالک والشافعی وبہ جزم فی الکنز
قال دو قرابت جہتین کی ذات جہت ہوا اور امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ نے انصاف قسمت کی ہے باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا
اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں سو کنز میں یوں کہا ہے کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہے ہم قول شیخین کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ نام کا
تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا ورنا متعدد نہیں تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کے مانند ہے اور یہاں اصطلاح ہے کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ بولتے ہیں
ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک انکی بھی سدس نصفا نصف تقسیم ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک
سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ملینگے طحطاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہے سراجیہ میں ابو یوسفؒ کے ساتھ
امام ابو حنیفہؒ کو ذکر نہیں کیا ہے اور اسکی شرح فرائض شریفی میں ہے کہ سرخسی نے کہا کہ امام سے تعدد قرابت جدہ کی جہتوں میں کچھ روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبید الرحمن
بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب نے فرائض میں یوں ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ کا قول ابو یوسفؒ کے قول کے مانند ہے انتہی واذا استکمل البنات او الاخوات
لابوین فرضھن وھو الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا ان یعصبن ابن ابن فی الصورۃ الاولی او اخ فی الثانیۃ
موازی لھن او نازل ای سافل فیعصبھن ویکون الباقی للذکر مثل حظ الانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیاں اور سگی بہنیں اپنا فرض حصہ لینی دو تہائیاں
پورا کر لیں تو پوتیاں ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت میں اور بھائی کے عصبہ کر دینے سے دوسری
صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلا بھائی
اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم بنات کا حق کامل ثلثین سے
ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں ہوتا اور اخوات کا حق تو خبر سورۂ نساء میں مذکور ہے قلت وفی اطلاقہ نظر ظاہر لتصریحھم بان
ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانھا من ذوی الارحام قال
فی السراجیۃ ولیس ابن الاخ بالعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق بولنے میں ظاہر اعتراض ہے علما کی
اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد
کرنے والے کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام ہے
سراجیہ میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو نسب میں یعنی عمہ کو ہم صور مذکورہ میں عدم تعصیب کی وجہ یہ ہے کہ وہ
عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض نہو چنانچہ مسئلہ مذکورہ میں تو اُسکا بھائی اُسکو
عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو
اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اسکی صفت نہیں پڑ سکتا ہاں یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف لنسبتھی کذا فی الطحطاوی
لمضاف معطوف بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب مثلہ او فوقہ ممن لم تکن ذات سھم ویسقط من دونہ برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل
درجہ کا ہو سو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے اُن عورتوں کو جو اُس سے
نیچے درجے والیاں ہیں ہم یعنی اگر عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اُسکا بھتیجا اُسکو عصبہ نہیں کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے میں نیچے ہونگی وہ ساقط
ہو جاوینگی چنانچہ اگلی مثال میں واضح ہوگا فلو ترک ثلاث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن آخر کذلک وثلاث بنات ابن ابن ابن کذلک بھذہ

کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کی طرف اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں توضیح اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکدریہ میں اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت مسئلہ اکدریہ
کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہے اور ماں کیواسطے ثلث اور دادا کیواسطے سدس اور بہن کیواسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین
سو اسلئے کہ دادا کے واسطے بہتر ہے ساتھ ان کے ثلث باقی کے اور اس مسئلہ کی اصل چھ ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی طرف تو چھ سہم میں تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا
ایک سہم اور بہن کے تین سہم اس واسطے کہ اول مسئلہ چھ سہم تھے تین سہم زیادہ کیے اس سے تو دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع دونوں کا چار سہم ہے انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا
چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر ٹھیک نہیں لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ستائیس ہوئے ستائیس میں زوج کے نو سہم اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن
کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو انکو دونوں میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا کہ
وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں اسکو عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہو جائے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا
واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابت پر انکا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ ہو کر مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ
و شرحہا اشیر یعنی ما نقطا وعند ابی حنیفۃ و احمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ہم تو امام
کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کے مانند فلیتنبہ و حاصلہ انہ
لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشرکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما مر میں کہتا ہوں اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشرکہ کا مسئلہ بالاتفاق امام اور
صاحبین کے ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قولہ و یسقط بنو الاعیان بالابن والاب بالجد امام کے
نزدیک ہے دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہو گا باپ کے مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں ہر حال میں تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی

## باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں عول بفتح اول و سکون ثانی لغت میں بمعنی جور و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہے معنی اصطلاحی سے اسواسطے کہ
جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے و ضدہ الرد کما سیجی
اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا معلوم ہو اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہیں
اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجیے کہ عول میں سہام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادۃ
السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح میں عبارت ہے
سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فرض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اونکی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اسکے فرض حصے کے
جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے بقدر حصہ متروکہ کی تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت
مدیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور دام ساہمی پاتے ہیں ہم الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادائے فروض سے تنگی کرے تو
مخرج پر کچھ اسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیرہ ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو
ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہو پھر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر یعنی
یکساں کمی ہو بقدر حصوں کے کذا فی شرح الطحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے
عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کی طرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا ہر سہم مین سبع یعنے ساتوین حصے کا تو وہ چھ مین سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنون پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی
انتہی خلاصہ یہ ہو کہ ایک چھ کا سدس تھا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہو تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم مین کمی ہوگئی
اور اول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہین ھ فاروق اعظم کے زمانے مین ایک صورت
واقع ہوئی جسکا مخرج اسکا اور اسکے فروض سے تنگ تھا تو اصحاب کیا رسے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو سب
صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نہ کیا مگر ابن عباس نے انکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوے عالمگیری مین ہو عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام مین
واقع ہوا وہ عہد خلافت فاروقی مین وہ یہ تھا کہ زوج اور مان اور سگی بہن وارث ٹھہرے تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہو اور اسنے عول کیا آٹھ
کی اور تم المخارج سے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصون کے سات ہین ھ وجہ اسکی یہ ہو کہ کتاب اللہ مین چھ فرض مذکور ہین نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس
اور مخارج انکے پانچ ہین اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہو تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہون تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ
ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہون تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہون تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور
یہ تو مخارج مذکورہ سے باہر نہین اور جبکہ نوع اول مین سے نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور
مخرج انکی مخارج مذکورہ مین داخل ہو اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے
ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوئے یعنے دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اربعۃ لا تعول الاثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ
مخارج سبعہ مین سے چار مخرج تو عول نہین کرتے یعنے دو اور تین اور چار اور آٹھ یہ حصر باعتبار استقراء کے ہو اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا
پورا پڑتا ہی یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہو تو پھر صورت عول کی حاجت نہین ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ کہ تنصیف ہوگا جو دو نصف جمع ہون چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ
زوج اور سگا بھائی وعلی ہذا القیاس فی البواقی کذا فی السراجی بتصرف الثلاثۃ قد تعول بالاختلاط کما سیجی فی باب المخارج اور تین مخارج مین کبھی عول ہوتا ہو
اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج مین آویگا ھ شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ مین عول لازم نہین ہو فستۃ تعول اربع عولات
الی عشرۃ وتراً وشفعاً تو چھ مین چار عول واقع ہوتے ہین دس تک طاق اور جفت دونون کے اعتبار سے یعنے چھ عول کرتا ہو سات کی طرف
اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فتعول لسبعۃ کزوج وشقیقتین تو چھ کا عول ہوتا ہو سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنون کے وارث ہوتے ہین ھ
تو اس صورت مین سدس کے ساتھ عول ہوا یعنے سدس کے زیادہ کر دینے سے سات ہوگئے اور بمقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ مین طحطاوی سے مذکور
ہوگئی ولثمانیۃ کہم وام اور چھ کا عول ہوتا ہو آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور مان ہین یعنے زوج اور دو سگی بہنون اور مان ہین ھ تو اس صورت
مین ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنے چھ کی تہائی دو ہی جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم ورثہ مین ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہو آٹھ کا
ولتسعۃ کہم واخ لام اور چھ کا عول ہوتا ہو نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی ہین یعنے زوج اور دو سگی بہن اور مان اور اخیافی بھائی ہین ھ تو
اس صورت مین نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہی چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہان سہام ورثہ مین تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہو
نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہین اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ مین واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اسنے چاہا کہ مین نصف مال لون تو
علماء حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انہون نے فتویٰ دیا کہ ثلث مال اسکا حق ہو ولعشرۃ کہم واخ آخر لام اور چھ کا عول ہوتا ہو دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرا بھائی
اخیافی ہین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور مان اور دو اخیافی بھائی ہین ھ تو اس صورت مین ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہین چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ
کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین قاضی شریح نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہر ون

فرض سے تو اس عبارت سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فرض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فرض پر بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے ہم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضی اور انکے تابعین کا ہے چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہو گا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں از انجملہ یہ آیت قرآنی ہے واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ یعنے بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت وارثین نے مال سے جز معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے موافق آیت کے حکم سے پھر باقی مال انھیں وارثوں کو پھیر دیا جاوے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہر اً صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور بنات معتق اور اسکے قرابت دار ہیں یعنی اگر وارث حقیقی سے کوئی نہو سوا بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اً درست نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل ان بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی الاعلی الزوجین فلا یرد علیهما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہو گا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہو گا زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمین قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو انپر بسبب رحم کے رد ہو گا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد علیهما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ہذا وہم من الراوی فراجعہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جاوے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار میں اسپر یقین کیا ہے کہ یہ یعنے عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور غلط ہے تو اسکی طرف مراجعت کرو طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہیں اور انھیں شروح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اسکا جواب بھی انتہی واللہ اعلم وفی الاشباہ انہ یرد علیهما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناہ فی الولاء اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاوے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے ہمارے زمانہ میں اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولاء میں ہم یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے تصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعۃ اقسام لان المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ اولا پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اسواسطے کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر انکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں فالاول ان یتحد جنس المردود علیهم کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلۃ من عدد رؤسہم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم یعنے اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو جیسے دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو شروع سے تقسیم ہو گا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جاوے یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہیں وارثوں کا ہے فرض اور رد سے اور وہ تینوں انکی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جاوے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اسکے فرض کے دیا جاوے پھر دوسرے بار باقی مال انکو بقدر انکے سہام کے دیا جاوے تو دوبار قسمت کرنا ہو گا تو سب سے بہتر وہ کہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود علیهم جنسین او ثلثۃ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو انکے سہام کے شمار سے ہو گی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنے جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیهم کی نہیں ہوتی فمن اثنین لو سدسان فی ثلثۃ لو ثلث وسدس وفی اربعۃ لو نصف وسدس وفی خمسۃ لو ثلثین وسدس کتقصیر المسافۃ تو دو سے قسمت ہو گی اگر دو سدس

ہون اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور
ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہونے کی صورت یہ ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چھ سے ہوا اور انمین ایک دو سہم
ہین فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا اور نصف نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا اور
تین بار قسمت کرنے کی بفائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہین تو اس تقدیر پر بھی مسئلہ چھ سے ہو کر دو اور
سب سہام ہین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین تہاو کرکے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیون کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور
سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہے تو یہان بھی مسئلہ چھ سے ہے اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی
یا ماں کا ہے تو دونون مسئلے چار سے قرار دیے اور متروکہ چار حصے کرکے بانٹ دیا اسطرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی صورت یہ ہے
کہ دو بیٹیان اور ماں وارث ہے یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہون چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ
ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینون صورتون مین بھی اصل مسئلہ چھ ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور ماں کا ایک سہم ہے
تو متروکہ کے پانچ حصے کیے انمین سے چار خمس بیٹیون کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت مین بھی اصل مسئلہ چھ ہے اور وارثون کی جمع [illegible] کے سہام
ماخوذہ بھی پانچ ہین انمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو متروکہ پانچ حصے کرکے بانٹ دیا اور انکے سہام کے تین خمس
اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذہ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم اور اسیطرح ماں کے
سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کرکے قسمت ہوگا قصر مسافت کے واسطے یعنے دو قسمتون کو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الاختیار

والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیه اعطی من لا یرد علیه فرضه من اقل مخارجه وقسم الباقی علی
رؤس من یرد علیه کزوج وثلث بنات فهی من اربعة للزوج واحد یبقی ثلثة وهی تستقیم علیهن فلا حاجة الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول
قسم یعنے متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہین ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاسے اسکے کمتر مخارج سے
اور باقی رد کیا جاسے انکی ذاتون پر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیان وارث ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے
تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہین ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اسکا کمتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار مین سے
ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیون پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق قسم ای رؤس من یرد علیهم کزوج وست
بنات ضرب وفقها وهو هنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیه وهو هنا اربعة تبلغ ثمانية فللزوج اثنان وللبنات ستة اور اگر بعد فرض
زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیون مین تو انکا وفق
جو کہ یہان دو ہے اسکے مخرج مین ضرب کیا جاسے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہان چار ہے تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیون کے چھ
ہم اقل مخرج زوج چار ہین پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چھ مین توافق بالثلث ہے تو دو جو
بنات کے وفق کو جو یہان دو ہے چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوے اب قسمت صحیح ہوگئی والا تو ان حال یہ ہے ضرب کل عدد رؤس من فیه ای
المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج هنا اربعة للزوج واحد یبقی ثلثة تباین الخمس فاضرب الاربعة فی الخمسة تبلغ عشرین
کان للزوج واحد ضربه فی المضروب یکن خمسة وهی له والباقی ثلثة اضربها فی المضروب تبلغ خمسة عشر فلکل بنت ثلثة اور اگر
باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیاں تو مخرج یہاں چار ہے انمیں زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہیں تو چار کو پانچ میں ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب کر
مضروب میں یعنی پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیوں کا تین ہے اسکو بھی مضروب میں یعنی پانچ میں ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ
تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ھ یہ صورت بھی دو صورتین سابقین کے مانند ہے اصل اسکی بارہ سے ہے اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا
کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیوں پر مستقیم نہیں بلکہ تین میں اور پانچ میں تباین کی نسبت ہے
تو عدد روس بنات کو مخرج میں یعنی پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا کذا فی الفرائض الشریفی **والرابع لو کان مع الثانی ای
الجنسین فقط لا الکثیر ھنا بحکم الاستقراء اذ لا یرد مع الربع طوائف اصلا بالاستقراء** اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی فقط دو جنسوں کے ساتھ
دو جنسوں سے یہاں یعنی قسم رابع نہیں ہوسکتا بحکم استقراء کے اسواسطے کہ ربع کو ردکرنا چار جنسوں کا اصلا نہیں ہوتا استقراء یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ھ یعنی اگرچہ
قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ میں اسکی مثال مذکور ہوچکی لیکن قسم رابع میں تین جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسوں کے ساتھ
من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو تصور کیجیے تو چار جنسین ہوجاتی ہیں اور حالانکہ ردکرنا چار جنسوں کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا استقراء کی دلیل سے **ولعل ہذا
نکتہ اقتصارہ فیما مر ثمۃ علی الجنسین** اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسوں پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گذر گیا ھ یعنی مصنف نے
جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع میں اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع میں دو
جنسوں کے سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی **والا فیمرادہ بالثانی بعضہ لا کلہ فتامّلہ** اور اگر اقتصار
علی الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں یہاں ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سو اسکو تامل کر ھ یعنی قسم ثانی کی بعض صورتین
یعنی جسمین دو جنسین مجتمع ہوں مراد ہیں نہ اسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں **من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج
فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام** یعنی اگر دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ
یعنی احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو قسمت کر ان وارثوں کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہوجاوے
چنانچہ زوجہ اور چار دادیاں اور چھہ اخیافی بہنیں وارث ہوں ھ استقامت باقی کی نہیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلے میں جو متن میں مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہیں تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی **فمخرج
فرض من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقی ثلثۃ تستقیم علی سہم الجدات والاخوات لکنہ منکسر علی احاد کل فریق کما سیجئی** تو مسئلہ
مذکورہ میں من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اسمین سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیوں کا ایک سہم اور بہنوں کے دو سہموں پر مستقیم ہیں لیکن وہ ٹوٹتے ہیں ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ
اسکی استقامت کا بیان اخیر باب میں آویگا ھ چار دادیوں کا حصہ ایک تھا وہ انپر قسمت نہیں ہوتا اور اسی طرح بہنوں کا حصہ دو ہے وہ انپر بٹ نہیں سکتا **وان لم یستقم
ضربت جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل بھذا الضرب مخرج فروض الفریقین** اور اگر باقی مستقیم نہو تو مردود علیہم کے تمام
مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج میں ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے
حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے **کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ
من یرد علیہ وھی ھنا خمسۃ لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین وھی مخرج فروض الفریقین** چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیاں اور چھہ
دادیاں وارث ہوں تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھواں یعنی ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ یہاں پانچ ہے اسلیے بیٹیوں اور
دادیوں کے دو فرض ہیں ثلثان اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ہوئے چالیس تو یہی مخرج ہے دونوں فریق کے فرض کا [illegible]

اقرب ہے کہ میت کے اور وارث نہیں ہوتا قسم اربعۃ اصناف جز المیت ثم اصلہ ثم جز ابویہ ثم جز جدیہ او جدتیہ تو کل ذوی الارحام چار قسم ہیں قسم اول میت کا جز
یعنی میت کی اولاد دختری چنانچہ نواسی اور نواسیاں پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیاں پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنی بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جز یعنی اولاد
اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی متن اور شرح میں وہ جنکو مقدم کیا جز المیت وہم اولاد البنات و اولاد بنات
الابن وان سفلوا اور اسوقت میں یعنی جبکہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث میں ذوی الارحام
کی اقسام میں اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ کیسے ہی درجہ سافل ور نازل ہوں ہم تو اگر میت کی نواسی
یا پوتی ہو اور نانا یا نانی ہو تو نواسی یا پوتی میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کے مانند ثم اصلہ وہم الجد الفاسد
والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہیں اگرچہ کیسے ہی درجہ عالی اور اونچے ہوں ہم
جد فاسد وہ ہے جسکو قرابت میت کے ساتھ بواسطہ عورت کے ہو چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت میں میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی
ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم میں بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ قریب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی
مختصراً ثم جز ابویہ وہم اولاد الاخوات لابوین او لاب و اولاد الاخوۃ والاخوات لام وبنات الاخوۃ لابوین او لاب وان نزلوا پھر والدین میت
کا جز مقدم ہے یعنی سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلے بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں
ہم یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلے
بھائیوں کی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھتیجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہو گیا اور اخیافی
بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل اس قسم میں اولے بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے
اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ
ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً ولیقدم الجد علیہم خلافاً لہما اور مقدم ہے نانا انپر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین کے کہ امام سے دو روایتیں ہیں
ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے نواسی اور نواسی پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اسپر فتوے ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ نواسی اور نواسی نانا پر مقدم ہیں
اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور صاحبین کے نزدیک بھانجے اور بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں
اور امام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کے قیاس سے ہے اسواسطے کہ عصبات میں دادا مقدم ہے میت کے بھائیوں پر کذا فی الطحطاوی ثم جز جدیہ او
جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ہم یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے لیکن آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا
مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی مراد ہے وہم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں ہم یہ لوگ ماں کے
رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خالہ بہنیں ہیں اسکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیافی
بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہیں کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہیں یعنی میت کے باپ کے اخیافی یعنی مادری بھائی ہیں
ہم یہ مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں یہ ذوی الارحام سے مطلقاً خواہ
سگی یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنیں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اسکی جدہ
پدری کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجہ میں برابر ہیں بہا تکلکی اقرب اور ابعد نہیں اور انمیں حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو منفرد ہوگا تمام
مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہو اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو اقرب او سے ہے

الاجل میں بیٹے لگا اوسکے سو تیلے سے اور سوتیلا اوسکا ہو اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی نہین یعنی متحد ہو جمیع قوۃ القرابۃ فلذکر مثل حظ الانثیین وان کان
قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی ماں کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہین اور قرابت مادری کے واسطے ایک
تہائی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا و بنات الاعمام و اولادہم و اولاد ہؤلاء اور تیسری قسم رابع چچوں کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی تحت اخوال وخالات اور
اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہین ثم عمات الاباء والامہات واخوالہم وخالاتہم واعمام الاباء
لام واعمام الامہات کلہم واولادہم و اولاد ہؤلاء وان بعدوا اسفلوا وان علوا پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیاں اور انکے ماموں اور خالائین
اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اور نیچے اترتے ہون ثم یعنی جبکہ میت کے
عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اسکی ماں کے چچا اور ماموں اور چچا اور خالہ کی طرف
تو اگر انہین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا بعدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انہین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت
اور اگر قرابت انکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہے تو باپ کے قرابت والون کو دو تہائیاں ہین اور ماں کی قرابت والون کو ایک تہائی ملیگا آخر مقام تک پھر
اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کی طرف پھر انکے
بعد انکی اولاد کی طرف اسی طرح الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم میں ہم
قسم رابع میں یہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ انہین کوئی اقرب نہین ہان انکی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی واذا استووا
فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجے مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث
کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع میں یہ نہین ہوتا ہان انکی
اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلثلثان لقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث
اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیاں ہین متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہے ہم طحطاوی نے کہا
یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور انکی اولاد میں ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ
اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکسان ہو تو متفق ہو
فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کے ہم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر
مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نانی دو ثلث پاویگا اور نانا ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت
بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وہو ہنا البطن الثانی وہو ابن بنت وبنت بنت فمحمد اعتبر
صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیہم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فیعطی بکون ثلثا لبنت
ابن البنت نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیہ وشرحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول
کی صفت میں چنانچہ نانی کی بیٹی اور نانا کا بیٹا تو اسمین محمد رحمہ اللہ نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو تقسیم کیا ہے وہ اول بطن پر جسمین اختلاف
ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنی نانی اور نانا مین تو محمد رحمہ اللہ نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن
ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ میں تو انہوں مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیان نانی کی بیٹی
کی ہونگی جو اسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی نانا کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اسکی ماں کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اسکی

سبقت اور میت کچھ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن سعدی زادہ محشی الدرر یعنی فلو جہل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم
ہو مگر پیچھے مجہول ہو جائے یعنے اسکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہو اسکی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتوں کے جو مذکور ہو چکیں کذا فی الطحطاوی اعطی کل یقین
و وقف المشکوک فیہ حتی یتبین او یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جائے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے وہ موقوف رہے یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے یعنے یاد پڑ جائے
اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کر لیں کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما هو جعل کانہما
ماتا معا تحقق التعارض بینہما و ہو مخالف لما فی شرح المجمع میں کہتا ہوں اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء السراج سے منسوب
بمحمد اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونوں ایک ساتھ ہی مر گئے بثبوت تعارض
کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسکو یوں کہ ہم ضوء سراج میں صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور شرح مجمع سے مراد صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور
تخالف دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بالتعیین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علے التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی نہ رہا
واذا لم یعلم ترتیبہم یقسم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال ان وارثین میں کہ جو زندہ وارث ہیں
تقسیم کیا جائے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے ہم یعنے استحقاق میراث کے سبب میں یہاں شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے
کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبتک سبب یقینی نہیں استحقاق میراث کا متحقق نہیں اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہیں کذا فی الطحطاوی فرائض
شریفی میں ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین میں اسیطرح کا حکم کیا یعنے زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جبکہ عمواس میں
وبا سے لوگ مر گئے تو عمر فاروق نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم
اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور حجب کے طریق سے جبکہ کفار حکام مسلمین کی طرف
مرافعہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع فی الکافر قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما الاخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر میں
ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے ہم چنانچہ مجوسی نے اپنی ماں سے
نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے
اور محجوب ہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الاخر یرث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر
وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہمنے اسکو آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت اسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی حصہ کہ پاویگی اور بہن
ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم لو اسلموا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث
بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان والا فلا انتہی وصححہ فی الظہیریۃ اور کفار
وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں یعنے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی ماں سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اسکے مصنف نے کہا
کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ رکھے جاویں
تو باہم وارث نہ ہونگے انتہی مافی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ میں ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب
لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کے جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہمنے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے کہ

کہ ان دونون کا باپ نہین یعنے احکام شرعی مین نہ واقع مین ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث
سے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اُسکی مان سے گی فرضًا اور ردًا اور اگر مان نہو تو مان کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی و وقف
للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدة ایہما کان اکثر وعلیہ الفتوی لانہ الغالب ویکفلون احتیاطا اور انتظار کیا جاے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحدہ
کا حصہ انہین سے جسکا حصہ زیادہ ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہی اور وارثون سے اسقدر حصے کا ضامن لیا جاے
احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اسکو صرف نہ کرڈالین ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ اٹھا رکھا
جاے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول صحیح اور مفتی بہ ہی اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہی کہ بطن واحد مین نہین پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر مبنی ہوگا
جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجة حبلی فان المسئلة من اربعة وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول لسبعة
وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد
فرض کیجیے اور ۲۴ ستائیس عول کرینگے ۲۷ کی طرف اگر اُسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کے واسطے دو تہائیان فرض ہین ہم ۲۴ سے اسواسطے کہ مسئلہ آٹھ کا ثمن زوجہ کا
والدین کے سدسین کیساتھ جمع ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہین چار مان کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بیٹا بیٹی بہن
کے بین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونون بیٹیون کو ۱۶ اسلئے چاہیین اسلیے مسئلہ عول کریگا ۲۷ کے طرف قلت ہذا علی
کون الحمل من المیت والا فامثلة کثیرة مین کہتا ہون یہ مثال اس تقدیر پر ہی جبکہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اُسکی مثالین بہت کثرت سے ہین وہم مثل المفہم وتارشلفہ ہی مثال
کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہی کہ جس تقدیر پر حمل میت سے ہی تو اُسکی یہی مثال خاص ہی جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہی کذا فی الطحطاوی کما لو
ترکت زوجا واما حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبة فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیة کما لا یخفی
چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مان حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہی اور مان کا حصہ تہائی ہی اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہی اسواسطے کہ وہ عصبہ ہی
باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اُسکے واسطے نصف متروکہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہین ہی ہم یہ مسئلہ چھ سے ہی نصف اور
ثلث کے جمع ہوجانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف بسبب نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم اره لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الآخر لا کہم
واخوین لام فان قدر ذکرا لم یبق لہ شیء فیفرض ان یقدر انثی وتعول لتسعة احتیاطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک
تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ مان اور دو اخیافی بھائیون کو
چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اُسکے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا تو لائق بقواعد یہ ہی کہ اسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ
وہبانیہ کے اس بیت کا ہی جو عنقریب مذکور ہوگی ہم مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہی اور مان کا سدس ہی اور اخیافی بھائیون کا
ثلث ہی پھر چونکہ ترکہ مستغرق بالفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہی ساقط ہوگیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہی بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کی طرف نصف زوج
کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس مان کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھینگے نو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وفی الوہبانیة قال [illegible] وحاملة ان ثالث یابن
الام یرث [illegible] وان ولدت بنتا لہا الثلث [illegible] اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے واسطے تہائی مقرر ہی یہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح نے

ابھی مذکور کیا ثلث بنصف عائل ہی اسواسطے کہ تین تہائی ہونگی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات یہ فصل ہی مناسخات مین ہم مناسخہ لغت مین عبارت ہی ازالہ اور تغییر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین
مناسخہ یہ ہی کہ بعض یا کل وارثون کے سہام انکے پچھلون کی طرف منتقل ہوجاوین بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثون کو پہنچ جاوین کذا فی الطحطاوی

یعنے ترکہ ہنوز قسمت نہوا تھا کہ وارث مرگیا تو اسکے حصے کو اسکے وارثوں کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخہ ہے ماتت بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صحح المسئلۃ
الاولی واعطیت سہام کل وارث یعنے جب وارث مرگیا ترکہ قسمت ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث کے سہام دیے جاوینگے تصحیح
مسئلہ اس سے عبارت ہے کہ سہام سے ایسا عدد کم سے کم درست نکالے جو کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفیۃ اور تصحیح مسائل کے ساتھ آئندہ سے معلوم
ہونگے ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی یعنے پہلے مسئلہ کے بعد اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے مافی الید میں نظر کرینگے تو یہ نظر تین حال سے خالی
نہیں یا دونوں مافی الید میں مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالیں آگے معلوم ہونگی الا اذا اتحدا کالو ماتت عن اخوۃ اشقاء ثم مات احدہم عن
اگر جبکہ دونوں مسئلوں کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چھوڑکر پھر انکے بعد انمین سے ایک
بیٹا مرگیا تو بھائی چھوڑکر وہ دس بھائی تھے ہوں یا سو تھے تمام سے وکلہ تو بھائیوں پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اسواسطے کہ اگر
اول دس حصے کیجے پھر ایک کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلا طائل ہے فان لم تستقم نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فہنا وقت ہے پھر مسئلہ ثانیہ
اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اسکے ترکہ پر یعنے اسکے وارثوں پر بلا کسر منقسم ہوگیا تو بہت خوب اور بہتر ہوا اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہیں جن میں احوال ثلثہ
یعنے استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہووینگی یہ ہے کہ ایک عورت نے زوج اور بیٹی اور ماں کو چھوڑکر مرگئی پھر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑکر
مرگیا پھر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اس جدہ کو چھوڑکر مرگئی جو میت اولی کی ماں ہے پھر وہ جدہ یعنے نانی زوج اور دو عصبہ بھائیوں کو چھوڑکر مرگئی تو میت ثانی استقامت
کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباینت کی مثال ہے پھر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح
کیا اور ہر وارث کو اسکے سہام دیے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولے کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع
اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلے مین رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور ماں کے دو اور ایک سہم باقی رہا اسکو بیٹی اور ماں پر انکے
سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فروض مین سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کے دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت
اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے نصف
اسکا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اسکا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور ربع اسکا زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد
علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہیں تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بھی چار ہے
تو چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنے چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من
یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض یعنے باقی مین ضرب کیا گیا تو ماں کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو تین مین جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے
اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور ماں کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب
ہمنے میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اسکی زوجہ کا ربع ہے اور اسکی ماں کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اسکے
باپ کا حصہ دو تہائیاں پھر جب ہمنے زوج کی مافی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اسکے وارثوں پر بلا کسر مستقیم ہیں انمین سے زوجہ کا ایک سہم
اور ماں کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور پہلا مسئلہ اور دوسرا سولہ سے صحیح
ہوگیا کذا فی الطحطاوی والشریفیۃ وان لم تستقم فان کان بین سہامہ ومسئلتہ موافقۃ ضرب وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول
اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اسکے وارثوں پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام مین
تو ضرب کریگا اسکی مثال وہ میت ہے صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑکر مرگئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہے

یعنے ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہین یعنے چار سہم دو بیٹون کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی انکے مافی الید مین جو نو ہین اور اسکے مسئلے مین جو چھ تھے تو انمین توافق ہوا
بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اسکو ضرب کیا تصحیح اول مین جو سولہ ہین تو حاصل ہوئے ۳۲ جبکے سہام سولہ سے تھے یعنے میت اول کے ورثہ کے سو وہ لیگا دو مین
ضرب کرکے اسواسطے کہ وہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جبکے سہام چھ سے ہین یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین مین ضرب کرکے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے مافی الید
کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو مین ضرب
کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثون پر بھی مستقیم ہے اسمین سے زوجہ کے دو سہم اور اسکے باپ کے چار سہم اور اسکی ماں کے دو سہم اور
میت ثانی کے مسئلے سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین مین ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے انمین سے
ہر پسر کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہوگئی کذا فی الطحطاوی والشریفی ملتقطا **والا یکن بینہما موافقة بل مباینة ضرب کل الثانی فی کل الاول**
**یحصل مخرج المسئلتین** اور اگر میت ثانی کے سہام مین اور اسکے مسئلے مین موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تمام تصحیح ثانی کو تمام تصحیح
اول مین حاصل ہوگا دونون مسئلون کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقة وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینة کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول
مین موافقت اور مباینت کے دونون مسئلون کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ مین وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیون کو چھوڑکر مرگئی اور اسکے ہاتھ
مین نو سہم مین چھ سہم تھے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی ماں سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار
سے ہے اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے انکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک دو سے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیون پر قسمت نہین ہو سکتا انہین
کی وجہ سے تو بھائیون کے رؤس کو اصل مسئلے مین یعنے دو مین ضرب کیا حاصل ہوئے چار انمین سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ مین نو سہم
ہین اور نو مین اور چار مین مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے ۳۲ مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جسکا حصہ ۳۲ مین تھا وہ حصہ چار مین یعنے مسئلہ جدہ مین
ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار مین ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنے نو مین ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اسکی دوسری زوجہ کا حصہ دو تھا
۳۲ سے انکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب انکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا اسکو بھی چار مین ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اسکی ماں کا حصہ ٹھہرا اور
میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار مین ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بہن کے دونون فرزندون
کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار مین ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بہن کا حصہ تین تھا اسکو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل
ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کے مافی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے
یہ اسکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ تو نو سہم کا ہوا کذا فی الشرح یعنے والطحطاوی
**ثم تضرب سہام ورثة المیت الاول فی المضروب** ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ پھر دونون مخرجون کے بعد ورثہ میت اول کے سہام
ضرب کرے تو مضروب مین یعنے تصحیح ثانی مین مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق مین موافقت کی تقدیر پر ہم تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے
اس مضروب مین ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا امثلہ سابقہ مین **و سہام**
**ورثة المیت الثانی فی کل مافی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول** اور میت ثانی کے وارثون کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مافی الید مین
علی تقدیر المباینة یا تصحیح اول کے وفق مین ضرب کرے علی تقدیر الموافقة ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلنا سابقا **وان**
**کان فیہم من یرث من المیتین ضم نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ و نصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ** اور اگر
وارثون مین وہ وارث موجود ہو جو دونون میتون سے میراث پاتا ہو تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی مین اگر مباینت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہو

مثال مناسخہ

میت اول

۱۲۸
۳۲
۱۶

مسئلہ

| زوج | بنت | ام |
|---|---|---|
| [illegible] | صالحہ | زہرہ |

میت دوم

مسئلہ مستقیم

| زوجہ | ام | ابوین |
|---|---|---|
| شاکرہ | راضیہ | خالد |

میت سوم

لاشئ توافق بالثلث

| ابن | ابن | بنت |
|---|---|---|
| زید | عمرو | صابرہ |

میت چہارم

مسئلہ تباین

| زوج | اخ | اخ |
|---|---|---|
| قمر | کوکب | خورشید |

الاحیاء المبلغ ۱۲۸

| شاکرہ | راضیہ | خالد |
|---|---|---|
| ۸ | ۸ | ۱۶ |
| زید | عمرو | صابرہ |
| ۲۴ | ۲۴ | ۱۲ |
| قمر | کوکب | خورشید |
| ۱۸ | ۹ | ۹ |

اور ضرب کرے تو اسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ کے ایک عورت سے اور تین بیٹیاں چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دو سگی بہنیں اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہے اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ میں ایک ہے اور ایک میں اور تین میں مباینت ہے تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو بیٹے کا اول سے ایک سہم ہے اسکو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنی تین میں تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنوں کے دو سہم تھے انکو ایک میں ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہیں تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن اور سدس ہے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور بارہ اور تین میں موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہے ۲۴ میں ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولیٰ میں ہے وہ اپنا حصہ لیگا ایک میں ضرب کرکے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ میں ہے وہ اپنا حصہ لیگا چار میں ضرب کرکے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی مافی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولیٰ میں زوجہ کے تین سہم تھے انکو ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے انکو بھی ایک میں ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ میں ماں کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اسکو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین میں سے انکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثاني مقام الاولى وجعل الثالثة مقام الثانية في العمل وهكذا الكلمات** واحد نقیمہ مقام الثانية والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولى الی ما لا یتناہی اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولیٰ کے مقام پر ٹھہرایا جائے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے میں اور اسی طرح جب کہ ایک اور وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرے اور جو مبلغ کہ اسکے پہلے حاصل ہو چکا ہے اسکو مسئلہ اولیٰ کے مقام پر قائم کرتا جائے مراتب غیر متناہی تک یعنی اموات کی موت قبل القسمت سے تو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولیٰ اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ اولیٰ کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل میں گویا کہ میت اول و ثانی ایک ہی میت ہو گئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسی طرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول و ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہو گئی تینوں گویا ایک ہو گئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہو گئی چاروں مرے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس الی ما لا یتناہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحدہ میں ہو یا مراتب متعددہ میں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں بہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وہذا علم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنے کا سو اسمیں غفلت نکیجیو شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہیں ہے اسمیں ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اسواسطے کہ یہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمیں بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

## باب المخارج

یہ باب ہے مخارج میں اور مخارج جمع ہے مخرج کی یعنی جائے خروج فروض سے اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض میں حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور میں تو انکے مخارج بھی کسور کے مخارج ہیں اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو تصحیح مسائل پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب میں اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تباین میں الاعداد کو پھر معرفت سہم فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغرماء **والفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف** ومخرج کل کسر سمیہ کالربع من اربعۃ الا النصف فانہ من اثنین فرض جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ سے سوائے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہیں کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنی دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف میں شریک ہیں

ہین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام ہین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہمنام سے نہین ہے کیونکہ اسکا مخرج دو ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعة والثمن من ثمانیة والثانی الثلث والثلثان کلاہما من ثلثة والسدس من ستة اورمنجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فرض کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہے دوسرا سین تے سے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح وال ستے ہوگئی اور پہلے تے دوسری سے مین پچی ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فتقول مثلا الثمن وضعفہ وضعف ضعفہ اور تو قول النصف ونصفہ ونصف نصفہ فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف[اوفاهم ۱۲] کے ہے تو مثلا تو یون کہے کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا دونا یا تو یون کہے کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا ہم اس کلام سے مراد یہ ہے کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع[ربع ۱۲] حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف[نصف ۱۲] حاصل ہوتا ہے اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع[ربع ۱۲] ہوتا ہے اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن[ثمن ۱۲] ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف مین ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ انھون نے ان فروض مین اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا کہ مخرج ثمانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلاکسر نکلتے ہین تو انھون نے ان تینون فروض کی ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلاکسر نکلتے ہین تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا اذا فی الشرنبلالیۃ قلت واخصر الکل ان تقول الربع والثلث ونصف کل وضعفہ مین کہتا ہون اور جمیع فروض مین سب عبارتون سے مختصر تر یہ عبارت ہے کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے فاذا جاء فی المسئلة من ہذہ الفروض احاد فمخرج کل فرض منفرد سمیہ الا النصف کما مر پھر جبکہ مسئلہ فرائض مین ان چھ فرضون سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اسکا ہمنام منفرد ہے سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ واذا جاء مثنی او ثلث وہما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذلک العدد ایضا یکون مخرجا لضعفہ واضعافہ کالستة ہی مخرج للسدس ولضعفہ ولضعف ضعفہ اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جزو کا مخرج ہے سو وہی عدد اسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنے چھ سدس کا اور اسکے دوچند یعنے ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہے بشرطیکہ فروض مجتمع ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہے اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہے سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہے بلاکسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہے اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہ سدس کی مخرج مین یعنے ستہ مین موجود ہے اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہے فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی ای الثلثة الاخر او ببعضہ فاذا کان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستة لترکبہا من ضرب اثنین فی ثلثة پھر جب فرض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یا بعض سے یعنے تینون فرضون سے مختلط ہو تو جس وقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین حاصل ہوا ہم یہ مثال ہے اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو فرائض شریفیہ مین اسکا یون بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنون کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوج

فرض غیر مکرر ہین اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہو کہ وہ نادر ہو اور نادر پر حکم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ کسر واقع نہین ہوتی تم ہیان مخارج کسور کا بیان ہوچکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفیہ مین ہے کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہو کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح پر سہام لیے جاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنے سب وارثون کے سہام پورے ہون کسی کا سہام تہائی چوتھائی نہو اور تصحیح مسائل کے واسطے سات قاعدون کی طرف حاجت ہو انہین سے تین قاعدے تو مابین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے مابین رؤس اور رؤس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ نسبت باستقامت ہو وہ یہ ہو کہ سہام ہر فریق کے وارثون مین سے انپر منقسم ہوجاوین بدون کسر پڑنیکے تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھ سے ہو والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنے ایک ایک ہوا اور دو بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنے چار ہر بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہوگئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہو کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس مین موافقت ہو تو یہان عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیان اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہ ہو کہ ایک ہی گروہ کے سہام مین کسر پڑتی ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہو تو یہان تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنین اور اگر عول ہوا ہو تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو مابین رؤس کے ہین سو ایک تماثل ہو اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ مین سے چھ قاعدون کو ذکر کریگا اور استقامت کو اُسنے حذف کیا ہو اسواسطے کہ وہ ظاہر ہو دقت طلب نہین اور پچھلے چار رون قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جہان مسائل مین دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفی مختلطا **واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ کامرأۃ واخوین للمرأۃ الربع یبقے لہا ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ** اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر ٹوٹ جاوین تو انکے عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرا اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنے زوجہ اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہو باقی رہے تین وہ دو بھائیون پر مستقیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق کی بھی نسبت نہین تو دو کو یعنے عدد رؤس کو چار مین یعنے اصل مسئلے مین ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال ہو مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہو کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھ ہو اسکا نصف یعنے تین زوج کا حصہ ہو اور اسکی ثلثین یعنے چار بہنون کا حصہ ہو تو مسئلے نے عول کیا سات کی طرف اور یہان فقط بہنون کے سہام انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس یعنے چار اور پانچ مین مباینت ہو تو ہمنے عدد رؤس یعنے پانچ کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنے سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے پانچ مین ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے انکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہو منجملہ تین قاعدون کے **وان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا کامرأۃ وست اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ** ایضاً اور اگر وارثون کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین توافق ہو تو انکے عدد کے وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کرے اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہون تو بھائیون کے تین سہم ہین تو تین مین اور بھائیون کے عدد رؤس یعنے چھ مین توافق ہو تو دو کو چار مین ضرب کر تو یہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہو کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہو بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہو یعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنے چار سہم اور چھ بیٹیون کے دو ثلث یعنے آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا بارہ سے پندرہ تک

اور بیٹیون کے سہام یعنی آٹھ فقط انکے عدد رؤس پر یعنی چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہے تو یعنی انکے رؤس کو نصف
کی طرف پھیرا یعنی تین کی طرف پھر تین کو اصل مسئلہ اور اسکے عول مین یعنی پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلہ
مین سے تین سہم کا تھا اسکو مضروب یعنی تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے حصہ مین آئے اور والدین کا حصہ یعنی چار سہم کا تھا اسکو اسی مضروب یعنی
تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول
ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از تصحیح وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا
اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور انکے عدد رؤس
مین موافقت ہو یا نہین اگر موافقت ہو تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہو تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی فان انکسر سہام فریقین
او اکثر وعدد رؤسہم متماثلۃ ضربت احد الاعداد فی اصل المسئلۃ وعولہا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہین اور وارثون کے
رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلہ مین اور اسکے عول مین یعنی اگر عول نہو تو اصل مسئلہ مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل
مسئلہ مین اسکے عول کے ساتھ ضرب کر ہم یہان سے اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اسکی شروح مین عول مذکور نہین اگر ایک
فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ تین دادیان اور تین بہنین اخیافی بہنین اور تین چچا وارث ہون کثلاث بنات وثلثۃ اعمام فتکتفی باحد
المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا تصح چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین
کو اصل مسئلہ مین ضرب کر تو نو حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہو گا اسلئے کہ اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین وثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور
انکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنی تین کو تین مین
ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیون کو دو دو سہم پہنچے اور اعمام کا حصہ
ایک تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہنچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب المشارکۃ اولا بین السہام
والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل سمی
جزء سہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی بعض کاربع زوجات وثلث جدات واثنی عشر
عما ضربت اکثر الاعداد ولذا قال فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منہا تصح اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین
یا چار گروہ ہون پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تو نے
کیا ہے دونون فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہو اسکا نام جزء سہم ہے اور اسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا
فی الطحطاوی سو اسکو ضرب کر اصل مسئلہ مین مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہوجاوین چنانچہ چار
زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب انکے تداخل کے اصل مین ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انہین
سے مسئلہ صحیح ہو گا کیونکہ اصل مسئلہ بارہ سے ہے تین دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو ان پر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین مباینت ہے تو
انکے تمام رؤس کو یعنی تین کو لے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو انپر بھی استقامت نہین اور انکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہے تو
انکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچاؤن کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون مین تباین ہے تو انکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا
پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہے تو اسی بارہ

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوا ایک کے نہیں مٹاویتا اور واحد علی الاصح
عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے انکی توضیح قول آئندہ سے شروع کی

**واذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين مرارا حتى اذا اتفقا في درجة واحدة**
اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہان تک کہ دونون عدد ایک درجہ مین متفق
ہوجاوین ہم مثلا جیسے دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور
سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہوگئے واحد مین یعنے ایک ہی باقی رہا دونون عدد دونون جانب اسقاط کے درجات مین **فان اتفقا في واحد فهما متباينان**
**ولا وفق** سوا اگر بعد اسقاط مذکور کے دونون عدد متفق ہوجاوین واحد مین تو وہ دونون عدد متباین ہین اور ان دونون مین وفق نہین **وان توافقا في اثنين**
**فبالنصف** اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کرین دو مین تو وہ دونون عدد متوافقین بالنصف ہین ہم مثلا اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہینگے
اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایئے تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونون عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہین کذا فی الشریفی وطحطاوی نے کہا توافق بالنصف
یا توافق بالثلث وغیرہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونون عددون کو فنا کر دیتا ہے **او ثلثة فبالثلث وهكذا الى العشرة وتسمى الكسور المنطقة**
یا عددین تین مین باہم متفق ہین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اسی طرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین ہم یعنے اگر عددین دو مین توافق کرین چنانچہ چار اور دس
تو وہ متوافقین بالنصف ہین اور اگر تین مین توافق کرین چنانچہ نو اور بارہ ہین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اور اگر چار مین توافق کرین چنانچہ آٹھ اور بارہ
تو متوافقین بالربع ہین اور پانچ کے توافق مین متوافقین بالخمس ہین چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ مین بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات
مین بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ مین بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو مین بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق مین متوافقین
بالعشر ہین چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین یعنے تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے انکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یون کہنا کہ نصف و ثلث و ربع الی آخر
الکسور العشرة بخلاف کسر اصم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اسکے مخرج کے ممکن نہین چنانچہ یون کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء انکو اصم یعنے گونگا
کہا باعتبار مجاز کے اس واسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہین کذا فی الطحطاوی **او احد عشر فبجزء من احد عشر وهكذا وتسمى الاصم** یا عددین نے توافق کیا گیارہ
مین تو وہ دونون عدد گیارہ کے ایک جزء مین متوافق ہین اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہ کسر ہے اصم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور
گیارہ گیارہوین جزء کا مخرج ہے تو دونون عدد گیارہوین جزء مین متوافق ہین اور اسی طرح توافق ہونا بارہوین جزء مین چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ مین اور تیرہوین مین چنانچہ
۲۶ اور ۳۹ مین اور اسی طرح انیسوین جزء مین توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ مین کذا فی الطحطاوی ملخصا انتہى خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہون
اگر دونون برابر ہین تو عددین متماثلین ہین والا اگر اقل اکثر کو فنا کردے تو وہ متداخلین ہین والا اگر دونون کو تیسرا عدد فنا کردے تو وہ متوافقین ہین اور جس کسر کا
عدد ثالث مخرج ہے وہی کسر ان دونون عددون کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہین اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنے تداخل اور توافق
اور تباین پہچانے جاتے ہین عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہین اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی
پر قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہان تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہین اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونون کا فنا کرنے والا
ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہین کذا فی خلاصة الحساب **واذا اردت معرفة نصيب كل فريق كالبنات والجدات والاعمام من سهام**
**من التصحيح الذي استقام على الكل فاضرب ما كان لكل فريق من اصل المسئلة فيما اي في جزء السهم الذي ضربته في اصل المسئلة**
**يخرج نصيبه اي ذلك الفريق** اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کا اس تصحیح سے جو مستقیم

ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اسکو ضرب کر اس جزء سہم اور مضروب میں جنکو تو نے ضرب کیا ہو اصل مسئلے میں تو اس فریق کا حصہ نکل آویگا
مثلاً تباین کی مثال مذکور میں جزء سہم و مضروب ۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے یعنی ۴۰ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱ میں تو ۶۳ حاصل ہوئے
تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳ ہے و علی ہذا القیاس معرفت نصیب باقیوں و اتعدا عمام ثم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد
ذلک الفریق ضربت سہام کل وارث منہ جزء السہم المضروب یخرج نصیبہ چنانچہ اگر ارادہ کیا اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت
کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب کر اسکا حصہ نکل آویگا مثلاً تو مسئلہ مذکورہ میں تباین اعداد رؤس کی وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے میں
تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵
حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد رؤس یعنی دس پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہو
سو اسکو جبکہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے ۴ سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیوں پر قسمت
کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اسکو جبکہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم
کا تھا پھر جب اسکو سات چچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اسکو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر چچا کا والا وضح
طریق النسبۃ اور ہر وارث کے حصے کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہو اسواسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی بخلاف اور طریقوں کے
وہو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفریق اور وہ یہ ہے کہ نسبت کا طریق
یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد رؤس کی طرف پھر اسی نسبت کی مانند مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو دے تو مسئلہ مذکورہ میں جبکہ
تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد رؤس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰
اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو انکے عدد رؤس یعنی دس کی طرف نسبت
کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئے پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اسکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہونچے اور جبکہ سہام جدات کو انکے عدد رؤس
کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد
رؤس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتویں حصہ کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ
چونکہ مواریث سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کے واسطے علماء نے اسکے تین طریقے ذکر کیے ہیں دو طریقے مذکور ہوگئے ایک طریقہ ضرب سہام
ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو
اسی فریق مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جبکہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵
ہوا پھر جبکہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلے میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو دس
بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب
کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جبکہ انکو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہر دادی کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی
و اذا اردت قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء یعنی کلا واحدہ لا ما التقدم الغرماء علی قسمۃ المواریث کما فی شرح السراجیہ بجید ہ
اور جبکہ تو بانٹنا چاہے ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنی فقط وارثوں میں یا فقط دائنوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں بسبب مقدم ہونے

ارباب دیون کے سوا ورثہ کی قسمت چنانچہ حیدر کی شرح سراجیہ میں یہ مطلب مصرح مذکور ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا ادائے جمیع دیون میں اور کچھ باقی رہا تو
ارباب دیون میں اسباب قسمت کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی وارثوں میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادائے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثوں کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو انہیں میں
کے قسمت بھی نہ ہوگی حاشیہ چلپی زادہ میں ہے کہ بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین
کذا فی الطحاوی **فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر** سو اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہے تو ظاہر ہے چنانچہ اگر بیٹیاں اور ماں باپ چھوڑے
بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اس واسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین میں مشترک ہے اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہو گیا
**او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ** کذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیہ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب
فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہے تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح
کے نسخوں میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یوں ہے کہ سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کی جاتی ہے فقط مباینت کے وقت ہم سراجیہ وغیرہا کا مطلب
چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں واضح کر کے چنانچہ حل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کیے جاتے ہیں ہر وارث کے سہام
تصحیح سے جمیع ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے مذکور کیا وہ یہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیے جاویں ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت
ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تباین کا طریقہ اختیار کرے
اور چاہے ضرب فی الوفق کا طریقہ پسند کرے دونوں کا مآل ایک ہے اور مباینت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت نے اپنا زوج اور ماں اور دو سگی بہنیں چھوڑ کر مرگئی اور ترکہ ۲۵
اشرفیاں ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا آٹھ کی طرف تو زوج کا تین سہم ہیں اور ماں کا ایک اور ہر بہن کے دو سہم اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھ میں تباین ہے پھر تو نے جب
چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کیجئے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کر کے ۷۵ حاصل ہونگے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھ پر قسمت کرے تو نو اشرفیاں
اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج ہونگے تو یہ حصہ ہے زوج کا اسی طرح سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمیع ترکہ میں ضرب کر کے ۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت
کیا تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کر کے ۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا
چھ اشرفیاں اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اسی مسئلہ میں ترکہ ۵۰ اشرفیاں فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور چاہیے کہ ۱۲
اشرفیاں فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تجکو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ
میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اسمیں کہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہو جاوے
اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کر دے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہوگیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونوں
حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ یہی مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیاں اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض
کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیاں ہوئیں پھر تصحیح یعنی آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے
پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۶ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا
فی الطحاوی عن الشریفی وہذا المعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے **وتعمل کذلک فی معرفۃ**
**نصیب کل فریق منہم** اور اسی طرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں ہم یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تصحیح پر تباین
اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ سابقہ میں تجکو معلوم
ہو چکا اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا اور حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم ذکر کیا ہے

حصے کے بیان ہو اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہو اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا قصد ہوا ہم تھا وما قضاء الدیون فان وسط فیما اور واسطے دیون کی تو تفصیل ہو کہ اگر مال متروک پورا پڑا ادا کرنے مین تو بہتر اور کیا خوب ہی قضاء ھم لیقت وتقدہ والعزما اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون چند لوگ ہون یعنے اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہو تو بعد تجہیز و تکفین باقی مال کو وہی لیگا فنزل مجموع الدیون کا لتصحیح للمسئلۃ وینزل کل دین غریم کسہام وارث وتعمل کما مر فی صورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے اتارے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر ایک کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کر جو قسمت مین الورثہ مین عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص مرگیا نو اشرفیون کا متروکہ چھوڑ کر اور اسپر دو اشرفیان ایک شخص کی دس اشرفیان اور پانچ اشرفیان دوسرے شخص کی ہین تو دونون پندرہ ہوئین کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیان ہین نظر کر سو اگر دونون مین توافق ہو جیسا اسی صورت ہو کہ دونون مین توافق بالثلث ہو سو دس اشرفی والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین مین ضرب کیا حاصل ہوئے تیس پھر حاصل کو تصحیح کے وفق یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہ اسکا حصہ ہوا نو اشرفیون سے اور جبکہ پانچ اشرفیون والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیون والے کا حصہ ہو اور اگر اس صورت مین تیرہ اشرفیان ہوئین تو تیرہ اور مجموع دیون یعنے پندرہ مین جو بمنزلہ تصحیح کے ہو تباین ہو تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام مین ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیون والے دین کو تیرہ مین ضرب کیا ایکسو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اسکو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیان اور ایک اشرفی کی دو تہائیان خارج ہوئین یہ دس اشرفیون والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیون والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ مین ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیان اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیون والے دائن کا اور اگر اسی صورت مین پانچ اشرفیون کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح مین توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہین تو دس اشرفیون والے کے دین کو خمس ترکہ مین یعنے ایک مین ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنے تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیان اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہو دس اشرفیون والے کا اور پانچ اشرفیون والے کے دین کو بھی وفق ترکہ مین ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنے تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیان ایک کی یہ حصہ ہو پانچ اشرفیون والے کا اور یہ بھی اختیار ہو کہ تباین اور تداخل اور توافق مین تمام ترکہ مین ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونون صورتون مین وفق کا اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ثم شرع فی مسئلۃ التخارج پھر مصنف نے یہان سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض مین اس سے عبارت ہو کہ ورثہ باہم صلح کرلین بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اس مال کے جو اسکے حصے سے کمتر ہو اور یہ شرع مین ثابت ہو محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہو اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہو کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات مین سے ایک زوجہ کو اپنے مرض موت مین طلاق دی پھر وہ عدت مین مرگئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو انکے وارثون نے اس عورت سے صلح کرلی اسکے ربع ثمن یعنے آٹھوین حصے کی چوتھائی سے اسکے نصف پر یعنے ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہو تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ اکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف نے بار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی مین نصفا نصف تقسیم کردیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہو اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے مین کچھ مضائقہ نہین یعنے بشرط ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے نیک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہو کذا فی الطحطاوی فقال ومن صالح من الورثۃ والغرما علی شیء معلوم منہا طرح اسکے طرح سہامہ من التصحیح وجعل کانہ استوفی نصیبہ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثون اور ارباب دیون مین سے صلح کرے کسی چیز معین پر ترکہ مین سے تو اس وارث کے سہام یا اس دائن کا دین تصحیح سے گرادیا جاویگا اور یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اسنے اپنا حصہ بھر پایا مثلا یعنے مع وجود مصالح بین الورثہ اولا مسئلہ کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشرنبلالی طحطاوی نے کہا شیء معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شیء مجہول پر صلح صحیح نہین اگرچہ اُس سے صلح درست ہو ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سہام من بقی منہم فتصح منہ کزوج وام وعم

قسمت کیا جاسے باقی تصحیح یا دیون سے انکے سہام پر جو باقی رہین وارثون مین سے تو تصحیح ہونگے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور مان اور چچا وارث ہے ہم تو مسئلہ
وجود زوج کے چھ سے ہوا اور یہ تقسیم ہو وارثون پر انمین سے زوج کے سہام تین ہین اور مان کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر
وخرج من بین الورثۃ فاطرح سہامہ من التصحیح وہے ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وہے ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل
التخارج وحینئذ یکون سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کرلی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اسپر جو اسکے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج
ہوا وارثون کے درمیان سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے مان اور چچا مین تین تہائی کرکے بقدر انکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج
قسمت کر دے اور اسوقت مین دو سہم مان کے ہونگے اور ایک سہم چچا کا ہوا ہم یعنی جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہین زوج کے خارج ہو جانے
سے سہام باقی ورثہ مین کچھ فرق اور تغیر واقع نہین ہوا ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی اور یہ جائز
نہین کہ زوج کو یون قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ مان کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل نہ جاوے ہم اصل مال چھ سہم تھے اسکی تہائی
دو سہم ہین اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہو لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف
الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ المسئلۃ صاحب المختار وصاحب المجمع البحرین وغیرہما علی ما عندی من النسخ
فانہما قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے باقی مال کی قسمت مین مان کا ایک سہم ہوگا
اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے مین کہتا ہون اور یہی قول یعنے زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور
ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے مین صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلطی کر گئے ہین جیسا انکی کتاب کے نسخون جو میرے پاس موجود ہین اسواسطے کہ ان دونون
مصنفون نے باقی مال کو یعنے تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے مان کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے
ہے اور یہ مسئلہ رشتہ پر محمول ہے جبکہ استحقاق مختلف ہوتا ہو اسکے دخول اور اسکے فرض عدم سے اور جسکا حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اسکے دخول کا
اعتبار کرنا لازم نہین اسواسطے کہ مان کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہین دونون تقدیر مین اور اگر یون فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کرلی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ چچا کا حصہ یعنے
ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم مان کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور مان مین تو تین خمس زوج کے اور دو خمس مان کے اور اگر یون فرض کیجیے
کہ مان کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہوگئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ مان کے دو سہم ساقط کر دیے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہوگا تین زوج کے اور ایک چچا
کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما حرر فقد بر علامہ قطب الدین محمد بن
سلطان نے شرح کنز مین کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یون قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول مین اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اسکو
تامل کرے قال مولفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن الشیخ علی الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ قد فرغت
من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام سنۃ احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنے
محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصن کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ مین اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا
پچھلی تاریخون مین شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکہتر ہجری مین ہجرت والے رسول پر موجود بہتر درود اور سلام ہم قاموس مین ہے کہ حصن کوئی ایک موضع کا نام ہے شاید کہ شارح اسی
کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام آور مفتی مین احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ
مین نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح مین بہت مبالغہ کیا ہے ہم تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس مین ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ
قشیریہ مین کہا کہ ایجاز اور اختصار دونون کے معنی ایک ہی ہین یعنے اقلال لفظ مع توسیع المعنے یا اقلال بلا اخلال یا اقلال مبانی واکثار معانی یا رد الکثیر الی القلیل وقیل
خلل ڈالنا ۱۲